جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
عبدالعزیز عرفی
س پبلشنگ کمپنی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان
اور رحم کرنے والا ہے

اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالُ

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(مکی)

قرآن حکیم کی روشنی میں سیرتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بہ ترتیبِ نزول

جلد اوّل و دوم یکجا

عبد العزیز عرفی

ایڈوکیٹ سپریم کورٹ و عدالت عالیہ سندھ

دانش پبلشنگ کمپنی

سال اشاعت ـــــــــــ ۱۹۸۸ء ـــــــــــ ـــــــــــ ۱۱۰۰

ناشر
دانش فہیم
دانش پبلشنگ کمپنی
ام ۲۲ - کوچہ چیلان
دریا گنج ۔ نئی دہلی ۲ ۔ ۱۱۰۰۰۲

مطبوعہ علس آفسیٹ پرنٹنگ ورکس
2509 ترا ہا بہرام خاں
دریا گنج نئی دہلی ۲
فون نمبر ـــــــــــ 270569

قیمت
چار حصے مکمل سیٹ /۱۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

وبہٖ نستعین

بارگاہِ ربّ العزت میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

اے اللہ تعالیٰ! آپ کا بے حد ممنون و شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس بندہ ناچیز کو اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی بیشمار مادّی اور روحانی، دنیوی اور اخروی نعمتوں سے نوازا ہے۔ یہ بھی آپکا ہی کرم تھا کہ ۱۳۹۲ھ (بمطابق ۱۹۷۳ء) کے رمضان المبارک میں آپ نے اس بندۂ عاصی کو معتکف ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ بھی آپ کا ہی انعام و اکرام ہے کہ آپ نے اُن مقدس لمحات میں یہ خدمتِ عالیہ اس بندۂ کمترین کو عطا فرمائی جس کی پہلی جلد بصد ہزار تشکر پیشِ حضور ہے۔

اے باری تعالیٰ! اس کاوش کو اگر آپ قبول فرمائیں تو آپ کا کرم بالائے کرم ہے کہ آپ ہی نے میری اعانت فرمائی ہے۔ آپ ہی کی رہنمائی میں یہ کام تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس سلسلے میں جو بھی غلطیاں اور کوتاہیاں شعوری یا لاشعوری طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کو درگذر فرما دیجیے کہ آپ کا تو شعار ہی پردہ پوشی اور خطاؤں کو معاف کرنا ہے۔

اے علیم و بصیر! یہ کتاب آپ کے ذی علم، حق شناس اور برگزیدہ بندوں کے زیرِ مطالعہ بھی آسکتی ہے۔ انہیں توفیق عطا فرما کہ وہ اپنی تفہیم و بصیرت، علم و عرفان اور حق بینی و آگہی سے اس بندۂ عاجز کو بھی مستفید فرمائیں۔ تاکہ اس کتاب کی خامیاں درست ہو جائیں کہ اس میں آپکے ہی کلام کی روشنی میں آپ کے حبیب امام الانبیاء محسنِ انسانیت ختمی مرتبت نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔

اے ربّ العالمین! ہم سب آپ کے بندے اور آپکی مخلوق ہیں۔ ہم کو توفیق

عطا فرمایئے کہ ہم اس ہستی کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کریں جس کے نور کو آپ نے سب سے اول تخلیق کیا۔ جس کی بابت حضرتِ آدمؑ نے آپ سے استفسار کیا۔ جس کی آمد کے لئے آپ کے برگزیدہ پیغمبر حضرتِ ابراہیمؑ نے آپ کے حضور دعا مانگی۔ جس کا ذکر حضرتِ داؤدؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کے صحیفوں میں آیا۔ جس کی آمد کی بشارت حضرتِ عیسیٰؑ نے دی۔ جس کو آپ نے تمام عالموں کیلئے رحمت بنایا جو دکھی انسانیت کے لئے محبت، امن، سلامتی اور عدل کا پیغام لایا۔ جس نے رنگ و نسل، حسب و نسب اور جاہ و منصب کی دیواروں کو گرایا۔ جس نے اخوت، مساوات اور آفاقیت کا درس دیا۔ جس نے انسانیت کو سربلندی اور عظمت سے روشناس کرایا۔ جس نے آدمی کو آدمی کا احترام سکھایا۔ جس نے خود حقِ بندگی ادا کیا اور دنیا کو مقامِ بندگی بتایا۔ جس پر آپ درود و سلام بھیجتے ہیں۔ جس کی خدمت میں آپ کے ملائک درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور جس کے لئے حکم ہے آپ کا یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اے حیّ و قیوم! ہم اسی کی اتباع چاہتے ہیں اپنے افعال و اقوال میں، اپنی رفتار و گفتار میں اور اپنے ظاہر و باطن میں کہ وہ آپ کا حبیب ہے اور اُس کی اتباع ضامن ہے آپ کی رضا اور آپ کی محبت کی۔

—— اور یہی تو ہماری معراج —— ہماری منزلِ مراد ہے ——

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

بندۂ حقیر

عبد العزیز عرفی القادری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئینِ کرام کی خدمت میں

اس کتاب کا اوّلیں مقصد آیاتِ قرآن مجید کی روشنی میں محسنِ انسانیت سید الانبیاء ختمی مرتبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو پیش کرنا ہے۔ مقصود قرآن حکیم کا ترجمہ یا تفسیر نہیں۔ اسی بناء پر بہ لحاظ موضوع منتخب آیات کو لیا گیا ہے، گو بعض مقامات پر پوری پوری سورتیں بھی شامل کر لی گئی ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کو اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ سیرتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ قرآنی تعلیمات سے آگہی تو از خود ذہن پر مرتب ہو جاتی ہے۔

جہاں تک قرآنی آیات کے ترجمہ کا تعلق ہے، اس کے لئے یہ وضاحت ضروری ہے کہ حصۂ قرآن آیاتِ ربانی کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ ترجمہ کو مفہوم کے ساتھ مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن اس بات کا قطعی خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی بات ترجمہ کے منافی یا اس کے معنٰی سے متجاوز نہ ہونے پائے۔ اسی لئے معتدر علمائے کرام کے مستند تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے جن کی تفصیل کتابیات میں درج ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو میں غفور الرحیم سے معافی کا طلب گار ہوں اور قارئینِ کرام سے بھی مستدعی ہوں کہ وہ راقم الحروف کو اس غلطی سے مطلع فرمائیں۔ انتہائی ممنون ہوں گا۔

قرآنِ حکیم کی سورتوں کی دو تراتیب ہم کو ملتی ہیں۔ ایک تو قرآنی ترتیب

ہے اور دوسری ترتیبِ نزول۔ قرآنی ترتیب کو اس کتاب کی تدوین کے لئے اختیار نہیں کیا گیا چونکہ ابتدا ہی میں سورۂ بقرہ ہے۔ جو حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کی عکاس ہے۔ لہٰذا آپؐ کی سیرتِ طیبہ کو سلسلے وار بیان کرنے کے لئے ضروری ہوا کہ ترتیبِ نزول کو اختیار کیا جائے۔

الاتقان میں علامہ سیوطیؒ نے مختلف روایات سے سورتوں کی ترتیبِ نزول پر روشنی ڈالی ہے۔ جن کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عکرمہؓ، حضرت الحسین بن ابی الحسنؒ، حضرت جابرؓ اور حضرت الزرکشیؒ سے مروی ترتیب میں صرف چند سورتوں کا اختلاف ہے۔ باقی تمام سورتوں کی ترتیبِ نزول میں اتفاق ہے۔ بہرحال اس کتاب کی تدوین کے لئے حضرتِ عبداللہ ابنِ عباسؓ کی ترتیب کو اختیار کیا گیا ہے علاوہ سورۂ رحمٰن کے۔ جس کو قرآنی ترتیب کے مطابق سورۂ قمر کے بعد شامل کیا گیا ہے چونکہ اس سورۂ مبارکہ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ جلالین میں اس کو "مکیہ و مدنیہ" لکھا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مکی لکھا گیا ہے۔ بالعموم علمائے تفسیر اس سورۂ مبارکہ کو مکی ہی قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسند احمد میں حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور سرورِ دین نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خانہ کعبہ کے اس گوشہ میں نماز پڑھتے دیکھا جس میں حجرِ اسود نصب ہے اور اس نماز میں مشرکین آپؐ کی زبانِ درفشاں سے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کے الفاظ سُن رہے تھے۔ دوسرا واقعہ حضرت عروہ بن زبیر سے ابنِ اسحٰقؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ نے صحابۂ کرام کے کہنے پر حرمِ کعبہ میں دن چڑھے باآوازِ بلند (اسی) سورۂ مبارکہ کو قرأت فرمایا جس کو سن کر مشرکینِ قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو بری طرح زدوکوب کیا۔ یہ ہر دو روایات اس امر کی نشاندہی

کرتی ہیں کہ یہ سورۂ مبارکہ مکّہ میں نازل ہوئی لہٰذا اسی وجہ اس کو حصّۂ مکّی میں
شامل کیا گیا ہے۔

حضور محسنِ انسانیت حبیبِ ربّانی نبئ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سیرت
نگاروں اور علمائے مفسرین نے ایک ہی واقعہ کی متعدّد روایات بیان کی ہیں۔
جن میں کہیں کہیں نمایاں فرق بھی ملتا ہے۔ درحقیقت ان روایات کا جوں کا توں
بیان کرنا ان کے خلوص کا پرتو ہے کہ جو کچھ ملا وہی آنے والی نسل کے لئے قلمبند
کر دیا۔ لیکن بعض حضرات نے جن میں غیر مسلم پیش پیش رہے ہیں ان کو اختلافی
قرار دے کر مشتبہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ المختصر راقم الحروف نے ان ہی
روایات سے سلسلے وار واقعات مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ مثال کے طور پر
شق القمر کا واقعہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ مکّہ میں پیش آیا۔ جب کہ
دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس وقت منٰی میں تھے۔ روایتوں سے
یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ موسمِ حج میں ظہور پذیر ہوا۔ روایات میں یہ بات بھی
آئی ہے کہ مشرکینِ قریش نے جب اس واقعہ کی صحت کو جادو اور نظر بندی کہہ کر
تسلیم کرنے سے انکار کیا تو کچھ لوگوں نے یہ منطقی بات بھی تجویز کی کہ شق القمر کا واقعہ
اگر حقیقتاً ہوا ہے تو دوسرے مقامات پر بھی لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ لہٰذا دوسرے
دن جو قبائل مسافت طے کر کے مکّہ پہنچے تو ان سے بھی سوال کیا گیا اور انہوں نے
تصدیق کی کہ گذشتہ شب انہوں نے قمر کو دو نیم ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ ان تمام
روایات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منٰی کا مقام
تھا۔ نصف شب کے وقت آپؐ حج کو آئے ہوئے قبائل میں تبلیغِ دین کر کے
واپس آ رہے تھے جو کہ آپؐ کا طریقہ تھا۔ دوسرے دن لوگوں کی متوقع آمد سے
یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ زمانہ حج کے بالکل قریب تھا۔ چاند کی تیرھویں یا چودھویں
شب تھی۔ ان ہی حقائق کو مدِ نظر رکھ کر کے راقم الحروف نے واقعۂ شق القمر پیش کیا ہے۔
لہٰذا قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ وہ ان جیسے تمام واقعات کو نہ تو سنی سنائی

باتوں کی روشنی میں دیکھیں اور نہ کسی ایک روایت کی بنا پر۔ بلکہ تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے پرکھیں۔ حوالہ کی متعلقہ کتابوں کے نام درج کر دیئے گئے ہیں۔ حتیّ الامکان اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مستند کتابوں میں درج روایات اور واقعات کی حدود میں رہتے ہوئے محسنِ انسانیت حبیبِ ربانی ختم الرسل دانائے سبل مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو پیش کیا جائے۔

راقم الحروف کو اپنی کم مائیگیِ علم کا قطعی اعتراف ہے۔ یہ تو صرف حق سبحانہٗ تعالےٰ کا کرم ہے کہ اس نے یہ خدمت اس بندۂ حقیر کو عطا فرمائی ورنہ وہ یہی کام کسی اور سے بھی لے سکتا تھا۔ لہٰذا اس کتاب کی تیاری میں نہ تو اس بندۂ عاجز کی قابلیت کو دخل ہے اور نہ علمیت کو۔ تمام تر تعریفیں اسی کے لیئے ہیں جس نے راہ دکھائی، رہبری فرمائی اور اس کام کی تکمیل کرا رہا ہے۔

عکسِ اولیں — حضرت سیدنا و مرشدنا و سندنا الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے ارشاداتِ عالیہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں جمالِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ عکسِ جمیل ہے جو آئینۂ قرآن میں علمائے عاملین، مشائخِ کاملین اور اولیائے مقربین نے دیکھا۔ اس سے فیضیاب ہوئے اور اسی فیض کو مخلوقِ خدا کے لیئے عام کیا۔ اور یہی عکسِ اولیں ہماری منزلِ مقصود کی جانب ہمارا رہبر و رہنما ہے۔

اس کام کی جب ابتدا ہوئی تھی تو سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت السید عبدالقادر الگیلانی رحمتہ اللہ علیہ بقیدِ حیات تھے۔ جب اس بندۂ عاجز نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو بہت مسرور ہوئے اور دعا فرمائی۔ راقم الحروف کی پہلی کتاب "غوث الاعظم دستگیر" بزبانِ انگریزی بھی سیدی و مرشدی کی نیک تمناؤں اور دعاؤں کا نتیجہ تھی کہ حق تعالےٰ نے اسے پاکستان سے باہر کی دنیائے اسلام میں بھی مقبولیت عطا فرمائی۔ آج سیدی و مرشدی اس دنیا میں موجود نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں ان کا فیضان اور ان کی روحانی تربیت کارفرما رہی ہے۔

ضروری ہے کہ ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کیا جائے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اس بندۂ ناچیز سے اس کتاب کی تیاری میں معاونت فرمائی ہے۔ ممنون ہوں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، جناب قدیر محمد قریشی، مولانا محمد متین خطیب، مولانا عبد المصطفےٰ ازہری، مولانا محمد اطہر نعیمی اور جناب ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی مؤلف فیوض القرآن کا جنہوں نے اس کتاب کے مسوّدہ پر نظرِ ثانی فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

جناب حنیف اسعدی اور جناب لاغر صدیقی کا بھی ممنون ہوں کہ ان حضرات نے علی الترتیب تصحیح کتابت فرمائی اور اس کتاب کی تاریخ آیۂ مبارکہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (۱۳۹۷ھ) سے نکالی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو درگزر فرمائے۔ آمین

عبد العزیز عرفی

الحفیظ۔ ۱۶/۱۔ ڈی ۱/۱
ناظم آباد۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عکس اولیں

از۔ محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ!! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۝ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ وَمُنْتَهٰى عِلْمِهٖ وَجَمِيْعَ مَاشَاءَ وَخَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَحَبِيْبُهٗ وَخَلِيْلُهٗ وَصَفِيُّهٗ وَنَجِيُّهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ اما بعد

صاحبو! قرآن کے خیر خواہ بنو اس پر عمل کر کے نہ کہ اس میں مجادلہ کر کے۔ اعتقاد کے متعلق صرف چند باتیں ہیں البتہ اعمال بکثرت ہیں۔ قرآن پر ایمان لانا ضروری سمجھو اس کو سچا مانو اپنے دلوں سے اور عمل کرو اپنے اعضا سے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "قلوب پر کبھی زنگ آجاتی ہے اور قرآن پڑھنا، موت کو یاد رکھنا اور ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان کی صیقل ہے۔"

صاحبو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قبول کرو اور اپنے قلوب کی زنگ اس دوا سے دور کرو جو آپؐ نے ظاہر فرمائی ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دو بازوؤں سے حق تعالیٰ کی طرف پرواز کرو۔ اس کے حضور حاضر ہو اس حال میں کہ تمہارا ہاتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو۔ آں حضرتؐ کو اپنا پشت پناہ اور استاد بناؤ اور آپؐ کے دستِ مبارک کو اختیار دو کہ

(تمہارے حسنِ سیرت کا) بناؤ سنگھار کریں اور تم کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کریں۔

آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی لشکرِ ارواح کے حاکم ہیں، طالبین کے مربی و سرپرست ہیں اور مطلوبین کے سردار ہیں، صالحین کے امیر ہیں اور ان میں حالات و مقامات تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے یہ خدمت آپؐ کے سپرد کر دی ہے ... اور آپؐ کو کل کا امیر بنایا ہے۔ جب شاہ کی طرف سے سپاہ کو خلعت عطا ہوتے ہیں تو امیر لشکر ہی سے تقسیم کرائے جاتے ہیں۔

صاحبو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا انتساب صحیح کرو۔ آپؐ کی اتباع جس کے لئے صحیح ہو جاتی ہے اس کا انتساب بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ اور اتباع کئے بغیر تمہارا یوں کہنا کہ تم آپؐ کے امتی ہو تمہارے لئے مفید نہیں۔ جب تم آپؐ کے اقوال و افعال میں صحیح اتباع کرنے لگو گے تو دارِ آخرت میں تم کو آپؐ کی مصاحبت نصیب ہو گی۔ کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا۔ "جو کچھ تم کو پیغمبر دیں اس کو لو اور جس سے باز رکھیں اس سے باز آ جاؤ۔" یعنی آپؐ جو کچھ تم کو حکم دیں اس کی تعمیل کرو اور جس بات کی بھی ممانعت کریں اس سے رک جاؤ۔ یقیناً دنیا میں حق تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے قلوب کے اعتبار سے۔ اور آخرت میں قریب ہو گے اجسام اور نفوس کے اعتبار سے۔

جو شخص اوامر کے بجا لانے اور منہیات سے باز آنے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لینے میں پختہ ہو جاتا ہے تو اس کا کلام اور اس کی نگاہ برق کی طرح ہو جاتے ہیں۔ یہ صاحبِ ایمان و معرفت شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں (سنت کے موافق عمل کر کے) ہر وقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی

کے قلب کے لئے اپنے رب کی حضوری میں داخلہ کی اجازت حاصل فرماتے ہیں
یہ آپؐ کے حضور میں غلام کی طرح (حاضر باش خدمت گار) بنا رہتا ہے۔ پس
جب آپ کی خدمت میں مدّت گذر لیتی ہے تب عرض کرتا ہے۔ "حضورؐ! مجھکو
بادشاہ کا دروازہ دکھلا دیجئے۔ اسی کے کام میں لگا دیجئے کہ میں بادشاہ کو
دیکھتا رہوں اور میرا ہاتھ اس کے دروازۂ قرب کے کنڈے میں ڈال دیجئے (کہ اس
کو چھوڑ نہ سکوں اسی کو مضبوطی سے تھامے کھڑا رہوں) پس آنحضرت صلّی اللہ
علیہ وسلّم اس کو اپنے ساتھ دروازے کے اور قریب لاتے ہیں۔ وہاں سے ارشاد
ہوتا ہے۔ "تمہارے ساتھ کون ہے اے محمدؐ، تمہاری معیت میں کیا ہے اے
سفیرؐ، اے رہبر و رہنما؟" پس آپؐ عرض کرتے ہیں۔ "اے بارِ الٰہا! آپ
تو واقف ہی ہیں (کبوترانِ حرم کا) چھوٹا سا کبوتر ہے جس کو میں نے پرورش
کیا اور اس باب کی خدمت کے لئے پسند کیا ہے۔"

اس کے بعد آپؐ اس بندۂ مومن کے قلب سے فرماتے ہیں "لو! (میں تو
اپنا کام کر چکا) اب تم جانو اور تمہارا پروردگار۔" جیسا کہ شبِ معراج، جبرئیلؑ
نے (جب آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آسمانوں پر چڑھا دیا تو کہا تھا۔
"لیجئے میں تو اپنی خدمت انجام دے چکا۔ اب آپؐ جانیں اور آپ کا پروردگار"
صاحبزادہ! نیک اعمال اختیار کر اور پروردگارِ عالم کا قرب حاصل
کرلے۔ جو اس مقام پر پہنچ گیا وہ زمین پر حق تعالٰے کا نائب اور خلیفہ بن جاتا
ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ حُسْنَ الْکَرَمِ وَحُسْنَ الْجُوْدِ مِنْ صِفَاتِکَ وَنَحْنُ عَبِیْدُکَ فَاَعْطِنَا
ذَرَّةً مِّنْهُمَا۔ اٰمین۔

(بارِ الٰہا! حسنِ سخا اور حسنِ عطا تیری صفتیں ہیں، پس اس میں سے کچھ ہمکو بھی عطا فرمایئے)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

گوشہ ہائے سیرتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ دوم کی فہرست صـ ۲۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفاتحہ

دعائے مصطفیٰ

حمد ہے ساری اللہ کے لیے پروردگار ہے جو تمام جہانوں کا۔
رحمٰن ورحیم !
مالکِ روزِ جزا !!
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
ہدایت فرما ہم کو راہِ مستقیم۔
راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام فرمایا۔
نہ کہ ان کا (راستہ) جو زیرِ غضب آچکے اور نہ بہکے ہوؤں کا۔
آمین (۱/۷-۱)

سورۃ العلق (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے نبیؐ! پڑھئے (قرآن جو آپ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوگا) اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے مخلوقات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے

بعثت سے قبل اور آغاز وحی

حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی آل عبد المطلب، سردارِ قریش کے پوتے اور عبد اللہ کے اکلوتے بیٹے محمدؐ کو بی بی حلیمہ کی رضاعت سے واپس پہنچے تقریباً پانچ سات چھ برس گذرے تھے، عمرِ مبارک بارہ سال رہی ہوگی کہ آپؐ کے ولی، سرپرست اور حقیقی چچا ابو طالب نے ملک شام کی طرف سفرِ تجارت کی تیاریاں شروع کیں۔ آپ نے بھی ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ تجارتی سوجھ بوجھ تو درکنار ابھی تو شعور ہی آغوشِ فطرت میں پروان چڑھ رہا تھا۔ چچا نے بھتیجے کی جانب نگاہ کی ۔۔۔ یتیم اور بے سہارا بچہ۔ جواں مرگ بھائی عبد اللہ ابن عبد المطلب کی واحد نشانی جو فرزند کی ولادت سے قبل ہی اپنے مالکِ حقیقی کی طرف سدھار گئے تھے اور جب عبد اللہ کا یتیم چھ سال کی عمر سے متجاوز ہوا تو ماں کی پُر شفقت آغوش بھی معدوم ہوگئی۔ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو دادا عبد المطلب کا سایۂ عاطفت بھی جاتا رہا۔ اور اب ابو طالب کی محبت سایہ فگن تھی۔ چچا کو یتیم بھتیجے کی دل شکنی گوارا نہ ہوئی، شریکِ کارواں کر لیا۔

تجارتی کارواں جب بمقام بصریٰ پہنچا تو ایک بڑے درخت کے زیر سایہ پڑاؤ کیا۔ ساتھ ہی عیسائیوں کی عبادت گاہ تھی جس کا راہب ایک سن رسیدہ، درویش صفت اور خدا شناس شخص تھا، نام تھا اس کا بحیرہ۔ کارواں کے لوگ جب اِدھر اُدھر اپنے کاموں میں مصروف تھے اس کی نظریں ایک کم سن بچے پر پڑیں جو خاموشی سے

سے پیدا کیا۔
(اے نبیؐ!!) پڑھیئے۔ اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔

ایک گوشہ میں اہلِ کارواں کے سامان کے قریب بیٹھا تھا۔ درخت کی شاخیں معمول سے کچھ زیادہ ہی اس کے اوپر جھکی ہوئی تھیں۔ جیسے اس معصوم کو بوسہ دے رہی ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کچھ دور تک چلا گیا۔ بحیرہ کی حیرت اور بڑھی جب اس نے اس معصوم بچے کے اوپر ابر کے ایک ٹکڑے کو سایہ کرتے ہوئے دیکھا۔ بچہ واپس آیا تو وہی ابر کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ سایہ کئے ہوئے واپس ہوا۔ یہ تمام باتیں عمر رسیدہ بحیرہ کی دلچسپی میں اضافہ ہی کرتی گئیں۔

بوڑھے راہب نے بچے کے حالات معلوم کرنیکے لئے اہلِ کارواں بالخصوص ابوطالب سے ملاقاتیں کیں اور ایک دن جملہ اہلِ کارواں کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ اس دعوت کے موقع پر اس نے اس پراسرار بچے، ابوطالب کے کم سن بھتیجے کو بغور دیکھا، ان کے حالات معلوم کئے اور طرح طرح کے سوالات بھی کر ڈالے۔ آپ کی پشت مبارک بھی ملاحظہ کی جس پر مہرِ نبوت کا نشان پاکر اس کے بے پایاں تجسس کو قرار آیا کہ یہ نوخیز وہی نبی ہیں جن کی آمد کا ذکر انجیل میں کیا گیا ہے۔

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا
کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (انجیل یوحنا ۱۴/۱۶)

قافلۂ تجارت واپس مکہ آیا ـــ شب و روز گذرے، بات آئی گئی ہوگئی۔ تعلیم کا تو چلن ہی نہ تھا ـــ لاشعور سے شعور کی حدود میں قدم رکھا تو ابوطالب کے جواں سال بھتیجے محمدؐ ابن عبداللہ نے بھی تجارت کو پیشہ بنایا۔ خود اپنا مال و متاع تو نہ تھا۔ دوسروں کے سرمایہ سے تجارت کرتے تھے ـــ

حضرت خدیجہؓ ابتدا ہی سے آپؐ کی طبیعت میں انکساری، حلم، معاملہ فہمی اور تدبر بدرجۂ اتم تھا۔ جس کی بنا پر ہر ادنیٰ و اعلیٰ ـ خورد و کلاں آپؐ کا گرویدہ ہو چکا تھا۔

جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے۔ (جس نے)

تجارتی معاملات میں صاف گوئی اور دیانت داری نے آپ کی شہرت کو اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ قبیلہ قریش کی ایک دولتمند بیوہ خدیجہ بنت خویلد، جو دوسروں کی اعانت سے تجارت کرتی تھیں انہوں نے بھی آپ کی دیانت داری اور معاملہ فہمی کے متعلق سنا تو بڑی متاثر ہوئیں۔ لہٰذا ایک دن آپؐ کو بلا کر کہا۔ "آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام جائیں، منافع میں سے جو میں دوسروں کو دیا کرتی ہوں اس سے زیادہ آپ کو دوں گی۔" آپؐ نے تجویز منظور کر لی اور مالِ تجارت لے کر ملک شام چلے گئے ــــــ اس مرتبہ خدیجہ بنتِ خویلد کو دوچند منافع ہوا۔ آپ کی دیانت داری اور معاملہ فہمی کے لیے جو کچھ سنا تھا اس سے بڑھ کر ہی پایا۔ اور پھر ان کے غلام میسرہ نے جو آپ کے سفرِ تجارت میں ساتھ ساتھ تھا سفر کے واقعات بیان کئے تو اور زیادہ گرویدہ ہو گئیں۔ بالآخر آپؐ کے دامنِ تقدس میں پناہ کی درخواست کر ڈالی۔ پیغام نے شرفِ قبولیت پایا۔ ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور اس طرح آپ اور خدیجہ بنت خویلد، جو آپؐ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

خوشگوار زندگی، آسائشیں اور نعمتیں بے حساب ــ اہلِ وطن کی نظروں میں معزز معتبر، الصادق اور الامین کے خطابات سے معروف ــــ جذبۂ خدمتِ خلق مور دثی گھریلو ماحول پُرسکون ــ آپؐ کی اولادِ امجاد میں حضرت قاسم، حضرت عبداللہؓ، سیدہ زینب، سیدہ رقیہؓ، سیدہ اُمِ کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا دورِ ولادت اور معاشرتی زندگی بھی پر وقار ــــ لیکن بت پرست، شرک آلود، جاہلانہ رسوم اور باطل طریق میں ملوث قوم کے لئے دل میں کرب اور تڑپ تھی اور پھر راہِ حق کی جستجو ــــ ان ہی ایام کا تذکرہ حضرت عروہ بن زبیر نے بہ روایت حضرتِ عائشہ صدیقہؓ کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کی ابتداء ہونے سے قبل اچھے اچھے خواب دیکھا کرتے تھے اور کچھ اس طرح کہ جیسے آپ ہر چیز واضح طور پر دن کی

انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دے دی جنہیں وہ نہیں جانتا تھا (۹۶/۵-۱)

روشنی میں دیکھ رہے ہوں ۔ پھر رفتہ رفتہ گوشہ نشینی آپ کا شعار بن گئی۔ آپؐ مکہ سے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جانے لگے۔ جہاں گھنٹوں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے بعض اوقات آپؐ وہاں کئی کئی یوم بھی قیام فرماتے اور جب ساتھ لائے ہوئے ستو ختم ہو جاتے تو آپ غارِ حرا سے مکہ کی جانب رخ کرتے۔

حضرت جبرئیلؑ ۔ پیغامِ بر وحی کی آمد

ماہِ رمضان کی کوئی تاریخ تھی، دوشنبہ کا دن ہجرتِ مدینہ سے کم و بیش تیرہ سال قبل بمطابق ماہ جولائی ۶۱۰؁ء آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں مصروفِ عبادت تھے کہ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ فرشتے نمودار ہوئے ــــ ہر طرف خاموشی، فضا پُرسکوت کہ پرندہ بھی پر نہ مارے۔ تنہائی اور پھر مافوق الفطرت واقعہ کا ظہور ــــ فرشتے نے کہا ــــ "اِقْرَأْ! (پڑھیے) آپؐ نے فرمایا ــــ "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" اللہ جل شانہٗ کے فرشتے نے آپؐ کو زور سے پکڑ کر بھینچا اور پھر کہا ــــ "اِقْرَأْ!!" آپؐ نے پھر اسی حقیقت کا اظہار کیا۔ "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" فرشتے نے پھر آپ کو پکڑ کر زور سے بھینچا اور پھر کہا ــــ "اِقْرَأْ!! آپؐ نے فرشتے کے ساتھ مندرجہ بالا آیات کو پڑھا۔ فرشتہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

بعدہٗ افتاں و خیزاں گھر تشریف لائے۔ طبیعت پر ایک عجیب سی ناقابلِ بیان کیفیت طاری تھی ــــ بستر پر دراز ہو گئے اور زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے فرمایا "مجھے اڑھاؤ ــــ" انہوں نے آپؐ کو رضائی اڑھا دی۔ کچھ دیر تک ساکت لیٹے رہے بعدہٗ تمام واقعہ مِن و عَن اپنی رفیقۂ حیات کو سنایا۔ وہ آپؐ کو اپنے ایک بزرگ اور عالم چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو تھے تو اہلِ قریش سے لیکن زمانہ ہوا عیسائی ہو چکے تھے۔ توریت اور انجیل کا غائر مطالعہ کیا تھا اور اب

ہاں ہاں بے شک انسان حد سے نکل جاتا ہے۔ اس بنا پر کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے۔ (حالانکہ اے انسان!) بے شک تجھ کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اے پیغمبرؐ! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو بندۂ (خاص) کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

بھلا دیکھئے! اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا لوگوں کو پرہیزگاری کی ہدایت کرتا (جیساکہ وہ سمجھتا ہے تو کیا خوب تھا)۔ (۹۶/۱۲-۶)

عمر کی آخری منزل کو پہنچ رہے تھے — انتہائی ضعیف اور نابینا — انہوں نے حضورؐ کی زبانی پورا واقعہ بغور سنا اور پھر کہنے لگے — "یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس وحی لایا کرتا تھا......" پھر کچھ توقف کے بعد پُر حسرت لہجے میں بولے "کاش! میں اس وقت صحت مند اور جوان ہوتا — کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپؐ کی قوم آپ کو نکالے گی —"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ سن کر چونکے اور حیرت کے ساتھ دریافت کیا — "کیا میری قوم مجھے نکالے گی؟" کہنہ سال ورقہ بن نوفل نے جواباً کہا — "کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو پیغام آپؐ پر آنے والا ہے وہ کسی پیغمبر پر آیا ہو اور اس کی ساتھ دشمنی نہ کی گئی ہو — اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ دیکھا تو میں ضرور آپؐ کی مدد کروں گا —" مگر کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ ورقہ بن نوفل اپنے دل کی حسرت دل ہی میں لئے اس دارِ فانی سے سدھار گئے۔

(بحوالہ بخاری، ترمذی، تاریخ طبری حصہ اوّل، طبقات ابن سعد حصہ اول سیرت النبیؐ، مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت رسولؐ، ابن ہشام۔ دلائل النبوت وزرقانی الذکر الحسین)

دشمن رسول ابوجہل | بعثت کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ

بھلا دیکھئے ! ! یہ شخص کلامِ الٰہی جھٹلاتا اور دینِ حق سے روگردانی کرتا ہے۔
کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ (اسے ہر حال میں) دیکھ رہا ہے۔

میں نماز پڑھی۔ بتوں کی پوجا کے برخلاف مشرکینِ مکہ کے لئے تو بن دیکھے خدا کی عبادت ایک نئی بات تھی لہٰذا ہر سو طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔
عمر بن ہشام عرف ابوجہل کہ اس کا شمار بھی سردارانِ قریش میں ہوتا تھا۔ بڑا دولت مند تھا، اپنے لباس اور سواری میں خاص اہتمام کرتا کہ دوسروں سے افضل رہے۔ اور اس پر مزید یہ کہ تھا تو جاہل لیکن خود کو ہدایت یافتہ بھی سمجھتا تھا کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتا ___ ایک دن اس نے بھی رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپؐ کو درشتی کے ساتھ منع کیا کہ وہ اس طریقۂ عبادت سے باز رہیں ___ آپؐ نے اس کی دولت، لباسِ فاخرہ اور اس کی خود ساختہ حیثیت سے متاثر ہوئے بغیر اس کو بے اعتنائی سے جھڑک دیا۔
ابوجہل کے تکبّر پر چوٹ لگی، کہنے لگا۔ "محمدؐ! تم مجھے جھڑکتے ہو ___ تمہارے مقابل نوجوان سواروں سے جنگل کو بھر دوں گا ___ کیا تم نہیں جانتے کہ مکہ میں مجھ سے بڑا جتھے والا اور بااثر کوئی دوسرا نہیں ...."
جسے خدائے ذوالجلال کی حمایت حاصل ہو وہ مردِ حق ایسی دھمکیوں میں کہاں آسکتا تھا ___ ابوجہل غصّہ میں نہ جانے کیا کیا بکتا ہوا چلا گیا۔ پھر لوگوں سے کہا ___ "اگر محمدؐ کو میں نے اب نئے طریقہ سے عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی گردن کچل ڈالوں گا ___ چہرہ خاک میں ملا دوں گا ___"
سوئے اتفاق۔ ایک دن ہادیٔ مرسل احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پھر حرمِ کعبہ میں سر بسجود تھے کہ یہی دشمنِ حق ابوجہل آگیا ___ آپؐ کو جو اس نے بحالتِ سجدہ دیکھا تو تیزی سے آپؐ کی طرف لپکا۔ کہ آپؐ کی گردنِ مبارک پر اپنا پیر رکھدے لیکن جونہی آپؐ کے قریب پہنچا تو الٹے پاؤں بھاگا۔ صحنِ حرم میں بیٹھے ہوئے لوگوں

ہاں۔ ہاں اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی (کے بل) پکڑ کر گھسیٹینگے۔
اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار ہے۔

وہ بلالے اپنے حامیوں کی ٹولیوں کو (جن کے برتے پر کود رہا ہے)۔
ہم بھی دوزخ کے جلاد فرشتوں کو (اس کی سزا دہی کے لئے) بلالیں گے۔
(اے نبی!) آپ ہرگز اس کا کہنا نہ مانیں۔ سجدہ کرتے رہیئے اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرتے رہیئے۔ (۹۶/ ۱۹ - ۱۲)

نے جب یہ تماشا دیکھا تو ابوجہل جیسے متکبر اور مغرور آدمی کی بوکھلاہٹ پر ہنسنے لگے۔ کسی نے ابوجہل سے دریافت کیا ــ "یا عمرابنِ ہشام! تمہارے ساتھ یہ کیا معاملہ درپیش آیا۔" اپنے حواس کو درست کرتے ہوئے کہنے لگا ــ "عجیب سی بات ہے۔ میں جب محمدؐ ابنِ عبداللہ کے قریب پہنچا تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان دہکتی ہوئی آگ دیکھی اور ایک خونخوار پرندہ بھی دیکھا جو اپنے دہشتناک پر پھیلائے تھا ــ مجھ پر خوف طاری ہوا تو میں واپس ہوگیا۔......"

اس واقعہ سے ابوجہل کی بڑی سبکی ہوئی۔ اس کے جہالت آلود احساسِ برتری نے آتشِ مخالفت اور بھڑکا دی۔

باری تعالیٰ نے درج بالا آیات میں اسی دشمنِ رسولؐ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ سے فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ ہرگز اس دشمنِ حق کی بات کو خاطر میں نہ لائیں ــ عبادت کرتے رہیئے اور قربِ خداوندی کی طلب میں مشغول رہیئے۔ اللہ سبحانہٗ آپ کا حافظ ہے وہ آپ کو ان دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔

(بحوالہ ابنِ کثیر بہ روایت حضرت ابنِ عباس، حضرت ابن جریر۔ ابنِ ہشام صحیح بخاری، مسند احمد، مسلم، نسائی، طبقات ابنِ سعد)

سورۃ القلم (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ن! قسم ہے قلم کی اور اس (قرآن) کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لیئے بے انتہا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں (۶۸/۳-۱)

واقعہ تنصیب سنگِ اسود

بعثت سے قبل جملہ اہلِ مکہ بلا امتیاز کنبہ و قبیلہ ہادیٔ مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کا انتہائی دیانت دار، صالح اور دانشمند فرد سمجھتے تھے۔ آپ کی عقل و فراست پر نازاں تھے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ عمارتِ کعبہ جو منہدم ہو چکی تھی اس کی تعمیر نو شروع ہوئی۔ ہر قبیلہ اور ہر خاندان کا فرد تعمیرِ کعبہ میں شریک تھا۔ ابھی دیواریں تین چار فٹ سے زیادہ بلند نہ ہوئی تھیں کہ ان کے درمیان ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا کہ سنگِ اسود کو، جس کا تقدس اور احترام زمانۂ قدیم سے مسلّم چلا آرہا تھا، اس کی جگہ پر کون نصب کرے۔ ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ یہ سعادت اس کو ملے۔ لہٰذا ہر قبیلہ اور ہر فرد اپنا حق جتا رہا تھا۔ بات اس حد تک بڑھی کہ آپس میں کشت و خون کی نوبت قریب آگئی۔ بالآخر سن رسیدہ ابوامیہؓ بن مغیرہ نے مداخلت کی جس کے نتیجہ میں متفقہ طور پر طے پایا کہ دوسرے دن جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو اسی کو یہ سعادت ملے۔

اور دوسرے دن سب سے قبل وہی شخص داخلِ کعبہ ہوا نبوت جس کا مقدر ہو چکی تھی اور جو تمام انسانیت، تمام عالمین کے لیئے رحمت بن کر آیا تھا۔ لوگوں نے جونہی آپ کو خانۂ کعبہ میں دیکھا فرطِ مسرت سے پکارنے لگے۔

"ھٰذا احمدؐ! ھٰذا الامین! ھٰذا الصادق!!! — قد رضینا بہٖ"

ـــــ اور بے شک آپ کی خوبو بڑی شان کی ہے۔ اب کوئی دم جاتا ہے کہ آپ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں مجنون کون تھا۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہی ان کو بھی جانتا ہے جو راہِ راست پر ہیں۔ لہٰذا آپ ان جھٹلانے والوں کے دباؤ میں ہر گز نہ آنا۔ وہ تو اسی آرزو میں ہیں کہ آپ نرمی کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں ـــ ہر گز ایسے کی بات نہ سننا جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے۔ لوگوں پر آوازے کستا ہے۔ چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ بھلائی کے کاموں سے لوگوں کو روکتا ہے۔ (۶۸/۱۲-۲)

امن و آشتی کے جواں سال داعی نے اہلِ مکہ کے پُر اعتماد اور پُر خلوص نعروں کا جواب اسی محبت، رواداری اور اخوت سے دیا جس کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ آپ نے اپنی ردائے مبارک زمین پر پھیلائی، سنگِ اسود کو اٹھا کر اس پر رکھا ہر قبیلے سے ان کا ایک ایک نمائندہ طلب کیا اور پھر ان نمائندوں سے فرمایا کہ سب مل کر چادر کے کونے پکڑیں اور سنگِ اسود کو اٹھائیں ـــ ہر سو مسرت و شادمانی سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہو گئے۔ عورت و مرد، پیر و جواں، خورد و کلاں ہر اک آپ کی دانشمندی، فراست اور امن پسندی پر نازاں تھا۔ لیکن لعنت ہو اس کج فہمی ہٹ دھرمی اور تکبر پر کہ جب اسی مسلّمہ دانشورِ قوم نے پیغامِ حق دیا تو وہی لوگ یکلخت اسے مجنون کہنے لگے۔ یہی بات آپ کی طبعِ مبارک پر گراں بار ہوئی ـــ حق سبحانہ تعالیٰ نے منکرینِ حق کے اسی الزام کی درج بالا آیات میں تردید فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ آپ کی خوبو تو بڑی شان والی ہے آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔ (بحوالہ زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰۵، مسند احمد، طبری جلد اول ۶۹، مدارج النبوت حصہ دوم ۳۵، سیرت النبی ج ۱، ص ۱۸۵)

دشمنِ رسول ولید بن مغیرہ | ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت

بد اعمال ہے، درشت خُو ہے اور اس پر طرّہ یہ کہ بد اصل ہے۔ اس بنا پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو بول اٹھتا ہے کہ اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ہم عنقریب اس کی سونڈ جیسی ناک داغ دیں گے۔ (۶۸/۱۶-۱۳)

کرنے والوں میں سب ہی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ لیکن ولید بن مغیرہ تو جیسے ان سب کا گرو بنا ہوا تھا۔ آپؐ کی شانِ اقدس میں خود گستاخیاں کرتا اور دوسروں کو بھی اکساتا۔ ایک بد کردار و بد خُو انسان کا مثالی نمونہ تھا۔ ایسے اشخاص ہر دور اور ہر معاشرہ میں ہوتے ہیں اور اپنی خباثت اور بدخوئی کی بنا پر ننگِ انسانیت بن جاتے ہیں۔ درجِ بالا آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس بد کردار شخص کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اس کے بد اصل ہونے کو بھی ظاہر فرما دیا۔

روایت ہے کہ جب ان آیات کا نزول ہوا۔ اور جب اس نے ان آیات کو سنا تو بڑا تلملایا۔ اس کے کردار سے متعلق وہی حقائق بیان کئے گئے تھے جن سے وہ خود بھی آگاہ تھا۔ لیکن اپنے بد اصل ہونے کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا۔ فوری طور پر غصّہ میں بھرا تلوار لئے پہلے اپنی ماں کے پاس گیا، کہنے لگا۔ "محمدؐ نے میرے متعلق کہا ہے کہ میں بد اصل ہوں۔ جس کے متعلق تو ہی جانتی ہے۔ مجھ کو سچ سچ بتا ورنہ میں تیری ہی گردن اڑا دوں گا۔" بوڑھی ماں نے ظالم اور متکبّر بیٹے کے تیور دیکھے تو لرز گئی اور حقیقت بے نقاب کر دی۔ "تیرا باپ نامرد تھا، پھر بھی میں اس کے پاس رہی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تیرے باپ کے مرنے کے بعد اس کا تمام مال غیرے جائیں گے۔ اور میں بے سہارا رہ جاؤں گی۔ لہٰذا میں نے ایک دن ایک چرواہے کو بلا لیا۔ اور تو اس کی اولاد ہے۔"

ولید بن مغیرہ کو اپنی دولت اور اپنے بیٹوں پر تو غرور تھا ہی اسے اپنی لمبی ناک پر بھی بڑا ناز تھا۔ درج بالا آیات میں اس کی ناک پر داغ لگانے کی پیش گوئی بھی میدان

اے حبیب! ہم نے انہیں (اہلِ مکہ) اسی طرح آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح ایک باغ والوں کو آزمایا تھا۔ انہوں نے قسمیں کھا کر کہا۔ صبح ہوتے ہی ہم اس کے پھل ضرور توڑیں گے۔ ان کو ایسا یقین تھا کہ انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ تو یہ رات کو سوتے ہی پڑے رہے۔ کہ آپ کے رب کی طرف سے ایک بلائے ناگہانی نازل ہوئی اور اس سرے سے اس سرے تک باغ کا صفایا کر گئی اور صبح ہوتے ہوتے اس کا حال ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو...... (۶۸/۲۰-۱۷)

اے حبیب! جو ناشکری کرتے ہیں ان پر دنیا میں ایسا ہی عذاب نازل ہوا کرتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش یہ لوگ (منکرینِ حق) اس کو جانتے۔ (۶۸/۳۳)

بدر میں صحیح ثابت ہوئی۔ جب کہ اس کی ناک پر ایک کاری زخم لگا۔

(خازن، مدارک و جلالین بحوالہ خزائن العرفان)

منکرینِ حق کے لئے قصہ باغِ یمن بطور تنبیہ کسی زمانہ میں یمن کے شہر صنعا کے مضافات میں سرِ راہ ایک مشہور باغ تھا ضروان جس کا مالک ایک مردِ صالح، مخیر، غریب نواز اور خدا ترس انسان تھا فصل کے وقت جب باغ میں جاتا تو زمین پر گرے ہوئے تمام میوے اور پھل غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتا۔ پھل توڑتے وقت زمین پر فرش بچھا دیئے جاتے اور جو میوے اور پھل از خود گر جاتے وہ بھی فقرا اور مساکین کو دے دیتا۔ اس کے علاوہ فصل کا دس فی صد بھی غربا اور مساکین کے لئے وقف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے باغ کو خوب عظمت و شہرت بخشی تھی۔ پھل بھی بے حساب ہوتے اور غربا اور مساکین بھی دور دور سے آتے۔ اس صاحبِ خیر کے انتقال پر اس کے لڑکے اس باغ کے وارث ہوئے جنہوں نے اپنے باپ کی قائم کردہ ریت کو بدل ڈالا۔ ایک مرتبہ فصل کے وقت

پس اے نبیؐ! آپ اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔
قریب ہے کہ میں انہیں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف لے جاؤں گا، جہاں
سے انہیں خبر نہ ہوگی۔ اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری
تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ (۶۸/۴۵۔۴۴)

باہم مشورہ کیا کہ صبح تڑکے باغ چلو کر فقرا اور مساکین کے آنے سے قبل ہی سارے
پھل توڑ لئے جائیں۔ تاکہ انہیں نہ دینے پڑیں ___ ادھر یہ بھائی زیادہ مال کمانے
کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ ادھر رات ہی رات ایک بلائے ناگہانی نازل ہوئی اور
سارا باغ تباہ ہو گیا۔ صبح تڑکے جب یہ لوگ باغ پہنچے تو وہ ایک کٹی ہوئی فصل
کی طرح پامال پڑا تھا ___ روایت ہے کہ بعدہٗ یہ لوگ بارگاہِ ایزدی میں تائب ہوئے
اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے انہیں اور اچھا باغ دیا۔

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب بالخصوص سردارانِ قریش فخریہ طور پر اہلِ کتاب
سے کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے درمیان کوئی نبی آیا تو وہ اس کی بڑی عزت و توقیر
کریں گے اور اہلِ کتاب بالخصوص یہودیوں کی طرح نبیوں کی بے حرمتی نہ کریں گے
لیکن اپنے غرور و تکبر کے نشے میں ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور
بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے تھے۔ چونکہ درج بالا قصہ اہلِ عرب میں بہت
مقبول و معروف تھا اور اکثر و بیشتر مال و دولت پر گھمنڈ کرنے والوں کے ذکر
میں بیان کیا جاتا تھا لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس قصہ کو درج بالا آیات میں بیان
فرما کر مکہ کے مغرور و متکبر سرداروں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی دولت اور جھوٹی
عظمت کے بل بوتے پر اس نعمتِ عظمیٰ کی تکفیر و تکذیب نہ کریں جو کہ بصورتِ
نبوت اور بشکل محمدؐ ابن عبداللہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور
جس کے وہ خود بھی متمنی تھے ورنہ بصورتِ دیگر وہ بھی اسی طرح مستحقِ عذاب ہوں گے
جس طرح مذکورہ بالا باغ کے وارث ہوئے تھے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر خزائن العرفان)

اے نبیؐ!! کیا آپ ان سے (تبلیغ رسالت پر) کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں
کہ یہ اس کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں یا ان کے پاس غیب کی خبریں آتی
ہیں جسے یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔

اے نبیؐ!!! آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے اور
مچھلی والے (پیغمبر) کی طرح نہ ہو جایئے جب کہ انہوں نے (اپنے پروردگار

آپ کی توجہ حضرت یونسؑ کے واقعہ کی طرف مبذول کرائی گئی

منصب جس قدر بلند اور جلیل ہوتا ہے اسی قدر اس کی ذمہ داریاں عظیم اور صبر آزما ہوا کرتی ہیں۔ نبوت عظیم ترین منصب ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے منتخب بندوں کو عطا فرمایا اور حبیب یزدانی محسن انسانیت بنائے تخلیق کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ختم کر دیا گیا۔ قرآن مجید و دیگر صحف سماوی شاہد ہیں کہ نبیوں کو شدید ترین مخالفتوں اور روح فرسا اذیتوں سے گزرنا پڑا ہر ایک نے صبر و تحمل اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن یونس علیہ السلام کا واقعہ قدرے جدا ہے ـــــ حضرت یونسؑ کی عمر مبارک اٹھائیس برس کے قریب ہو گی کہ باری تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور اہلِ نینوا کی تلقین و ہدایت کا فریضہ سونپا کہ انہیں صراطِ مستقیم کی طرف بلائیں۔ اہلِ نینوا کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نعمتیں دے رکھی تھیں لیکن انہیں عیش و مسرت اور فارغ البالی کی زندگی نے حق تعالیٰ سے یکسر غافل کر رکھا تھا ـــــ پرستش کے لئے سیکڑوں بت بنے تھے۔ بداخلاقی اور بے حیائی نخوت و غرور اور خودسری کوئی ایسی معاشرتی بیماری نہ تھی جو ان میں سرایت نہ کر گئی ہو۔ نہ نیک و بد کی تمیز باقی رہی تھی اور نہ معاشرہ کو احساسِ گناہ تھا۔ حضرت یونسؑ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ان میں تبلیغ حق شروع کی۔ شرک آلود زندگی سے توحید کی طرف دعوت دی تو ایک سیلاب بلا ٹوٹ پڑا ـــــ لوگ دعوتِ حق کا مذاق اڑاتے آپ کی تکذیب کرتے اور ظلم و زیادتی سے بھی باز نہ آتے۔ اسی

کو پکارا اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہے تھے۔ اگر ان کے پروردگار کا فضل ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ میدان میں ڈال دیئے جاتے بدحالی کے ساتھ۔ پھر ان کے پروردگار نے اور برگزیدہ کر لیا۔ اور ان کو (اور زیادہ) صالحین میں کر دیا۔ (۶۸/۵۰-۴۹)

پیہم مخالفت اور ظلم و زیادتی سے پریشان ہو کر اپنی قوم سے ناراض ہو گئے اور راہِ فرار اختیار کی۔ فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا فوری طور پر اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی منجدھار میں پہنچی تھی کہ طوفانی ہواؤں نے آگھیرا۔ اوپر سے طوفانی ہواؤں کی یورش، چہار طرف سے بپھری ہوئی موجوں کی یلغار [illegible] شتی ہچکولے دکھانے لگی۔ ہر لمحہ گمان ہوتا کہ کشتی اب پلٹی [illegible] اہلِ کشتی اپنے عقیدے کے مطابق کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے درمیان اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام ہے۔

حضرت یونسؑ نے جب یہ چہ میگوئیاں سنیں تو دفعتاً خیال آیا کہ وہ غلام تو میں ہی ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کا انتظار کیے بغیر بھاگا ہوں لہٰذا آپؑ نے یہی بات اہلِ کشتی کو بتا دی۔ لیکن انہوں نے اس بات پر یقین نہ کیا۔۔۔ بالآخر قرعہ ڈالا گیا کہ جس کا نام قرعہ میں آجائے اسی کو طوفانی لہروں کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ تاکہ دیگر اہلِ کشتی محفوظ رہیں۔۔۔ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا۔ تینوں مرتبہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا۔ بالآخر انہیں طوفانی موجوں کے سپرد کر دیا گیا۔۔۔ جونہی حضرت یونسؑ دریا کی آغوش میں پہنچے تو ایک بڑی مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ غلطی کا احساس تو ہو ہی چکا تھا اب حیّ و قیوم کی طرف رجوع ہوئے۔ اور عرض کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یہ دعا تے بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت پایا۔ بحکم ایزدی مچھلی خشکی پر گئی اور حضرت یونسؑ

اے حبیبؐ! کافر جب قرآن سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں کی (قوت سے) گرا دیں گے۔ اور کہتے ہیں۔ "یہ ضرور دیوانہ ہے"۔ حالانکہ یہ قرآن جو آپ ان کو سناتے ہیں دنیا جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔ (۶۸/۵۲-۵۱)

کو اگل دیا۔ المختصر۔ بعدہٗ حضرت یونسؑ صحتیاب ہو کر واپس نینوا پہنچے اور دعوتِ حق کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

اس واقعہ کو درج بالا آیات میں برائے آگہی بیان فرمایا گیا۔ اس سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ دشمنانِ رسولؐ کی مخالفتوں اور اذیت رسانیوں کا دباؤ اس قدر شدید ہو چلا تھا کہ باری تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کا واقعہ یاد دلا کر آپؐ کی ہمت افزائی فرمائی۔

(بحوالہ ابن کثیر، النوادرانبیا ص ۱۹۶، قصص القرآن جلد دوم ص ۱۹۶)

قریبِ نظر مشرکینِ قریش اور منکرینِ حق تو ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے اور آپ کی تکذیب کرنے کے لیے نت نئی ترکیبیں سوچا ہی کرتے تھے۔ ان دنوں عرب میں نظر لگانے کی رسم عام تھی۔ بعض لوگ تو نظر لگانے میں خاصی شہرت رکھتے تھے اور دعوے کے ساتھ جس کو چاہتے اپنی نظروں سے گزند پہنچاتے۔ ممکن ہے کہ ان پیشہ ور لوگوں کے پاس مسمریزم یا اسی قبیل کا کوئی سفلی عمل ہو۔ آپؐ کے دشمنوں نے ان حضرات کی خدمات حاصل کیں کہ وہ اپنی نظروں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچائیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے اپنی نظروں سے آپ کو گزند پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہ کر سکے۔ اس آیت مبارکہ میں اسی فعل کی طرف اشارہ ہے۔

(بحوالہ خزائن العرفان)

سُورۃُ المُزَّمِّل (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مزمل (کپڑوں میں لپٹنے والے) رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کیجئے۔ مگر ہاں تھوڑی رات، نصف شب یا اس سے بھی کچھ کم، یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے۔ اور قرآن صاف صاف پڑھیئے۔ ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ بے شک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے۔ اور اس وقت بات بھی خوب نکلتی ہے۔ بے شک آپ کے لئے دن میں بہت مصروفیت ہے۔ اور آپ اپنے پروردگار کے نام کو یاد کرتے رہیئے۔ اور سب سے ٹوٹ کر اسی کی طرف متوجہ رہیئے۔ وہ پروردگار ہے مشرق و مغرب کا، کوئی معبود اس کے سوا نہیں اسی کو اپنا کارساز بنائے رکھیئے۔ (۷۳/۱-۹)

آپؐ کے خلاف منکرینِ حق کے مشورے اور عطائے ربانی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات آپؐ کے قبیلہ قریش کا غیر منصفانہ اور ظالمانہ رویہ تھا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی عقل و فراست کے قائل تھے اور آپؐ کو فخریہ طور پر الامین اور الصادق کہا کرتے تھے اب دشمنِ جاں بنے ہوئے تھے۔ آپؐ اور آپؐ کے معدودے چند ساتھیوں کو طعن و تشنیع کرتے، پھبتیاں کستے اور طرح طرح سے مذاق اڑایا کرتے تھے۔ سردارانِ قریش کو تو یہ زعم تھا کہ وہ دولت مند ہیں، ذی وقار ہیں، مکہ اور مکہ سے باہر کے لوگوں میں محترم ہیں تو وہ اپنے سے کم حیثیت اور ان پڑھ شخص کو کیوں کر اللہ کا نبی اور ہادی تسلیم کریں۔ اور جو لوگ دولت مند اور با اثر نہ تھے انہیں اعتراض تھا کہ انہی جیسا ایک آدمی کیونکر اللہ کا نبی ہو سکتا ہے۔ غرض کہ ایک طرف تو سردارانِ قریش کو غلط احساس برتری تھا تو دوسری طرف اہلِ مکہ کو بت پرستی سے پیدا شدہ احساسِ کمتری۔ وہ اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے بتوں کو تو خدائی کا درجہ

اور ان باتوں پر صبر کیئے رہیئے جو یہ لوگ کہتے رہتے ہیں اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جایئے۔ اور مجھ پر چھوڑ دیجئے ان جھٹلانے والے مالداروں کو۔ انہیں تھوڑی مہلت دیجئے، ہمارے ہاں توبیڑیاں ہیں اور دوزخ۔ اور گلے میں پھنس جانے والی غذا ہے اور عذاب دردناک۔ جس روز کہ تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور ریگِ رواں بن جائیں گے جبال۔

(لوگو!) ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا ہے۔ تم پر گواہ بنا کر جس طرح کہ فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے اپنے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت گرفت میں لے لیا۔ (۷۳/۱۶ - ۱۰)

دیتے تھے لیکن اپنے جیسے انسان کو اللہ کا نبی اور ہادی ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ بات ان کی عقل و فراست سے بعید تھی۔ اور ان ہی باتوں نے ان کے اندر ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی پیدا کردی تھی جو کہ ایک جاہل معاشرہ کا خاصّہ ہوا کرتی ہے۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ مکّہ کے دار الندوہ میں منکرینِ حق کا ایک اجتماع ہوا۔ زیرِ بحث یہ بات تھی کہ محمدؐ ابن عبداللہ کے لئے ایک ایسا نام تجویز کیا جائے جس کو سنتے ہی نو واردِ مکہ آپ سے بدگمان ہو کر آپؐ کے قریب ہی نہ جائیں اور نہ آپؐ کی باتوں پر دھیان دیں۔ کسی نے تجویز پیش کی "کاہن کہہ کر پکارا جائے" دوسرا بول پڑا۔ "نہیں، جادوگر کہنا مناسب ہوگا"۔ تیسرے نے کہا۔ "محمدؐ ابنِ عبداللہ میں نہ تو کاہن کی روحانیت ہے اور نہ جادوگر کا علم۔ بلکہ ان ناموں سے تو لوگ اور زیادہ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔" چوتھے نے بند لگایا۔ "مجنون کہنا سب سے زیادہ مناسب ہے۔ غرض کہ اسی طرح لغو اور بے بنیاد باتیں ہوتی رہیں۔ لوگ اپنے اپنے دلوں کا غبار نکالتے رہے۔ اور پھر کچھ فیصلہ کئے بغیر یونہی منتشر ہو گئے۔ بعدہٗ انہی میں سے کسی نے شرارتاً یہ تمام روداد بلکہ اور زیادہ نمک مرچ لگا کر آپؐ کے گوش گزار کی۔ یہ باتیں آپؐ کی طبع مبارک پر گراں بار ہوئیں —— اور دل کو صدمہ کہ جن لوگوں کی فلاح آپؐ کا دلی مقصد ہے

سو تم اس دن کی مصیبت سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا۔ جس سے آسمان پھٹ جائیگا۔ بیشک اللہ کا دعدہ ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ یہ قرآن ایک نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف کا رستہ اختیار کرلے۔

اے نبی! آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ رات کی دو تہائی اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔ رات اور دن کا اندازہ تو اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم لوگوں سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا سو اس نے تمہارے حال پر توجہ کی، سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض آدمی بیمار ہوں گے اور بعض سفر کریں گے ملک میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔ نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

وہی لوگ غیاب میں کیسی بیہودہ باتیں کرتے ہیں۔ اسی فکر و تردد میں منہ ڈھک کر اور کپڑا اوڑھ کر بستر پر دراز ہو گئے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تو علیم و بصیر ہے۔ جو اس کے جس قدر قریب ہوتے ہیں اتنی ہی ان پر نظر رکھتا ہے۔ اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس عالمِ پریشانی میں دیکھا تو فوری نزولِ وحی ہوا۔ اور حضرت جبرئیل کی آواز آئی۔ "یاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ!" "اے کپڑوں میں لپٹنے والے"، اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی جانب سے صلوٰۃ تہجد کا نسخۂ بیش بہا عطا ہوا۔ اور فرما دیا گیا کہ آپ ان منکرینِ حق کی باتوں کا قطعی اثر نہ لیں ان جھٹلانے والوں کو ہمارے اوپر چھوڑ دیں ان کے لئے تو ہم نے عذابِ شدید تیار کر رکھا ہے۔ آپ کو جو کام سونپا گیا ہے آپ اسی کی تکمیل میں لگے رہیں۔ اور رات کو عبادتِ الٰہی میں مصروف رہیں۔ آپ پر عنقریب ایک بھاری بات یعنی پیغامِ عظیم نازل ہونے کو ہے "

درجِ بالا آیات کے نزول سے آپ کے پریشان اور مضطرب قلب کو بے حد سکون اور طمانیت حاصل ہوئی۔ آپ کا طریقہ ہو گیا کہ رات کو عبادتِ الٰہی میں مصروف

اور اللہ کو اچھی طرح قرض دو اور جو بھی نیک عمل اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور اجر میں بڑھا ہوا پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ بے شک اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔

(۷۳/۲۰ - ۱۷)

رہتے، پوری پوری رات حالتِ قیام میں گذر جاتی، بارگاہِ ایزدی میں کھڑے کھڑے آپ کے پیروں پر ورم آجاتا۔ صحابۂ کرام نے بھی یہی طریقہ اپنا لیا۔ اور وہ بھی رات رات بھر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ بعض صحابہ پر نیند کا غلبہ شدید ہوتا تو اس خیال سے کہ کہیں حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی نہ ہو جائے اپنے جسم سے رسّیاں باندھ لیتے کہ نیند کا جھونکا آئے تو وہ بیدار ہو جائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب سورۂ مزمّل کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا تو ہادیٔ مرسل نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا صلوٰۃ تہجد کو بطور فرضیت ادا کرتے رہے حتّٰی کہ اسی سورہ کی آخری آیات کا نزول ہوا۔ قیام الیل یعنی صلوٰۃ تہجد کی فرضیت ختم ہوگئی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت اجازت مرحمت فرمائی کہ تم لوگ رات میں جتنی عبادت آسانی سے کرسکو کرلیا کرو۔ حضور سرورِ کائناتؐ کا تو یہ مسلسل عمل رہا کہ آپؐ قیام الیل فرماتے رہے اور اسی راہ پر مقامِ محمود سے نوازے گئے۔ صحابۂ کرام نے بھی آپؐ کی اتباع میں قیام الیل کو اپنایا لیکن ان کا ذوق و شوق دیکھ کر آپؐ کو خیال ہوا کہ یہ عبادت کہیں فرضیت کا مقام نہ لے لے تو آپؐ نے فرمایا ۔ "لوگو! انہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو۔ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکے گا۔ البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے۔ سب سے بہتر عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جائے اور انسان اس کو نبھا سکے خواہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو" حضور سرورِ کائنات صلعم تو اللہ کے حبیبؐ تھے آپ کے قیام الیل کی تو بات ہی کچھ اور تھی لیکن عاشقانِ رسولِ اکرمؐ نے بھی اسی طریق کو اپنایا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی رضا سے نوازے گئے۔ (بحوالہ ابن کثیر، صحیح مسلم، ابن جریر و الجلالین)

سورۃ المدثر (۷۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مدثر! (بالاپوش اوڑھنے والے) اٹھئے اور لوگوں کو خدا کا خوف دلائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی (اور عظمت) بیان فرمائیے اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھئے۔ بتوں سے الگ رہئے اور کسی پر اس غرض سے احسان نہ کیجئے کہ زیادہ بدلہ ملے اور اپنے پروردگار کی رضا کے لئے صبر کیجئے۔

(۷۴/۷۔۱)

حضرت جبرئیل فضائے آسمانی میں جلوہ افروز ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول ایک دن غارِ حرا کی تنہائیوں سے عبادت و ذکرِ الٰہی کے بعد پہاڑ سے نیچے کی جانب آرہے تھے اللہ جل شانہٗ کی وحی نازل ہوئے کچھ عرصہ ہو چکا تھا۔ دل میں تجسس بھی تھا اور اشتیاق بھی کہ دفعتاً کانوں میں ندا آئی۔ "یا محمد اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔" آپؐ نے دائیں بائیں نظر ڈالی، آگے پیچھے دیکھا۔ کوئی نظر نہ آیا۔ آسمان کی طرف جو نگاہ اٹھی تو وہی فرشتہ نظروں کے سامنے تھا جو کہ پہلی بار غارِ حرا میں وحی لے کر حاضرِ خدمت ہوا تھا اور جس نے کہا تھا "اقرأ!"۔ لیکن اس مرتبہ جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل شکل و ہیئت میں ایک نورانی تخت پر فضائے آسمانی میں جلوہ افروز تھے — آپ مارے گھبراہٹ کے زمین کی طرف جھک گئے — جلدی جلدی قدم بڑھائے۔ اپنے گھر پہنچے۔ رفیقۂ حیات حضرت خدیجہؓ سے کہا "مجھے اڑھاؤ۔ مجھے اڑھاؤ۔" آپ بستر پر دراز ہو گئے اور حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو بالا پوش اڑھا دیا — اللہ تعالیٰ تو سمیع و بصیر ہے آپؐ کی یہ ادائے محبوبیت پسند آئی اور "اے مدثر!" کہہ کر مخاطب فرمایا، وحی کا نزول ہوا۔ اور درج بالا آیات کے ذریعہ آپؐ کو اور آپؐ کے توسل سے جمیع انسانیت کے لئے پیغامِ ربانی عطا ہوا۔

(بحوالہ صحیح بخاری، مسلم، ابن کثیر)

جلالین

پھر جس وقت صور پھونکا جائیگا۔ سو وہ دن بڑا ہی سخت دن ہوگا کافروں کے لئے ہرگز آسان نہ ہوگا۔

(اے نبیؐ!) آپ مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیجئے جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اور اس کو کثرت سے مال دیا اور بیٹے دیئے جو (اس کی نظروں کے سامنے) حاضر رہتے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے میں نے خوب مہیا کر دیا۔ پھر بھی وہ اس کی طمع رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں۔ وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے میں اسے عنقریب دوزخ کے پہاڑ پر بجبر چڑھادونگا۔ اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی۔ سو وہ غارت ہو کیسی بات تجویز کی پھر وہ غارت ہو کیسی (غلط اور ناعاقبت اندیشی کی) بات تجویز کی۔ (۸ — ۲۰/۷۴)

ولید بن مغیرہ کی طرف سے پیغام حق کی تکذیب

ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں میں ولید بن مغیرہ کچھ زیادہ ہی بڑھا ہوا تھا۔ دولت مند سردار ہونے کے ساتھ ساتھ عرب کا نامی شاعر بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد بیٹے بھی عطا فرمائے تھے جو اس کی فرمانبرداری میں ہمیشہ اس کے اردگرد ہی رہتے ان تمام باتوں نے اسے انتہائی متکبر اور مغرور بنا دیا تھا۔ لہٰذا وہ عبداللہ کے یتیم کو کیونکر اللہ کا نبی مانتا اس طرح تو اس کا احساس برتری مجروح ہوتا تھا وہ ہمیشہ آپکی مخالفت کرنے والوں کی ہمت افزائی اور سرپرستی کرتا رہتا تھا ایک دن حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ نہ جانے اس کے دل میں کیا آئی یا حضرت ابوبکرؓ کی باتوں کا اثر ہوا کہ اس نے خواہش ظاہر کی کہ اس کو قرآن سنائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے چند آیات سنائیں۔ کلام الٰہی کی حلاوت اور معجز بیانی سے اس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ دم بخود رہ گیا۔ اسی عالم کیف میں واپس جا رہا تھا کہ قریش کے چند لوگوں سے ملاقات ہوئی جو قرآن اور صاحب قرآن کے متعلق تمسخرانہ باتیں کر رہے تھے۔ دفعتاً اس کی زبان سے نکلا۔

"میں نے ابھی محمدؐ بن عبداللہ کا قرآن سنا ہے — قسم ہے

گردش

——پھر ذرا تامل کیا —— پھر تیوری چڑھائی اور ترش رو ہوا۔ پھر منہ پھیر اور تکبر کا اظہار کیا۔ پھر بولا۔ "یہ کچھ نہیں بس وہی جادو ہے جو زمانۂ قدیم سے چلا آتا ہے —— یہ (قرآن) تو بس آدمی کا کلام ہے۔

——عنقریب میں اس کو آگ میں جھونکوں گا (تاکہ وہ اپنے عناد و تکبر کا مزہ چکھے) (۷۴/۲۶-۲۱)

کہ: وہ شاعری ہے اور نہ جادو۔ وہ تو خالصتاً اللہ ہی کا کلام معلوم ہوتا ہے۔"

قریش نے جب یہ الفاظ سنے اور وہ بھی ولید بن مغیرہ کی زبانی تو حیرت زدہ رہ گئے —— چہ میگوئیاں ہونے لگیں —— ابوجہل کو جو یہ خبر ملی تو سیدھا ولید بن مغیرہ کے گھر پہنچا اور بڑے معصومانہ انداز میں کہنے لگا —— "آپ کی قوم نے چندہ کر کے آپ کے لئے بہت سا مال جمع کر لیا ہے اور آپ کو بطور صدقہ دینا چاہتے ہیں —"

ولید بن مغیرہ کے مرکب تکبر کو تو جیسے تازیانہ لگا۔ لال پیلا ہو کر ابوجہل کی طرف غرّایا —— "کیا مجھے قوم کے چندوں اور صدقوں کی ضرورت ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مال اور اولاد میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے ...."

ابوجہل نے رخ بدلا "یہ سب کچھ ٹھیک ہے کہ آپ کے پاس دولت ہے بہت سے بیٹے ہیں، عزت ہے، دبدبہ ہے، وقار ہے اور قریش بھی آپکو بڑا سردار مانتے ہیں۔ لیکن ابوبکرؓ کے پاس آپ کی آمد و رفت نے لوگوں کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ آپ کو ابوبکرؓ سے کچھ دولت کی خواہش ہے —" ولید بن مغیرہ کہنے لگا —— "نہیں نہیں یہ بالکل غلط بات ہے۔ مجھے اس کی دولت سے کیا تعلق —— ہاں اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے —— وہ حقیقتاً نہ شاعری ہے نہ جادو۔ نہ قصیدہ یا رجز ہے اور نہ مجنونانہ بڑ —— اس میں بلا کی کشش اور جذب ہے ...."

ابوجہل نے بات کاٹی —— "نہیں نہیں یہ کلمات نہ کہیئے انہی باتوں سے تو

(اے نبیؐ!) اور آپ کیا سمجھیں کہ دوزخ ہے کیا چیز؟ جو نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔ جلد کی حیثیت بگاڑ کر رکھ دے گی۔ اس پر انیس فرشتے ہوں گے — اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتوں ہی کو بنایا ہے — اور ہم نے ان کا عدد کافروں کی آزمائش ہی کے لئے رکھا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اہلِ کتاب تو یقین کر لیں گے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھ جائے گا۔ اور اہلِ کتاب اور مؤمنین شک و شبہ نہ کریں گے۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر لوگ کہیں گے کہ آخر خدا کا مقصود اس بیان سے کیا ہے — اللہ اس طرح جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے — اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کی تعداد تو بس وہی جانتا ہے — اور یہ (دوزخ کا بیان) انسان کی صرف نصیحت کے لئے ہے۔ (۷۴|۳۱-۲۷)

آپ کی قوم کو یقین ہو گیا ہے کہ آپ کو دولت کی خواہش ہے۔ آپ جب تک اس کلام کو برا نہ کہیں گے آپ کی قوم کے دل سے یہ بات دور نہ ہوگی — اور اس میں بڑی بے عزتی ہے —"۔ ولید بن مغیرہ کی جھوٹی قومی حمیت بھڑکی۔ اس کے غرور نے مہمیز لگائی — سوچنے لگا — اور پھر بولا — "وہ کلام تو محض جادو ہے اور یہ شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) زمانۂ قدیم سے نقل کرتا ہے —"۔ ابو جہل بہت خوش ہوا۔ اور فوری جاکر اہلِ قوم میں اعلان کر دیا۔ درج بالا آیات میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(بہ روایت حضرت ابنِ عباسؓ بحوالہ ابن کثیر)

منکرینِ حق کے استہزائیہ جملے اور آپؐ کی راہِ حق میں کشتی کلام حق کی تکذیب کرنے میں مشرکین قریش ہمہ وقت مستعد رہتے۔ جہاں کہیں ذرا سا بھی موقعہ پاتے اعتراض یا استہزا کرنے سے باز نہ آتے۔ بلکہ ذرا سی بات کو بتنگڑ بنانا اور ڈھنڈورا پیٹنا تو ان کا جیسے معمول

تحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ روشن
ہو جائے کہ دوزخ ایک بہت ہی بھاری چیز ہے۔ بڑا ڈراوا انسان کے لئے
یعنی تم میں سے اس کے لئے جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے۔
ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس ہو گا۔ مگر داہنے ہاتھ والے نہیں کہ وہ
بہشت کے باغوں میں ہوں گے اور مجرموں کی بابت پوچھ گچھ کر رہے ہوں
گے کہ تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لائی؟ وہ کہیں گے ہم تو نہ نماز پڑھا
کرتے تھے اور نہ ہم غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور شغلہ میں رہنے
والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں پڑے رہتے تھے اور ہم روزِ جزا کو جھٹلایا
کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔ (۴۷-۳۲/۷۴)

ہو گیا تھا۔ جب دوزخ اور اس پر معمور فرشتوں کی تعداد سے متعلق درج بالا آیات
نازل ہوئیں تو انہیں ایک نیا حربہ مل گیا۔ ابو جہل نے سنا تو بڑا شور مچایا پھر
ایک مقام پر کھڑے ہو کر باآواز بلند پکارنے لگا۔ "اے قریش! یہاں آؤ میں
تم کو محمد ابن عبداللہ کی ایک بات بتاؤں۔ وہ کہتے ہیں کہ دوزخ پر انیس فرشتے
معمور ہیں۔ اگر یہ انیس کی جگہ نوے بھی ہوں تو ہم سب مل کر انہیں آسانی سے
ہرا دیں گے۔" اور پھر اسی طرح کا ٹھٹول کرتا ہوا چلا گیا۔ منکرینِ حق میں ایک
اور شخص تھا کلدہ بن اسید بن خلف۔ بڑا طاقتور اور مانا ہوا پہلوان دور
دور تک اس کی دھاک تھی۔ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا۔ اور دس طاقتور
پہلوانوں سے کہتا کہ گائے کی کھال کو اس کے پیروں تلے سے نکال سکو تو نکال
لو۔ دسوں مل کر زور لگاتے اور اس کے قدموں کو جنبش تک نہ ہوتی۔

یہ منکرِ حق جہاں کہیں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مل جاتا تو اپنی طاقت
اور شہرت کے بل بوتے پر کہتا۔ "اگر آپ مجھے گرا دیں تو میں آپ کی نبوت پر
ایمان لے آؤں۔" آپ اس کی بات ہنس کر ٹال دیتے۔ لیکن وہ آپ کی کمزوری

سوان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی نفع نہ دے گی۔ انہیں
کیا ہو گیا کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں۔ گویا وہ وحشی گدھے ہیں
جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص
یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے نوشتے دے دیئے جائیں۔ ہرگز نہیں
بلکہ اصل یہ ہے کہ یہ آخرت کا خوف ہی نہیں رکھتے۔ نہیں بلکہ یہ قرآن
ہی کافی نصیحت ہے۔ سو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے اور
نصیحت تو یہ لوگ اس صورت میں حاصل کریں گے۔ جب اللہ کی مشیت
ہوگی۔ وہی ہے ڈرنے کے قابل اور وہی مغفرت والا ہے۔

(۴۸-۵۶/۷۴)

کو سمجھتے ہوئے عزا۔ گو آپ پہلوان نہ تھے۔ لیکن اس دور کے معاشرتی تقاضوں کے
مطابق فنِ حرب اور کشتی سے واقف ضرور تھے۔ لہٰذا جب اس پہلوان کا تقاضہ
شدید سے شدید تر ہوتا گیا تو آپ نے بتوکل خدا ایک دن آمادگی کا اظہار کر دیا۔
کشتی ہوئی اور آپ نے ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار اس کو گرایا۔ ہر ایک متحیر اور
متعجب لیکن وہ ہٹ دھرم کہاں ایمان لانے والا تھا۔ اب فرشتوں کی تعداد سے
متعلق آیات سنیں تو یہ بھی بھرے مجمع میں کہنے لگا۔ "لوگو! تم صرف دو فرشتوں
کو روک لینا۔ باقی کو میں سنبھال لوں گا۔"

یہ تھا مکہ کا جارحانہ ماحول اور اسکے مفسد لوگ! اپنی ہٹ دھرمی پر قائم۔
یہ کہاں دوزخ کے ذکر سے ڈرتے۔ ان کے قلوب پر تو پردے پڑے تھے۔

(بحوالہ ابن کثیر۔ جلالین)

سُورۃُ اللّھب (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔ (۱۱۱/ ۲ - ۱)

دشمنِ رسول ابولہب اور اس کی بیوی اُمِّ جمیل

پیغامِ حق کی تبلیغ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہ رہی تھی۔ مخالفت بڑھ رہی تھی تو نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ تبلیغ بھی روز افزوں تھا۔ ایک دن آپؐ بطحیٰ میں ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور باآوازِ بلند قوم کو پکارا۔ "یا صباحاہ! یا صباحاہ!! یا صباحاہ!!!" (ہائے صبح کی آفت) عربوں کا طریقہ چلا آرہا تھا کہ اگر کوئی شخص صبح سویرے کسی دشمن کو اپنے قبیلے پر حملہ کرنے آتا ہوا دیکھ لیتا تو سب کو خبردار کرنے کے لئے ان ہی الفاظ میں صدا بلند کرتا تھا۔ اور لوگ فوری طور پر اس کے گرد جمع ہو جاتے لہٰذا جوں ہی اہلِ قریش نے ہادئ مرسل کی آواز سُنی تو سب آپؐ کے گرد جمع ہو گئے ــــ آپؐ نے لوگوں سے کہا ــــ "یا معشرِ قریش اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے عقب سے ایک فوجِ گراں تم پر حملہ آور ہونے والی ہے ــــ تو کیا تم میری بات پر یقین کرو گے؟" سب نے بیک زبان جواب دیا۔ "بالکل یقین کریں گے۔ چونکہ آپؐ صادق ہیں۔ ہم نے ہمیشہ آپ کو سچ بولتے دیکھا ہے ــــ"

"ہادئ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یا معشرِ قریش! اگر تم مجھے صادق سمجھتے ہو تو میرا کہا مانو اور ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔ ورنہ عذابِ شدید میں مبتلا ہو جاؤ گے"

حاضرین میں آپؐ کا حقیقی چچا ابولہب بھی موجود تھا کہنے لگا۔ "اے محمدؐ! ہلاکی ہو تجھے کیا اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا ــــ تیرے دونوں ہاتھ ہی ٹوٹ جائیں ــــ اور وہ اسی طرح کی بد دعائیں دیتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

ابولہب حضور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا ــــ نام تو تھا اس کا

عبد العزّیٰ بن عبد المطلب اور کنیت ابو عتبہ۔ خوبصورت آدمی تھا چہرے کی رنگت سرخ تھی اسی مناسبت سے ابولہب (شعلہ کا باپ) مشہور تھا۔ اس کی بیوی اروی حرب ابن امیہ سردار قریش کی لڑکی ابو سفیان کی بہن تھی۔ بہ لحاظِ کنیت اُمِّ جمیل کہلاتی تھی ۔۔۔ یہ دونوں میاں بیوی ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ بلکہ ذاتی مخاصمت رکھتے تھے۔ بہ روایت حضرت ابن عباسؓ یہ عورت جنگل سے خار دار لکڑیاں چن چن کر لایا کرتی تھی اور رات کو سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھا دیتی۔ آپ کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے ہر وقت طعن و تشنیع بھی کرتی رہتی تھی۔ اسی طرح آپ کا بدبخت چچا ابو لہب ہمہ وقت آپؐ کی مخالفت میں رہتا۔ جہاں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین کے لئے جاتے یہ بھی پہنچ جاتا اور لوگوں کو ورغلاتا۔ بہ روایت ربیعہ بن عَبّاد الدّیلی ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بازار ذوالمجاز میں کھڑے دعوتِ توحید دے رہے تھے کہ یہ بھی پہنچ گیا اور مداخلت کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "لوگو! یہ بے دین ہے، جھوٹا ہے اس کی باتیں نہ سنو۔"

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب سورۂ لہب نازل ہوئی اور اس کی اطلاع اُمِّ جمیل کو ملی تو یہ بھینگی عورت غصّے میں بھری ایک پتھر اٹھائے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حرمِ کعبہ آئی اور زور زور سے کہہ رہی تھی "مُذَمَّماً اَبَیْنَا وَدِیْنَہٗ قَلَیْنَا وَاَمْرَہٗ عَصَیْنَا" (ہم مُذمّم کے منکر ہیں، اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے نافرمان ہیں) سوئے اتفاق اس وقت ہادیٔ مُرسل صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ صحنِ کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے جو اس بدذات کو اس طرح غصہ میں بھرے ہوئے اور ہاتھوں میں پتھر لئے دیکھا تو آپؐ سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! وہ یہاں آرہی ہے۔" آپ نے

جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے پھرتی ہے (لگائی بجھائی کرنے والی)
اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی ۔ (۱۱۱/ ۵ ـ ۳)

فرمایا۔ "ابوبکر غم نہ کرو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔" اور حقیقتاً ام جمیل سیدھی حضرت ابوبکرؓ کے قریب آ گئی اور غصہ میں رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بک بک کر اسی طرح پتھر ہاتھوں میں واپس لئے چلی گئی۔ اس نے آپؐ کو دیکھا ہی نہیں۔

باری تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں ان ہی بدبخت میاں بیوی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے نزول کو سات آٹھ ہی برس گزرے تھے کہ میدانِ بدر میں مشرکینِ قریش اور مسلمانوں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی (جس کا ذکر مدنی دور میں کیا جائے گا) جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے اور مشرکین کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی۔ ابولہب شریکِ جنگ نہ تھا۔ لیکن اس شکست سے اس درجہ ملول و مغموم ہوا کہ جہنم رسید ہو گیا۔

روایت ہے کہ وہ عدسہ کی بیماری میں مبتلا ہوا جو چھوت کی بیماری ہوتی ہے اور ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ ڈر کے مارے اس کے اہل و عیال نے اس کو تنہا چھوڑ دیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ مرنے کے بعد بھی لوگ مارے خوف کے تین دن تک اس کی لاش کے قریب نہ گئے حتّٰی کہ اس کی لاش سڑنے لگی۔ آخرکار حبشی مزدوروں سے اس کی لاش اٹھوا کر ایک گڑھے میں ڈلوا دی گئی اور اوپر سے مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھک دیا گیا۔ دشمنِ رسولؐ کا عبرتناک انجام ــــ اور کچھ اسی طرح کا انجام اس کی بیوی اُمِ جمیل کا ہوا۔

(بحوالہ صحیح بخاری، ابنِ کثیر، جلالین، سیرت النبی، خزائن العرفان، ابنِ ہشام ـ تفہیم القرآن)

سُورۃ التکوِیر (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور تارے جب بکھر جائیں گے اور پہاڑ جب چلائے جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکھٹے کر دیے جائیں گے۔ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے اور جب جانیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی — اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے دریافت کیا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی۔ اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ اور جب دوزخ خوب دہکا دی جائیگی اور جب جنت نزدیک کر دی جائیگی۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ (۸۱/۱۴-۱)

اور (اے اہلِ مکہ!) تمہارے یہ رفیق (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اس پیغام بر (حضرت جبرئیل) کو روشن افق پر دیکھا ہے اور غیب (بتلانے) کے معاملے میں یہ بخیل بھی نہیں ہیں۔

تصورِ قیامت اور منکرین کو تنبیہ یوں تو منکرینِ حق اور مشرکین قریش آپؐ کی مخالفت پر کمربستہ تھے ہی لیکن جب آپؐ نے ان کے سامنے روزِ جزا کے تصور اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کی بات کہی تو آپؐ پر ان کی مخالفت کا جیسے سیل بلا ٹوٹ پڑا طرح طرح سے آپؐ کی اور کلامِ حق کی تکذیب کرنے لگے۔ لہٰذا باری تعالیٰ نے درجِ بالا آیات کے ذریعہ منکرینِ حق کے ان اعتراضات کا جواب دیا اور آخرت کی چند نشانیوں کی ایک جھلک بتائی اور انہیں متنبہ کیا کہ اس دن تمہارے ان تمام اعمال کی پرسش ہوگی جنہیں تم ایام جاہلیت سے کرتے آئے ہو — اس دن وہ معصوم نوزائیدہ لڑکی جسے تم زندہ درگور کر دیتے ہو۔ تمہارے اس انسانیت سوز عمل کی شہادت دے گی اور

اور نہ یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا کلام ہے۔ سو تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو۔ یہ تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے یعنی تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو راہِ مستقیم پر چلنا چاہتا ہو۔ اور تم بغیر ربّ العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔ (۸۱/ ۲۹-۲۲)

اس وقت تمہاری حیثیت ایک مجرم کی ہوگی جس کے لئے دہکتی ہوئی جہنم کی آگ منتظر رہے گی۔

باری تعالیٰ نے ان منکرینِ حق پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ تم اپنے رفیق حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتے ہو، یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ انہوں نے تو حضرتِ جبرئیل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور یہ کلام جو یہ پیش کر رہے ہیں دراصل کلامِ حق ہے۔ جس کو جملہ انسانیت کے لئے نصیحت بنایا گیا ہے۔ لیکن اس سے وہی استفادہ کر سکتے ہیں جو راہِ مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بہبود کے لئے نہ چاہتا تو تم بھی اس کو کس طرح چاہ سکتے تھے۔ لہٰذا اے منکرین و مشرکین غور کرو اور سوچو کہ تم نے جو اپنی ڈگر بنا رکھی ہے یہ تم کو کہاں لے جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے تو یہ پیغامِ حق دیا کہ منکرین اپنے ظلم و ستم سے باز آئیں اور اپنی بہبود کو سمجھیں لیکن وہ تو کلامِ حق کی تکذیب کرنے اور آپؐ کا تمسخر اڑانے پر آمادہ ہو چکے تھے۔ ابو جہل کی عقل پر تو جیسے بالکل ہی پردہ پڑا تھا وہ درج بالا سورہ سنکر کہنے لگا کہ یہ تو ان کا کلام خود ہی کہتا ہے کہ یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو اس کو قبول کرنا چاہیں۔ لہٰذا جب یہ ہماری مرضی ہے تو ہم کیوں قبول کریں۔ (بحوالہ تفہیم القرآن۔ فیوض القرآن)

سورۃ الاعلیٰ (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے حبیبؐ!) آپ تسبیح کیجئے اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم رکھا۔ جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔ جس نے نباتات اگائیں پھر انہیں سیاہ کوڑا کرکٹ کر دیا۔

(اے حبیبؐ!!) ہم آپ کو قرآنؐ پڑھا دیا کریں گے پھر آپ اسے نہ بھولیں گے۔ ہاں البتہ اللہ ہی جو کچھ بھلا دینا چاہے۔ وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے اور (اے حبیبؐ!!!) ہم اس آسان (شریعت) کے لئے سہولت دیدیں گے۔ لہٰذا آپ نصیحت کرتے رہیئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو۔ نصیحت وہی مانتا ہے جو خشیت رکھتا ہے اور اس سے گریز وہ کرتا ہے جو سخت بدبخت ہے۔ جو بڑی آگ میں جائے گا پھر اس میں نہ مرہی جائے گا اور نہ جیئے گا۔ (۸۷/۱۲ - ۱)

آپؐ کو قرآن پڑھا دینا ہمارا کام ہے

ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداً میں یہ فکر دامن گیر رہتی کہ قرآن جو آپؐ پر نازل کیا جاتا تھا آپ اسے کس طرح لفظ بہ لفظ یاد رکھیں گے اور یہ احساس بھی رہتا تھا کہ آپؐ کہیں سے کچھ حصہ نہ بھول جائیں۔ لہٰذا ایک طرف تو آپؐ قرآن کو یاد کرنے میں مصروف رہتے اور دوسری جانب جب اہلِ قریش کو دعوتِ حق دیتے تو وہ آپؐ کی طرف توجہ دینا تو درکنار الٹا جھٹلاتے۔ لہٰذا باری تعالےٰ نے درج بالا آیات کا نزول فرمایا۔ اور جہاں پیغام توحید عطا کیا وہیں آپؐ کو تسلی و تشفی کہ آپؐ قرآن یاد کرنے کے لئے اس قدر پریشان نہ ہوں اس کو یاد کرا دینا ہمارا کام ہے۔ آپ تو نصیحت کرنے کا وہی کام انجام دیتے رہیئے جو آپؐ کو تفویض

بامراد ہوا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے پروردگار کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ اصل یہ ہے کہ تم (لوگ) دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔ (۸۷/ ۱۹-۱۴)

کیا گیا ہے۔ اور پھر انسانیت کے ان دو گروہوں کی بھی نشان دہی کر دی جو شر اور خیر کی راہوں کو اپناتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورۂ مبارکہ بہت محبوب تھی۔ مسند احمد میں مروی ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ الاعلیٰ اور الغاشیہ دونوں عیدین کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ اکثر جمعہ کی نماز میں بھی یہی طریق رہتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ نماز وتر میں الاعلیٰ، الکفرون اور الاخلاص پڑھتے تھے۔ (بحوالہ ابن کثیر و جلالین)

سورۃ الیل (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر و مادہ پیدا کئے کہ درحقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف نوعیت کی ہیں۔

سو جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا اور (اللہ کی نافرمانی سے) ڈرا اور بھلائی کو سچ جانا، سو ہم اس کے لئے راحت کی چیز آسان کر دیں گے۔

(۹۲/۷-۱)

آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ کی رحمدلی اور جذبۂ ایثار

انسانی جبلت ہی میں تضاد ہے ایک انسان حق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دوسرا باطل ہی کی آغوش میں فلاح کا طالب ہوتا ہے۔ اسی تضاد سے نجات پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو راہِ مستقیم بتائی۔ لیکن جو انسان اپنی فکر و فہم ہی کو کام میں نہیں لاتے راہِ حق سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی دولت و ثروت انہیں بدبختی کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن جن کے قلوب حق شناس ہوتے ہیں ان کا مال و متاع اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں صرف ہوتا ہے ـــ یہی حال ان اہلِ دول کا تھا جو ہادیٔ مرسل نبئ آقا بس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں صف بستہ گمراہی و ضلالت ہی میں اپنی فلاح سمجھ رہے تھے، جن میں ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف غرض سب ہی رؤسائے قریش شامل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ گو یہ بھی رؤسائے قریش میں سے تھے لیکن ان کی دولت و ثروت راہِ خدا کے لئے وقف تھی۔ چونکہ یہ مشرف بہ ایمان ہو چکے تھے۔

مشرکین رؤسائے قریش تو اپنی دولت و ثروت پر اس درجہ متکبر تھے کہ انسانی وقعت ان کی نظروں میں کوئی اہمیت ہی نہ رکھتی تھی۔ اپنے غلاموں سے

اور جس نے بخل کیا اور (اللہ سے) بے پروائی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا
اس کو ہم مصیبت کے سامان مہیا کر دیں گے۔ اور اس وقت اس کا
مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ (ذلت و رسوائی اور دوزخ
کے) گڑھے میں گرے گا۔

بے شک (دین و دنیا کی) ہدایت ہمارے ہی اختیار میں ہے۔ اور
ہمارے ہی ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا بھی۔
(۹۲/۱۳-۸)

انتہائی غیر انسانی سلوک کرتے بلکہ انہیں جانوروں سے بھی زیادہ بدتر سمجھتے تھے،
اور جو لونڈی غلام دعوتِ حق سن کر ایمان لے آئے تھے وہ تو ان مغرور و متکبر
سرداروں کے ہاتھوں روح فرسا مظالم کا مسلسل نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ان ہی
میں حضرتِ بلالؓ بھی تھے۔ یہ رہنے والے تو تھے ملک حبشہ کے لیکن مشرک سردار
امیہ بن خلف کی ملکیت میں تھے۔ کلامِ حق سُنا تو ہادیٔ مرسل پر ایمان لے آئے۔
امیہ بن خلف کو جو پتہ چلا تو بڑا برہم ہوا۔ آپؓ نے راہِ حق سے منحرف ہونے
سے صاف صاف انکار کر دیا۔ یہ ظالم آپ کو اسی جرم کی پاداش میں طرح طرح
سے ایذائیں پہنچاتا۔ آپ کی برہنہ پشت پر کوڑے لگاتا۔ چلچلاتی ہوئی دھوپ
میں تپتی ہوئی ریت پر آپ کو لٹا دیتا اور اوپر سے تازیانے برساتا۔ اور
جب تھک جاتا تو اس ظالمانہ کام پر دوسرے کو مامور کر دیتا۔ اور اس
طرح حضرت بلال کو مجبور کرتا کہ وہ اسلام سے تائب ہو جائیں۔ لیکن جس کا
قلب نورِ الٰہی سے منور ہو چکا ہو وہ کیوں کر ظلمت کی طرف لوٹ سکتا ہے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ جب مکہ کا سورج نصف النہار پر تھا۔ آسمان سے
برستی ہوئی حدت و تپش کا یہ عالم کہ چرند و پرند بھی سایہ دار جگہوں پر سر
چھپائے بیٹھے تھے۔ آسمانی فضاؤں میں مرغولے رقصاں تو زمین پر ریت
کے بگولے رواں دواں۔ اس برستی ہوئی آگ کے وقت امیہ بن خلف کی

پس میں نے تم کو خبردار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اور اس سے پرہیزگار تو دور ہی رکھا جائے گا، جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) اس لیئے دیتا ہے کہ پاک صاف ہو جائے۔ (۱۴-۱۸/۹۲)

جو رگِ ظلم و بربریت بھڑکی تو اس نے حضرت بلال رضؓ کو تپتی ہوئی ریت پر برہنہ جسم لٹا دیا اور اوپر سے وزنی پتھر رکھوا دیئے کہ اٹھ نہ سکیں۔ لیکن یہ پروانۂ رسالت تو نہ جانے ایسی کتنی ایذائیں برداشت کر چکا تھا۔ اور اب بھی وہ پرستارِ حق وزنی پتھروں کے نیچے اور جلتی ہوئی ریت پر مجبور و لاچار پڑا "احدؐ، احدؐ" کا نعرۂ حق بلند کر رہا تھا کہ سوئے اتفاق ادھر سے حضرت ابو بکر رضؓ صدیق کا گذر ہوا۔ حضرت بلال رضؓ کی جو یہ حالت دیکھی تو تڑپ گئے دل بھر آیا۔ آپ نے امیہ بن خلف سے کہا "اے بدنصیب! ایک خدا پرست پر یہ ظلم!" وہ ظالم کہنے لگا۔ "آپ کو ناگوار معلوم ہوتا ہے تو اس کو خرید لیجئے"، حضرتِ ابو بکر صدیق رضؓ نے اس ظالم امیہ کو فوری طور پر اس کی منہ مانگی قیمت ادا کی اور حضرت بلال رضؓ کو آزاد کر دیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ بلال رضؓ کا ابو بکر رضؓ پر ضرور کوئی احسان ہوگا۔ جب ہی تو اتنی بڑی قیمت پر انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

لیکن یہ تو حضرت ابو بکر رضؓ کا معمول سا ہو گیا تھا۔ کہ آپ مظلوم غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے آقاؤں سے خرید کر فی سبیل اللہ آزاد کر دیا کرتے تھے۔

آپ کے والد ابو قحافہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو کہنے لگے "بیٹا! تم جو اس قدر رقم کمزور، بے سہارا اور ضعیف لوگوں کو آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہو اگر تم اس رقم سے صحت مند نوجوان غلاموں کو آزاد کراؤ تو تمہاری قوت میں اضافہ ہو جائے۔"

اور اس کے اوپر کسی کا احسان نہیں ہے کہ وہ اس کا بدلہ اتارے
بلکہ وہ تو صرف اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہے۔
۔ اور یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بھی عنقریب راضی و خوش ہو جائے گا۔
(۹۲ / ۲۱ - ۱۹)

آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ، "اے ابا جان ! میں تو وہ اجر چاہتا ہوں جو اللہ کے ہاں ہے"
باری تعالےٰ نے درج بالا آیات میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جملہ انسانیت کو وہ درس دیا جس میں اس کی عظمت اور سربلندی ہے۔ ایک انسان کے افعالِ صالحہ کا اس سے بڑا اجر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہو جائے۔

(بحوالہ ابنِ جریر، ابنِ عساکر بہ روایت حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر، ابنِ کثیر، خزائن العرفان و تفہیم القرآن)

سورۃ الفجر (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے فجر کی اور دس متبرک راتوں کی، اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب کہ وہ رخصت ہو رہی ہو۔ یقیناً اس میں قسم ہے صاحبِ فہم کے لئے۔ (اے نبیؐ) کیا آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے پروردگار نے کیا معاملہ قوم عاد کے ساتھ کیا یعنی قوم ارم، ستون جیسے دراز قد والی جس کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اور قومِ ثمود کے ساتھ کیا کیا، جو وادیوں میں (گھر بنانے کے لئے) پتھروں کو تراشتے تھے۔ اور فرعون میخوں والوں کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت ابتری پھیلا دی تھی۔ سو آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کے رب کی نظر سے کچھ پوشیدہ نہیں (۸۹/۱۴-۱)

مغرور و متکبر منکرینِ حق کو تنبیہ

اللہ اللہ قربان جائیے اس شفقت کے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے اور اللہ اکبر وہ بے مثال مظاہرۂ صبر و تحمل جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبلیغِ دین کے لئے بر سرِ عام ہو رہا تھا۔ آپؐ پیغامِ حق پہنچاتے اور مشرکین ہی تکذیب کرتے تھے۔ آپؐ بحکمِ ایزدی دوزخ اور عذابِ آخرت کا ذکر کرتے کہ منکرینِ حق کو عبرت ہو لیکن وہ تو ظالم اپنے تکبّر اور غرور کے آگے کسی بات کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے۔

درج بالا آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو مخاطب کرتے ہوئے مغرور و متکبر منکرینِ حق کی توجہ قوم عاد، قومِ ثمود اور اس فرعون کی طرف مبذول کرائی جو علمبردارانِ حق کے ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھکوا کر شرمناک ایذا رسانی کا مرتکب ہوتا تھا ان تینوں کے واقعات سے اہلِ عرب اچھی طرح واقف تھے کہ یہ لوگ دنیوی جاہ و حشمت میں اعلیٰ حیثیتوں کے مالک تھے انہیں ہر طرح کی نعمت، دولت اور ثروت حاصل تھی۔ لیکن ساتھ

لیکن انسان، اسے اس کا پروردگار جب آزماتا ہے یعنی اسے انعام واکرام دیتا ہے، تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت دار بنایا۔ اور جب وہ اس کو (اس طرح) آزماتا ہے کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے "میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔" یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے، نہ ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو اور مال سے بہت ہی زیادہ محبت رکھتے ہو۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ عذاب نہ ہوگا۔ جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی۔ آپ کا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اس حال میں کہ

بھی انتہائی متکبر اور مغرور انہوں نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی، روزِ قیامت کا مذاق اڑایا تھا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا بالآخران کا وہی تکبر اور غرور انہیں لے ڈوبا۔ اور ان کی تباہی و بربادی آنے والی قوموں کے لئے درس عبرت بن گئی۔

ان مغضوب اقوام کے ذکر کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے انسانی فطرت کے دو متضاد پہلو بھی اجاگر فرمائے کہ جب بندہ کو بطور آزمائش عزت اور نعمت سے نوازا جاتا ہے تو وہ خوشی خوشی گاتا پھرتا ہے "میرے پروردگار نے مجھے عزت دار بنا دیا" اور جب بطور آزمائش اس پر رزق تنگ کر دیا جاتا ہے تو شکایتاً کہتا پھرتا ہے "میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کر دیا۔" اس طرح بندہ ہر دو مذکورہ حالتوں میں غلط راہ پر ہوتا ہے چونکہ ہر دو صورتوں میں اس نے وہ نہ کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ایک فرمانبردار بندے کو ان حالتوں میں کرنا چاہیئے تھا۔ یعنی بندہ کو جب عزت اور نعمت بارگاہِ ایزدی سے ملے تو اس کو کہنا چاہیئے کہ تمام تر عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے بطور تشکر یتامیٰ، مساکین اور غربا کے ساتھ بھلائی کرے اور تنگیٔ رزق کے وقت بجائے واویلا اور شکایت کرنے کے صبر کا دامن

فرشتے صف در صف موجود ہوں گے، دوزخ لائی جائے گی۔ اس روز انسان کو سمجھ آئے گی۔ اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں رہا؟ انسان کہے گا "کاش! میں اپنی زندگی کے لئے کوئی عمل پہلے بھیج چکا ہوتا۔" غرض اس روز اللہ کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا۔ نہ اس کی جیسی قید و بند کسی کی قید و بند ہوگی۔ (اور جو اللہ کے فرمانبردار بندے تھے ان کے لئے ارشادِ ربانی ہوگا) "اے روحِ مطمئن! اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں چلو جا۔" (۸۹/۳۰-۱۵)

تھامے رہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایسے ناشکرے لوگوں اور منکرینِ حق کو متنبہ فرمایا کہ ان کا انجام دوزخ ہے، اس کے عذاب سے وہ ہرگز نہ بچ سکیں گے۔ لیکن ہاں وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں یتامیٰ، مساکین اور غرباء کی خدمت کرتے ہیں، اللہ کی فرمانبرداری اور طاعت میں سرِ تسلیم خم کئے رہتے ہیں ان کے درجات بلند ہیں۔ وہ اللہ سے راضی ہوتے ہیں اور اللہ ان سے خوش اور انہیں کو روحِ مطمئن کہہ کر داخلِ جنت کیا جائے گا۔ ہادیٔ مرسل حبیبِ یزدانی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورۂ مبارکہ اختصار اور معنویت کے لحاظ سے بہت پسند تھی۔ اکثر اس کو تلاوت فرماتے لوگوں کو سناتے کہ انہیں عبرت ہو۔ ایک موقعہ پر حضرتِ معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا۔ "اے معاذ! نماز میں لمبی قرارت کے بجائے۔ الفجر، والشمس واللیل اور الاعلیٰ پڑھا کرو۔"

(بحوالہ ابن کثیر و نسائی شریف)

سُورَۃُ الضُّحیٰ (پ ۳۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اے حبیبؐ!) قسم ہے روزِ روشن کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے کہ آپ کا پروردگار نہ تو آپ سے دستبردار ہوا اور نہ کسی طرح ناخوش۔ یقیناً آپ کے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا اور پھر جگہ دی۔ (۹۳/۶-۱)

کفارِ مکہ کے الزام دستبرداری کی تردیدِ حق

ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ آپؐ نصف شب کے بعد صلوٰۃ تہجد کے لئے قیام فرماتے۔ جس قدر اللہ کے قریب تھے اسی قدر اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ اسی طرح حق سبحانہٗ تعالیٰ سے محبت بھی کرتے اور اتنا ہی خائف بھی رہتے۔ ایک مرتبہ آپؐ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ دو تین شب قیام الیل کے لئے بیدار نہ ہو سکے۔ شاید کہ باری تعالیٰ کو یہی مقصود تھا۔ لیکن رات کو تہجد کے لئے قیام نہ فرمانا آپ کی طبع مبارک پر ملال کا باعث ہوا۔ سوئے اتفاق انہی دنوں وحی کا نزول بھی نہ ہوا۔ بلکہ اور کئی دن یونہی گزر گئے۔ ابولہب تو آپؐ کے پڑوس ہی میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی اُمّ جمیل نے جو آپؐ کو مضمحل اور پریشان دیکھا تو بہت خوش ہوئی پھر کہنے لگی "معلوم ہوتا ہے کہ تجھے تیرے شیطان نے چھوڑ دیا ہے۔" پھر اس بدنصیب عورت نے یہی بات دیگر منکرینِ حق کے درمیان پہنچا دی۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ "محمد ابنِ عبداللہ کا خدا ان سے دستبردار ہو گیا" ادھر آپؐ کو یہ خیال کہ بارگاہ ایزدی میں کوئی بات ناراضگی کا سبب تو نہیں ہو گئی۔ انہی دنوں کسی ظالم مشرک نے آپؐ کو پتھر مارا جس سے آپ کی انگلی زخمی ہو گئی اور خون بہنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا۔

— اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ اور آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ

(یہ تو صرف ایک انگلی ہے اور راہِ خدا میں تجھے یہ زخم لگا ہے)

یہ حالات اور واقعات تھے کہ اللہ کا برگزیدہ فرشتہ درج بالا پیغامِ ربانی لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ جس کے ذریعہ باری تعالےٰ نے نہ صرف دشمنانِ حق کے الزامات کی تردید کی بلکہ آپ کو یہ خوشخبری بھی عطا فرما دی کہ آپؐ ان حالات سے پریشان اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ آپؐ کے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہوگا۔ جہاں فتح ونصرت آپؐ کے قدم چومے گی۔ آپ کے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فتوحات کا مشاہدہ بھی آپ کو کرا دیا جو مستقبل میں اُمتِ مسلمہ کا مقدر بن چکی تھیں اور واضح طور پر بتا دیا کہ اے حبیبؐ یہ سب اس لئے ہیں کہ اللہ کو آپ کی رضا محبوب ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ آپؐ ان منکرینِ حق کی باتوں کی قطعی فکر نہ کریں، ہماری نظرِ عنایت تو آپ پر اس وقت بھی تھی جب کہ آپ دنیا میں یتیم ہو کر بے سہارا رہ گئے تھے۔ ہم ہی نے آپؐ کے دادا عبد المطلب اور ان کے بعد آپؐ کے چچا ابو طالب کے دل میں شفقتِ پدری کو بیدار کیا اور ان کی ولایت میں آپؐ کو پروان چڑھایا — اور جب آپؐ شعور کی منزلوں میں تھے اور اپنی قوم کی مشرکانہ اور جاہلانہ رسوم سے بیزار ہو کر غارِ حرا کی تنہائیوں میں ہماری یاد میں مصروف رہا کرتے تھے تو ہم اس وقت بھی آپؐ کے قلب کی وارفتگی سے واقف تھے۔ پھر ہم نے آپؐ کو صراطِ مستقیم سے روشناس کر دیا اور وہ پیغامِ حق عطا کیا جس میں قیامت تک کے لئے انسانیت کی فلاح، بہبود، عظمت اور سربلندی کا راز مضمر ہے اور پھر آپؐ کو وہ غنا عطا فرمائی کہ آپؐ اپنی جملہ حاجات سے

پس یتیم پر کسی طرح کا ظلم نہ کرنا۔ نہ سائل کو جھڑکنا ۔۔۔ اور لوگوں سے اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا کہ شکر گذاری کا ایک طریقہ ہے (۱۱/۹۳ - ۷)

بے نیاز ہو گئے۔

ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "تونگری مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تونگری تو وہ ہے جب کہ دل بے نیاز ہو جائے"

ایک دوسرے موقع پر آپؐ کا ارشاد عالی ہے "جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اور جس نے لوگوں کی شکر گذاری نہ کی اس نے خدا کی بھی نہیں کی۔"

اور پھر آخر میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے آپؐ کے توسل سے پوری امتِ مسلمہ کو درس دیا کہ ہماری نعمتوں کے تشکر میں نہ کسی یتیم پر ظلم کرو اور نہ کسی سائل کو جھڑکو اور ہماری نعمتوں کا لوگوں میں تذکرہ کرتے رہو کہ یہ بھی شکر گذاری کا طریقہ ہے

(بحوالہ ابنِ کثیر، مسند احمد، بخاری مسلم، جلالین)

سُورۃ الم نشرح (۹۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(اے حبیب!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی پشت توڑ رکھی تھی اور آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ (۹۴/۴-۱)

آپؐ پر باری تعالیٰ کی عنایاتِ بے پایاں

کفارِ قریش کی مسلسل ریشہ دوانیاں اور خاص طور پر نو واردانِ اسلام کے ساتھ ان کے انسانیت سوز اور روح فرسا مظالم آپؐ کی طبع مبارک پر بڑے شاق گزرتے۔ آپؐ ان کی فلاح و بہبود کے لئے زمانہ دراز سے خواہشمند تھے۔ بعثت سے قبل بھی سرگرداں رہتے تھے اور اب بھی یہی فکر دامن گیر تھی کہ انسانیت کی فلاح ہو، اللہ اور اس کے بندوں کا تعلق حقیقی قائم ہو جائے کہ ہر سو انسانی عظمت کے پھریرے لہرانے لگیں۔ لیکن اسے ستم ظریفی کہیئے یا منکرینِ حق کی تنگ نظری اور رجعت پسندی کہ جو ان کی فلاح کا خواہاں تھا وہ اسی کی پامالی اور بدحالی کے لئے ترکیبیں کرتے رہتے تھے۔ حالات اس درجہ دگرگوں اور پریشان کن تھے کہ پیغامِ حق کی تبلیغ میں مصائب و دشواری قدم قدم پر آپ کا راستہ روک رہی تھیں۔ ایک طرف ظلم تھا تو دوسری جانب تحمل، ایک طرف جبر تھا تو دوسری طرف حلم و صبر بعض اوقات تو فضا اسقدر تاریک ہو جاتی کہ آپؐ کے رفقا بھی گھبرانے لگتے ـــ اور پھر نزولِ وحی ہوتا تو جیسے نسیم جانفزا کے جھونکوں سے مرجھائے ہوئے پھول کھل جائیں۔ صحابہؓ کرام کے چہروں پر مسرت و شادمانی کی شفق پھیل جاتی۔ آپؐ کے قلب کو بے پایاں مسرت ہوتی اور حوصلہ بھی پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہو جاتا۔ ایسے ہی لمحات ہوں گے کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا پیغام ربانی آیا کہ اے حبیبؐ آپ فکر مند و پریشان نہ ہوا کریں آپ تو ہماری خاص عنایتیں ہیں ہم نے تو آپؐ ہی کی خاطر آپؐ کا سینہ علومِ نبوت، موعظت و معرفت، رشد و ہدایت اور دین و شریعت کے لئے کشادہ کر دیا (شرح صدر) وہ نعمتِ عظمٰی ہے جو حضرت موسیٰ کو طلب

تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ تو (اے حبیب!!) جب آپ فارغ ہو جایا کریں ریاضت کیا کیجئے۔ اور اپنے پروردگار ہی کی طرف توجہ رکھئے۔ (۹۴/۸-۵)

آرزو کے بعد عطا ہوئی اور آپ کو بلا طلب عنایت کی گئی) ۔ اور پھر مزید ارشاد ربانی ہوا کہ آپؐ جس چیز کے لئے سرگرداں تھے اور جو بات آپؐ کی پشت کا بار بن گئی تھی ہم نے آپ کو صراطِ مستقیم سے سرفراز فرما کر وہ بوجھ بھی ہلکا کر دیا کہ یہ راہ جملہ انسانیت کے لئے فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ اور آپ اسی کے خواہاں تھے۔ لہٰذا آپ ان منکرینِ حق کی باتوں سے متردد نہ ہوں۔ ہم نے تو آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بھی اپنے ذکر کے ساتھ بلند کر دیا ہے۔

اللہ رے مقامِ مصطفےٰؐ کہ دن میں موذن پانچ بار جہاں اللہ تعالیٰ کی بڑائی و عظمت کا اعلان بہ بانگِ دہل کرتا ہے وہیں آپ کا ذکر بھی بلند ہوتا ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں ندائے حق نہ بلند کی جارہی ہو اور اللہ کے حبیب کی رسالت کی شہادت نہ دی جارہی ہو اور عاشقانِ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدیۂ صلوٰۃ وسلام ہمہ وقت پیشِ خدمتِ اقدس کرتے رہتے ہیں اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

اور پھر ارشادِ ربانی ہوا کہ آپ ان دشواریوں سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ چونکہ یہ ظلم و تشدد کے بادل عارضی ہیں۔ ہر دشواری کے بعد آسانی ہوا کرتی ہے اور آپ کے اور آپ کی امت کے لئے بھی بہتر دور آنے والا ہے۔ لہٰذا آپ ان باتوں سے بے پرواہ ہو کر تبلیغ دین کرتے رہئے۔ اور جب فراغت ملے تو کثرتِ عبادات و مجاہدات میں مصروف رہیئے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین، خزائن العرفان)

(سورۃ العصر (پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے زمانہ کی (یعنی شاہد ہے تاریخ انسانیت) کہ انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔

آپؐ کے پیغام کی تاریخ انسانیت سے سند

ہادیٔ مرسل حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور پیغام حق کی تکذیب کا سلسلہ روز افزوں تھا۔ آپؐ صراط مستقیم کی طرف دعوت دے رہے تھے کہ اسی میں انسانیت کی فلاح وبہبود مضمر تھی اور ہے۔ آپؐ شرک اور لادینیت کی مخالفت کر رہے تھے کہ اس میں انسانیت کی تذلیل وتوہین تھی لیکن مشرکین قریش تو اپنے غرور وتکبر کے نشہ میں مدہوش دولت وثروت کے گھمنڈ میں غرق کلام حق کو جھٹلانے اور آپؐ کی مخالفت کرنے کے سوا جیسے کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ وہ تو بس کہے جا رہے تھے کہ یہ سب کچھ من گھڑت ہے اور محمدؐ ابن عبداللہ نے اپنے فائدے کی بات کی ہے۔ یہی ہٹ دھرمی کا سلسلہ چلا جا رہا تھا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ پر درج بالا سورہ نازل فرمائی اور ان آیات کے ذریعہ باطلانِ حق کو دعوت فکر دی کہ اگر تم انسانی عظمت اور اس کی فلاح کے خواہشمند ہو تو جملہ تاریخ انسانیت پر نظر ڈال جاؤ ہر دور، ہر زمانے اور ہر مقام پر انسان نقصان ہی نقصان میں نظر آئے گا، علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے، نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق وصبر کی تلقین کرتے رہے یعنی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے اور یہ وہی صراطِ مستقیم ہے جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہارے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔ بالفاظِ دگر منکرین حق کو بتا دیا گیا کہ یہ تاریخ انسانیت کا واحد مجرب نسخہ ہے اس پر گامزن ہو جاؤ گے تو فلاح پاؤ گے ورنہ خسران کی دلدل تو باطلانِ حق کا مقدر روزِ ازل ہی سے ہے جس قدر پیغامِ حق کی تکذیب کرتے جاؤ گے اسی قدر ہلاکت وتباہی کے نزدیک ہوتے جاؤ گے ـــــ یہ سورۂ مبارکہ جب محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور جو اعمال صالحہ کرتے رہے اور ایک دوسرے کو نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ (۱۰۳/۱۰۳)

پر نازل ہوئی تو اس کی جامعیت اور معنویت کا مشرکین پر بھی بڑا اثر رہا۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ کہ ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے ضلالت و گمراہی میں بھٹک رہے تھے کہ ایک دن مسیلمہ نامی کذاب سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ اس شخص نے بزعم خود دعوئ پیغمبری کر رکھا تھا اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لغو اور بے بنیاد باتیں کرتا رہتا تھا۔ عمرو بن العاصؓ سے کہنے لگا۔ "کہو تمہارے یہاں کے نبیؐ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے"؟ عمرو بن العاصؓ نے والعصر کی تینوں آیات سنائیں۔ مسیلمہ تھوڑی دیر تک تو خاموش رہا پھر کہنے لگا۔ مجھ پر ایک ایسی ہی مختصر سورۃ نازل ہوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے "یَا وَبَرُ یَا وَبَرُ۔ اِنَّمَا اَنْتَ اُذُنَانِ وَصَدْرٌ وَسَائِرُکَ حَفْرٌ نَقْرٌ"۔ پھر خود ہی کہنے لگا۔ "عمرو کہو کیسی ہے؟" عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا۔ "یہ بے معنی بکواس معلوم ہوتی ہے اور تیرے جھوٹا ہونے کی شہادت"

روایت ہے کہ مسیلمہ اپنے اس کلام کو سورۃ العصر کے جواب میں فخریہ طور پر لوگوں کو سناتا اور اس طرح جو لوگ اس کے جھوٹا ہونے کے قائل نہ تھے وہ بھی یہ سن کر اس کے کاذب اور مفتری ہونے کا یقین کر لیتے تھے اللہ اکبر۔ آپؐ کا دشمن اپنے ہی کرتوتوں سے اپنے ہی آدمیوں میں ذلیل اور رسوا ہو گیا۔ صحابۂ کرامؓ کو تو یہ سورۂ مبارکہ اس قدر پسند تھی کہ ان کا تو جیسے یہ دستور ہو گیا تھا، جب بھی ایک دوسرے سے ملتے یہ سورۂ مبارکہ ضرور سُناتے کہ یہ ان کے کردار کی عکاس اور قلوب کی ترجمان تھی۔

(بحوالہ ابن کثیر، طبرانی، تفسیر ماجدی، تفہیم القرآن)

سُورۃُ العٰدِیٰت (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پھنکاریں مارتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح سویرے چھاپہ مارتے ہیں، پھر اس موقع پر گرد و غبار اڑاتے ہیں، پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جا گھستے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور وہ خود اس پر گواہ ہے۔ (۱۰۰/۷-۱)

معاشرۂ انسانی کی اصلاح

ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد صرف شرک و کفر کے خلاف جہاد ہی نہیں تھا بلکہ معاشرے سے ان جملہ برائیوں کا استیصال بھی مقصود تھا جو کہ ننگِ انسانیت رہی ہیں۔ سرورِ دین کا عہد قبائلی زندگی کا دور تھا۔ لوگ قبائل در قبائل چھوٹے بڑے گروہوں میں تقسیم تھے ۔ طاقتور گروہ کمزور اور بے آسرا کا صفایا کر جاتا تو نہ کوئی داد رسی کرنے والا تھا اور نہ سزا دینے والا ۔ اپنے اپنے قبیلے کی سرپرستی کے باوجود ہر شخص اپنے کو غیر محفوظ سمجھتا تھا۔ چونکہ ہر رات یہ کھٹکا لگا رہتا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مار دے اس زمانے کا دستور ہی یہ تھا کہ حملہ آور رات کی تاریکی میں آگے بڑھتا اور صبح کے دھندلکے میں حملہ کرتا ۔ قتل و غارت اور لوٹ مار کرنا تو جیسے معمول حیات بن گئے تھے ۔ اللہ جل شانہ نے منکرین و مشرکین کی زندگی کے اسی رخ کو اجاگر کرتے ہوئے روزِ قیامت کا ذکر فرمایا کہ آج تم مال و دولت کی محبت میں دیوانہ وار بربریت ظلم و تشدد کو روا رکھ رہے ہو۔ لیکن اس روز کو بھی نہ بھولو جب کہ تمہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا اور تم کو ہر ایک بات کا حساب دینا ہوگا۔

جس طرح قبائل کے درمیان ہونے والے معاہدات اور ان کے خود وضع کردہ قوانین و ضوابط بے کار ہو کر رہ گئے تھے اسی طرح آج کی مہذب دنیا کے قوانین

اور مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے ــــــ تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ (مدفون) ہے اسے نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ مخفی ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی؟ ــــــ یقیناً ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب باخبر ہوگا۔
(۱۰۰/۱۱-۸)

بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں ــــــ پہلے انسان شب کی تاریکی میں ظلم و ستم غارت گری اور لوٹ مار کرتا تھا۔ آج کی مہذب دنیا کا انسان دن دہاڑے آنکھوں میں دھول جھونک کر دوسرے کا مال غصب کر لیتا ہے۔ نہ اسے خوفِ خدا تھا اور نہ اس کو ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا خوف تو اسی وقت دل میں پیدا ہو سکتا ہے جب کہ بندہ روزِ جزا پر یقین رکھتا ہو۔ اللہ جل شانہٗ نے ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درج بالا آیات کا نزول فرما کر معاشرۂ انسانی کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ کہ انسان اپنی فلاح کے لئے دوسرے انسان کی حرمت کا خیال کرے اور نہ بھولے کہ روزِ قیامت اس سے اس کے اعمال کی جانچ پڑتال کی جائے گی ــــــ

لہٰذا آپؐ ان آیاتِ ربّانی کو لوگوں کے سامنے پڑھتے اور انہیں سمجھاتے کہ وہ روزِ قیامت پر ایمان لائیں اور غیر انسانی حرکات سے باز رہیں۔ لیکن ان مشرکین اور منکرین حق پر تو دولت کی محبّت بری طرح غالب تھی جس نے ان کی آنکھوں اور عقلوں پر پردے ڈال رکھے تھے۔

(بحوالہ تفہیم القرآن)

سُوْرَۃُ الکَوثَر (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے حبیبؐ!) ہم نے آپ کو کوثر (جیسے خیرِ کثیر) عطا کی ہے، پس آپ اپنے پروردگار ہی کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

آپؐ کے دشمن ہی ابتر ہیں مشرکینِ قریش کی طرف سے آپؐ کی مخالفت اس درجہ شدت اختیار کر چکی تھی کہ وہ لوگ نہ صرف آپؐ کو ساحر اور مجنون کہہ کر آپؐ کی ذاتِ اقدس پر حملے کرتے تھے بلکہ نفرت و عداوت کا بھی یہ عالم ہو چلا تھا، کہ وہ لوگ آپ کے غم اور نقصان پر خوشیاں مناتے تھے۔ انہی دنوں ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحب زادے حضرت قاسمؓ انتقال فرما گئے۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپؐ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے بھی وفات پائی۔ یہ آپؐ کی صاحبزادیوں میں حضرت زینبؓ سے چھوٹے مگر حضرت امِ کلثومؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت فاطمہؓ سے بڑے تھے۔ مشرکینِ قریش نے آپؐ کے ان عظیم صدمات پر اظہارِ مسرت کیا۔ آپؐ کے دوسرے صاحب زادے کا جونہی انتقال ہوا تو ابولہب جس کا گھر آپؐ کے مکان سے ملحق تھا آپ کا حقیقی چچا ہونے کے باوجود دوڑا ہوا دیگر مشرکین کے پاس گیا اور خوشی خوشی کہنے لگا۔ بتر محمدٌ اللیلۃ (آج رات محمد کی جڑ کٹ گئی یعنی لاولد ہو گئے)۔ عاص بن وائل دشمنِ رسول کو معلوم ہوا تو وہ بھی جگہ جگہ کہتا پھرتا تھا۔ "محمد کی نسل ختم ہو گئی۔ وہ ابتر ہیں چونکہ ان کے کوئی بیٹا نہیں ہے کہ ان کا قائم مقام بنے وہ مر جائیں گے تو ان کا نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔" اسی طرح خوشیاں مناتے ہوئے، ایسے ہی خیالات کا اظہار دیگر سردارانِ قریش بھی کر رہے تھے۔ جن میں ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط اور ان کے ساتھی پیش پیش تھے۔ کفارانِ قریش کا ایک سیلابِ مخاصمت تھا کہ ہر طرف سے امنڈا چلا آتا تھا۔ اور دوسری طرف آپؐ اور آپؐ کے معدودے چند ساتھی اور وہ بھی بے یار و مددگار اور مظلوم۔ ایک کے بعد دوسرے بیٹے کی وفات۔ انتہائی دل شکن حالات

یقیناً آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا (بے نام و نشان) رہے گا۔ (۱۰۸/۳-۱)

اور غموں کا سلسلۂ لامتناہی تھا کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ پیغام ربانی آیا کہ اے حبیبؐ آپ ان حالات سے متفکر نہ ہوں آپ کو تو ہم نے خیرِ کثیر کا وہ دھارا عطا کیا ہے کہ جو نہ صرف آپؐ کو، آپؐ کے رفیقوں کو بلکہ تاقیامت آپ کی اتباع کرنے والوں کو سیراب کرتا رہے رہیگا۔ اور آخرت میں اسی دھارے پر نازاں و فرحاں ہونگے۔ لہٰذا آپؐ ان باتوں سے بے نیاز ہو کر اپنے پروردگار ہی کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی دیجئے۔ اور ان منکرینِ حق کی باتوں کو خاطر ہی میں نہ لایئے۔ اصل میں تو جڑ کٹے یہ لوگ ہیں، یہی بے نام و نشان رہیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حق تعالیٰ کی اسی پیش گوئی کے مطابق آج دشمنانِ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام لیوا نہیں۔ آج نہ تو ابوجہل، ابولہب، عاص بن وائل یا کسی اور دشمنِ رسولؐ کی اولاد کا وجود ہے اور نہ کوئی اپنے کو ان سے منسوب کرتا ہے۔ لیکن آج نہ صرف محسنِ انسانیت نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلی ہوئی ہے بلکہ جاں نثارانِ مصطفےٰ آج دنیا کی ایک قوت بن کر ابھر رہے ہیں اور وہ دن دور نہیں جبکہ نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ ہوگا اور خیرِ کثیر کا وہی دھارا حبیبِ خدا کے صدقے میں دنیا کے گوشہ گوشہ کو سیراب کردے گا۔

(بحوالہ جلالین - ابنِ کثیر)

سُورۃ التکاثر (پ ۳۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(لوگو!) تم کو غافل کر رکھا ہے مال کی (ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی) طلب نے۔ یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ ہاں۔ ہاں تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔۔۔ ہاں۔ ہاں کاش! تم یقینی طور پر جان لیتے (تو مال کی محبت نہ رکھتے) تم یقیناً دوزخ دیکھ کر رہو گے پھر (سن لو کہ) تم بالیقین اسے دیکھ لو گے۔۔۔ پھر ضرور اس روز تم سے (ہر) نعمت کی جواب طلبی ہو گی۔ (۱۰۲/۸-۱)

آپؐ نے زر پرستی میں غافل لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلایا۔ انسان میں جس قدر مال و دولت کی طلب بڑھتی جاتی ہے وہ اسی قدر اپنے مالکِ حقیقی سے دور ہوتا جاتا ہے۔ یہی حالت ان مشرکین و منکرینِ حق کی تھی جو ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کمربستہ تھے، آپ تو انہیں انہی کی فلاح و بہبود کی خاطر صراطِ مستقیم کو اپنانے کی ترغیب دیتے اور وہ ظالم آپ کو مجنون اور ساحر کہتے نہ تھکتے تھے۔ آپ انہیں دعوتِ توحید دیتے ہوئے حق کی تلقین فرماتے اور وہ اپنے باطل خداؤں کی پرستش ہی کو حق سمجھتے تھے اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ انہیں ہوسِ زر تھی اور اپنے مال و دولت کو بتوں ہی کا فیضان کہتے تھے۔

لہٰذا درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ اور آپؐ نے ان کثرتِ مال کی طلب میں غافل لوگوں کو پھر ایک بار پکارا۔ اور ان کے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑا کہ وہ اپنے انجام کو سمجھ سکیں اور اس ہوس پرستی سے باز آجائیں لیکن وہ ظالم تو آمادہ شر تھے، دولت کی ہوس نے تو ان کی عقلوں کو مسلوب کر رکھا تھا وہ اللہ کی نعمتوں اور ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو کہاں خاطر میں لانے والے تھے۔

(بحوالہ خزائن العرفان، تفہیم القرآن، فیوض القرآن)

سورۃ الماعون (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے نبیؐ) بھلا آپ نے اس شخص کے حال پر بھی نظر کی جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار، لوگوں کو بھی اس کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (۱۰۷/۳-۱)

آپؐ کے مخالفین روزِ جزا کے جھٹلانے والے اور سنگدل ہیں

درحقیقت مشرکینِ مکہ اخلاقی طور پر انتہائی پستی میں گر چکے تھے۔ ان میں طرح طرح کی معاشرتی برائیاں جڑ پکڑ چکی تھیں، دولت کی ہوس نے تو ان کے قلوب کو اس درجہ سخت کر دیا تھا کہ ان کے لئے زیرِ تولیت یتامیٰ کے حقوق غصب کرنا، دوسروں کے اموال کو بے دریغ خرد برد کر دینا، غربا اور مساکین کو ذلت اور حقارت سے دھتکار دینا تو روزمرہ کا معمول ہو چکا تھا یہی باتیں ان کے اندر غرور اور تکبر کی پرورش کر رہی تھیں اور یہی وہ لوگ تھے جو کہ روزِ جزا کی تکذیب کر رہے تھے۔ چونکہ ان کا نفس ان پر اس درجہ غالب تھا کہ یہ پیغامِ حق کو سننا بھی گوارہ نہ کرتے تھے ان کے قلوب زنگ آلود تھے اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مفلوک الحال یتیم بچہ جس کے باپ نے کثیر مال ترکہ میں چھوڑا تھا اور جو اب ابوجہل کے زیرِ تولیت تھا۔ اس کے پاس گیا اپنے بوسیدہ لباس اور افلاس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس کے مرحوم باپ کے متروکہ مال میں سے کچھ رقم اس کو دیدی جائے جس سے وہ اپنی تن پوشی اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا مناسب بندوبست کر سکے۔ ابوجہل نے اس یتیم کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بچہ مارے خوف کے چپ کھڑا رہا۔ اور پھر اسی طرح مایوس ہو کر چلا گیا۔ یتیم کی یہ بے بسی اور مفلوک الحالی چند مشرکین کو بھی گراں بار ہوئی۔ یا ازراہِ شرارت ان ہی میں سے کسی ایک نے اس یتیم سے کہدیا

اُن نمازیوں کی بھی خرابی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں۔ اور جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریا کاری کرتے ہیں۔

"محمدؐ سے جاکر اس کی شکایت کرو"۔ بچہ بات کو کیا سمجھتا وہ سیدھا آپؐ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا حالِ زار بیان کیا۔ محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یتیم کی بے بسی اور حق تلفی پر تڑپ گئے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ابوجہل آپ کا دشمن ہے بچہ کو لئے فوراً اس کے پاس پہنچے۔ اس نے جو خلافِ توقع آپؐ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ بھی اس یتیم کے ساتھ جس کی بات سننا بھی اس نے گوارا نہ کی تھی۔ ایکدم کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اس بچہ کا حق اس کو دیدو۔" اس کے دل میں تو پہلے ہی سے چور تھا۔ آپؐ کی صداقت اور ایمانداری کو بھی جانتا تھا۔ کچھ اس طرح مرعوب ہوا کہ جارحیت دکھانا تو درکنار یتیم کا حق دینے پر راضی ہو گیا۔ وہ مشرکین جنہوں نے اس بچّہ کو آپؐ کے پاس بھیجا تھا وہ تو امید لگائے بیٹھے تھے کہ اب دونوں میں تنازعہ شدید ہوتا ہے۔ یہ حقیقت جب معلوم ہوئی تو حیرت زدہ رہ گئے۔ ان میں سے کسی نے جاکر ابوجہل سے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا جب ہی تو محمدؐ بن عبداللہ کی بات مان لی۔" ابوجہل کہنے لگا۔ "نہیں! یہ بات نہیں ہے۔ میں اس کے دین کو کیوں کر قبول کر سکتا ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب محمدؐ میرے پاس آئے تو میرے دل پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ ان کے ساتھ کوئی طاقت ہے۔ اگر میں نے انؐ کی مرضی کے خلاف کیا تو وہ طاقت مجھے ختم کر دے گی۔ لہٰذا میں نے انؐ کی بات مان لی۔"

باری تعالیٰ نے درج بالا آیات میں اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی ظالم، بدبخت اور شقی القلب انسانوں کا تذکرہ فرمایا کہ یہ

اور دل کے تنگ ایسے کہ روز مرّہ کے برتنے کی چھوٹی چیزیں بھی لوگوں کو مانگے نہیں دیتے ۔ (۱۰۷/۷-۲)

لوگ جن کے قلوب سیاہ ہیں۔ یتیموں کا حق مار جاتے ہیں اور دوسروں کے اموال میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ روزِ جزا کو کیوں کر مان سکتے ہیں۔ یہ تو جانتے بوجھتے ہوئے بھی ایمان لانے والے نہیں۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے معاشرہ کے ان تنگدل لوگوں کا بھی ذکر فرمایا۔ کہ جو نہ اللہ تعالیٰ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ اپنے پڑوسیوں کا۔ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اوپری دل سے جس میں نہ خلوص ہوتا ہے اور نہ صدق۔ اور اپنے ضرورتمند پڑوسیوں اور اقرباکو روز مرہ کی معمولی سے معمولی اشیاء بطور ہدیہ دینا تو در کنار، عاریتاً بھی انہیں نہیں دیتے۔ یہ باتیں اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ چونکہ اسلام انسانیت کی عظمت اور حرمت کی تعلیم دیتا ہے۔ آپس میں اخوت اور محبت رکھنے اور برتنے کا حکم دیتا ہے۔ ایک موقعہ پر حضور سرورِ کائنات نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ جب ایک دوسرے سے ملے تو سلام کرے اور دوسرا اس کو بہتر جواب دے۔ اور کبھی ایک دوسرے کو ماعون یعنی روز مرہ استعمال کی چیزیں عاریتاً دینے سے انکار نہ کرے۔"

(بحوالہ اعلام النبوۃ، تفہیم القرآن، خزائن العرفان، ابنِ کثیر)

سُورۃ الکٰفرون (پ ۳۰)
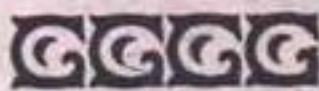
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے نبیؐ) کہدیجئے۔ "اے کافرو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم (لوگ) کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

منکرینِ حق کی عیّارانہ پیش کش

مشرکین قریش نے جب یہ دیکھا کہ ان کی تمام تر شدید مخالفتوں کے باوجود اللہ کے نبی احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ثابت قدمی روزافزوں ہے اور وہ کسی بھی طرح راہِ مستقیم سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں، تو ان کے سرداروں اور چیدہ چیدہ اہل دانش کا اجتماع ہوا۔ کافی غور و خوض کے بعد طے پایا کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ کو سختی کے بجائے نرمی سے رام کیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق ایک وفد آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، جس میں ولید بن مغیرہ عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب اور امیّہ بن خلف بھی شامل تھے۔ ان میں سے کسی نے عرض کیا۔ "اے محمدؐ! ہم لوگ ہر روز کی چپقلش سے بیزار آچکے ہیں۔ چونکہ تم ہماری ہی قوم کے ایک فرد ہو۔ لہٰذا ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اختلافات کوئی سنگین صورت اختیار کرجائیں۔ لہٰذا ہم تمہارے لئے ایک تجویز لائے ہیں۔ امید ہے کہ تم اس کو قبول کرلوگے۔" آپؐ نے فرمایا "میں تو آپ سے زیادہ امن کا متلاشی ہوں اور آپ ہی کی فلاح چاہتا ہوں ۔۔۔ آپ مجھے اپنی تجویز بتائیں"۔ مشرکین کے نمائندے نے کہنا شروع کیا "یہ ہماری تجویز ہے کہ ہم تمہارے لئے اس قدر مال و دولت جمع کردیں کہ تم مکّہ کے امیر ترین آدمی بن جاؤ یا ہم سب مل کر تم کو مکہ کا حکمراں تسلیم کرلیں۔ اور قریش کی جس دوشیزہ سے چاہوگے اس کے ساتھ ہم تمہاری شادی کرادیں گے ۔۔۔ لیکن اس کے عوض تم کو اپنے نئے دین سے دستبردار ہونا پڑے گا ۔۔۔" آپؐ مشرکین کی یہ تجویز سن کر مسکرائے اور فرمایا۔ "میں تو آپ لوگوں کو صرف دعوتِ حق دیتا ہوں اور اس کے عوض کچھ طلب نہیں کرتا۔ آپ

جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں
جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو

اس کو قبول کرلیں تو آپ کو کسی تجویز کی ضرورت ہی نہ رہے گی اور نہ ناخوشگواری، یہ تو آپ ہی کی پیدا کردہ ہے۔"۔ مشرکین کو سخت مایوسی ہوئی ناکام و نامراد واپس ہو گئے۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ ان کے عمر رسیدہ اور اہلِ دانش نے کہا کہ کوئی اور ترکیب سوچی جائے۔ لہٰذا پھر کسی دن مشرکین کی انجمن آرائی ہوئی مشورے ہوئے اور بعد میں آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر امن و آشتی کے نام پر ایک اور تجویز پیش کی گئی ۔ "ایک سال تم ہمارے دیوتاؤں کی پرستش کرو اور ایک سال ہم تمہارے خدا کی پوجا کریں ۔"

جس شخص نے حق پرستی کی خاطر کثیر دولت، حکومت اور عورت کی پرکشش پیش کش کو ٹھکرا دیا ہو اور جو عہد طفولیت میں بھی بت پرستی کے قریب نہ گیا ہو اس کے سامنے ایسی تجویز پیش کرنا بصیرت اور دانشمندی کا نہیں جہالت اور مکاری ہی کا کام ہو سکتا تھا۔ آپؐ کے عہدِ طفولیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرتِ عبداللہ ابنِ عباسؓ نے بہ روایت اُمِّ ایمنؓ ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ قریش میں زمانہ جاہلیت سے ایک سالانہ میلہ منعقد ہوا کرتا تھا جہاں ہر طبقے کے لوگ جوق در جوق آتے اور بوانہ نامی بت کے ارد گرد ایک رات اور ایک دن ضرور بسر کرتے۔ اسی دوران قربانی کرتے، سر منڈاتے اور دیگر مشرکانہ رسمیں ادا کرتے تھے۔ ابو طالب بھی اپنے جملہ اہلِ خاندان کے ساتھ اس سالانہ تقریب میں شرکت کرتے تھے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شریک نہ ہوتے۔ آپؐ کے چچا کہتے تب بھی آپ کی طبیعت جانے کو مائل نہ ہوتی لہٰذا وہ آپؐ کو گھر ہی پر چھوڑ جاتے۔ ایک مرتبہ آپؐ کے انکار پر ابو طالب نے اظہارِ ناپسندیدگی کیا اور پھوپھیوں نے بھی سختی دکھائی آپؐ با دلِ ناخواستہ

جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔ (۱۰۹/۶-۱)

ان کے ہمراہ چلے گئے۔ واپس آئے تو آپؐ انتہائی دہشت زدہ اور خائف نظر آتے تھے۔ پھوپھیوں نے جو آپؐ کی یہ غیر حالت دیکھی تو پریشان ہو گئیں فوری پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپؐ نے جواباً فرمایا۔ "میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو گیا ہو۔" یہ سن کر وہ اور گھبرائیں۔ کہنے لگیں۔ "تمہارے اندر جو نیک خصلتیں ہیں ان کی وجہ سے اللہ تم کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ تم اصل بات تو بیان کرو۔" آپؐ نے سہمے سہمے لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "ان بتوں کے جب میں قریب گیا تو مجھے ان کے قریب ایک سفید پوش بلند و بالا آدمی دکھائی دیا جو مجھے دیکھتے ہی للکارا کہ اے محمدؐ پیچھے ہٹ جاؤ۔ اسے نہ چھوؤ۔ لہٰذا میں وہاں سے فوراً دور ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد نہ کبھی آپ ایسے میلے یا تقریب بت پرستی میں گئے اور نہ ہی آپؐ کو کسی نے ایسی جگہ شرکت کے لئے مجبور کیا۔ جس ہستی کی اللہ وحدہٗ لاشریک عہد طفولیت ہی سے حفاظت کر رہا ہو اس کے سامنے مشرکین کی مذکورہ تجویز کی کیا اہمیت ہو سکتی تھی لہٰذا بارگاہِ ایزدی سے درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ اور مشرکین کی عیارانہ پیش کش بے معنی ہو کر رہ گئی۔ اس سورہ مبارکہ کے نزول کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب آپؐ سونے کے لئے لیٹتے۔ تو یہ سورہ بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپؐ کے صحابی حضرت خبابؓ نے دریافت کیا تو آپؐ نے ان کو بھی یہی طریقہ بتایا۔ نوفل بن حاویہ الاشجعیؓ سے آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ الکافرون آخر تک پڑھ کر سو جایا کرو کہ اس میں شرک سے برأت ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ سوتے وقت الکافرون پڑھ لیا کرو کہ یہ کلمہ تم کو شرک سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

(بحوالہ جلالین، ابن کثیر، طبرانی، مسندِ احمد، ابوداؤد، ترمذی، بزار و طبرانی)

سُوْرَةُ الْفِیْل (پ ۳۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اے نبیؐ!) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا؟

واقعہ اصحابِ فیل بطور تنبیہ کفار کو دینِ حق کی تکذیب اور ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز رکھنے کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے دلائل پر دلائل آرہے تھے لیکن انہیں تو ان کا گھمنڈ، تکبر اور غرور پیغامِ حق کو سمجھنے کی مہلت ہی کہاں دے رہا تھا۔ اللہ جل جلالہٗ کی منشا ہوتی تو منکرینِ حق پر فوری کوئی عذاب بھی نازل ہو سکتا تھا۔ لیکن اللہ جل شانہٗ تو اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی شفیق ہے۔ وہ بندوں پر جبر نہیں کرتا بلکہ انہیں فہم و ادراک کو استعمال کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اسی لئے بار بار قیامت کا ذکر کیا گیا۔ عذابِ آخرت کا بیان کر کے ڈرایا گیا اور بطور تنبیہہ مغضوب اقوام کی طرف بھی اشارہ کیا گیا کہ منکرینِ حق عبرت حاصل کریں۔ لیکن لاحاصل ـــ اور اب درج بالا آیات میں اصحابِ فیل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ماضی قریب سے تعلق رکھتا تھا بلکہ اس واقعہ کے چشم دید گواہ بھی بقیدِ حیات تھے اسی لئے حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مشرکین کی توجہ اس امر کی طرف دلائی کہ اگر تم اللہ کے نبی کی مخالفت اور پیغامِ حق کی تکذیب کرنے پر اس لئے کمربستہ ہو کہ تم کو اپنی دولت و حشمت اور عظمت و قوت پر غرور ہے اور تم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کو، جن میں مفلوک الحال، غریب الدیار غلام اور بے سہارا لوگ بھی شامل ہیں، کم تر اور ذلیل سمجھتے ہو اور تمہارا خیال ہے کہ وہ لوگ تمہاری قوت اور ثروت کے آگے جھک جائیں گے ـــ تو یہ تمہاری محض غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے وہ کمزور کو طاقتور پر بھی غالب کر دیتا ہے۔ دور کیوں جاتے ہو اصحابِ فیل

کیا ہم نے ان کی تدبیر کو بالکل الٹ نہیں دیا اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ

ہی کا واقعہ یاد کرو جب کہ ابرہہ بھی اپنی قوت و عظمت کے غرور میں اللہ کے گھر کو ڈھانے آیا تھا
اور پھر کس طرح اس کا غرور اور اس کی عظیم قوت اللہ کی کمزور ترین مخلوق ابابیل کے ذریعہ پامال
ہو کر رہ گئی ۔ اصحابِ فیل کا واقعہ ۵۷۰ء میں حضور سرورِ کائنات احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت سے تقریباً پچاس دن قبل ہوا تھا جبکہ یمن کا بادشاہ ابرہہ ایک کثیر فوج لے کر خانہ کعبہ
کو ڈھانے کے لئے یمن سے آیا تھا ۔ ابرہہ نسبی بادشاہ نہ تھا۔ بلکہ ایک یونانی تاجر کا غلام تھا
بعد میں حبشہ کی فوج میں بھرتی ہو گیا تھا۔ جو کہ یمن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی گئی تھی اور پھر
کسی نہ کسی طرح یمن کا خود مختار مطلق العنان حکمراں بن بیٹھا تھا۔ یہ شخص متعصب عیسائی تھا
اور پورے جزیرۃ العرب پر عیسائی سلطنت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ خانہ کعبہ
کی مرکزی حیثیت اس کی نظروں میں کھٹکتی تھی۔ چونکہ ان دنوں بھی اہلِ عرب دور دراز کا
سفر کر کے مکہ آیا کرتے تھے ۔ حج کرتے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے ۔ یہ دوسری بات ہے
کہ ان کی جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم تھیں۔ ابرہہ نے یمن کے دار السلطنت صنعاء میں ایک
بہت بڑا کلیسا تعمیر کرایا اور عہد کیا کہ وہ عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیسا کی طرف بدل کر
رہے گا۔ بلکہ باقاعدہ ایک اعلان کرا دیا گیا کہ لوگ بجائے خانہ کعبہ کے اس کلیسا کا رخ
کریں۔ اس اعلان کی خبر جب عربوں کو پہنچی تو ان میں بڑا اشتعال ہوا۔ لہٰذا بنی کنانہ کا کوئی
شخص ایک دن خاموشی سے صنعاء پہنچا اور کلیسا میں قضائے حاجت کر آیا۔ ابرہہ کو جب
یہ خبر ملی تو بڑا تلملایا اور قسم کھائی کہ جب تک کعبہ کو نہ ڈھا دے گا آرام نہ کرے گا اور چند
ہی روز میں ایک کثیر فوج جو کہ ساٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھی اور جس میں تیرہ جنگی ہاتھی بھی تھے
لے کر مکہ کی جانب روانہ ہو گیا اور مکہ سے چند میل دور مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسّب
کے مقام محسّر پر پڑاؤ کیا اور دوسرے دن اپنے آدمی بھیج کر اہلِ مکہ کے جانور چراگاہوں سے پکڑوا لئے
تاکہ ان میں اشتعال پھیلے اور جنگ کرنے کا موقعہ ہاتھ آ جائے ۔ یا یہ لوگ مرعوب ہو کر انہدامِ
کعبہ پر رضامند ہو جائیں۔ مقید جانوروں میں دو سو اونٹ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا

پرندے بھیج دیئے جوان پر کنکر کی پتھریاں اوپر سے پھینکتے تھے

عبدالمطلب کے بھی تھے اور وہی قریش کے سردار تھے۔ جب مقیّد جانوروں کو لینے اہل قریش کی طرف سے کوئی نہ آیا تو ابرہہ نے دوسرے دن اپنا ایک ایلچی پیغام لے کر عبدالمطلب کے پاس روانہ کیا۔ ایلچی نے عبدالمطلب کو جاکر پیغام دیا۔" ہم جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ کعبہ کو منہدم کرنے آئے ہیں۔ اگر تم بھی جنگ نہ کرنے کا عہد کرو تو ہم تمہارے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں۔" ایلچی نے عبدالمطلب سردار قریش کو اپنے ساتھ چلنے کی بھی دعوت دی۔ آپ فوری طور پر اس کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ ابرہہ نے جو ایک جسیم، وجیہہ، اور پُر شکوہ عرب سردار کو اطمینان کے ساتھ اپنے خیمہ کے اندر آتے ہوئے دیکھا تو بڑا متاثر ہوا۔ کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا اور اپنے پاس جگہ دی۔ اور پھر ابو طالب کی طرف مخاطب ہوا۔" آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" جواب ملا۔" اُونٹ اور جانور جو کہ آپ کے فوجی پکڑ لائے ہیں۔" یہ سن کر ابرہہ بڑا متعجب ہوا۔ کہنے لگا آپ کو جانوروں اور اونٹوں کی تو فکر ہے اور اس گھر کی فکر نہیں جسے اللہ کا کہتے ہو اور آپ کے آباء و اجداد کے دین کا مرجع ہے۔" عبدالمطلب نے پھر اسی متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا۔" میں تو اونٹوں کا مالک ہوں انہی کو طلب کرتا ہوں۔ کعبہ کا مالک خود اس کی حفاظت کرے گا۔" ابرہہ اس جواب کے لئے کہاں تیار تھا، غصہ میں بھپر کر بولا۔" وہ مجھ سے نہ بچ سکے گا" "آپ اپنے جانور لے جائیں۔ اور میں کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔" عبدالمطلب جانور لے کر واپس آگئے، اُٹھو اٹھ دیگر لوگوں کے ساتھ کعبہ کی چوکھٹ سے لگ کر دعائیں مانگیں۔" بارِ الٰہا! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔" اور پھر دوسرے دن صبح ہوتے ہی وہ سب لوگ اپنے اہل و عیال کو لے کر پہاڑوں میں چلے گئے۔

پھر ابرہہ نے مکہ کی طرف کوچ شروع کیا۔ تو اس کی فوج کا سب سے بڑا جنگی

سو اُن کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح پامال کر دیا۔
(۱۰۵/ ۵-۱)

ہاتھی یکایک زمین پر بیٹھ گیا۔ ہاتھی بانوں نے ہر ممکن کوشش کی، اسے آنکڑوں سے گود گود کر زخمی کر ڈالا۔ لیکن اس نے مکہ کی جانب بڑھ کر ہی نہ دیا۔ یہ تگ و دو جاری تھی کہ بحیرِ احمر کی جانب سے ابابیل کے دل کے دل آئے جو اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے لئے ہوئے تھے انہوں نے بحکمِ ایزدی وہی سنگریزے ابرہہ کی فوج پر برسا دیئے۔

سنگریزہ جس کے جسم پر لگتا تھا ایسی خارش کر دیتا کہ جسم پھٹنے لگتا۔ پوری فوج میں ایک ہلچل مچ گئی۔ خود ابرہہ اس قہرِ خداوندی کا شکار ہوا اور اس کی کثیر فوج بجائے مکہ کی طرف جانے کے یمن کی طرف جان بچا کر بھاگی۔ ابرہہ راہ میں ہی بلادِ خشعم کے مقام پر جہنم رسید ہو گیا۔ قوت و عظمت کا غرور اور تکبر پاش پاش ہو کر رہ گیا۔

اس واقعہ میں جہاں منکرینِ حق کے لئے درسِ عبرت تھا وہاں حق تعالیٰ کو آپؐ کی ہمت افزائی بھی مقصود تھی کہ آپؐ اور آپؐ کے رفقاء منکرینِ حق کے ظلم سے نہ گھبرائیں، ہلاکت و تباہی تو ان کا مقدر ہے اور فتح و نصرت آپؐ کے قدم چومے گی۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین۔ طبقات ابنِ سعد حصّہ اول)
سیرت النبی ابن ہشام

سُورَۃُ الفَلَق (پ ۳۰)
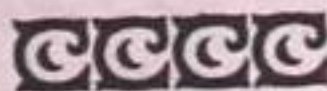
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے۔ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے، اس کی تمام مخلوق کے شر سے اور اندھیری رات کے شر سے

فیضانِ کلامِ ربانی وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی صفوں میں اضافہ ہو رہا تھا، گو بہت کم۔ اس کے برخلاف مخالفین کی شدت روز افزوں تھی جس کے مختلف وجوہ تھے ان باتوں کے علاوہ جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں دو عناصر خاص طور پر آپ کے جان لیوا ثابت ہو رہے تھے۔ اول تو وہ لوگ تھے جن کے گھروں یا خاندانوں سے ایک ایک یا دو دو افراد مسلمان ہو گئے تھے اور وہ ہر طرح کے جبر و تشدد کے باوجود ایمان پر قائم تھے ان مظلومین میں سرِ فہرست حضرت عثمان ابنِ عفان تھے آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے تھا جو کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنی ہاشم کی طرح عبدِ مناف ہی کی اولاد تھے۔

حضرت عثمانؓ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل ہی قریش میں ایک معزز و معتبر حیثیت کے حامل تھے۔ اول تو عام چلن کے برخلاف عہدِ طفولیت ہی میں زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو چکے تھے دوئم نوعمری ہی سے تجارت کو پیشہ بنایا تھا۔ چونکہ طبیعت میں حلم، تدبر، نرمی و شفقت ادب و لحاظ کے عناصر نمایاں تھے لہٰذا تجارت میں بڑا فروغ ہوا۔ آپؓ اور حضرت ابو بکرؓ ابتدا ہی سے ایک دوسرے کے رفیق تھے اور یہی رفاقت انہیں راہِ مستقیم کی طرف لائی تھی۔ آپ جاں نثارانِ مصطفٰے کی صف میں اس وقت شامل ہوئے تھے جب کہ مسلمانوں کی تعداد ۵۰ بھی نہ ہوئی تھی۔ بعد میں ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کے ساتھ آپ کا نکاح بھی ہوا۔ دیگر مشرکین کی طرح حضرت عثمانؓ کے اہلِ خاندان کو ان کا مسلمان ہو جانا بہت شاق گذرا جس کی پاداش میں آپ کو سخت ایذائیں دی گئیں۔ آپ کا چچا تو اس درجہ ظالم تھا کہ وہ آپ کو رسیوں سے باندھ کر مارا کرتا تھا طرح طرح سے آپ کو ایذائیں دی جاتیں لیکن آپ اسی طرح ثابت قدم رہتے۔

حضرت عثمانؓ کی طرح حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ ابن وقاص بھی تھے جن کے گھر والے انہیں مسلمان

جب کہ اس کی تاریکی چھا جائے۔ اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر بھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔ (۱۱۳/ ۱-۶)

ہو جانے کی پاداش میں دردناک اذیتیں دیا کرتے تھے۔

ان حالات کی بنا پر مشرکینِ قریش کی حق دشمنی ان کے گھروں میں بنا ہوئے تنازعہ بن گئی تھی اور جس کے لئے وہ ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قصوروار ٹھہراتے تھے۔ اس طرح یہ گروہ آپ کا جانی دشمن بن گیا تھا۔

ان میں دوسرا طبقہ حاسدانِ قریش کا تھا جن کی دشمنی اور ایذارسانی آپؐ کے ساتھ ابتدا بعثت ہی سے چلی آ رہی تھی۔ جس کا واحد سبب یہ تھا کہ نسبی طور پر آپؐ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے اور بنی ہاشم سے ان کی دیرینہ مخاصمت چلی آ رہی تھی۔ وہ یہ کسی طرح گوارا کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے کہ ان کے اوپر کسی بنی ہاشم کو افضلیت مل جائے چہ جائیکہ بنی ہاشم کو نبوت مل گئی تھی۔ لہٰذا ایک موقع پر عمرو بن ہشام عرف ابوجہل نے ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی مخالفت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ "ہمارا اور بنی عبد مناف (خاندانِ رسولِ معظمؐ) کا باہم مقابلہ تھا۔ انہوں نے کھانے کھلائے تو ہم نے بھی کھلائے۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی دیں۔ انہوں نے عطیئے دیئے تو ہم نے بھی دیئے۔ یہاں تک کہ وہ اور ہم جب عزت و شرافت میں برابر کی ٹکّر ہو گئے، تو اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ایک نبی ہے۔ جس پر آسمان سے وحی اترتی ہے۔ بھلا اس میدان میں ہم کیسے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم ہرگز اس کو نہ مانیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے۔۔۔"

دراصل حسد ایک ایسا خبیث جذبہ ہے کہ جن دلوں میں گھر کر لیتا ہے ان

سورۃ النّاس (پ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے نبی ؐ!) آپ کہئے۔ "میں اس کی پناہ لیتا ہوں۔ جو سب لوگوں کا پروردگار، سب انسانوں کا بادشاہ، سب انسانوں کا معبود ہے

کی عقل و بصیرت بھی چھین لیتا ہے اور حاسد کے دل میں ایک ایسی آتش سوزاں سلگا دیتا ہے کہ اس کا صبر و سکون خاکستر ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ خود اپنی آگ میں جلتا رہتا ہے اور محسود کی تباہی و ہلاکت کے منصوبے بناتا رہتا ہے۔ یہی حال اُن حاسدانِ قریش کا تھا کہ ایک طرف حسد کی آگ میں جل رہے تھے اور دوسری طرف آپ کے خلاف منصوبے بنانے لگے تھے کہ کسی طرح رات کی تاریکی میں آپ ؐ کو قتل کر دیا جائے۔ تاکہ بنی ہاشم کو نہ قاتلوں کا پتہ چلے اور نہ وہ انتقامی کارروائی کر سکیں آپ ؐ کے خلاف ان کے دلوں میں اسدرجہ نفرت پیدا ہو گئی تھی کہ آپ ؐ پر جادو اور ٹونے بھی کرائے جا رہے تھے کہ ان ہی کے ذریعہ آپ ؐ کو گزند پہنچا سکیں۔ ایسے حالات تھے کہ معوذتین (سورۂ فلق اور سورۃ الناس) کا تحفۂ ایزدی آپ ؐ پر نازل ہوا۔

ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ ہو گیا کہ آپ ؐ رات کو سوتے وقت تین مرتبہ ان دو سورتوں کو پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو، سر سے لے کر پاؤں تک یعنی پورے جسم پر جہاں جہاں تک بھی ممکن ہوتا پھیرتے تھے۔ بیماری کی حالت میں خاص اہتمام فرماتے بلکہ سورۂ اخلاص بھی پڑھتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حالتِ نماز میں بچھو نے آپ ؐ کے کاٹ لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ "بچھو پر خدا کی لعنت یہ نہ کسی نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو"۔ پھر آپ ؐ نے پانی اور نمک منگایا اور جس جگہ پر بچھو نے کاٹا تھا آپ اس جگہ نمکین پانی لگاتے جاتے تھے اور قل یاایہا الکفرون

وسوسہ ڈالنے والے شیطان کے شر سے جو خود نظر نہیں آتا۔ اور لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔
(۱۱۴/۶-۱)

قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے جاتے تھے۔ اور اس طرح بچھو کے کاٹے کا اثر زائل ہو گیا۔

روایت ہے کہ آپؐ کی مدنی زندگی میں جب کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں فتوحات سے نوازا اور جب کہ مسلمان ایک قوت اور ملت بن کر ابھر رہے تھے تو دشمنانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کے خلاف ایک مشہور جادوگر لبید بن اعصم کی خدمات حاصل کیں اور اس مقصدِ مذموم کے لئے آپؐ کے سرِ مبارک کے چند بال حاصل کر کے آپؐ کے اوپر جادو کرایا گیا۔ جادو بہر حال ایک سفلی علم ہے اور اس کے عمل کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ آپؐ پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوا، گو کافی دنوں کے بعد۔ آپؐ کی طبع مبارک ناساز رہنے لگی۔ یادداشت میں فرق آ گیا۔ بہر حال بحکمِ خداوندی آپؐ کو نہ صرف اس جادو سے آگاہ کیا گیا بلکہ وہ جگہ بھی بتا دی جہاں عمل کی ہوئی اشیاء رکھی گئی تھیں۔ جگہ کی نشان دہی پر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا۔ یہ حضرات حسبِ ہدایات بنی زریق کے کنوئیں ذروان پر پہنچے جہاں ان کے ساتھ بنی زریق کے دو اصحاب جبیر بن ایاس اور قیس بن محصن بھی شریک ہو گئے۔ ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے بموجب کنوئیں کا پانی نکالا گیا اور پھر ایک پتھر کے نیچے سے چند اشیاء برآمد کیں جن میں کھجور کے خوشہ کا ایک غلاف تھا جس کے اندر آپؐ کے موئے مبارک تھے، ایک تانت کا ٹکڑا جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلا جس میں سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔ جب یہ اشیاء برآمد کی جا رہی تھیں تو آپؐ بہ نفس نفیس وہاں پہنچ گئے جب مذکورہ چیزیں برآمد ہو کر آپؐ کے سامنے آئیں تو آپؐ درج بالا دونوں سورتیں معوذتین پڑھتے جاتے تھے اور تانت کے ٹکڑے سے گرہیں کھلتی جاتی تھیں اور پتلے کی سوئیاں بھی خود بخود نکل رہی تھیں۔ اللہ رے فیضانِ کلام ربانی۔

دیکھو الجلالین، ابن کثیر، ابن ہشام جلد اول، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، سیرت النبی، سیرت رسول اللہ، تفہیم القرآن

سورۃ الاخلاص (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجیے۔ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے

آپؐ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق مشرکین کے سوالات

حضور نبی اکرمؐ نے جو نظریۂ توحید پیش کیا تھا وہ کوئی نیا پیغام نہ تھا بلکہ وہی اذنِ حق تھا جو کہ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام بحکمِ ایزدی انسانیت کی فلاح اور بہبود کے لئے پیش کرتے آئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی ان گنت خداؤں کی پرستش کے بجائے معبودِ واحد کی طرف لوگوں کو بلایا تھا۔ اسی طرح حضرت نوحؑ، حضرتِ یعقوبؑ، حضرتِ یونسؑ۔ حضرتِ لوطؑ، حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ نے بھی ایک ہی خدا کی تلقین فرمائی تھی۔ یہ تو حضرتِ انسان کی ستم ظریفی تھی کہ اپنے ہی ہاتھوں بنائے ہوئے خداؤں کے حضور سر بسجدہ ہو کر خود اپنے کو ذلت و پستی میں گرا دیا تھا۔ اور معبودِ واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کئے جانے والے خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن بنا دیا تھا۔ کوئی دولت کی دیوی تھی تو کوئی غیض و غضب کا دیوتا۔ کسی بت کو اولاد دینے اور نہ دینے کا مختار سمجھتے تھے تو کسی کو ابرِ باراں پر قادر۔ مشرکینِ عرب میں طریقہ تھا کہ وہ اپنے حسب نسب کو منہ زبانی یاد رکھتے تھے اور جہاں ذرا سا بھی موقعہ ہوتا فخریہ بیان کرتے۔ یہی طریقہ انہوں نے اپنے بتوں کا بھی بنایا ہوا تھا کہ ہر اک بت کا حسب نسب تھا بلکہ دیوی دیوتاؤں کی نسل تک چلتی تھی۔ اس طرح کوئی دیوی نہ بے شوہر تھی اور نہ کوئی دیوتا بے زوجہ۔ دیوی دیوتاؤں کو باقاعدہ زیور پہنائے جاتے تھے، اچھے اچھے کھانے ان کی نذر کئے جاتے تھے اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ انہیں کھاتے ہیں۔ بہت سے دیوی دیوتا تو سونے اور چاندی کے بنائے ہوئے تھے۔ لہٰذا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خداؤں کی جگہ ایک ہی اور وہ بھی ان دیکھے خدا کے حضور سر بسجود ہونے کے لئے کہا اور پھر اسی وحدہٗ لاشریک کو رحمٰن بھی کہا اور رحیم بھی، پروردگارِ عالم بھی اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ

نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔
(۱۱۲/۴-۱)

بھی۔ جنت و دوزخ بھی اسی کی بتائی۔ اور جزا و سزا پر قادر بھی اسی کو کہا اور پھر رزق کی تنگی اور کشادگی بھی اسی کی منشا کے تابع بتائی تو مشرکین اور منکرین حق کو یہ بات بڑی عجوبۂ روزگار معلوم ہوئی۔ ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر تمسخر کرنا تو مشرکین کی عادتِ ثانیہ بن گئی تھی اب اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ کسی نے کہا۔ "اے محمدؐ! ذرا اپنے رب کا حسب نسب تو بتلایئے۔" کسی نے کہا۔ "اے محمدؐ! تمہارا اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا۔" روایت ہے کہ کسی یہودی نے بھی آپؐ سے سوال کیا۔ "اے محمدؐ! ہمیں یہ تو بتایئے کہ آپ کا رب کیسا ہے؟"

آپؐ پر کچھ ایسے ہی سوالات کی بوچھار تھی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے درج بالا سورۃ کا نزول ہوا۔ ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورۂ مبارکہ بے حد پسند تھی اور بار بار آپؐ مختلف طریقوں سے اس کی اہمیت اور عظمت کا اظہار فرماتے تھے اور مسلمانوں کو تلقین فرماتے کہ وہ اسے پڑھیں، سمجھیں اور دوسروں تک پہنچائیں کہ یہ مختصر سی چار آیتیں ایک تہائی قرآن کے برابر ہیں۔ معوذتین کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ کو سوتے وقت پڑھنا آپؐ کا روزانہ ہی کا معمول تھا۔ اللہ اکبر اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید کو کتنے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی معنویت فوری طور پر ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر، جلالین، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، تفہیم القرآن)

سورۃ النجم (پ ۲۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے ستارہ کی جب وہ ڈوبنے لگے کہ تمہارے یہ رفیق (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بھٹکے نہ غلط راستے پر ہیں اور نہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے بات کہتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔ انہیں زبردست قوت والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے جو بڑا صاحب حکمت ہے۔ وہ اصلی صورت پر ظاہر ہوا (رسول معظم کے روبرو) اس حال میں کہ وہ بالائی افق پر تھا۔ (۵۳/۷-۱)

آپ کے ساتھ مشرکین بھی سجدہ ریز ہو گئے

ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام حق کی تبلیغ کرتے ہوئے کم و بیش پانچ برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ فرداً فرداً لوگوں کے پاس جاتے انہیں دعوتِ توحید دیتے، راہِ مستقیم کی تلقین فرماتے اور کلامِ ربانی پڑھ کر سناتے جو قلوب تکبر اسود شقی اور کثیف ہوتے وہ تو نہ صرف تکذیب کرتے بلکہ آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی سے بھی باز نہ آتے تھے۔ لیکن جن قلوب میں راہِ حق قبول کرنے کی ذرا سی بھی صلاحیت ہوتی وہ آپ کی باتوں کو غور سے سنتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے اور کچھ ایمان بھی لے آتے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو دعوتِ حق کو صادق تو سمجھتے تھے لیکن شقی القلب اور ظالم سردارانِ قریش کے خوف سے لب تک نہ کھول پاتے تھے۔ بات بھی ایسی ہی تھی کہ یہ ظالم مشرکین قریش ہر نئے ایمان قبول کرنے والے کے پیچھے پڑ جاتے۔ اس کو زدوکوب کرتے اور ایسی جارحیت کا مظاہرہ کرتے کہ اس کا مقابلہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ ظالم تو ہمہ وقت ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے اور لوگوں کو جگہ جگہ بہکاتے کہ محمد ابن عبداللہ کی باتیں نہ سنو۔ یہ ساری باتیں ان کی اپنی من گھڑت

پھر وہ (فرشتہ) نزدیک ہوا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے) اور زیادہ نزدیک ہوا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اور بھی کم۔ پھر اس نے اللہ کے بندے (ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی پہنچائی، جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی ـــ (آپ کی) نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم (لوگ) اس چیز پر ان (نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم) سے جھگڑتے ہو، جسے وہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے۔ (۵۳/ ۱۵ ـــ ۸)

ہیں۔ ان کے پاس کوئی فرشتہ نہیں آتا اور نہ انہوں نے فرشتہ کو کبھی دیکھا ہے ـــ بلکہ یہ لوگ تو آپ کی آمد و رفت پر نظر بھی رکھتے کہ آپ کو لوگوں سے بات کرنے کا موقع بھی نہ ملے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک روز صحنِ کعبہ میں چند مشرکین ایک جگہ بیٹھے تھے کہ ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ منشائے ایزدی بھی یہی تھا کہ آپ بلا خوف و خطر مجمعِ کفار میں جائیں۔ لہٰذا جونہی آپ ان کے درمیان پہنچے وحی کا نزول ہوا۔ اور آپ نے وہاں بیٹھے ہوئے کفار کو درج بالا آیاتِ ربانی بآوازِ بلند سنانا شروع کیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپ برسرِ عام مشرکین کے سامنے کلامِ حق پیش کر رہے تھے۔ نزولِ وحی ہوتا رہا اور وہی مشرکین اور منکرینِ حق جو قرآن سنتے ہی شور و شغب کرتے، سیٹیاں بجاتے اور تمسخر کرتے تھے اس طرح ساکت بیٹھے سنتے رہے کہ کسی کو مداخلت کا خیال بھی نہ آیا۔

سورۃ مبارکہ کے آخر میں جب اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کا ذکر آیا اور رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کیا تو دفعتہً یہ مشرکین بھی سجدوں میں گر پڑے۔ اِلّا امیہ بن خلف کے جس نے سجدہ کرنے کے بجائے مٹی

اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی، نہ حد سے متجاوز ہوئی
انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔
(اے لوگو) بھلا تم نے کبھی اس لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کی
حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟ ــــــ کیا بیٹے تمہارے لیئے ہیں اور
بیٹیاں اللہ کے لیئے۔ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہے۔ یہ تو نرے نام ہی نام
ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیئے ہیں اللہ نے تو اس پر کوئی
دلیل اتاری نہیں ہے۔ یہ لوگ نرے اٹکل پر اور اپنے نفس کی خواہش پر
چل رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت
آچکی ہے۔ (۵۳/۲۳-۱۶)

اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالی۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ نہ صرف کفار مکہ کی ان باتوں کی
واضح الفاظ میں تردید فرمادی کہ آپؐ غلط راستے پر ہیں یا بھٹکے ہوئے ہیں یا اپنی خواہش
نفسانی سے باتیں کرتے ہیں بلکہ ان جھٹلانے والوں کو واضح طور پر یہ بھی بتادیا گیا کہ
اللہ کے رسولؐ نے جبرئیلؑ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور آپؐ لوگوں کو وہی
باتیں بتاتے ہیں جو آپؐ کی چشم دید حقیقتیں ہیں۔ باری تعالیٰ نے منکرین حق کی
توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی کہ انہوں نے جو لات، عزیٰ اور منات جیسے فرضی
دیوی دیوتا بنا رکھے ہیں اور جن کو وہ خدا کا قائم مقام یا سفارشی سمجھتے ہیں وہ حقیقت
میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ صرف ان کے گمان کی تخلیق ہیں اور اس طرح ایک بار پھر مشرکین
کو دعوتِ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی گئی۔

لیکن وائے ہٹ دھرمی وہ دعوتِ توحید کب قبول کرنے والے تھے۔
یوں تو اللہ کے حبیبؐ کے ساتھ سجدہ ریز ہوگئے، لیکن بعد میں طرح طرح کی
توضیحات پیش کرنے لگے۔ کوئی بات نہ بنی تو یہی کہنے لگے کہ ہم تو محمدؐ ابن عبداللہ

ـــ بھلا کہیں انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ تمنّا کرتا ہے؟ ـ نہیں، بلکہ ہر تمنّا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ـ آخرت کی بھی اور دنیا کی بھی ـ

ـــ اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر ہاں، بعد اس کے کہ اللہ اجازت دیدے، جس کے لئے وہ چاہے اور اُس کی رضا ہو ـ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو زنانے نام سے نامزد کرتے ہیں ـ حالانکہ ان کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں ـ یہ لوگ محض اٹکل پر چل رہے ہیں ـ اور اٹکل حق کے مقابلہ میں ذرا بھی کام نہیں دیتی ـ

ـــ بس اے نبی! آپ اُن کی طرف سے خیال ہی ہٹا لیجئے جو بے پروائی اختیار کئے ہوئے ہے ہماری نصیحت کی طرف سے ـ اور اس کا کوئی مقصود ہی نہیں، بجز دنیوی زندگی کے ـ ان لوگوں کے علم کی رسائی کی حد بھی یہی ہے ـ آپ کا رب ہی بے شک خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے ـ اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے ـ اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے ـ انجام کار وہی بُرائی کرنے والوں کو ان کے عمل کی پاداش میں بدلہ دے گا ـ اور نیک کام کرنے والوں کو نیک بدلہ دے گا ـ وہ لوگ ایسے ہیں جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں ـ مگر ہاں، یہ کہ کچھ قصور ان سے سرزد ہو جائے ـ

ـــ بے شک آپ کے پروردگار کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے ـ وہ تم کو اُس وقت سے خوب جانتا ہے جب کہ تم کو زمین سے پیدا کیا تھا ـ اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے ـ تو تم اپنے آپ کو مقدس نہ سمجھو ـ

ـــ بس وہی خوب جانتا ہے تقویٰ والوں کو ـــ (۵۳/ ۳۲ ـ ۲۴)

کی زبان سے لات، عزّیٰ اور منات کا نام سن کر یہی سمجھتے تھے کہ یہ اپنے آبائی دین پر واپس آگئے ہیں ـ نعوذ باللہ کٹ حجتی ـ بے حیائی اور منہ زوری کی بھی کوئی حد ہوا کرتی ہے ـ (بحوالہ مسند احمد، طبقات ابن سعد، ازالۃ الخفا، مدارج النبوۃ)

اے نبیؐ! آپ نے اس شخص کے حال پر بھی نظر کی جو راہِ خدا سے پھر گیا اور تھوڑا سا دے کر رک گیا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ حقیقت کو دیکھ رہا ہے؟ کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں، جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی۔ اور یہ کہ آخر کار سب کو آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ (۵۳/۴۴-۳۳)

آپؐ نے وہی کیا اور کہا جو اللہ نے چاہا

مشرکینِ مکہ کی زندگی میں تضاد قدم قدم پر نمایاں تھا۔ ایک طرف ربِّ کعبہ کے بھی قائل تھے اور کعبہ کے اندر بتوں کی محفل بھی سجا رکھی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کا نبی بھی مانتے تھے اور ان کے بتائے ہوئے دینِ حنیف کے منافی عمل بھی کرتے تھے۔ کچھ اسی طرح کی بات آخرت کی زندگی سے متعلق تھی۔ ایک طرف روزِ قیامت زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا کے منکر تھے۔ دوسری طرف مرنے کے بعد گناہوں کے بوجھ سے بھی خائف۔

ابن جریر اور طبری کی روایت ہے کہ ایک دن ولید بن مغیرہ کے دل میں کیا آئی کہ وہ ہادیٔ مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اسی دوران اس کے ایک مشرک دوست کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی کہ ولید بن مغیرہ مسلمان ہونے کا ارادہ کر رہا ہے۔ وہ دوڑا ہوا اس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "ولید! مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ تم اپنا آبائی دین چھوڑ کر محمدؐ کے نئے دین میں شامل ہو رہے ہو۔" ولید نے جواب دیا۔ "ہاں تجھے ٹھیک ہی معلوم ہوا ہے۔ میں دراصل عذاب

۔ اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا نطفہ سے جب ڈالا جائے۔
اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی غنی کرتا
ہے اور قناعت دیتا ہے۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارہ جو کہ سورج سے
۲۳ گنا زیادہ روشن۔ مگر زمین سے اس کا فاصلہ آٹھ سالِ نوری سے بھی
زیادہ ہے۔ جس کی بنا پر سورج سے چھوٹا اور کم روشن نظر آتا ہے۔ یہ ستارہ
بھی اہلِ عرب اور اہلِ مصر میں معبود کی حیثیت رکھتا تھا) کا پروردگار ہے۔
اور یہ کہ اسی نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا۔
(۵۳/۵۱-۴۵)

سے ڈرتا ہوں اسی بنا پر نئے دین میں داخل ہونے کا ارادہ کیا ہے۔'' اس کا دوست
کہنے لگا۔ "بس اتنی سی بات کے لئے اپنے آباد اجداد کا دین چھوڑتا ہے۔ اگر تو واقعی
عذاب سے ڈرتا ہے تو میں تیرے جملہ گناہ اپنے سر لینے کو تیار ہوں، تو مجھے تھوڑی رقم
دیدے۔'' ولید بن مغیرہ تو پہلے ہی مشرک سرداروں کے طعن و تشنیع کے خوف سے
لرز رہا تھا۔ اس کو اپنے دوست کی یہ پیش کش بہت پسند آئی۔ لہٰذا رقم کا تعین کر کے
گناہوں کے لین دین کا سودا ہو گیا۔ کچھ رقم فوری ادا کر دی گئی کچھ بعد میں ادا کرنے کا
وعدہ ہو گیا۔ غرض ولید بن مغیرہ اس طرح راہِ خدا سے پھر گیا۔ آیت نمبر ۳۳۔ اور
اس سے آگے کی آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے دفادار
بندوں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور ان کے صحیفوں کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے حبیب
احمدِ مختار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ بات واضح فرما دی کہ روزِ قیامت کوئی
کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ ہر ایک کے گناہ اسی کے سر ہوں
گے۔ جو گناہوں کا مرتکب ہو گا وہی جواب دہی کرے گا اور وہی مستحقِ سزا قرار
دیا جائے گا۔

آگے کی آیات میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے دانائے سبل ختم الرسل مولائے
کل صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اس امر کا بھی اظہار فرما دیا کہ اعمالِ صالحہ کا اجرِ عظیم ہے۔

۔ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو ہلاک کیا، کیونکہ وہ تھے ہی سخت ظالم اور سرکش لوگ۔ اور اوندھی گرنے والی بستیوں کو اٹھا پھینکا۔ پھر ان بستیوں کو گھیر لیا۔ جس چیز نے کہ گھیر لیا۔ سو تو (اے سننے والے!) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا۔ (۵۳/۵۵-۵۲)

جو انسان کو اس کی نیک اور پُرخلوص کوششوں کے عوض پورا پورا دیا جائے گا۔

چونکہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے بندوں پر انتہائی شفیق ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے ذرہ برابر نیک عمل کا بھی اجر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بندہ خلوصِ دل کے ساتھ کوئی عملِ صالح کسی دوسرے کے ایصالِ ثواب کے لئے بھی کرتا ہے تو وہ عملِ نیک بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ چونکہ وہ عملِ صالح ہبہ کرنے والے کی سعی کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس طرح اس کا اجر ہر دو کو ملتا ہے۔

مسلم، بخاری، مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں یہ روایت حضرت عائشہ رضؓ مرقوم ہے کہ ہادیٔ مرسل نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لئے کہتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اس کا اجر اُن کے لئے ہوگا؟"

آپؐ نے ارشاد فرمایا — "ہاں"

اسی طرح مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ میں حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

"یا رسولؐ اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟"

محسنِ انسانیت شافعِ روزِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "ہاں۔"

اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات بھی حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابنِ ماجہ

— یہ ڈر سنانے والے (نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پہلے ڈرانیوالوں (انبیائے کرام علیہم السلام) کی طرح ہیں۔ آنے والی گھڑی قریب آلگی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں۔

— اب کیا یہی وہ باتیں ہیں جن پر تم اظہارِ تعجب کرتے ہو۔؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو؟ — اور تم تکبّر کرتے ہو؟

— جھک جاؤ اللہ کے آگے اور عبادت کرو (اسی کی) (۵۳/۶۲-۵۶)

وغیرہ میں موجود ہیں۔ جن میں اللہ کے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور میت کے لئے نافع بتایا ہے۔ حضرتِ عائشہؓ کا فتویٰ لاتصوموا عن موتکم واطعموا عنہم۔ (اپنے مُردوں کی طرف سے روزہ نہ رکھو بلکہ کھانا کھلاؤ۔) احادیثِ نبئ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مطابق ہے۔

اللہ اکبر! شانِ ربوبیت اس رب العالمین کی کہ گناہوں کا بوجھ صرف اس کے سر جو اس کا مرتکب ہوا اور عملِ صالح کی جزا اس کی سعی کرنے والے کو بھی اور جس کے لئے سعی کی گئی اس کو بھی — یہ صدقہ ہے محسنِ انسانیتؐ کی اس محبت کا جو آپؐ کو اللہ کی مخلوق کے ساتھ تھی اور اس بے مثال اطاعتِ ربانی کا جس کا مظاہرہ آپؐ نے کیا۔ اور حق تو یہ ہے کہ آپؐ نے وہی کیا اور وہی کہا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

(بحوالہ: بخاری، مسلم، ترمذی، ابنِ جریر طبری، ابنِ کثیر، تفہیم القرآن، خزائن العرفان)

سُورۃ عَبَسَ (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا آیا (اے نبیؐ!) اور آپ کو کیا معلوم شاید وہ سنور ہی جاتا یا نصیحت قبول کر لیتا اور اس کو نصیحت کرنا فائدہ ہی پہنچاتا۔ (۸۰/۴-۱)

آپؐ کے نابینا صحابی عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم رضؓ مشرکین مکہ جہاں انفرادی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے وہاں اجتماعی طور پر بھی آپؐ کے خلاف منصوبے بناتے اور پھر دو دو چار چار کی ٹولیوں میں آ کر آپؐ سے بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ آپؐ کی کوشش ہوتی کہ انہیں راہِ مستقیم کی طرف بلائیں اور وہ اپنے منصوبے کے تحت کوشاں رہتے کہ آپؐ کی تکذیب کریں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے کہ ایک مرتبہ آئے تو حکومت، کثیر مال و دولت اور قریش کی حسین ترین دوشیزہ سے شادی کی پیش کش کر ڈالی کہ اسی طرح اپنے دام میں گرفتار کر لیں، دوسری بار امن و آشتی کے نام پر ایک پر فریب تجویز لے آئے کہ ایک سال آپؐ ہمارے دیوتاؤں کی پرستش کریں اور ایک سال ہم آپؐ کے خدا کی پوجا کریں۔ غالباً ایسا ہی کوئی موقعہ تھا کہ رُوسائے قریش آپؐ کی مجلس میں موجود تھے جن میں عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل، اور امیہ بن خلف جیسے بدترین مخالفین بھی تھے، مشرکین اپنا نقطۂ نظر اور اس کے حق میں دلائل پیش کر چکے تھے اور اب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے انہماک اور توجہ کے ساتھ انہیں دعوتِ حق سمجھا رہے تھے۔ آپؐ انہیں ایک ایک بات سمجھاتے تھے اور پھر دریافت فرماتے "کہو یہ بات درست ہے۔" اور وہ جواباً کہتے "ہاں یہ بات درست ہے"، اتنے میں عبداللہ ابن مکتوم آ گئے۔ آپؓ نابینا تھے۔ آپ نے دروازے ہی سے پکارنا شروع کر دیا۔ "یا رسول اللہ ارشدنی (یا رسول اللہ مجھے ہدایت عطا فرمائیے) یا رسول اللہ علمنی مما علمک اللہ (یا رسول اللہ وہ علم مجھے سکھائیے جو اللہ نے آپ کو

(اے نبیؐ!!) جو شخص (دین) سے بے پروائی کرتا ہے آپؐ اس کی توفکر میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو آپؐ پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو شخص آپؐ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ خوفِ خدا رکھتا ہے تو آپ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔

(اے نبیؐ!!) ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن تو بس ایک نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ وہ (قرآن) درج ہے معزز، بلند اور پاک صحیفوں میں جو مکرم اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔ (۸۰/۱۶-۵)

سکھایا ہے) عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ نابینا حضرات اپنی معذوری کے تحت بغیر سوچے سمجھے (اپنی بات) کی تکرار کئے جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ انہیں فوری جواب نہ مل جائے۔

ابنِ مکتوم بھی بغیر یہ خیال کئے ہوئے کہ ہادیِ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کس کام میں یا کن لوگوں کے ساتھ مصروفِ گفتگو ہیں بار بار اپنے مذکورہ جملے دہراتے رہے۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کے ایسے مرحلے میں تھے کہ آپؐ نے نہ صرف انہیں فوری جواب دینا پسند نہ کیا بلکہ ان کی یہ مداخلت بھی گراں باریِ خاطر ہوئی۔ تیوری مبارک پر بل پڑ گئے اور آپؐ نے ان کی طرف سے چہرۂ انور پھیر کر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ باری تعالیٰ کو آپؐ کا یہ اندازِ بے رخی پسند نہ آیا۔ ہادیِ مرسلؐ حاضرین سے سلسلۂ گفتگو ختم کر کے جب حجرۂ مبارک کے اندر تشریف لے جانے لگے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا سا آنے لگا اور پھر درج بالا آیات کا نزول ہوا جن کے ذریعہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے ایک نابینا بندے کے ساتھ آپؐ کے رویے کا ذکر فرمایا۔ گو حضور سرورِ کائناتؐ کا رویہ صحابہ تو درکنار دشمنوں کے ساتھ بھی انتہائی رواداری اور خوش اخلاقی کا مظہر تھا لیکن آج جوشِ تبلیغ اور گرمیِ گفتار میں سہو ہو گیا۔ آپ کا سہو دوسروں کے لئے قابلِ عمل مثال بن سکتا تھا لہٰذا اشارۂ ربانی ہوا۔ مفسرین اور آپؐ کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے آپؐ پوری توجہ سے عبداللہ ابنِ مکتومؓ کی بات سنتے۔ آتے جاتے ان کی خیریت دریافت کرتے، ضروریات معلوم فرماتے اور ہمیشہ کوشاں رہتے کہ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے کسی بھی شخص کی دل شکنی نہ ہو۔ (بحوالہ جلالین۔ ابنِ کثیر، ترمذی، ابنِ جریر، مدارج النبوۃ حصہ اول)

سُورۃ القدر (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور آپ کو خبر ہے کہ شب قدر کیا ہے؟۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اس رات فرشتے اور روح القدس

آپؐ کے صدقے میں اُمّت کو شب قدر عطا ہوئی

قربان جایئے حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کے کہ مشرکین کی جانب سے تو مسلسل کلامِ ربانی کی تکذیب ہو رہی تھی لیکن اس کی طرف سے انہیں مسلسل فہم و ادراک کام میں لانے کی تلقین کی جا رہی تھی۔ اگر آپؐ نبی آخر الزماں نہ بنائے گئے ہوتے اور باری تعالیٰ کو آپؐ پر تکمیلِ دین مقصود نہ ہوتی تو ان مشرکین قریش پر بھی ثمود و عاد کی طرح عذابِ خداوندی نازل ہو چکا ہوتا اور وہ بھی تاریخ کی ایک عبرت ناک کہانی بن کر رہ گئے ہوتے۔ یہ تو درحقیقت ان مشرکین مکہ کی خوش نصیبی تھی کہ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف لائے اور ان کے سامنے وہ نسخۂ کیمیا پیش کیا جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود مضمر تھی۔ لیکن ان عقل کے اندھوں نے اس کی تکذیب کی، اس کو نبی اکرمؐ کی من گھڑت بتایا۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایک بار پھر منکرینِ حق کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی کہ جس کلام کی تم تکذیب کر رہے ہو اس کی عظمت، بلندی اور حرمت کا تو یہ عالم ہے کہ ہم نے اس کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ پھر شب قدر کی فضیلت عام کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہوا کہ یہ ایسی رات ہے جس کی بزرگی اور عظمت ہزار مہینوں سے بھی برتر ہے چونکہ اسی مبارک رات کو تقدیروں کے فیصلے صادر کئے جاتے ہیں۔ فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے زمین کی طرف آتے ہیں۔ اسی شب میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور سلامتی کا دھارا دنیا کے چپے چپے کو سیراب کر دیتا ہے اور یہ سیلِ نور فجر طلوع ہونے تک اسی طرح رواں دواں رہتا ہے۔ شب قدر کا یہ اظہار ربانی جہاں منکرینِ حق کے لئے دعوتِ فکر تھا کہ وہ سوچیں

اپنے رب کے حکم سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ شب تو سلامتی ہی سلامتی ہے طلوعِ فجر ہونے تک۔ (۹۷/ ۵-۱)

اور غور کریں کہ ایسی قدر و منزلت والی شب کو نازل کیا جانے والا کلام کس عظمت اور سربلندی کا حامل ہے اور اس کی تکذیب کر کے وہ نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو رہے ہیں، وہیں مومنین کے لئے ایک مژدۂ جانفزا تھا کہ وہ حبیب یزدانی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں تحفۂ ربانی سے نوازے جا رہے ہیں۔ محسنِ انسانیت ہادیٔ مرسل صلعم کا ارشادِ گرامی ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔ جو شخص خلوص دل کے ساتھ اس رات میں قیام کرتا ہے تو باری تعالےٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس بندے کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا۔ "شب قدر حق تعالیٰ جل شانہٗ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے۔ پہلی امتوں کو نہیں۔"

شب قدر کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے بروایت حضرت ابنِ عباسؓ ایک حدیثِ قدسی بیان فرمائی کہ اس شب کو فرشتے حضرت جبرئیل کے کہنے سے ہر سو پھیل جاتے ہیں۔ اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے وہاں مصافحہ کرنے کے لئے نہ جاتے ہوں۔

اور یہ سب کچھ صدقہ ہے ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا۔

(بحوالہ درمنثور، مشکوٰۃ عن البخاری، ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم، ابنِ کثیر۔)

سُورۃ الشمس (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے سورج اور اس کی دھوپ کی، قسم ہے چاند کی جب وہ اس (سورج) کے پیچھے آئے، اور قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو خوب روشن کردے۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپالے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اس (آسمان) کو قائم کیا۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا۔ اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے درست بنایا پھر اس (نفس) کی بدی اور پرہیزگاری اس پر الہام کردی۔ یقیناً فلاح پاگیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو معصیت میں چھپایا۔ (۹۱/ ۱۰-۱)

فلاحِ انسانیت کے لئے آپؐ نے تزکیۂ نفس کیا

ہوسِ زر، حبِ جاہ، خواہشاتِ نفسانی اور انانیت نے مشرکین ومنکرینِ حق کے گرد ایک ایسی دیوار کھڑی کردی تھی کہ نہ وہ اس کے پار دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی اسے ہٹا سکتے تھے۔ یہ ہوسِ زر ہی تھی کہ ایک طرف یتامیٰ کے اموال غصب کرنا اور دوسروں کے حقوق دبا لینا روزمرہ کا معمول بن گیا تھا تو دوسری طرف ہوسِ زر ہی نے ان کے خود ساختہ دیوی دیوتاؤں کا رعب ان پر اس درجہ مسلط کر رکھا تھا کہ وہ اپنے نقصان کو ان کی ناراضگی کا سبب سمجھتے تھے۔ اسی طرح ان کی خواہشاتِ نفسانی بے لگام تھیں کہ باپ کے مرنے پر سوتیلی مائیں بطور ترکہ بیٹوں میں تقسیم ہوتیں اور وہ انہیں زرخرید لونڈی سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ انانیت کا یہ عالم کہ مفلس بے سہارا، غریب الوطن اور مفلوک الحال لوگ تو جیسے دائرۂ انسانیت ہی سے خارج تھے۔ نہ ان کی کوئی آواز تھی اور نہ معاشرہ میں ان کے حقوق۔ انا کے نشہ میں کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے۔ جہاں کہیں دو بیٹھتے تیسرے کی عیب جوئی اور چغلخوری کرکے لطف

قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر تکذیب کی، جبکہ اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ان لوگوں سے اللہ کے رسولؑ نے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا۔ پر انہوں نے پیغمبر ہی کو جھٹلایا اور ان کی اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو ان کے پروردگار نے ان پر اُن کے گناہ کے سبب ہلاکت نازل کی۔ پھر اسے عام کر دیا۔ اور اسے (اپنے اس فعل کے) کسی برے نتیجے کا خوف نہیں ہے۔ (۹۱/۱۵-۱۱)

اٹھاتے۔ المختصر اخلاقی اور معاشرتی طور پر انتہائی پستیوں میں گرے ہوئے تھے اور معاشرۂ انسانی پر ایک بدنما داغ تھے۔ یہی باتیں انہیں دینِ حنیف قبول کرنے میں مانع ہو رہی تھیں، اور یہی باتیں ایک مسلمان کو صحیح مومن ہونے میں بھی رکاوٹ بن سکتی تھیں۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے درج بالا آیات کے ذریعہ انسان کو دعوتِ فکر دی کہ وہ اپنے وجود اور اس میں مضمر قوت یعنی نفس پر غور کرے کہ یہی وہ قوت ہے کہ اگر اسکا تزکیہ نہ کیا جائے تو یہ انسان کو معصیت کی ترغیب دیتی ہے اور پیغامِ ربانی کیلئے آڑ بن جاتی ہے اور جب انسان اس کا تزکیہ کرتا ہے تو یہی قوت اسے راہِ مستقیم کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی فلاح کا سبب ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے قومِ ثمود کی سرکشی کا بھی تذکرہ فرمایا جو اپنے نفس کی مکاریوں سے مغلوب تھے اور آخرکار عذابِ خداوندی کے مستحق بنے۔ ہادیٔ مرسل نبی اکرمؐ اللہ تعالیٰ کے حبیب تھے۔ آپکے نور کو حق تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا تھا لیکن آپ بھی تزکیۂ نفس کی منزلوں سے گزرے۔ غارِ حرا کی تنہائیوں میں عبادتِ الٰہی، غربا اور مساکین کی امداد، ضعیف اور نادار لوگوں کی اعانت، مخلوقِ خدا سے بے پایاں شفقت، راتوں کو بارگاہِ ایزدی میں طویل قیام و سجود، دشمنوں کی ایذا رسانیوں پر اُن کی فلاح کے لئے دعائیں، کثیر دولت، حکومت، اور چیدہ حسین دوشیزاؤں کے ساتھ شادی کی پیش کشوں کو ٹھکرا دینا۔ یہ تمام باتیں تزکیۂ نفس ہی کی جانب نشان دہی کر رہی تھیں۔ فلاحِ انسانیت ہی آپؐ کا مقصود تھی فلاح ہی کی طرف آپؐ کے قدم اٹھ رہے تھے اور فلاح ہی کی جانب آپ لوگوں کو دعوتِ حق دے رہے تھے ـــــ اور آپؐ کے دشمن ، اپنے نفس کی معصیتوں میں آلودہ ، بدنصیب و نامراد تھے کہ نہ پیغامِ حق کو سمجھ سکتے تھے اور نہ آپ کے مقام کو ـــــ ،،

سُورۃُ البُرُوج (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور شاہد و مشہود کی کہ غارت ہوئے اصحاب الاخدود (گڑھے والے) ایندھن کی آگ والے جس وقت وہ لوگ اس (آگ بھرے گڑھے) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنے اس کرتوت کو دیکھ رہے تھے جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

(۸۵/۷-۱)

آپؐ کے مخالفین کو حق تعالیٰ کی تنبیہ

منکرینِ حق و مشرکین کی جانب سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت، کلامِ ربانی کی تکذیب اور آپؐ کے رفقاء پر ظلم و ستم کا سلسلہ روز افزوں تھا۔ بالخصوص وہ مسلمان جو مفلوک الحال، مفلس، اور بے سہارا تھے یا کسی ظالم سردار کی غلامی میں تھے، ان پر تو جبر و تشدد کی حد ہی نہ تھی۔ آفرین ہے ان کی ہمت اور پختگیِ ایمان پر کہ وہ اس سیلابِ بلا کے سامنے چٹان کی طرح جمے ہوئے تھے محسن انسانیت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تو امن و سلامتی، ایثار و محبت اور حق بینی و حق پرستی تھا۔ مشرکین کی نفرت و جارحیت کا جواب انہی کی زبان میں دینا آپؐ کے مسلک ہی میں نہ تھا جبر اور دفاع شروع ہی سے آپ کا شعار تھا اور یہی طریقہ مستقبل میں بھی رہا۔ لہٰذا مشرکینِ قریش کے سفاکانہ رویہ پر آپؐ صحابہ کرام کو صبر کی تلقین فرماتے اور خود بھی صبر کا دامن تھامے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز رہتے۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ جن میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اصحاب الاخدود، فرعون اور ثمود کے واقعات کا اظہار فرمایا۔

چونکہ اہلِ عرب ان واقعات سے اچھی طرح واقف تھے۔ منشائے ایزدی بھی یہی تھا کہ مشرکین اور منکرینِ حق کو احساس دلایا جائے کہ وہ اپنی جس قوت و کثرت اور غرور و نخوت کے سہارے اصحابِ مصطفٰےؐ پر ظلم و تشدد کر رہے ہیں۔ وہ جل جلالہٗ کی قوت اور عظمت کے سامنے بے معنی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ظلم و تشدد سے باز آجائیں ورنہ وہ

اور ان اہلِ ایمان سے ان کی دشمنی اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے نہ تھی کہ وہ ایمان لے آئے تھے اس اللہ پر جو زبردست ہے سزاوار حمد ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

بے شک جن لوگوں نے مومنین اور مومنات کو ستایا۔ اور پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان ہی کے لئے جلائے جلانے کی سزا ہے۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے، ان کے لئے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی — اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۸۵/۱۱-۸)

بھی اصحاب الاخدود، فرعون اور ثمود کی طرح مستحق عذاب خداوندی ہو جائیں گے۔

اصحاب الاخدود سے مراد وہ صاحبِ اقتدار لوگ تھے جنہوں نے اپنی قوت و عظمت کے زعم میں مسلمانوں ہی کی طرح ایمان لانے والوں کو دہکتی ہوئی آگ سے لبریز بڑے بڑے گڑھوں میں پھنکوایا تھا اور ان کے جلنے کے منظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے ان گڑھوں کے کنارے جمع ہو گئے تھے۔ ایسے متعدد واقعات قدیم روایات میں ملتے ہیں۔ ایک واقعہ حضرت صہیب رومی رضؓ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک مشرک بادشاہ کے پاس ایک ساحر تھا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک لڑکا اس کی سپردگی میں دیا جائے تاکہ وہ اپنا سحر اس کو سکھا دے۔ بادشاہ نے ایک ہونہار نوعمر لڑکا اس کے حوالے کر دیا۔ سوئے اتفاق وہی لڑکا ایک راہب کے پاس آنے جانے لگا جو کہ موحد اور حضرت عیسیٰؑ کا پیرو تھا۔ حتیٰ کہ وہ لڑکا مشرکانہ مذہب سے تائب ہو کر موحد ہو گیا اور بجائے سحر سیکھنے کے عبادت الٰہی کی طرف مائل ہو گیا۔ اس کی پر خلوص عبادت و ریاضت نے بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت پایا۔ اور اس سے کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ اس کی دعاؤں سے اندھے بینا ہو گئے اور کوڑھی صحت یاب ہوئے۔

(اے نبیؐ!) بے شک آپ کے پروردگار کی دار و گیر بڑی سخت ہے۔
وہ وہی تو ہے جو (اول بار) پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔
اور وہی بڑا بخشنے والا ہے۔ بڑا محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک ہے۔ عظمت
والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ (۸۵/ ۱۶-۱۲)

لوگوں نے جب یہ کرامات اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو مشرکانہ مذہب سے
تائب ہو کر اس لڑکے کی طرح موحد بن گئے۔

بادشاہ کو جو یہ واقعات معلوم ہوئے تو اس نے فوری طور پر راہب کو قتل
کرا دیا۔ بادشاہ کے کارندوں نے لڑکے کو بھی قتل کرنا چاہا لیکن اس پر ان کا کوئی بھی حربہ
کارگر نہ ہوا۔ آخر کار لڑکا ایک دن بادشاہ کے دربار میں خود ہی حاضر ہو گیا۔ اور
کہا۔ "اگر تم لوگ میرے قتل کرنے پر ہی آمادہ ہو تو برسر عام بِاسْمِ رَبِّ الْغُلَامِ
(لڑکے کے رب کے نام پر) کہہ کر مجھ پر تیر چلاؤ"، بادشاہ لڑکے کی اس بات پر راضی
ہو گیا۔ لہٰذا مجمع عام میں اسی طریقے سے لڑکے پر تیر چلائے گئے اور وہ مر گیا۔
مجمع عام نے جو یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو سب نے بادشاہ کے مشرکانہ مذہب
سے بغاوت کرتے ہوئے موحد ہونے کا اعلان کر دیا۔

بادشاہ کے لیے یہ بات قطعی ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ غصہ میں پاگل ہو گیا
فوری طور پر حکم دیا کہ بڑے بڑے گڑھے کھودے جائیں، ان میں آگ دہکائی جائے
اور جو ہمارے مذہب کی طرف واپس نہ آئے اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

ان میں سے کسی شخص نے بھی ایمان سے پھر جانا قبول نہ کیا۔ لہٰذا بادشاہ
نے سب کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھنکوا دیا اور خود اپنے درباریوں
کے ساتھ کھڑا ان کے جلنے کا منظر دیکھتا رہا۔

کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر عذابِ خداوندی ان
کی ذلت آمیز ہلاکت و تباہی بن کر نازل ہوا۔ اور پھر نہ اس کی طاقت اس کو بچا سکی

(اے نبیؐ!) کیا آپ کو ان لشکریوں کا قصہ بھی پہنچا ہے، وہی فرعون و ثمود کا۔ اصل (بات) یہ ہے کہ کافر تکذیب میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ انہیں ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے (ان کی تکذیب سے اس کلامِ حق کا کچھ نہیں بگڑتا) بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے، اس لوح میں (نقش) ہے جو محفوظ ہے۔

(۸۵/۲۲-۱۷)

اور نہ اس کا غرور کام آیا۔

اسی طرح نجران کے عیسائیوں کا بھی واقعہ ہے جبکہ ذونواس نامی یہودی بادشاہ نے نجران کے عیسائیوں سے کہا تھا کہ وہ اپنا مذہب ترک کردیں اور اس کے مذہب کو قبول کرلیں۔ اور جب انہوں نے اپنے ایمان سے منحرف ہونے سے انکار کیا تو اس ظالم بادشاہ نے بھی بڑے بڑے گڑھے کھدوائے ان میں آگ جلوائی اور نجران کے عیسائیوں کو اس میں ڈلوادیا اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ گڑھوں کے کنارے کھڑا ان کے جلنے کا منظر دیکھتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح جلائے جانے والوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔

درج بالا قصے حقائق کا اظہار تھے ـــــ چھٹی صدی کی متعدد عیسائی تحریروں اور اس کے قریبی عہد کے حبشی مخطوطات سے جو کہ بعد کے زمانے میں دستیاب ہوئے اور جو لندن کے برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں، ان واقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے درج بالا واقعات کے ذریعے جہاں مشرکین اور منکرینِ حق کو متنبہ فرمایا وہاں اہلِ ایمان کی ہمت افزائی بھی مقصود تھی کہ وہ ہمت اور صبر سے کام لیں کہ دوسرے اہلِ ایمان بھی ایسی سخت منزلوں سے گذر چکے ہیں۔

(بحوالہ مسند احمد، ابن کثیر، تفہیم القرآن)

سُوْرَۃُ التِّیْنِ (پ ۳۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور طور سینا اور اس امن والے شہر کی کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم (اس کی بداعمالیوں کے سبب) اسے پستیوں سے بھی پست کر دیتے ہیں۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے تو ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر بھی ہے۔

آپؐ کا نظریہ انسانیت حضور سرورِ کائنات محسنِ انسانیت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس پیغامِ حق کو پیش فرما رہے تھے وہ جملہ انسانیت کے لئے تھا۔ اس میں نہ حسب ونسب کی تخصیص تھی اور نہ رنگ ونسل کا امتیاز۔ یہ تو انسانی عظمت وسربلندی کا نقیب اور حرمتِ آدم کا علمبردار تھا۔ اور اس فرسودہ وکہنہ سال معاشرہ کے خلاف ایک علمِ بغاوت جس کی رجعت پسند اقدار کے تلے انسانیت سسک رہی تھی۔ جس کے ذی اثر افراد ظالم تھے، جابر تھے، غاصب تھے، ہوسِ دولت اور خواہشاتِ نفسانی نے انہیں اندھا بنا رکھا تھا۔ ان کے قلوب سیاہ اور زنگ آلود تھے۔ وہ اپنے جیسے انسان کو اللہ کا نبی اور رسول تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن اپنے ہی ہاتھوں بنائے ہوئے بیجان بتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے تھے۔ یہ انسانیت کی توہین تھی، تذلیل تھی، لیکن ان کی عقلوں سے بعید۔ آپؐ نے انہیں دعوتِ توحید پیش کی تو انہوں نے کفر کیا۔ آپؐ نے روزِ قیامت جزاء وسزا کا ذکر کیا تو آپؐ کو جھٹلایا گیا۔ یہ ظالم تو اس درجہ پست ہو گئے تھے کہ انہیں انسانی عظمت وسربلندی کا احساس ہی نہ تھا۔ یہ تو اسی اخلاق ومعاشرتی پستی کو اپنی معراج سمجھے ہوئے تھے۔ کچھ اسی طرح کے حالات تھے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ اور آپؐ کے صدقہ میں وہ رمزِ الٰہی منکشف کیا گیا جس میں انسانی عظمت وسربلندی کا راز مضمر ہے۔ اور واضح طور پر بتا دیا گیا کہ انسان تو بنیادی طور پر اعلیٰ اقدار کا حامل ہے، چونکہ اس کو بہترین ساخت، احسن تقویم پر پیدا

پس (اے نبیؐ) اس کے بعد کون جزا و سزا کے معاملے میں آپ کو جھٹلا سکتا ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟۔ (۹۵/۸-۱)

کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس کو نبوت جیسے اعلیٰ ترین منصب کا مستحق قرار دیا گیا اور زمین پر اس کو اللہ کا نائب اور خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن جب یہی انسان اعمالِ بد کا مرتکب ہوتا ہے تو پستیوں میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔ یا بالفاظ دگر یہ انسان کے اعمال ہوتے ہیں جو اسے پستی اور بلندی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان انسانیت سوز نظریات کی نفی کر دی گئی جو کہ مشرکین یا دیگر اقوام عالم میں پائے جاتے تھے۔ مثلاً ہندوستان کے مشرکین کا عقیدہ تناسخ کہ انسان مرتا نہیں بلکہ وہ اپنے اعمال کے اعتبار سے دوسرا جنم لیتا ہے۔ یعنی ایک بدکردار شخص مرنے کے بعد بدی کی شکل میں دوسرے جسم میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کا عقیدہ کہ انسان بنیادی طور پر گناہگار مخلوق ہے خود بخود رد ہو جاتا ہے۔ انسانی عظمت و سربلندی کے اس نظریۂ ربانی کے منکشف فرمانے کے بعد حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو یہ بھی ہدایت فرما دی کہ آپؐ ان مشرکین کے جھٹلانے کی چنداں فکر نہ کریں ان کے اعمال کی جزا سزا کا فیصلہ تو بارگاہِ خداوندی سے ہونا ہے۔ چونکہ وہی احکم الحاکمین ہے۔

کاش مشرکین آپؐ کے پیش کردہ اس نظریۂ انسانیت کو سمجھتے جو آج بھی انسان کے لئے دعوتِ فکر ہے۔ جس میں اس کی فلاح، اس کی بہبود اور اس کی عظمت کا راز مضمر ہے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، تفہیم القرآن، تفسیر ماجدی)

سورۃ القریش (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس لئے کہ قریش مانوس ہوئے، جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس۔ لہٰذا ان کو چاہیئے کہ (بطور تشکر) اس گھر کے رب کی عبادت

آپؐ نے قریش کو احسانات ربانی یاد دلائے۔

جب انسان راہ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے تو اس کی زندگی میں تضاد آجاتا ہے جس قدر راہِ مستقیم سے دوری ہوتی جاتی ہے اسی قدر تضاد بھی گہرا اور شدید ہوتا جاتا ہے۔ یہی کیفیت ان مشرکین قریش کی تھی جو ہمہ وقت ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور کلامِ ربانی کی تکذیب میں مصروف رہتے تھے۔ ان لوگوں نے ایک طرف تو خانۂ کعبہ میں ۳۶۰ بت سجا رکھے تھے۔ جن کی صبح و شام پرستش ہوتی تھی اور جن کی رضا کو فراوانیٔ دولت اور ناراضگی کو تنگیٔ رزق اور محرومیٔ نعمت کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا۔ دوسری طرف یہی مشرکین قریش کعبہ کی حرمت اور اس کے رب کو تسلیم کرتے تھے چونکہ اسی اللہ کے گھر سے ان کی عزت و حرمت قائم تھی۔ ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پچاس یوم قبل جب ابرہہ اپنی فوج کثیر اور جنگی ہاتھی لے کر کعبہ کو ڈھانے آیا تھا تو قبیلۂ قریش کے سردار اور آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے دیگر قریش کے ساتھ کعبہ کی چوکھٹ سے لگ کر کہا تھا۔ "اے اللہ! ہر ایک اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔" اس وقت کسی نے بھی کعبہ کے اندر رکھے ہوئے بتوں کو نہیں پکارا تھا۔

دراصل قبیلۂ قریش کے لوگوں کا یہ احترام کعبہ ان کی صدیوں پرانی تاریخ کا حصہ تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ قریش بھی دیگر قبائل عرب کی طرح منتشر تھے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے تھے۔ وہی صحرائی زندگی، افلاس، کھانے

کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا۔

پیمنے کی تنگی اور پریشان حالی۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر کرم، حضور نبی اقدسؐ کے جدِ اعلیٰ قصیؒ بن کلاب پر جب ہوئی تو انہوں نے جملہ قریش کو مکہ میں لاکر جمع کر دیا۔ ان دنوں عرب کی سرداری قبیلہ حمیر والوں کے پاس تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ عزت بھی بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ، قریش کو مل گئی۔ کعبہ کے متولی ہوئے تو اہلِ عرب میں ان کا تقدس بھی قائم ہو گیا۔ قصیؒ اور ان کے بیٹوں عبدِ مناف اور عبدالدار نے زیارتِ کعبہ کو آنے والوں کی بڑی خدمات انجام دیں جس سے ان کی امارت اور شرافت کو اور زیادہ چلا ملی۔ عبدِ مناف کے بیٹے ہاشم نے جب قریش کو بین الاقوامی تجارت سے روشناس کرایا تو اس میں بھی اللہ نے ان کی اعانت کی اور حرمتِ کعبہ ان کی کامیابی کی ضامن ہو گئی۔ ان دنوں شام و مصر میں بڑی بڑی تجارتی منڈیاں تھیں۔ لیکن ان مقامات کو ملانے والی شاہراہ ایران کی ساسانی حکومت اور رومی سلطنت کے درمیان بنائے تنازعہ تھی۔ لہٰذا اس شاہراہ پر تجارتی سفر کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہ تھا۔ لیکن قریش کو تولیتِ کعبہ کی بنا پر اس شاہراہ پر آباد قبائل کا تحفظ مل گیا۔ لہٰذا موسمِ گرما میں قریش ان منڈیوں سے خوب تجارت کرتے اور جب موسمِ سرما میں یہ راستہ بند ہو جاتا تو یہ لوگ جنوب میں یمن کی منڈیوں میں چلے جاتے۔ یہاں کے لوگ بھی تولیت کعبہ ہی کی بنا پر قریش کا احترام کرتے انہیں سہولت پہنچاتے۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے قریش پورے جزیرۃ العرب میں انتہائی دولت مند اور خوشحال ہو گئے۔ لیکن یہی خوشحالی اور دولت کی فراوانی ان کی گمراہی کا سبب بنی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے ان میں ہوسِ زر اور جملہ معاشرتی بیماریاں پیدا ہو گئی تھیں جن کی اصلاح کے لئے حضور سرورِ کائنات ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان کو راہِ مستقیم کی طرف بلا رہے تھے۔ لیکن ان کے نفس کی پروردہ لعنتوں نے تو ان کو اندھا کر رکھا تھا۔ یہ تو تاریکی میں ڈوبے ہوئے بھی اپنے کو روشنی میں سمجھتے تھے۔ شرک آلود رسوم میں غرق تھے اور حرمتِ کعبہ کا بھی دم بھرتے تھے۔

اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔ (۱۰۶/ ۴-۱)

ان ہی مذکورہ بالا باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے منکرین قریش کی توجہ اس حقیقت کی طرف دلائی کہ جب تم خود ہی اس گھر (کعبہ) کو اللہ کا گھر کہتے ہو تو پھر اس کے بجائے ان خود ساختہ بتوں کی عبادت کیا معنی رکھتی ہے۔
اسی بات کی وضاحت فرماتے ہوئے نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقعہ پر ان مشرکین سے کہا تھا "اے گروہِ قریش! اللہ تعالیٰ نے گھر بیٹھے تم لوگوں کو راحت اور آرام دیا، گھر بیٹھے کھلایا پلایا۔ جبکہ ہر سو بدامنی کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ تم آرام کی نیند سوتے ہو۔ پھر وہ کونسی مصیبت ہے جو تم توحید سے جی چراتے ہو۔ اس کی عبادت نہیں کرتے اور اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہو۔" لیکن افسوس ان تمام باتوں کے باوجود قریش کی ہٹ دھرمی جاری تھی۔

(بحوالہ ابن کثیر، جلالین، بیہقی، تفہیم القرآن)

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ (پ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دل ہلا دینے والا عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے۔ جس دن لوگ ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی ہوئی اون۔ پھر جس کے پلے بھاری ہوں گے وہ ہوگا دل پسند عیش میں اور جس کے پلے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار ہوگی گہری گھاٹی۔ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ وہ آگ ہے شعلے مارتی۔ (۱/۱۰۱/۱۱-۱)

آپؐ نے روزِ قیامت کی بشارت دی

مشرکینِ قریش اور منکرینِ حق نہ صرف روزِ قیامت کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے منکر تھے بلکہ ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے وقتاً فوقتاً قیامت سے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے جن کے پس پردہ معلوم کرنے کی خواہش تو کم ہوتی تھی مگر آپکو لاجواب بنا کر تمسخر کرنا اصل مقصود ہوتا تھا۔ چونکہ پیغامِ توحید کو سمجھنے اور اس کی دل سے تصدیق کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ روزِ حساب پر کامل یقین رکھتا ہو۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ متعدد جگہوں پر روزِ قیامت دوبارہ زندہ کئے جانے اور جزا و سزا کا ذکر فرمایا تاکہ لوگ سمجھیں اور ہدایت قبول کریں۔ لہٰذا ان ہی احکام ربانی کی روشنی میں آپؐ لوگوں کو روزِ قیامت کی بشارت دیتے ہوئے انہیں اعمالِ بد سے باز رہنے کی تلقین فرماتے تھے اور آپ انہیں متنبہ کرتے تھے کہ روزِ حساب انکے ایک ایک عملِ بد کی پرسش کی جائے گی۔ لیکن یہ عالم تو قیامت ہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ کبھی آپؐ سے سوال کرتے کہ قیامت کب آئیگی اور کبھی کہتے کہ قیامت کی آگ کس طرح کی ہوگی۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہادیٔ مرسلؐ پر درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ اور بتا دیا گیا کہ قیامت ایک ایسا عظیم حادثہ ہوگی کہ جس سے لوگوں کے دل دہل جائیں گے۔ نفسا نفسی کا یہ عالم ہوگا کہ لوگ اسطرح منتشر و پریشان ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے ہوتے ہیں۔ اور پہاڑوں کی ایسی کیفیت ہوگی جیسے دھنکی ہوئی اون ہوتی ہے۔ پھر جزا و سزا کا معاملہ طے ہوگا۔۔۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین، تفہیم القرآن، خزائن العرفان)

سورۃ القیامۃ (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ا ور قسم اس نفس کی جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے کہ انسان کیا یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں۔ ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پور پور تک کو درست کر دیں۔ اصل (بات) یہ ہے کہ انسان تو یہی چاہتا ہے کہ آئندہ بھی فسق و فجور کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔؟ ــ جس روز آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور چاند اور سورج ایک حالت کے کر دیئے جائینگے۔ اس روز انسان کہے گا اب کدھر بھاگوں؟" (۷۵/۱۰-۱)

قیامت کا ذکر اور مقام مصطفےٰ منکرینِ حق کو روزِ قیامت پر شدید اعتراض یہ تھا کہ یہ قطعی ناممکن اور خلافِ عقل بات ہے۔ اس بات کا اسی لئے اور زیادہ تمسخر کرتے کہ جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ درحقیقت نظریۂ توحید میں قیامت کا واقع ہونا ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ بلکہ ہر دو کا تعلق لازم و ملزوم کا ہے۔ جب انسان اللہ کی وحدانیت کو دل سے سمجھ لیتا ہے تو اس کی قدرتِ کاملہ پر بھی اسے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان درست ہو جاتا ہے تو اس کی قدرت سے یومِ آخر دوبارہ زندہ ہونا محال یا مشکل معلوم نہیں ہوتا۔ اور جب بندہ روزِ قیامت کی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے تو وہ ان تمام برائیوں سے خود بخود بچ جاتا ہے جن کی طرف اس کا نفسِ امارہ ترغیب دیتا رہتا ہے۔ پھر وہی نفسِ امارہ اس انسان کا نفسِ لوامہ بن جاتا ہے کہ ہر بری بات پر نادم ہوتا ہے اور انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے۔

منکرینِ قریش کی طرف سے روزِ قیامت کی مسلسل تکذیب اور اس کا تمسخر کرنا نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعِ مبارک پر گراں گزرتا تھا۔ آپؐ انہیں محبت و شفقت سے

(اے حبیب!) آپ وحی یاد کرنے کی جلدی میں اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیئے۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت آپ اس کی قرارت کو غور سے سنتے رہیں۔ پھر اس کا مطلب بھی سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ (۷۵/۱۶-۱۹) — کیا انسان اس خیال میں ہے کہ اُسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا یہ شخص (محض) ایک قطرۂ غلیظہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا۔ پھر اللہ نے اسے انسان بنایا۔ پھر اسکی دو قسمیں کر دیں۔ مرد اور عورت۔ تو کیا ایسی ذات اس پر قدرت نہیں رکھتی کہ مُردوں کو زندہ کر دے (۷۵/۳۶-۴۰)

سمجھاتے تھے کہ وہ اعمالِ بد سے گریز کریں۔ اعمالِ صالحہ سے اپنی دنیوی اور اخروی زندگی کو سنواریں۔ لیکن وہ عقلوں کے اندھے نہ اپنی فلاح کی بات سمجھتے تھے اور نہ عافیت کی۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے درج بالا آیات کا نزول فرمایا اور بتا دیا کہ درحقیقت انسان نہیں چاہتا کہ وہ فسق و فجور، لہو و لعب کی زندگی ترک کرے اور اپنے نفس کو مغلوب کر کے شر سے خیر کی جانب مائل ہو جائے، اسی بنا پر وہ روزِ قیامت کا منکر ہے۔

درج بالا آیات کا سلسلۂ وحی جاری تھا اور ہادی مرسل صلعم نزول وحی کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ غور سے سننے کے بجائے جلدی جلدی دہراتے جا رہے تھے کہ مبادا بھول نہ جائیں۔ باری تعالیٰ نے جو آپ صلعم کی یہ کیفیت دیکھی تو دوران وحی موضوعِ قیامت روک کر آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں آپ صلعم کو تسلی و تشفی فرمائی۔ کہ آپ صلعم نزول وحی کے وقت قرآن اطمینان سے سنیں۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا تو ہمارا ذمہ ہے۔ آپ صلعم مطمئن رہیں کہ بھولیں گے نہیں۔ اللہ اللہ قربان جایئے اس بصیر و خبیر کے اور یہ ارفع و اعلیٰ مقامِ مصطفےٰ صلعم کہ حضرت جبریل علیہ السلام پیغامِ ربانی پہنچا رہے ہیں اور اس وقت بھی اللہ کی نظر اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کہ خفیف جنبشِ لب بھی نظر سے اوجھل نہیں۔

بعدہٗ آیت ۱۹ سے آگے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی مزید نشانیاں بیان کرتے ہوئے انسان کو دعوتِ فکر دی کہ وہ اپنی اصلیت پر غور کرے کہ وہ کیا تھا۔ اور اب کیا ہے۔ جب اس حقیقت کو پا جائے گا تو اس کے لیئے روزِ قیامت مُردوں کو زندہ کرنا تعجب کی بات نہ رہے گی۔ (بحوالہ مسند احمد - بخاری - مسلم - ترمذی - نسائی - ابن جریر طبرانی - بیہقی - ابن داؤد بروایت حضرت عبداللہ ابن عباس - مجاہد - شعبی - ابن کثیر - تفہیم القرآن)

سُورۃ الھُمَزَۃ (پ ۳۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تباہی ہے پس پشت عیب جوئی کرنے والے کے لئے اور طعنہ دینے والے کے لئے، جو مال جمع کرتا رہتا ہو اور غایتِ حبّ فرح سے بار بار گنتا ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ واللہ وہ شخص حطمہ میں ڈالا جائے گا۔

حطمہ آپؐ کے مخالفین کا مقدر ہے

حضور سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرہ کی اصلاح کے لئے ابتدا ہی سے فکر مند اور سرگرداں تھے وہ درحقیقت انسانیت کے چہرہ پر رستا ہوا ایک ناسور تھا۔ تکبر، غرور، یتامیٰ کی حق تلفی، مفلوک الحال اور مفلس انسانوں کی تذلیل تو مشرکینِ مکہ کی ظاہری خرابیاں تھیں۔ لیکن ان کے علاوہ غیبت، حسد، نفاق، طعنہ زنی اور پس پشت ہر ایک کی عیب جوئی کرنا یہ ایسی باطنی بیماریاں تھیں کہ جو رہی سہی انسانیت کو گھن کی طرح کھائے جا رہی تھیں۔ ابوجہل، اخنس بن شریق، امیہ بن خلف ولید بن مغیرہ اور ان کے ہم جلیس سردارانِ قریش ایک طرف تو اپنی دولت کے نشہ میں مدہوش مذکورہ بیماریوں میں بری طرح مبتلا تھے اور دوسری طرف قبیلہ قریش کے رہبر و ہادی بھی بنے ہوئے تھے۔ ابوجہل تو برملا اپنے آپ کو ہدایت یافتہ کہا کرتا تھا۔ اس کے برخلاف ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں درسِ توحید دیتے ہوئے ان کی اخلاقی اور معاشرتی خامیوں کی طرف بھی ان کی توجہ دلاتے تھے آپؐ ان کو سمجھاتے کہ انسانی عظمت کا راز دولت کی فراوانی میں نہیں بلکہ اخلاقی اعلیٰ اقدار کو اپنانے میں ہے۔ ان ہی کے ذریعہ انسان عظمت و سربلندی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اور یہی وہ اوصاف حمیدہ تھے جو بدرجہ اتم آپؐ کی ذاتِ اقدس میں اور آپؐ کے رفقا میں موجود تھے۔ لیکن مشرکین کا نظریۂ حیات خالصتاً مادی

(اے نبیؐ!) اور آپ سمجھے کہ حطمہ ہے کیا؟ وہ اللہ کی آگ ہے، اللہ کے حکم سے سلگائی ہوئی جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی۔ بڑے بڑے اونچے ستونوں میں۔ (۱۰۴/۹-۱)

تھا اور اس کا ماحصل فراوانیٔ دولت۔ وہ ازراہِ تمسخر مسلمانوں سے کہا کرتے تھے "تمہارے ایک خدا سے تو ہمارے بہت سے بت ہی اچھے ہیں۔ جنہوں نے ہم کو اتنی دولت دے رکھی ہے۔ تمہارے ایک خدا نے کیا دیا ہے۔ تم لوگ تو مفلس اور قلاش ہو۔"

ایسے ہی حالات تھے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے درج بالا آیات اپنے حبیبؐ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل فرمائیں۔ اور واضح طور پر بتایا گیا کہ مذکورہ معاشرتی بیماریوں میں مبتلا اور دولت جمع کرنے میں مصروف لوگ اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ ان کا یہ مال سدا ان کے پاس نہ رہے گا۔ اور ان کی بداعمالیاں انہیں حطمہ کی نذر کر کے رہیں گی۔ جو ایسی آگ ہے جو ان کے دلوں تک کو بھسم کر ڈالے گی۔ لہٰذا اپنی عقل و فہم کو کام میں لائیں اور اللہ کے حبیبؐ کی مخالفت کرنے کے بجائے انؐ کے پیغام پر ایمان لے آئیں اور عمل کریں۔ ورنہ حطمہ تو ان کا مقدر ہو چکی ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر، تفہیم القرآن، خزائن العرفان)

سورۃ المرسلٰت (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے ان نرم و خوشگوار ہواؤں کی جو (انسان کے نفع اور فرحت کے لئے) بھیجی جاتی ہیں۔ پھر (قسم ہے) تند و تیز ہواؤں کی (جو انتشار کا سبب بنتی ہیں) اور قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو (بادلوں کو ہر طرف) پھیلا دیتی ہیں ـ پھر ان کی جو (بادلوں کو) پھاڑ کر جدا جدا کر دیتی ہیں ـ پھر قسم ہے اُن فرشتوں کی جو وحی کو اتار کر لاتے ہیں۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کے لئے ـ (کہ) بیشک تم (لوگوں) سے جو وعدہ (قیامت) کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا سو یہ وہ وقت ہو گا جب تارے بے نور ہو جائیں گے ـ اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ ہو کر) اڑتے پھریں گے (۷۷/۱۰-۱)

منکرین قیامت کو ایک اور تنبیہ مشرکین و منکرین حق کی جانب سے روز قیامت کو جھٹلانے اور اس کا استہزا کرنے کا سلسلہ چلا آ رہا تھا ـ اہلِ مکہ بار بار ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ جس قیامت سے ہم کو ڈرایا کرتے ہو ذرا لا کر دکھاؤ تو ہم ایمان لے آئیں ـ کبھی کہتے ـ "یہ کبھی واقع نہ ہونے والی بات ہے"۔ اور اسی ضمن میں نہ جانے کیا کیا باتیں بناتے۔ ان ہی دنوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بمقامِ منیٰ حضرت ابنِ مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ تھے ـ غالباً حج کا موسم تھا اور باہر سے آئے ہوئے لوگوں میں جاکر تبلیغ کا عزم ـ چونکہ ایسے موقعوں پر آپؐ مشرکین قریش سے چھپ کر باہر سے آئے ہوئے زائرین میں جاکر تبلیغ حق فرمایا کرتے اور انہیں دعوتِ توحید دیا کرتے تھے ـ منیٰ کے کسی دور دراز مقام کی طرف جاتے ہوئے منیٰ کے غار سے گذر ہوا کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ بہ روایت حضرت ابنِ مسعودؓ جب حضور نبی اقدس صلعم پر سورہ مرسلات کا نزول ہوا تو آپؐ تلاوت کر رہے تھے اور ہم آپؐ سے سُن کر یاد کرتے جاتے تھے کہ دفعتاً غار کے ایک کونے

ــــ اور جب رسولوں کو وقتِ معین پر جمع کیا جائے گا (کہ وہ ایک ترتیب سے اپنی اپنی امتوں کو لے کر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوں) ــــ (اے لوگو! جانتے ہو کہ یہ سب کچھ) کس دن کے لئے ملتوی رکھا گیا ہے؟۔ فیصلہ کے دن کے لئے (یعنی روز قیامت) اور تمہیں کیا خبر کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ (۷۷/۱۵-۱۱) تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ــــ بلاشبہ متقی لوگ (اللہ کی رحمت کے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے (کہ ہر سمت رحمت ہی رحمت ہوگی) اور (وہ) ان میووں میں ہونگے جو وہ پسند کریں ــــ (ان سے کہا جائے گا) اب مزے سے کھاؤ پیو ان اعمال کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔ اور ہم نیکو کاروں کو یوں ہی دیا کرتے ہیں۔ (۷۷/۴۴-۴۱)۔ (اے منکرینِ حق!) کھالو اور برت لو تھوڑے ہی دن کے لئے کہ تم بے شک مجرم ہو ــــ سخت تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ (اے حبیب!) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو (یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو) تو نہیں جھکتے۔ سخت تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ــــ آخر یہ (منکرینِ حق) اس (قرآن) کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے (۷۷/۵۰-۴۶)

ے ایک سانپ ہم پر کودا۔ حضورؐ نے فرمایا "اسے مارو"، ہم لوگ اس پر جھپٹے لیکن وہ نکل گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "وہ تمہاری سزا سے بچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فضائے آسمانی اور نظام کائنات کے چند حقائق کو پرکشش اور لطیف پیرائے میں بیان فرماتے ہوئے اپنے حبیب احمد مجتبےٰ صلعم کے ذریعہ منکرینِ حق کو جواب دیا کہ تم جس کے واقع ہونے میں یعنی روز قیامت میں شک کر رہے ہو وہ یقیناً واقع ہوگی۔ اور وہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں کہ تمہاری فرمائش پر دکھا دیا جائے۔ چونکہ جب قیامت واقع ہوگی تو اس دن تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ اور پھر اس کا ایک ہلکا سا نقشہ بھی پیش کیا کہ منکرینِ حق سمجھیں اور رسولِ معظم صلعم کی تکذیب کرنے سے باز آجائیں آخر میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ جو شخص قرآن سے ہدایت نہ حاصل کر سکے اس کو دنیا کی کوئی دوسری کتاب یا نظام ہدایت نہیں دے سکتے۔ (بحوالہ بخاری و مسلم۔ ابنِ کثیر۔ تفہیم القرآن و فیوض القرآن)

سورۃ ق (پ ۲۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ق ؕ قسم ہے قرآنِ مجید کی (کہ ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے) لیکن ان لوگوں کو تعجب اس بات پر ہے کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا انہیں میں سے آیا۔ سو کافر کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے، بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ رجعت تو (بہت ہی) بعید ہے ـــــ (۵۰/۳-۱)

مشرکین کا آپؐ کی نبوت اور روزِ قیامت سے انکار

مشرکینِ قریش اور منکرین حق کو نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو باتوں پر شدید اختلاف تھا اول تو یہ کہ وہ آپؐ کی نبوت کے منکر تھے۔ دوئم روزِ قیامت دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات کو فوری طور پر رد کر دیا کرتے تھے۔ آپؐ انہیں طرح طرح کے دلائل دیتے، کلامِ ربانی سناتے اور اس کی وضاحت فرماتے۔ لیکن وہ ان دونوں باتوں کو کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آپؐ کی رسالت پر انکار صرف اس بات پر تھا کہ اللہ نے انہی میں کا ایک فرد نذیر یعنی خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا اور روزِ قیامت دوبارہ زندہ کئے جانا تو ان کی عقل و فہم ہی سے بعید تھا۔

اول الذکر اعتراض کسی ٹھوس دلیل پر نہ تھا نہ اس کی کوئی معقول وجہ وہ بیان کر سکتے تھے بلکہ حقائق اور دلائل ان کے خلاف تھے۔ آپؐ نے اپنی عمرِ مبارک کا ایک بڑا حصہ ان کے درمیان رہ کر گزارا تھا۔ انہوں نے آپؐ کا بچپن بھی دیکھا تھا اور عہدِ جوانی بھی۔ آپ کی صلح جوئی حلم و تدبر اور امن دوستی ہر خورد و کلاں پر عیاں تھی۔ یہی لوگ فخریہ طور پر آپ کو الصادق اور الامین کے باعزت القابات سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپؐ کی پوری زندگی میں کوئی بھی ایسا داغ نہیں بتا سکتے تھے جس سے آپؐ کا دامن داغدار ہوا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کے مخالفین نے آپؐ کو مجنوں، ساحر اور سحر زدہ تو کہا۔ لیکن کبھی آپؐ کے کردار میں خفیف سا دھبہ بھی نہ بتا سکے۔ وہ ظالم تو آپؐ کی مخالفت میں اس درجہ اندھے تھے کہ ان کی عقل میں یہ بات بھی نہیں آتی تھی کہ اگر

—لیکن ہم تو ان کے اجزاء تک کو جانتے ہیں جنہیں زمین (کی مٹی) کھاتی ہے۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔

اصل یہ ہے کہ یہ لوگ تو سچ ہی کو جھٹلاتے ہیں جب وہ اُن کے پاس آ گیا۔ غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔ (۵۰/ ۵-۴)

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسا بنایا اور ہم نے اسے آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ تک نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا۔ اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں۔

دشمنان کے درمیان کسی فرشتے یا جن کو نبی بنا کر بھیج دیتا اور وہ انہیں روزِ قیامت دوبارہ زندہ کئے جانے اور جزاء و سزا کی بات بتاتا تو یہ اس اجنبی مخلوق پر کس طرح ایمان لے آتے۔ اول سوال تو یہ ہے کہ وہ کس شکل میں ان کے سامنے آتا۔ اگر وہ ان کی شکل میں آتا تو یہ لوگ پھر وہی اعتراض کرتے جو کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کر رہے تھے اور بصورتِ دیگر اس اجنبی مخلوق سے خائف ہو کر بھاگ جاتے اور اگر ڈر سے سرِ تسلیم خم بھی کر دیتے تو اس طرح انسان کی وہ خود مختاری مجروح ہو کر رہ جاتی جو قدرت نے اس کے قوام میں رکھی ہے اور جس کی بناء پر اسے عقل و فہم استعمال کرنے کے لئے بار بار کہا گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس منشائے ایزدی کے منافی ہوتا، جس کے تحت انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے اور زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

اسی طرح منکرین روزِ قیامت کے واقع ہونے اور جزاء و سزا کی مخالفت بغیر سوچے سمجھے کر رہے تھے۔ اصل تو یہ ہے کہ انہیں حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین نہیں تھا۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توجہ منطقی اور فطری دلائل کی طرف دلائی جو شب و روز ان کے مشاہدے میں تھے اور اردگرد بکھرے ہوئے تھے تاکہ وہ اپنی فہم و ادراک کو کام میں لائیں اور حکمتِ خداوندی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ پوری سورۂ مبارکہ جیسے ایک مدلل تقریر تھی جو آپ کو بارگاہِ ایزدی سے

یہ ساری چیزیں آنکھیں کھولنے اور سبق دینے والی ہیں ہر اس بندے کے لئے جو (حق کی طرف) رجوع کرنے والا ہو ــــ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا۔ پھر اس سے باغ اور فصل کے غلّے اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کر دیئے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہ بہ تہ لگتے ہیں ــــ یہ انتظام ہے بندوں کو رزق دینے کا۔ اس پانی سے ہم ایک مردہ زمین کو زندگی بخش دیتے ہیں ــــ (مرے ہوئے انسانوں کا زمین سے) نکلنا بھی اسی طرح ہوگا ــــ (۵۰/۱۱-۶)

عطا ہوئی تھی۔ آپؐ بڑے بڑے اجتماعوں میں اس سورۂ مبارکہ کو لوگوں کے سامنے پڑھتے اور اس کی وضاحت فرماتے تھے۔ ان ہی آیات مبارکہ کی روشنی میں آپؐ لوگوں کو دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھنے کے لئے ذرا آسمان کی طرف نظر ڈالو اور دیکھو کہ اس کی ساخت کس درجہ مکمل ہے کہ تم کو اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی پھر یہ زمین اور اس پر بڑے بڑے پہاڑ اور یہ کائنات کے خوشنما و دلفریب مناظر ــ کیا ان سب کا کوئی صانع ہے؟ اور پھر یہ ابر باراں جس سے مردہ دھرتی زندہ ہو جاتی ہے۔ اس میں سے باغ اگتے ہیں، غلّے کی فصلیں ہوتی ہیں، لمبے لمبے کھجوروں کے درخت جن پر خوب گندھے ہوئے خوشے جن کے اندر شیریں پھل ہوتے ہیں ــــ یہ تمام چیزیں اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ جو اللہ مردہ زمین سے ان کو اگاتا ہے وہی روزِ قیامت اسی زمین سے تم مُردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔

ان ہی آیات کی روشنی میں آپؐ منکرین کو سمجھاتے ہوئے کہتے کہ تم جس اللہ کی قدرتِ کاملہ پر شبہ رکھتے ہو وہی تو ہمارا اور تمہارا خالق ہے۔ اور ہم سے اس قدر قریب کہ دلوں میں آنے والے وسوسوں تک کو جانتا ہے۔ اس کی طرف سے متعیّن فرشتے ہمارے دائیں اور بائیں جانب ہمارے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں جو کہ قیامت کے دن بطورِ شہادت پیش کئے جائیں گے۔ اسی طرح نبی اکرمؐ جنت اور جہنم کی اصلی ہیئت اور اس کی مقصدیت سے لوگوں کو آگاہ فرماتے اور خبردار کرتے تھے۔

ان سے پہلے نوح کی قوم، اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون، اور لوط کے بھائی، اور ایکہ والے، اور تبع کی قوم کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور آخر کار میرے عذاب کا وعدہ ان پر ثابت ہو گیا۔ تو کیا پہلی بار کی تخلیق سے ہم تھک گئے؟ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ از سر نو تخلیق ہی کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۵۰/۱۵-۱۲)

(اے نبی!) پس آپ ان کی باتوں پر صبر ہی کیجیے اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے رہیئے طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے۔ اور رات میں بھی اُسی کی تسبیح کیجیے اور نمازوں کے بعد بھی۔ (۵۰/۴۰-۳۹)

ایک طرف آپؐ کی درج بالا کاوشیں جاری تھیں اور دوسری طرف مشرکین قریش اور منکرینِ حق اپنی اسی ہٹ دھرمی اور ضد پر اڑے ہوئے تھے۔ اور یہی بات محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ملال کا باعث ہوتی تھی۔ درج بالا آیات (۴۰-۳۹) میں ارشادِ ربانی ہوا کہ اے حبیبؐ! آپؐ منکرین کی باتوں کی قطعی فکر نہ کریں۔ صبر کا دامن تھامے رہیں ہمت کو بلند رکھیں۔ ان کی دل سوز باتوں سے بے نیاز ہو کر طلوع اور غروب آفتاب سے قبل اللہ کی پاکی اور حمد کرتے رہیں اور نمازوں کے بعد بھی تسبیح و تحمید میں مصروف رہیں۔ لہٰذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ ہو گیا کہ آپؐ عبادت کے بعد مسلسل تسبیح و تحمید کرتے رہتے تھے اور اسی بات کی آپؐ نے تلقین فرمائی ہے۔ امت کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کہ یہ حکمِ ربانی ہے اور طریقۂ مصطفیٰ۔ (بحوالہ ابنِ کثیر، تفہیم القرآن)

سُورۃ البلد (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے نبیؐ!) مجھے قسم ہے اس شہر (مکہ) کی۔ اور حال یہ ہے کہ اس شہر میں آپ (ہی) کو حلال کر لیا گیا ہے۔ اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی جو اس سے پیدا ہوئی کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا؟

کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے دیکھا نہیں۔ (۹۰/۷ — ۱)

آپؐ کے مخالفین بائیں بازو والے

سرورِ کائنات ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین وہی لوگ تھے جن کی زندگی میں قدم قدم پر تضاد تھا جو نتیجہ تھا اس بے راہ روی کا جو کہ انہوں نے اختیار کر رکھی تھی۔ کعبہ کے پروردگار کو بھی مانتے تھے اور کعبہ کے اندر خود ساختہ خداؤں کی محفل بھی سجا رکھی تھی۔ اسی طرح شہرِ مکہ کی حرمت کے بھی قائل تھے کہ اس کی حدود کے اندر جنگ و جدال، قتل و غارت حتیٰ کہ درختوں کا کاٹنا اور جانوروں پر کسی بھی طرح کا ظلم کرنا حرام سمجھتے تھے، لیکن ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نو واردانِ اسلام اور آپؐ کے رفقاء پر ہر قسم کا ظلم بھی روا رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ اب تو آپؐ کو قتل کرنے کی تدبیریں بھی سوچنے لگے تھے۔ شہرِ مکہ کے ضمن میں یہ تضاد اور نمایاں تھا کہ یہ لوگ مکہ کی حرمت کے اسی وجہ سے قائل تھے کہ اس شہر کو اللہ کے ایک نبی حضرتِ ابراہیمؑ نے آباد کیا تھا جب کہ وہ اپنی زوجہ حضرت حاجرہ اور شیر خوار فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر اس بے آب و گیاہ اور ویران وادی میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ پھر اسی جگہ اپنی شریکِ حیات اور لختِ جگر کو سپردِ خدا کر کے یہاں سے چلے گئے تھے۔ اور جب واپس ہوئے تو حضرتِ اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر خانۂ کعبہ کی تعمیر کی اور اس وقت حج کی منادی کی جبکہ دور دور تک کوئی اس منادی کو سننے والا بھی نہ تھا۔ لیکن اللہ کے حکم سے بلندی کی ہوئی

کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لئے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ۔
۔۔اور نہیں دکھا دیئے اسے دو نمایاں راستے (خیر اور شر) مگر اس نے دشوار گذار گھاٹی سے گذرنے کی ہمت ہی نہیں کی۔

اے نبیؐ! اور آپ سمجھے کہ دشوار گذار گھاٹی کیا ہے؟

۔۔کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو، پھر (اس کے ساتھ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلقِ خدا پر) رحم کی تلقین کی۔ یہی لوگ دائیں بازو والے ہیں۔ (۹۰/ ۱۸ - ۸)

آواز ساری کائنات میں اس طرح گھر کر گئی کہ آج تک لوگ اسی منادی کے جواب میں لبیک کہتے ہوئے مکہ کی جانب رواں دواں رہتے ہیں۔ خواہ حج کے لئے جا رہے ہوں یا عمرہ کے لئے۔ لہٰذا منکرینِ حق اس بات کو بھی مانتے تھے کہ اللہ کے ایک نبیؑ کی وجہ سے مکہ کو مرکزیت ملی اور امن و سلامتی کا علاقہ قرار پایا۔ لیکن وہی اہلِ مکہ اب اللہ کے نبیؐ، اللہ کے رسولؐ اور اللہ کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت صرف اس وجہ سے کر رہے تھے کہ وہ انہی میں سے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے دینِ حنیف کی تلقین فرما رہے تھے کہ تمام خداؤں کی جگہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اسی کی بندگی کرو۔ اور اسی کے احکام پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

ولید بن مغیرہ، ابوجہل، اُمیہ بن خلف، ابولہب اور دیگر سردارانِ قریش اسی دعوتِ حق کی بنا پر آپؐ کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔ اپنی دولت و ثروت اور کبر و غرور کے نشہ میں کوئی کلمۂ حق سننے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ انہی دشمنانِ رسولؐ میں ابوالاسید بن کلدہ نامی ایک پہلوان بھی تھا جس کو اپنی قوت پر بڑا غرور تھا۔ فخریہ طور پر کہا کرتا تھا کہ اس پر کوئی طاقت قابو نہیں پا سکتی۔ روزِ قیامت اور آخرت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا تھا کہ وہ فرشتوں کو بھی زیر کرے گا اور اسی زعم میں آپؐ کے اوپر پھبتیاں کستا اور طرح طرح سے گستاخیاں کرتا تھا۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا اور باری تعالےٰ نے

—اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے تو وہ لوگ بائیں بازو والے ہیں۔ ان پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔ (۹۰/۲۰-۱۹)

نے مشرکین کے مذکورہ تضاد کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے انہیں تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی طاقت دولت، و ثروت اور کبر و غرور کے نشہ میں یہ نہ بھولیں کہ ان پر کسی کا بس نہیں چلے گا۔ بلکہ ان کے ایک ایک عمل کی باز پرس ہوگی۔

ہادیٔ مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہی آیات کی روشنی میں منکرین و مشرکین کو دعوتِ حق دیتے ہوئے ان سے فرماتے کہ وہ لوگ کبھی اس بات پر بھی تو غور کریں کہ یہ آنکھیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، زبان جس سے وہ کھاتے ہیں اور ہونٹ جن کے ذریعہ وہ بات چیت کرتے ہیں، کس نے یہ نعمتیں انہیں دی ہیں۔ اگر اس میں سے کوئی بھی ایک عضو بیکار ہو جائے تو ان کی حالت کیا ہو؟ لہٰذا وہ اس خالقِ حقیقی کی وحدانیت کو تسلیم کریں جس نے یہ نعمتیں عطا کی ہیں۔ اسی طرح آپؐ انہیں راہِ خیر اور راہِ شر کا فرق اجاگر کرتے ہوئے کارِ خیر انجام دینے کی تلقین فرماتے کہ اسی میں انسانی خدمت اور انسانی عظمت کا راز مضمر ہے۔ آپؐ لوگوں کو تلقین فرماتے کہ وہ اپنے صدقات سے غربا اور مساکین کی امداد کریں۔ اور مستحق رشتہ داروں کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ان کی امداد کرنے میں دوہرا اجر ہے۔ ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا "رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" ایک دوسرے مقام پر ارشادِ عالی ہوا۔ "جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" اور ایک جگہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو متنبہ فرمایا "جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں۔"

اور یہی منشائے ایزدی تھا اور یہی ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول روز و شب۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، مسند احمد، ابو داؤد، خزائن العرفان)

سُورۃُ الطَّارِقِ (پ ۳۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی ۔ اور تم کیا جانو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے ۔ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو ۔ پھر انسان ذرا یہی غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ۔ وہ ایک اُچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے ۔ (۸۶/ ۷-۱)

آپؐ کی ہمت بلند آسمان کی طرح

حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب ابنِ عبد المطلب آپؐ کے ساتھ ابتدا ہی سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے ۔ بچپنے میں آپؐ کو اپنے پہلو میں سلاتے ، باہر نکلتے تو آپؐ کو ساتھ لے جاتے ۔ کھانا خاص طور پر اپنے ساتھ ہی کھلاتے تھے ۔ اگر آپؐ کسی وقت گھر پر موجود نہ ہوتے تو انتظار کرتے ہوئے اپنے بیٹوں طالب ، عقیل اور جعفر (یہ تینوں حضرت علیؓ سے عمر میں کافی بڑے تھے) سے کہتے "کَمَا اَنۡتُمۡ حَتّٰی یَحۡضُرُ اِبۡنِیۡ (تم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہے ۔ ٹھہرو میرا بیٹا آ جائے) ابو طالب کو جو فرحت اور سیری آپ کے ساتھ کھانا کھانے میں ہوتی تھی وہ دوسروں کے ساتھ کھانا کھانے میں نہ ہوتی تھی ۔ لہٰذا اکثر کہا کرتے تھے اِنَّکَ لَمُبَارَکٌ (تو حقیقت میں بابرکت ہے) حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی ہونے کے بعد سے آپؐ اپنے چچا ابو طالب سے علیحدہ رہنے لگے تھے ۔ لیکن دونوں کے درمیان محبت اسی طرح قائم رہی ۔ گو ابو طالب نے بھتیجے کی دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تھا ۔ لیکن ساتھ ہی نہ تو کبھی انہوں نے آپؐ کو دعوتِ حق دینے سے روکا اور نہ کبھی اظہارِ ناراضگی کیا ۔ ابو طالب کے کم سن صاحبزادے حضرت علیؓ آپؐ پر ایمان لے آئے اس پر بھی اظہارِ ناپسندیدگی نہ کیا ۔ محسنِ انسانیت نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ساتھ اسی طرح محبت کرتے اور حقیقی باپ کی طرح عزت و احترام فرماتے تھے ۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک شب ابو طالب

یقیناً وہ (اللہ) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جس روز کے سب راز فاش ہو جائیں گے، اس وقت نہ تو انسان کو خود قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔

قسم ہے بارش والے آسمان کی اور پھٹ جانے والی زمین کی کہ یہ قرآن ایک قولِ فیصل ہے اور یہ کوئی لغو کلام نہیں۔ (۸۶/۱۴-۸)

از قسم طعام کوئی چیز آپؐ کے لئے لائے۔ اسکا جذبۂ محبت کے ساتھ آپؐ نے بطور ہدیہ لائی ہوئی چیز اپنے چچا ابوطالب کے سامنے تناول فرمائی۔ دفعتاً آسمان سے ایک بڑا ستارہ ٹوٹا اور خلافِ معمول بڑی روشن لکیر سی بناتا ہوا فضا میں گم ہو گیا۔ ابوطالب نے متحیر ہو کر آپؐ کی طرف دیکھا، آپ اسی طرح اطمینان کے ساتھ بیٹھے تناول فرماتے رہے۔ انہوں نے سوال کیا۔ "بیٹے! یہ کیا ہے؟" آپؐ نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "یہ اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ جب شیاطین آسمان کے قریب جاتے ہیں تو انہیں دہکتے ہوئے شعلے کی مار ماری جاتی ہے۔" ابوطالب کو تعجب ہوا۔ اسی دوران درج بالا آیاتِ ربانی کا آپؐ پر نزول ہوا۔ اور ایک بار پھر منکرینِ حق کو فطری شواہد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ وہ غور و فکر کو کام میں لائیں اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھیں کہ جب وہ انسان کو نطفہ کی ایک بوند سے وجود میں لا سکتا ہے۔ تو وہ بروزِ قیامت اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور یہ بھی واضح طور پر بتا دیا گیا کہ ہمارے نبیؐ جس کلام کو پیش کر رہے ہیں یہ کوئی لغو کلام نہیں۔ بلکہ قطعی اور ایک قولِ فیصل ہے۔ اگر اس پر بھی تم مخالفت پر آمادہ ہو تو تم اپنی تدبیروں کو جو اللہ کے نبیؐ کے خلاف کرتے رہتے ہو بروئے کار لے آؤ ہم بھی اپنی تدبیر کریں گے پھر تم کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ ان تمام واضح احکامات کے باوجود مشرکینِ قریش آپؐ کی مخالفت میں ہمہ وقت ہی مصروف رہتے۔ کوئی بھی موقعہ آتا آپؐ کی مخالفت سے باز نہ آتے۔ یہی ایام تھے کہ سرورِ دین نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی ثقیف میں پیغامِ حق کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک مقام پر آپؐ نے دعوتِ حق کو پیش فرماتے ہوئے درج بالا سورۂ مبارکہ کو لوگوں کے سامنے پڑھا۔ خالد بن ابوجہل

— یہ لوگ (منکرینِ حق) طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔

سو (اے حبیبؐ!) آپ منکرینِ حق کو یوں ہی رہنے دیجیے۔ کچھ روز یوں ہی رہنے دیجیے۔ (۸۶/۱۷-۱۵)

عدوانی ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، سامعین میں شامل تھے۔ انہوں نے آپؐ کے دہنِ مبارک سے سن کر ہی ان آیاتِ ربانی کو یاد کر لیا۔ دوسرے لوگ بھی اس کلام کی حلاوت سے بڑے متاثر ہوئے۔ بعد میں یہ لوگ خالد بن ابوجہل سے اس کلام کے متعلق معلوم کر رہے تھے کہ چند مشرکینِ قریش بھی وہاں پہنچ گئے اور جب انہیں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یہ کلامِ حق ہے۔ تو فوری بول پڑے۔ "اگر یہ کلامِ حق ہوتا تو ہم لوگ سب سے پہلے اس کو تسلیم کر چکے ہوتے۔" اور پھر نہ جانے کیا کیا آپؐ کی مخالفت میں کہتے رہے — غرض مشرکین و منکرین آپؐ کی مخالفت میں مصروف تھے اور آپؐ دعوتِ حق عام کرنے میں مصروف، ان کی مخالفت سے آپؐ کے عزم کو روز بروز جلا ہی مل رہی تھی۔ آپؐ کی ہمت بلند تھی آسمان کی طرح اور روشن تھی شہاب ثاقب کی مانند کہ جو تاریکی میں بھٹکے ہوؤں کو منزل کی نشان دہی کرتا ہے۔

(بحوالہ طبقات ابنِ سعد حصہ اول، مسند احمد، ابنِ کثیر، خزائن العرفان)

سُورۃُ القمر (پ ۲۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں منہ موڑ جاتے ہیں۔ اور کہنے لگتے ہیں "(یہ) جادو ہے جو ابھی ختم ہو جائے گا۔" انہوں نے اس کو بھی جھٹلا دیا اور اپنی خواہشاتِ نفس ہی کی پیروی کی۔ ہر معاملے کو آخرکار ایک انجام پر پہنچنا ہے۔ (۵۴/۲-۱)

آپؐ کا معجزہ شق القمر ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ توحید دیتے ہوئے کم و بیش آٹھ سال ہو رہے تھے۔ لیکن مشرکینِ قریش کی ضد اور ہٹ دھرمی اسی طرح قائم تھی بلکہ آپؐ کی مخالفت میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ روز آپؐ کے خلاف نت نئے منصوبے بناتے۔ جہاں کہیں بھی آپ دعوتِ حق کی تلقین فرمانے کے لئے جاتے، آپؐ کے آگے یا پیچھے یہ بھی پہنچ جاتے اور لوگوں کو ہر طریقہ سے ورغلاتے کہ وہ آپؐ کی باتیں ہی نہ سن پائیں۔ حج کے موقع پر خاص طور پر اس کا اہتمام کرتے کہ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر سے آئے ہوئے قبائل کے پاس نہ جانے دیا جائے۔ یہ منکرینِ حق ان نو واردانِ مکہ کو آپؐ کے خلاف طرح طرح کی بے بنیاد باتیں کر کے بدگمان بھی کرتے تھے کہ اگر آپؐ ان تک پہنچ بھی جائیں تو وہ ان کی باتیں نہ سنیں۔ ایسے ہی ایام کا ذکر ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا بلکہ یوم الحج میں ایک دو روز ہی رہ گئے تھے۔ دور دراز سے آئے ہوئے عرب قبائل منیٰ کی وادی میں دور دور تک خیمہ زن تھے۔ جو راہ میں تھے وہ بھی ایک دو روز میں پہنچنے والے تھے۔ ہر طرف چہل پہل تھی میلے ٹھیلے کا سا منظر تھا۔ ہر سو زائرین کے جھرمٹ، کھیل تماشے اور بخول۔ حالانکہ حج اس وقت بھی حضرت ابراہیمؑ کی یاد میں مناتے تھے اور ان ہی کی بلند کی ہوئی ندا پر لبیک کہتے ہوئے اپنے گھروں سے روانہ ہوتے تھے۔

ان لوگوں (منکرینِ حق) کے پاس (پچھلی قوموں کی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ جن میں کافی عبرت ہے، اعلیٰ درجہ کی دانشمندی ہے۔ مگر ڈرانے والی باتیں بھی ان پر کارگر نہیں ہوتیں۔ پس (اے نبیؐ!) آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے۔ جس روز ایک بلانے والا (فرشتہ) انہیں ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا، انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے۔ (۵۴/۷-۴)

لیکن دینِ حنیف کی کوئی بات ان میں نہ تھی۔ تمام رسوم مشرکانہ تھیں۔ یہی تضاد ان کی گمرہی کا سبب تھا، اسی تضاد نے انہیں پستیوں میں ڈھکیل رکھا تھا اور اسی تضاد کو دور کرنے کے لئے محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صراطِ مستقیم کی نشاندہی فرما رہے تھے۔

دن کے وقت ان زائرین کے درمیان آکر تبلیغ حق کرنا آپؐ کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اول تو مشرکینِ قریش ہی آپؐ کی آمد و رفت پر نظر رکھتے تھے۔ دوئم ان نو واردانِ مکہ کو میلے ٹھیلوں سے ہی فرصت کہاں تھی۔ لہٰذا آپؐ رات کی تاریکی میں اپنے رفقا میں سے دو تین کو ساتھ لیتے اور خاموشی کے ساتھ ان عرب قبائل میں پہنچ جاتے۔ ان کے سامنے کلام ربانی کی تلاوت فرماتے، دعوتِ توحید کی وضاحت کرتے اور انہیں انسانی عظمتوں کی نشاندہی فرماتے۔

ایک شب جبکہ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود، حضرت حذیفہؓ اور حضرت جبیرؓ بن مطعم آپؐ کے ہمراہ تھے اور عرب قبائل میں دعوتِ توحید دے کر آپؐ مکہ کی جانب واپس آرہے تھے کہ راہ میں ابوجہل اور اس کے ہمراہ کا سردارانِ قریش سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ آپؐ کو دیکھتے ہی از راہِ تمسخر کہنے لگے۔

"اے محمدؐ ابنِ عبداللہ! تم باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو تو چپکے چپکے اپنے دین کی طرف بلاتے ہو، لیکن ہم لوگوں کو آپ کچھ نہیں بتاتے۔" آپؐ نے فرمایا "تم لوگ تو میری بات ہی نہیں سنتے۔" ابوجہل کے ساتھیوں میں سے کوئی بولا۔ "کوئی نشانِ صدق دکھاؤ تو ہم تمہاری بات سُنیں۔" نصف شب گذر چکی تھی، ہلکی ہلکی خنک ہواؤں کے جھونکے شروع ہوگئے تھے۔ ساری وادیٔ منیٰ خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی اور نصف اللیل کا ماہتاب سر کو

دوڑے چلے آ رہے ہوں گے بلانے والے کی طرف منکرین کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔

۔ ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم والے تکذیب کر چکے ہیں، سو انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنوں ہیں اور دھمکی بھی دی گئی۔ اس پر انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں سو تو بدلہ لیلے۔ سو ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے لئے کھول دیئے اور زمین میں چشمے پھوڑ دیئے۔ سو دونوں پانی مل گئے اس کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا۔ (۵۴ ۱-۸)

اپنی چاندنی بکھیر رہا تھا۔ ابوجہل نے چھیڑ خانی کرتے ہوئے پھر کہا۔ "محمدؐ! تم کہتے ہو کہ جب ہم مر کھپ جائیں گے تو تمہارا اللہ ہم کو دوبارہ زندہ کر دے گا ..... اگر تم واقعی سچے ہو تو اپنے اللہ سے کہو کہ وہ اس وقت آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو شق کر دے۔ ہم تم کو سچا نبی بھی مان لیں گے اور تمہارا دین بھی قبول کر لیں گے"، منشائے ایزدی بھی یہی تھا کہ منکرین حق کے سرکردہ افراد کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مافوق الفطرت واقعہ دکھایا جائے۔ تاکہ وہ اللہ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھیں۔

حبیبِ یزدانی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں رجوع ہوتے ہوئے چاند کی طرف دیکھا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا کوہ حرا کے مشرقی جانب اور دوسرا مغربی سمت۔ چند لمحوں کے بعد دونوں ٹکڑے پھر یک جا ہو گئے۔ جیسے کسی عمل فطرت نے انہیں علیحدہ کیا اور پھر کسی کششِ قوت نے جوڑ دیا۔

۔۔۔ ابوجہل اور اس کے ہٹ دھرم ساتھی ایسے منظر کے لئے کہاں تیار تھے اور اب تو انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ لیکن ان کی تو عقلوں پر بھی پردے پڑے تھے۔ وہ کہاں ایمان لانے والے تھے۔ ابوجہل فوری بولا۔ "محمدؐ! تم واقعی جادوگر ہو۔ تم نے ہمارے اوپر جادو کر دیا۔ اور اسی لئے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔"

۔ عاد نے بھی تکذیب کی، سو دیکھو میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی رہیں؟
ہم نے ان پر ایک تند ہوا مسلط کی ایک دائمی نحوست کے دن جو لوگوں کو یوں اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ (۵۴/۲۰-۱۸)
۔ ثمود نے بھی تنبیہ کرنے والوں کی تکذیب کی اور بولے "کیا ہم اپنے ہی ہم جنس ایک انسان کی پیروی کریں اور وہ بھی اکیلا، پھر تو ہم نرے بیوقوف اور مجنون ٹھہرے۔ کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا ہے شیخی باز ہے۔ (۵۴/۲۵-۲۳)

ہم نے ان پر ایک ہی چنگھاڑ بھیجی سو وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں دار باڑھ کا روندا ہوا بھوسہ۔ (۵۴/۳۱)

لوط کی قوم نے تنبیہہ کرنے والوں کی تکذیب کی۔ (تو) ہم نے ان پر پتھر برسائے بجز خاندانِ لوط کے کہ انہیں صبح تڑکے بچا لیا اپنی طرف سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے اسے ہم صلہ ایسا ہی دیا کرتے ہیں۔ (۵۴/۳۵-۳۳)

حضرت عبداللہؓ ابن مسعود، حضرت حذیفہؓ اور حضرت جبیرؓ نے ابوجہل اور اس کے مشرک ساتھیوں کو ان کا عہد یاد دلایا۔ اور انہیں قائل کرنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن وہ کہاں ماننے والے تھے۔ دوسرے دن مکہ میں بھی اس واقعہ کی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں لیکن مشرکین وہی جادوگری کی رٹ لگائے رہے۔ کچھ صلح پسند لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر چاند واقعی شق ہوا ہے تو ظاہر ہے دوسرے مقامات پر بھی لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ لہٰذا دوسرے دن پہنچنے والے عرب قبائل سے جب معلوم کیا گیا تو انہوں نے تصدیق کی کہ اس رات انہوں نے دورانِ سفر یہ منظر دیکھا تھا۔ لیکن جو ہٹ دھرم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ایک حقیقت کے منکر ہو گئے تھے اور اسے مسلسل نظر بندی اور جادو کہہ رہے تھے۔ وہ دوسروں کی دیکھی بھالی بات کہاں خاطر میں لاتے۔ درج بالا سورہ کی ابتدائی آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارۂ ربانی ہے۔ آگے

اور صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب نے اُن کو آلیا۔ چکھو مزا اب میرے عذاب کا اور میری تنبیہات کا۔ اور ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے۔ پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ـــ اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا۔ آخر کو ہم نے ان کی گرفت کی جو ایک عزت والے اور قدرت والے کی شان تھی۔ (تو اے اہلِ قریش) کیا تمہارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آسمانی نوشتوں میں کوئی معافی درج ہے۔ یا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہی رہیں گے؟ ـــ سو عنقریب یہ جماعت (منکرینِ حق) شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ لیکن ان کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن کا ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔ یہ مجرم لوگ درحقیقت غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ان کی عقل ماری گئی ہے (۵۴/۳۴ ـــ ۴۸)

ان آیات میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا کہ آپؐ ان مشرکین کے جھٹلانے کی چنداں فکر نہ کریں یہ لوگ تو نہ عقلی دلائل پر توجہ دیتے ہیں نہ فطری شواہد سے درس حاصل کرتے ہیں۔ اب تو ان لوگوں کو اپنی حماقت اور ہٹ دھرمی کا اسی روز پتہ چلے گا جب قیامت برپا ہو گی اور یہ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر داورِ محشر کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ قیامت کا سرسری تذکرہ فرمانے کے بعد حق تعالیٰ نے قومِ نوحؑ، عاد، ثمود، لوط اور آلِ فرعون کا ذکر کیا۔ جس سے ایک طرف تو اپنے حبیبؐ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی مقصود تھی کہ آپؐ سے پہلے بھی انبیاءِ کرام کو جھٹلایا جا چکا ہے۔ اور دوسری جانب منکرینِ حق کو پھر ایک بار متنبہ کیا گیا کہ وہ ان تاریخی حقائق سے عبرت حاصل کریں ورنہ انہیں بھی پچھلی قوموں کی طرح عذابِ خداوندی کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

(بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، بیہقی، طبرانی، جلالین، ابن کثیر، تفہیم القرآن، بیان القرآن اور خزائن العرفان)

سُورَۃُ الرَّحمٰن (پ۲۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمٰن نے (اپنے حبیب کو) اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا (اور) اس کو گویائی سکھائی۔ سورج اور چاند تک ایک حساب کے پابند ہیں اور سبزیاں (زمین کے دوش پر پھیلی ہوئی بیلیں) اور (تناور) درخت سب (اسی کے حضور) سجدہ ریز ہیں اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو قائم کر دی کہ تم تولنے میں گڑبڑ نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو اور زمین کو مخلوق کے لئے بنایا کہ اس میں میوے ہیں اور طرح طرح کے غلّے ہیں جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی۔ سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۵/۱۳-۱)

انسانوں اور جنوں کی اصلاح کے لئے آپؐ کی کاوشیں

مکّہ کی فضا پر وہی شرک وگمراہی کی دبیز تاریکی چھائی ہوئی تھی مشرکین قریش کی عقلیں ماؤف اور اذہان پراگندہ تھے۔ کلامِ حق کی بار بار تکذیب اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور رسالت سے مسلسل انکار ہی ان کا لیل و نہار تھے کہ گزشتہ سات آٹھ سال سے چلے آ رہے تھے۔ ذکرِ قیامت کیا گیا کہ منکرینِ حق اور مشرکین کے دلوں میں خوفِ الٰہی پیدا ہو۔ یومِ آخر اعمال کی سزا و جزا سے آگاہ کیا گیا کہ اعمال بد سے باز آئیں مغضوب اقوام کے بار بار تذکرے کئے گئے کہ ان سے درسِ عبرت پائیں ــــ نبوّت کی نشانی مانگ رہے تھے سو شق القمر کا واقعہ بھی دکھایا گیا کہ حق تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھیں لیکن وہ ظالم تو ہر چیز کو جھٹلانے پر تلے ہوئے تھے ان کی ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کی تو جیسے حد ہی نہ تھی۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ کو رحمٰن کہنے پر بھی اعتراض تھا۔ کہتے تھے "رحمٰن کیا ہے؟" کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج

اسی نے پیدا کیا انسانوں کو بجی (کھنکھناتی) مٹی سے جیسے ٹھیکری (پکی ہوئی مٹی کا
ٹکڑا) اور جن کو پیدا کیا خالص آگ (شعلے) سے۔ سو تم (اے جن وانس) اپنے
پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ مشرقین اور مغربین سب کا مالک
و پروردگار وہی ہے۔ سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو
جھٹلاؤ گے؟ اسی نے دو سمندروں کو باہم ملایا کہ ملے ہوئے بھی ہیں
اور دونوں کے درمیان ایک پردہ (بھی) حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے،
سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں
سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار
کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور اسی کے اختیار میں ہیں جہاز جو سمندروں
میں پہاڑوں کی طرح (بلند اور قد آور) اونچے اٹھے ہوئے ہیں۔ سو تم (اے جن
وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۵/۲۵-۱۴)

بالا سورہ مبارکہ کا نزول ہوا ابتدا ان اعتراضات کے جواب سے کی گئی جو کہ مشرکین و
منکرین حق کو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے۔ لہٰذا واضح طور پر
بتادیا گیا کہ یہ قرآن جو وہ آپ کی زبانی سن رہے ہیں اس کی تعلیم خدائے رحمان نے اپنے
نبی کو دی ہے اور اسی نے آپ کی تخلیق کی ہے اور شایانِ گویائی عطا فرمائی ہے لہٰذا
اس ضمن میں ان کے شبہات اور اعتراضات بے بنیاد ہیں۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ یہ
لوگ یعنی مشرکین و منکرینِ حق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے مقامِ الوہیت ہی کو نہیں
سمجھتے۔ جس نے چاند اور سورج کو بھی ایک معین نظام کا پابند بنا رکھا ہے۔ اور ساری
نباتات یعنی زمین کے دوش پر پھیلی ہوئی بیلیں تناور درخت سب اس کے حضور سجدہ
ریز رہتے ہیں۔ نظامِ وزن (عدل) بھی اسی نے قائم کیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے
حق کو پہچانیں۔ کسی کے ساتھ حق تلفی نہ کریں۔ اور اپنی مخلوق کے لیے یہ زمین بنائی ہے اور اس
میں میوے با غلاف دار کھجور کے خوشے اور مختلف اقسام کے غلے اگائے جن سے بھوسہ بھی

زمین پر جو بھی ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور صرف تمہارے پروردگار کی ذات جلال واکرام والی، باقی رہنے والی ہے۔ سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اسی سے آسمان اور زمین والے سب اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں، ہر آن وہ نئی شان میں ہے، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اے زمین کے بوجھو! (جن وانس) ہم عنقریب تم سے بازپرس کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں، پھر تم اپنے پروردگار کے کن کن احسانات کو جھٹلاؤ گے؟ اے گروہِ جن وانس اگر تم زمین اور آسمان کی اقطار (حدود) سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ نہیں بھاگ سکتے، اس کے لئے بڑا زور چاہیے سو تم اپنے پروردگار کی کن کن قوتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تم دونوں پر (روزِ قیامت) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔ سو تم اپنے پروردگار کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (۵۵/۳۶-۲۶)

حاصل ہوتا ہے اور دانے بھی جن میں غذائیت ہوتی ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی نعمتیں ہیں جن کو جھٹلانا ممکن نہیں۔

یہ سورۂ مبارکہ اپنی جامعیت اور معنویت کے اعتبار سے ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھی۔ اس کو جب آپ قرأت فرماتے تو جن کے قلوب میں ذرا سی بھی حق شناسی کی رمق ہوتی تھی جن وانس دونوں ہی جھومنے لگتے تھے، اور منکرینِ حق بھی کچھ دیر کو تو متحیر و ساکن ہو جاتے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن محسنِ انسانیت نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ خانۂ کعبہ کے اس گوشہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں جس طرف سنگِ اسود نصب ہے، آپؐ کی زبانِ دُرفشاں پر اسی سورۂ مبارکہ کی آیات ہیں اور مشرکین آپؐ کے قریب کھڑے سن رہے ہیں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی مجلس میں سورۂ رحمٰن حبیب

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا (روزِ قیامت) اور سرخ ہو جائے گا لال چمڑی کی طرح، سو تم (اس وقت) اپنے پروردگار کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس روز کسی انسان اور کسی جن سے اس کے جرم کے باب میں پوچھا نہ جائے گا پھر (دیکھ لیا جائے گا کہ) تم دونوں گروہ اپنے پروردگار کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو۔ مجرم (تو وہاں) اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے اور انہیں پیشانی کے بل پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا، اس وقت تم اپنے پروردگار کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔

(اس وقت کہا جائے گا) یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرمین جھوٹ قرار دیا کرتے تھے، اسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے، پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟

۔ اور جو کوئی اپنے پروردگار کے حضور پیش ہونے کے خوف سے ڈرتا ہے، اس کے لئے دو دو باغ ہوں گے، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ (اور وہ باغ بھی) ہری بھری خوب شاخوں والے، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (۵۵/ ۳۹-۴۷)

رحمانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تلاوت فرمائی یا آپؐ کے کسی صحابی نے پڑھی۔ جب سورۂ مبارکہ پڑھی جا چکی تو آپؐ نے حاضرینِ محفل سے دریافت فرمایا "کیا وجہ ہے کہ میں تم سے اس جیسا اچھا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا کہ جنوں نے اس سورۂ مبارکہ کو سنتے ہوئے دیا تھا،" لوگوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ! وہ جواب کیا تھا ہم کو بتلایئے؟" آپؐ نے فرمایا "میں جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھتا تو جن اس کے جواب میں کہتے جاتے تھے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَۃِ رَبِّنَا نُکَذِّبُ (ہم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے)۔

ابن اسحٰقؒ نے بروایت حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کیا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار رفقائے عظام کی محفل جمی تھی۔ کلام ربانی پر گفتگو کا سلسلہ جاری

دونوں باغوں میں دو دو چشمے رواں، تو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور ان باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ (جنتی) لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور باغوں کی پھلوں سے لدی ڈالیاں جھکی ہوئی بہت ہی قریب ہوں گی، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہ والیاں ہوں گی کہ جنہیں ان (اہلِ جنت) سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہ ہوگا، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے یاقوت اور مرجان، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۵/ ۶۱-۵۰)

تھا کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا "ان مشرکینِ قریش نے قرآن کو بآوازِ بلند پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔۔۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بھی حاضرینِ محفل میں موجود تھے آپ کا شمار گو غریب، مفلوک الحال اور بے سہارا اصحابہ کرام میں سے تھا لیکن جذبۂ ایثار اور عشقِ رسولؐ میں کسی سے کم نہ تھے۔

روایت ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ عہدِ جہالت میں کہیں بکریاں چرا رہے تھے، کہ اللہ کے حبیبؐ احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم پڑ گئی۔ آپؐ نے فرمایا "تمہاری بکریوں میں دودھ ہے" انہوں نے جواب دیا "سب سوکھی ہوئی بے دودھ بکریاں ہیں"۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوکھی ہوئی بکری کے تھنوں سے دستِ مبارک لگائے تو دودھ کے دھارے نکلنے لگے، حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ مشرف بہ اسلام ہو کر دامنِ مصطفےٰ سے وابستہ ہو گئے۔ وابستہ بھی ایسے کہ دوسروں کے لئے قابلِ رشک بنے۔ ہادئ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہونے کی وجہ سے صاحب النعل، صاحب الوسادۃ، اور صاحب المطہرۃ کہلائے

اور ان باغوں سے کم درجہ دو باغ اور بھی ہیں، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ گھنے اور سرسبز و شاداب باغ، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوئے فواروں کی طرح، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں میوے ہوں گے، خرمے اور انار، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان نعمتوں کے درمیان ہوں گی خوب سیرت اور خوب صورت بیویاں، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۵/ ۷۱ - ۶۲)

یعنی آپ کی نعلین مبارک اور تکیہ سنبھالنے کی سعادت اور وضو کے لئے پانی پیش کرنے کی عزت سے سرفراز ہوئے۔ بہ روایت شفیق بن سلمہؒ آپ نے حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے براہ راست ستر سے کچھ اوپر سورتیں سیکھیں۔ آپ کی قرأت کا یہ عالم تھا کہ ایک مقام پر حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "قرآن کی قرأت چار اشخاص عبداللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ سے سیکھو"

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ اس وقت بھی تھے جب کہ شق القمر کا واقعہ ظہور میں آیا تھا۔ چشم دید گواہ ہونے کی حیثیت سے مشرکینِ قریش کی مسلسل تکذیب کا آپ کے جذبات پر اثر انداز ہونا ایک فطری عمل تھا لہٰذا جب کسی صحابیٔ رسولؐ نے مشرکینِ قریش کے سامنے باآواز بلند قرآن پڑھنے کی مذکورہ بات کہی تو آپ نے فوراً جواب دیا "یہ کام میں کر سکتا ہوں" دیگر صحابہ کرام نے کہا "ہمیں ان مشرکین سے تمہارے لئے خوف ہے۔ ہم تو ایسا آدمی چاہتے ہیں کہ جو خاندان والا ہو کہ اگر یہ لوگ بدسلوکی کرنا چاہیں تو اس کے اہلِ خاندان اس کی حفاظت کو آ سکیں۔" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواباً کہا "یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔"

دوسرے دن چاشت کے وقت کہ دھوپ ہر سو پھیل چکی تھی، گو حدّت و تمازت ناخوشگوار نہ ہوئی تھی۔ مشرکین قریش اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف

حوریں جو خیموں میں محفوظ ہوں گی، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
ان کو نہ چھوا ہوگا ان جنتیوں سے پہلے کبھی کسی انسان نے یا جن نے، سو تم اپنے پروردگار
کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ جنتی سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرشوں پر تکیے لگا کے
بیٹھیں گے، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
بڑا بابرکت نام ہے آپ کے ربِ جلیل کا۔ (۵۵/ ۷۸-۲)

تھے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور باآواز بلند درج بالا
سورۂ رحمٰن کی آیات پڑھنا شروع کردیں۔ مشرکین پہلے متحیر ہوئے کہ یہ عبداللہؓ کیا کر رہے ہیں
لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ وہی کلام پڑھ رہے ہیں جو محمد ابنِ عبداللہ (نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم) اللہ کا کلام بتاتے ہیں تو سب کے سب دیوانہ وار حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پر ٹوٹ
پڑے۔ آپ ان کی مار سے بے نیاز اسی جذبۂ حق سے سرشار ان آیاتِ ربانی کو پڑھتے رہے اور
وہ دیوانہ وار آپ کے منہ پر مارتے رہے۔ حتیٰ کہ سورۂ مبارکہ اختتام کو پہنچی۔ اسی حالت میں
صحابۂ کرامؓ کے پاس پہنچے۔ چہرۂ مبارک پر ورم آگیا تھا اور ضربات کے نشانات نمایاں تھے۔
آپ کی حالتِ زار دیکھ کر کسی نے کہا۔ "ہم کو اسی بات کا ڈر تھا" آپ نے جواب دیا۔
"یہ دشمنانِ حق میرے لئے کبھی اتنے ہلکے نہ تھے جس قدر کہ آج۔ اگر تم کہو تو میں کل صبح
پھر انہیں اسی طرح قرآن سناؤں" اللہ اکبر کیا جذبۂ حق تھا ان جاں نثارانِ مصطفےٰؐ کا۔
اور وائے افسوس ان دشمنانِ حق پر جو کہ اللہ تعالےٰ کو نہ تو اس کی نعمتوں سے پہچانتے
تھے اور نہ ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ پیغام ربانی سے۔ وہ پیغام
حق جو کہ دعوت دے رہا تھا امن اور سلامتی کی اور جو نقیب تھا انسان کی حرمت و
عظمت کا۔ کس قدر بابرکت ہے اس کا نام اور کس قدر باحرمت ہے وہ پیغام۔
(بحوالہ صحیح بخاری، مسند احمد، البزار، ابن جریر، سیرۃ ابنِ ہشام، خازن، ابنِ کثیر،
خزائن العرفان، تفہیم القرآن، قرآن مجید کا نزول اور وحی)

سورۃ ص (پ ۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ص۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے (کہ کافروں کا پیغامِ حق سے انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں) بلکہ (یہ) کافر سخت تکبر اور ضد میں مبتلا ہیں۔ ان سے پہلے ہم ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ انہوں نے (عذاب کے وقت بہت) فریاد کی (بہت چیخے چلائے) لیکن خلاصی کا وقت گزر چکا تھا۔

۔ اور یہ (منکرین و مشرکین مکہ) اس پر حیرت کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک (کفر و معصیت کے انجام سے) ڈرانے والا آیا اور (یہ) کافر کہتے ہیں۔ "یہ شخص جادوگر ہے۔ جھوٹا ہے۔ ارے اس نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا۔ بیشک یہ بڑی انوکھی بات ہے۔"

۔ اور ان لوگوں کے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے۔ "چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں کی عبادت پر۔ اس میں بے شک اس شخص کا کوئی مطلب ہے۔"

(۳۸/ ۱-۶)

تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود

مشرکین قریش کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود پیغامِ حق پھیل رہا تھا۔ رفتار گو سست تھی لیکن اہلِ ایمان کی صفوں میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ اور یہی بات دشمنانِ رسولؐ کے لیے باعثِ تشویش بنی ہوئی تھی۔ لہٰذا قریش کے بڑے بڑے سردار، رؤسا اور شرفا ایک مقام پر جمع ہوئے۔ شرکا میں ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، اسود بن عبدِ یغوث، اُمیہ بن خلف، ابو سفیان، عقبہ بن ابی معیط، عتبہ اور شیبہ شامل تھے۔ پہلے تو سب نے آپس میں بیٹھ کر دینِ حق اور آپؐ کے خلاف خوب اپنے دلوں کے غبار نکالے پھر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ آج ابو طالب کے پاس چل کر آخری فیصلہ کر لیا جائے اور ان سے صاف صاف کہہ دیا جائے کہ وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دیں اور ایک بات اپنے بھتیجے کے ذمے۔ لہٰذا پہلے ان لوگوں نے ابو طالب کے پاس ایک نمائندہ بھیج کر آنے کی اجازت

ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں کبھی سُنی نہیں۔ ہو نہ ہو یہ اس کی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) من گھڑت بات ہے۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر کلامِ الٰہی نازل کیا گیا؟،،

۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی ہی کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور یہ ساری باتیں اس لئے کر رہے ہیں کہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ چکھا نہیں ہے۔

۔ کیا ان لوگوں (منکرینِ حق) کے پاس خزانے ہیں ان کے پروردگار زبردست وفیاض کی رحمت کے؟

۔ کیا جو کچھ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان ہے وہ ان کی حکومت میں ہے؟۔ (اگر ہے) تو یہ عالمِ اسباب کی بلندیوں پر چڑھ کر دیکھیں!۔ یہ تو جتھوں میں سے ایک چھوٹا سا جتھا ہے، جو اسی جگہ شکست کھانے والا ہے۔

۔ ان سے پہلے قومِ نوح و قومِ عاد اور میخوں والے فرعون اور ثمود اور قومِ لوط اور ایکہ والے جھٹلا چکے ہیں۔ جتھے وہ تھے۔ (۳۸/۱۳-۷)

طلب کی اور پھر سب لوگ ان کے مکان پر پہنچ گئے۔ اور کہا۔ "اے ابوطالب ابنِ عبدالمطلب! آپ قریش کے سردار ہیں، بزرگ ہیں اور ہم سب میں زیادہ قابلِ احترام، ہم لوگ دراصل آپ کے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ آپ کا بھتیجہ جس کی عبادت کرنا چاہے کرے ہم اسے اس کے دین پر چھوڑ دیتے ہیں لیکن وہ بھی ہم کو ہمارے دین پر چھوڑ دے، نہ وہ ہمارے بتوں کی مذمت کرے اور نہ یہ کوشش کرتا پھرے کہ لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر اس کے دین میں داخل ہو جائیں۔ ۔ لہٰذا اس شرط پر آپ ہماری صُلح کرا دیں۔،، ابوطالب نے کسی کے ذریعہ آپؐ کو بلایا تو آپؐ فوری تشریف لے آئے۔ دیکھا تو دشمنانِ حق کا جمِ غفیر تھا قریب قریب سب ہی بیٹھے تھے۔ آپ بھی اپنے چچا کی اجازت سے بیٹھ گئے۔ ابوطالب نے کہنا شروع کیا۔ "اے جانِ پدر!

ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا (جس کی پاداش میں ان پر) میرا عذاب واقع ہوا ــــ یہ لوگ (منکرینِ حق) بھی بس ایک دھماکے کے منتظر ہیں، جس کے بعد کوئی دوسرا دھماکہ نہ ہوگا ــــ اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب یوم الحساب سے قبل ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی سے دیدے۔

(اے حبیبؐ!) آپ ان لوگوں کی باتوں پر صبر کیجئے اور ان کے سامنے ہمارے بندے داؤدؑ، بڑی قوت والے کو یاد کیجئے۔ وہ ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ صبح و شام تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی جو ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے سب ان کی وجہ سے بڑے رجوع کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کی سلطنت کو قوت دی تھی اور ہم نے انہیں حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر دی تھی۔ (۳۸/۲۰-۱۲)

آپؐ کی قوم کے یہ تمام بزرگ اور سردار یہاں جمع ہیں، ان کی خواہش ہے کہ آپؐ اپنے دین پر قائم رہیں۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں ــ لیکن آپؐ بتوں کی مذمت نہ کریں اور نہ دوسرے لوگوں کو کہیں کہ وہ ہمارا دین چھوڑ کر آپؐ کے دین میں شامل ہو جائیں"۔ آپؐ نے حاضرینِ محفل کی طرف خطاب کرتے ہوئے مؤدبانہ عرض کیا۔ "میں آپ کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جس میں آپ سب کی فلاح اور بہبود ہے ــ اگر آپ اس کو مان لیں تو پورا عرب آپ کے تابع ہو جائے گا اور عجم آپ کا باجگذار بن جائے گا ــ"۔ سردارانِ قریش آپؐ کا جواب سُن کر چونکے کہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی نے کہا۔ "تم ایک کلمہ کہتے ہو ہم تو دس کلمے کہنے کو تیار ہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے ــ؟"۔ آپؐ نے فرمایا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ــ یہ سنتے ہی سب منکرینِ حق یکدم بھڑک اٹھے اور کہنے لگے۔ "یہی بات تو ہمارے اور تمہارے درمیان بنائے تنازعہ ہے ــ اس کے علاوہ جو کلمہ کہو ہم کو منظور ہے ــ"۔ ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــ "اگر تم آفتاب کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تب بھی میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطالبہ نہ کروں گا۔" آپؐ کا دوٹوک جواب سنتے ہی مجلس درہم برہم ہو گئی ــ کوئی کہنے لگا۔ "چلو جی! ضرور اس بات میں اس کا

— اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے بے حکمت پیدا نہیں کیا ہے — یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں۔ سو کافروں کے لئے دوزخ کے عذاب کی سزا ہے — کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کی برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے ؟

(اے نبی) یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہلِ دانش نصیحت حاصل کریں۔

— اور داؤدؑ کو ہم نے سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا۔ بہترین بندہ۔ کثرت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا۔ قابلِ ذکر ہے وہ موقعہ جب شام کے وقت اس کے سامنے خوب سدھے ہوئے تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے۔ "(افسوس) میں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ (آفتاب رات کے) پردے میں چھپ گیا — (۳۸/۳۲-۲۷)

کوئی مطلب ہے،، کسی نے کہا۔ "لو جی!! اس نے تو سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا۔" تیسرا بولا۔ "اجی!! ڈٹے رہو اپنے ہی دین پر۔" غرض اسی طرح بڑبڑاتے ہوئے اور غصّے میں بھرے ہوئے ابوطالب کے گھر سے چلے گئے۔

ابوطالب ایک وضع دار آدمی تھے اور اپنی قوم کو ناخوش بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ سردارانِ قریش کا اس طرح ناراض ہو کر ان کے گھر سے چلے جانا ان کے دل پر شاق گذرا کہنے لگے۔ "بھتیجے! تم مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو اور مجھے ایسی دشواری میں نہ ڈالو جس سے میں عہدہ برآ نہ ہو سکوں۔" رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے شفیق چچا کی یہ بات گراں بارِ خاطر ہوئی۔ ایک طرف پیغامِ حق اور آپؐ کو حق تعالیٰ کی عطا کردہ ذمہ داریاں اور دوسری طرف اپنے محسن اور عزیز چچا کی دشواریاں۔ آپؐ چچا کی بات سُن کر آبدیدہ ہو گئے۔ جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ اٹھ کر جانے لگے۔ چچا نے جو آپؐ کو آبدیدہ اور مغموم جاتے دیکھا تو تڑپ گئے۔

(اے حبیبؐ!!) اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے رنج و آزار پہنچایا ہے۔

(اے حبیبؐ!!!) اور ہمارے بندے ابراہیمؑ، اسحقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کیجئے جو ہاتھوں اور آنکھوں (یعنی قوتِ عملی اور قوتِ بصری) کے مالک تھے۔

— ہم نے ان تمام انبیاء کو بالخصوص آخرت کی یاد کے لئے چن لیا تھا۔ اور وہ (سب) ہماری نگاہ میں منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔

— اور اسی طرح اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے — اور یہ سب ہی نیک لوگوں میں سے تھے — اور یہ (واقعات جو مذکور ہوئے) نصیحت ہیں اور (شہادت اس بات کی کہ) بے شک پرہیزگاروں کے لئے بہت اچھا ٹھکانا ہے،
(۳۸/۴۱-۴۹)

پُرشفقت لہجے میں واپس بلایا اور کہنے لگے۔ "جانِ پدر! جو تمہارا جی چاہے کہو۔ میں کسی وجہ سے بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔" بالآخر حق غالب آیا اور جذبۂ باطل دب گیا۔ آپؐ کے چہرۂ اقدس پر مسرت کے پھول تھے اور بارگاہِ ایزدی میں اظہارِ تشکر۔ ابتدائی آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارۂ ربانی ہے۔

آپؐ کے خلاف مشرکین کا ایک اور حربہ

سردارانِ قریش کو بھی اس واقعہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ ابو طالب اپنے بھتیجے محمدؐ ابن عبداللہ کی حمایت ترک نہ کریں گے اور نہ انہیں نئے دین کی تبلیغ سے روکیں گے۔ لہٰذا دشمنانِ رسولؐ کی پھر ایک بار انجمن آرائی ہوئی اور ایک نیا منصوبہ بنایا گیا۔ سردارانِ قریش عمارہ بن الولید کو لے کر ایک دن ابو طالب کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

"اے ابو طالب! تم ہمارے سردار ہو اور اب کافی ضعیف ہو چکے ہو۔ ہم تمہاری خدمت کے لئے عمارہ بن ولید کو لائے ہیں۔ تم جانتے ہی ہو کہ یہ قریش کا سب سے زیادہ تنومند وجیہہ اور خوبصورت جوان ہے۔ اس کی عقل، طاقت اور ثروت تمہاری ضعیفی کا سہارا بنے گی۔"
ابو طالب نے حیرت سے ان کی باتوں کو سنا۔ اور پھر دریافت کیا۔ "آخر ان باتوں سے تمہارا

(۱۴۲)

یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے، ان میں وہ تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بہت سے میوے اور مشروبات طلب کر رہے ہونگے اور ان کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔ یہی وہ نعمتیں ہیں جنہیں روزِ حساب عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ یہ ہے متقیوں کا انجام۔ اور سرکشوں کے لئے بدترین ٹھکانا ہے جہنم۔ جس میں وہ جھلسے جائیں گے۔

مطلب کیا ہے؟" کہنے لگے۔ "عمارہ بن الولید کے عوض تم اپنے بھتیجے محمدؐ ابنِ عبداللہ کو ہمیں دے دو کہ اس نے تمہارے آباء کے مذہب کی مخالفت کی ہے اور ہمارے قومی شیرازے کو منتشر کر ڈالا ہے۔" ابو طالب نے جواب دیا۔ "اے سردارانِ قریش یہ بہت بڑا سودا ہے جو تم مجھ سے کرنا چاہتے ہو۔ تم اپنے بیٹے کو مجھے دیتے ہو کہ میں تمہاری خاطر اسے گلے لگائے رہوں۔ اور اپنے بیٹے کو تمہارے سپرد کر دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔" مطعم بن عدی دشمنِ رسولؐ فوراً بولا۔ "اے ابو طالب تمہاری قوم نے تمہارے مقابلے میں انصاف کیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی بات کو بھی ماننا نہیں چاہتے۔" ضعیف العمر ابو طالب نے جواب دیا۔ "ہرگز میرے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ میرا ساتھ چھوڑنے کا تصفیہ کر چکے ہو۔ اور اب ان سب کو میرے اوپر چڑھا لائے ہو کہ میں مجبور ہو کر تمہارا فیصلہ قبول کر لوں۔ میں ہرگز تمہاری بات نہیں مانوں گا۔ جو جی چاہے کرو۔" سردارانِ قریش تو نیت بدلے کر ہی آئے تھے۔ دو ٹوک جواب پا کر مشتعل ہو گئے حتیٰ کہ نوبت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔

آپؐ کے خلاف کفارِ مکہ کا باقاعدہ معاہدہ

اس واقعہ کے فوراً بعد قریش نے اپنے جملہ قبائل کی نمائندہ کانفرنس منعقد کی جہاں متفقہ طور پر تجویز کیا گیا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلہ کے اس فرد کو قتل کر ڈالے جو ان کے دھرم سے منحرف ہو کر نئے دین میں چلا گیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے خلاف کوئی کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے اس لئے ابو طالب کے دل میں بات ڈالی اور انہوں نے بنی ہاشم اور

بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے ان کے لئے۔ پس وہ مزہ چکھیں کھولتے ہوئے پانی، پیپ، ہو اور اسی قسم کی دوسری تلخیوں کا۔ (۳۸/۵۸-۵۰)

(اے حبیبؐ!) ان سے کہئے۔ "میں تو بس خبردار کردینے والا ہوں۔ اور معبود تو کوئی بھی نہیں، بجز اللہ کے جو یکتا ہے اور سب پر غالب۔ آسمانوں اور زمین کا مالک اور ان ساری چیزوں کا مالک جو ان کے درمیان ہیں۔ زبردست اور درگذر کرنے والا ہے۔

(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ "یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے جس سے تم بالکل بے پروا ہو رہے ہو۔ مجھے عالمِ بالا کی کیا خبر تھی جب کہ وہ فرشتے گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے تو وحی کے ذریعہ یہ باتیں اس لئے بتائی جاتی ہیں کہ میں صاف صاف خبردار کرنے والا (بناکر بھیجا گیا) ہوں۔ (۳۸/۷۰-۶۵)

بنی عبدالمطلب کو جمع کیا۔ ابولہب کے علاوہ سب ہی جمع ہوئے اور سب نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور رفاقت کرنے کا متفقہ طور پر فیصلہ کیا۔ جس سے دشمنانِ رسولؐ کے منصوبے خاک میں مل گئے۔

آپؐ نے مشرکین کو تنبیہ فرمائی کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا اور حق سبحانہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتادیا کہ یہ دشمنانِ رسول سخت تکبر اور ضد میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو پیغامِ ربانی پر اعتراض نہیں چونکہ یہ نہ اس کو سنتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تو صرف ان کا حسد اور تکبر ہے جو انہیں مخاصمانہ کارروائیوں کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے نو پیغمبروں کا ذکر بھی کیا۔ جس کا مقصود حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی بھی تھا۔ اور منکرینِ حق کے لئے تنبیہ بھی۔ آگے کی آیات میں اطاعت شعار بندوں اور مشرکین و منکرین کی جزا و سزا کا ذکر کرتے ہوئے آخرت کی اس زندگی کی ایک جھلک بھی دکھائی گئی جو ان کا مقدر ہے۔ اور پھر آخر میں آدم و ابلیس کا واقعہ بیان کرتے ہوئے واضح کیا۔

(اے حبیب!!!) آپ ان لوگوں سے کہیئے۔ میں اس تبلیغِ رسالت پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔ یہ قرآن تو دنیا جہان والوں کے لیئے ایک نصیحت ہے۔ اور تھوڑے ہی دن بعد تم کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ (۳۸/۸۶-۸۸)

کہ جس طرح ابلیس کا تکبّر آدم کے آگے سجدہ کرنے میں مانع ہوا تھا اسی طرح اِن منکرین قریش کا تکبّر اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ کا نبی اور رسول تسلیم کرنے میں مانع ہو رہا ہے۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلّم ان ہی آیات کی روشنی میں لوگوں کو دلائل دیتے اور پھر بحکمِ ایزدی اُن لوگوں سے کہتے کہ تم لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس دعوتِ حق کو عام کرنے میں میری اپنی ذات کو کوئی نفع نہیں اور نہ میں تم میں سے کسی شخص سے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب کرتا ہوں۔ میں تو بس بحکمِ ایزدی تم کو راہِ مستقیم کی طرف بلاتا ہوں جس میں تمہاری اپنی فلاح، بہبود اور سربلندی ہے۔ اور تم لوگ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نمائشی لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ دکھاوے کے لیئے باتیں کرتا ہوں۔ میرا مقصد تو تمام جہان والوں کے لیئے نصیحت بہم پہنچانا ہے تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

آپؐ نے بحکمِ ایزدی یہ بھی واضح فرما دیا کہ تم لوگ اگر اسی طرح تکذیبِ حق پر تلے رہے تو وہ وقت بھی قریب ہے جب کہ تم کو اس کام کا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔

(بحوالہ جلالین، ابن کثیر، طبقات ابن سعد، طبری، ترمذی، ابنِ جریر)

سُورۃ الاعراف (پ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

المٓصٓ ! یہ ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے (لوگوں کو) ڈرائیں ۔ پس آپ کے دل میں اس سے کوئی جھجک نہ ہو ۔ اور (یہ تو) نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے ـــ اے لوگو ! اس کی پیروی کرو جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے ۔ اور اللہ کو چھوڑ کر (دوسرے) رفیقوں کی پیروی نہ کرو ۔ مگر تم (لوگ) نصیحت کم ہی مانتے ہو ۔

ـــ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے انہیں تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کو پہنچا یا دوپہر کو (جبکہ) وہ آرام میں تھے ۔

آپ نے فحاشی اور بے حیائی کے خلاف صدائے حق بلند فرمائی

محسنِ انسانیت ختمی مرتبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسان کو ارفع و اعلیٰ اقدار سے روشناس کرایا جائے جن کے ذریعہ انسانیت کی سربلندی اور عظمت منشائے ایزدی تھی ۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے دعوتِ توحید دی گئی ، روزِ قیامت دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا سے آگاہ کیا گیا ۔ صدیوں کی روندی ہوئی انسانیت کو اس کی عظمت و حرمت کا احساس دلانے کے لئے بار بار بتایا گیا کہ اللہ کے رسولؐ ، اللہ کے نبیؐ اور اللہ کے پیغمبرؑ تم ہی میں سے ایک ہیں ، تمہاری طرح انسان ہیں اور تم نے ان کو عہدِ طفولیت سے دیکھا ہے ۔ تم تو ان کی صداقت اور امانتداری کے پہلے ہی سے قائل ہو اور یہ جو کچھ تم کو پہنچا رہے ہیں اللہ کی طرف سے وحی کیا ہوا کلامِ ربانی ہے جس میں تمہاری فلاح ، بہبود اور عظمت کا راز مضمر ہے ـــ لیکن افسوس ! مشرکین اور منکرینِ حق تو مسلسل آپؐ کی تکذیب کر رہے تھے ۔

چونکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ بے نیاز ہے اور وہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے کر گذرتا ہے ـــ دوئم اس کا پیغام تو جملہ انسانیت کے لئے تھا ، قریش یا عرب کے کسی دوسرے قبیلے تک محدود نہ تھا

اور جب ہمارا عذاب ان پر آگیا تو ان کی زبان پر اس کے سوا کوئی صدا نہ تھی۔ بے شک ہم ہی ظالم (و خطادار) تھے۔" (۷/۵-۱) — اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا۔ اور تمہارے لئے یہاں سامانِ زلیست فراہم کیا۔ مگر تم لوگ بہت ہی کم شکر گذار ہوتے ہو — اور بے شک ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ اس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (۷/۱۱-۱۰)

فرمایا (اللہ نے) "نکل یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا (سزا میں اس نافرمانیِ حکم کی) یقین رکھ ان میں سے جو تیری پیروی کریں گے اگی سے اور تجھ سے جہنم کو بھر دوں گا۔ — اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ۔

کہ وہ ان کی مسلسل تکذیب یا ہٹ دھرمی کے باعث اپنے پیغام کو روک دیتا۔ اس کو تو اپنے حبیب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیلِ دین مقصود تھی لہٰذا منکرینِ حق اور مشرکین کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود وحی کا نزول جاری تھا۔ صراطِ مستقیم کی نشان دہی کی جا رہی تھی۔ عظمتِ انسان کے راز منکشف ہو رہے تھے اور ساتھ ہی جسدِ انسانیت کے ان رستے ہوئے ناسوروں پر نشتر زنی کا سلسلہ بھی جاری تھا جو انسانیت کی ہلاکت کا سبب بنے ہوئے تھے

صراطِ مستقیم سے دوری جہاں انسان کو تضاد کی طرف لے جاتی ہے وہیں اس کو اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی بیماریوں میں بھی مبتلا کر دیتی ہے جو بالآخر اس کی ہلاکت و تباہی کا سبب بن جاتی ہیں — بے حیائی، فحاشی اور عریانی اسی قبیل کی بدترین بیماریاں ہیں کہ جب کسی معاشرہ میں پیدا ہو جاتی ہیں تو نہ صرف احساسِ خودداری کو مفلوج کر دیتی ہیں۔ بلکہ عقل و فہم کو بھی سلب کر لیتی ہیں اور انسان ایک ایسی خود فریبی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر میں اعلیٰ اقدار حقیر اور پست اقدار عظیم بن جاتی ہیں یہی حال ان مشرکین عرب کا تھا کہ وہ لوگ اخلاقی اعتبار سے انتہائی پستیوں میں جا گرے تھے۔ نہ ان میں شرم و حیا تھی اور نہ ادب و لحاظ۔ انسانی جسم کے قابلِ شرم و حیا حصوں کی پردہ پوشی کا احساس ہی مفقود تھا۔ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو جانے میں

۔ مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم بھی حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔ (۷/۱۹-۱۸)
غرض (شیطان) دھوکا دے کر دونوں (آدم و حوا) کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پہ لے آیا۔
۔ آخر کار جب انہوں نے شجرِ ممنوعہ کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے
کھل گئے۔ اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ تب ان کے
پروردگار نے انہیں پکارا۔ "کیا میں نے تمہیں اس شجر سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ
شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے" دونوں (آدم و حوا) نے عرض کیا۔ "اے ہمارے
پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا۔ اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم
نہ کیا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔" (۷/۲۳-۲۲)

کوئی عار نہ تھا۔ جہاں چاہتے قضائے حاجت یا غسل کے لئے بے شرمی و بے باکی سے بر سرِ عام
بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ طوافِ کعبہ، جو ان کے لئے بھی عبادت کا مرتبہ رکھتا تھا، عورت اور
مرد برہنہ جسم کرتے تھے۔ عورتیں ایک مختصر سی پٹی اپنے مقامِ مخصوص پر چپکا لیتیں۔ اور دورانِ
طواف جہاں اور کچھ جملے ادا کرتیں وہاں یہ بھی کہتی جاتیں۔ "آج جسم کا پورا حصہ یا مقامِ
مخصوص کے علاوہ باقی جسم کھلا ہے اور جو کسی پر بھی حلال نہیں ہے۔" یہ الفاظ جہاں
عورت کو فطری طور پر اپنے کو محفوظ رکھنے کا تجسس ظاہر کرتے ہیں وہیں مردوں کی پر ہوس
نگاہوں کے تعاقب کا بھی پتہ دیتے ہیں۔ ایسے ماحول میں مرد کے فطری ردِ عمل کو اعلیٰ اقدار
کا احترام ہی روک سکتا ہے۔ لیکن جس معاشرے میں اعلیٰ اقدار کا احساس تک نہ ہوا نہیں
اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی پستیوں میں گرنے سے کون روک سکتا ہے۔ ان مشرکینِ عرب
نے برہنگی اور عریانی کو جائز قرار دینے کے لئے یہ جواز تراش رکھا تھا کہ وہ جس لباس سے
دنیوی گناہ کرتے ہیں اس کے ساتھ وہ اپنے معبود کے حضور کس طرح جائیں۔ لہٰذا وہ اپنے
"گناہ آلود" کپڑوں کو اتار کر برہنہ ہو جاتے تھے۔ وہ تو غیر مہذب تھے، غیر متمدن تھے
لیکن آج کی مہذب اور متمدن دنیا بھی عورت کو فیشن کے نام پر بر سرِ عام برہنہ کرتی ہے۔
وہ بھی عورت کا استحصال تھا اور یہ بھی عورت کا استحصال ہے۔ انہیں بھی راہِ مستقیم کی

فرمایا (اللہ نے) "اتر جاؤ (یہاں سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیئے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامانِ زلیست ہے۔" اور فرمایا "وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے۔ اور اسی میں سے آخر کار تم کو نکالا جائے گا۔" اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لیئے لباس پیدا کیا ہے۔ تاکہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو۔ اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ (۲۶/۷ - ۲۴)

ضرورت تھی اور انہیں بھی راہِ مستقیم کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر انسانی حرمت کا تصور ممکن نہیں۔ بے حیائی، فحاشی، عریانی اور بے غیرتی انسانی عظمت کے نہیں بلکہ ذلت کے نشانات ہیں۔ لہٰذا انسانیت کو اس کی جائز حرمت اور عظمت سے ہمکنار کرانے کے لیے ضروری تھا کہ انسانیت کے دامن کو ان دھبوں سے پاک وصاف کر دیا جائے۔ حضور سرورِ کائنات محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درج بالا آیاتِ ربانی کا نزول ہوا۔ اور عریانی اور اس کے مہلک اثرات کو واضح کرنے کے لئے آدمؑ اور حواؑ کے قصے کو بڑے لطیف انداز میں بیان کیا گیا کہ اللہ کے حکم کے بموجب جب تک انہوں نے شجرِ ممنوعہ کو ہاتھ نہ لگایا وہ سکون کے ساتھ جنت میں رہے۔ لیکن جب انہوں نے شیطان کے کہنے میں آکر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے کہ وہ مارے شرم کے جنت کے پتوں سے اپنے جسم کے حصوں کو ڈھانپنے لگے۔ پھر وہ دونوں اسی جرم کی پاداش میں جنت سے بھی نکالے گئے۔ اس کے بعد بنی آدم کو مخاطب کر کے براہِ راست عریانی اور بے حیائی کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا کہ لباس کا مقصد ہی یہ ہے کہ قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکا جائے۔ جسم کی حفاظت ہو اور پھر اس کے ساتھ ہی اگر زینت بھی پیشِ نظر رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم جب مشرکین و منکرین کو فحاشی،

۔۔۔ اور جب لوگ کوئی بیہودگی کر گزرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسی طریق پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور خدا نے ہم کو یہی بتایا ہے۔

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجیے، "اللہ ہرگز بیہودگی نہیں بتلاتا ہے۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسا جھوٹ لگاتے ہو جس کی کوئی بھی سند نہیں رکھتے ہو؟

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو عدل و اعتدال بتایا ہے۔ اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو اپنے دین کو اسی کے لئے خالص رکھ کر۔ جس طرح اس نے تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کئے جاؤ گے۔ (۷/۲۹ — ۲۸)

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو سب بیہودگیوں کو حرام کیا ہے خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور گناہ کو اور ناحق کسی پر زیادتی کو۔

عریانی اور بے حیائی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے تو یہ ظالم جواب دیتے کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور یہی بات ہم کو اللہ نے بتائی ہے۔ اسی طرح کی اور نہ جانے کیا کیا جھوٹی اور لغو باتیں کیا کرتے تھے۔ لیکن آپؐ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ اُن کی بیہودہ باتوں کو سنتے اور پھر اسی سورۂ مبارکہ کی روشنی میں انہیں سمجھاتے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز فحاشی کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ اس نے تو عدل اور اعتدال کو اپنانے کا درس دیا ہے۔ آپؐ انہیں یہ بھی ترغیب دیتے کہ عبادت کے وقت اپنا اپنا لباس زیب تن کریں اور جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دے رکھی ہے کھائیں پئیں لیکن اسراف یعنی بیجا خرچ کرنے سے باز آئیں۔ آپؐ نے بحکمِ ایزدی یہ بھی واضح فرما دیا کہ جو زینت حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے اس کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔ نہ اس کو کسی نے حرام کیا ہے لیکن یہ بات بہر حال ملحوظ خاطر رہے کہ زینت میں عریانی، فحاشی، بے ادبی اور بے غیرتی نہ آنے پائے اور نہ ہی انسان زینت کی خاطر اسراف کا مرتکب ہو۔ انسان کو چاہیئے کہ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے زینت کو اپنائے اور اللہ کی نشانیوں

اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو، جس کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی ۔ اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو۔ (۷/۳۳)

جو لوگ اُس اُمّی رسول و نبی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں تورات اور انجیل میں ۔ انہیں وہ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں جائز بتاتا ہے ۔

کی تکذیب نہ کرے ۔ آگے کی آیات میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔ آپ نے بحکم ایزدی جنت اور جہنم کا اجمالی خاکہ بھی پیش فرمایا ۔ ایک بار پھر فطری شواہد کی طرف توجہ دلائی گئی ۔ حضرت نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب کا ذکر کیا گیا ۔ پھر حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ بیان کرتے ہوئے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا کہ میرا عذاب ان ہی لوگوں پر نازل ہوتا ہے جو نافرمان ہیں اور رحمت تو ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے اور ان لوگوں کے لئے تو لازمی ہے جو خوفِ خدا رکھتے ہیں ۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ان تمام تر تنبیہات اور آپؐ کی مسلسل کاوشوں کے باوجود منکرین حق اپنی کہنہ، فرسودہ اور قدیم مشرکانہ رسوم سے چمٹے ہوئے تھے ۔ انہیں اپنی دولت و ثروت کے بل پر احساس برتری تو تھا لیکن انسانی حرمت و عظمت کا پاس قطعی نہ تھا ۔ وہ کیوں کر پیغامِ حق کو سمجھ سکتے تھے ۔ (بحوالہ ابن کثیر، جلالین)

آپؐ جملہ انسانیت کے لئے رسول ہیں

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس پیغامِ حق کی تلقین فرما رہے تھے وہ جملہ انسانیت کے لئے درحقیقت ایک تحفۂ ایزدی تھا ۔ اسی لئے آپؐ کو کسی خاص قوم، ملک یا طبقہ کے لئے نبی نہیں بنایا گیا تھا ۔ بلکہ آپؐ تو جملہ انسانیت کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے ۔ منشائے ایزدی بھی یہی تھا کہ آپؐ پر اس دین کی تکمیل کر دی جائے جس کی تبلیغ و تلقین کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام آتے رہے تھے اسی لئے دیگر آسمانی صحیفوں میں باری تعالیٰ نے آپؐ کے

اور ان پر گندی چیزیں حرام رکھتا ہے۔ اور ان لوگوں پر سے بوجھ اور طوق جو ان پر (اب تک) تھے اتارے دیتا ہے ـــــ سو جو لوگ اس نبی (محمد مصطفےٰؐ) پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں

لئے پیش گوئی فرمادی تھی اور اہلِ کتاب اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد آپؐ کی آمد پر یقین ان کے ایمان کا جز تھا۔ انہی وجوہ کی بنا پر عیسائی راہب بحیرہ کی حق شناس نظروں نے آپؐ کو عہدِ طفولیت میں دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی آمد کا ذکر انجیل میں کیا گیا ہے۔

۱۔ "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" (یوحنا۔ ۱۴: ۱۶)

۲۔ "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا ـــــ اور وہ آکر دنیا کو گناہ، راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا" (یوحنا ۱۶: ۹ - ۷)

۳۔ "لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا" (یوحنا ۱۵: ۲۶)

اور انہی درج بالا حقائق کی بنا پر عیسائی عالم ورقہ بن نوفل نے آپؐ پر پہلی وحی کے نزول کا واقعہ سن کر آپؐ کی نبوت کی تصدیق کر دی تھی۔

یہودیوں کی مذہبی کتابوں اور روایتوں میں بھی ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ ملتا تھا۔ روایت ہے کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بہت قبل جب کہ یمن کا بادشاہ تبع یہودیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے مدینہ پہنچا۔ تو علمائے یہود نے اس سے کہا کہ ہماری مذہبی کتب کے مطابق اللہ کے ایک نبی ہجرت کرکے اس شہر مدینہ میں آئیں گے جو بنی اسمٰعیل سے ہوں گے اور اسی شہر میں ان کا قیام رہے گا۔

اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ سو یہی لوگ تو ہیں (پوری) فلاح پانے والے ۔ (۷/ ۱۵۷)

اگر تم اب بھی اس شہر کو ویران کرنے پر تلے ہو تو تمہاری مرضی ۔ یہ سن کر تبع مدینہ کو تاراج کئے بغیر واپس ہو گیا ۔ ان روایات اور تمام تر تحریفات کے باوجود، توریت کی شہادت آج بھی موجود ہے ۔

"۔۔۔ اور اسمٰعیل کے حق میں، میں نے تیری سنی ۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا ۔ اور اسے آبرومند کروں گا ۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا ۔" (پیدائش ۲۰، ۱۱)

اور اسی طرح زبور کی پیش گوئی آج مسلمہ ثبوت کی حیثیت رکھتی ہے ۔

۱۔ " میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا ۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستائش کریں گے ۔" (۴۵ : ۱۷)

۲۔ " دیکھو میرا بندہ (عبدہٗ) جسے میں سنبھالتا ۔ برا برگزیدہ (مصطفٰے) جس سے میرا جی راضی ہے ۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی ۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا اس کا زوال نہ ہو گا ۔ (خاتم النبیین) اور نہ مسلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے گا ۔ اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں" (یسعیاہ ۴۲ : ۴-۱)

یہ وہ حقائق تھے کہ جن کو ذی علم حضرات اچھی طرح جانتے تھے اور سمجھتے تھے لہٰذا جہاں ایک طرف مشرکین قریش آپؐ کی تکذیب کر رہے تھے اور آپؐ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ہر طرح کا ظلم روا رکھے ہوئے تھے وہیں مکہ سے باہر کی دنیا میں رہنے والے آپؐ کی نبوت کی خبر میں دلچسپی رکھتے تھے ۔ مکی زندگی میں یہودیوں سے براہِ راست معاملہ نہ تھا لیکن پھر بھی وہ آپؐ کی نبوت کی خبر سے خوش نہ تھے ۔ اس کے برعکس عیسائیوں میں دلچسپی کا اظہار پایا جاتا تھا ۔ چونکہ آپؐ کی بعثت سے حضرتِ عیسیٰ کی تصدیق ہوتی تھی ۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ابوسفیان جو کہ اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے ایک تجارتی قافلہ لے کر روم گئے وہاں پر قیام کے دوران ایک دن وہ اور ان کے ساتھی شاہِ روم کے دربار میں حاضر ہوئے ۔

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ اسی اللہ کا جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے اُمّی رسول (نبی) پر جو خود ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے (احکامات) پر۔ اور اسی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرتے رہو تاکہ تم راہ راست پا جاؤ۔" (۷/۱۵۸)

ہرقل شاہِ روم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سن چکا تھا۔ لہٰذا اس نے دیگر باتوں کے علاوہ ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے آپؐ کے متعلق بھی معلومات حاصل کیں۔ یہ لوگ مشرکین میں سے تھے اور آپؐ کے مخالفین جو کچھ بھی یہ لوگ کہتے رہے ہرقل خاموشی سے سنتا رہا۔ آخر میں اس نے ابوسفیان سے سوال کیا۔ "تم لوگ کہتے ہو کہ وہ اللہ کا رسول نہیں بلکہ کاذب ہے۔ کیا ان کا جھوٹ تم لوگوں پر ثابت ہو چکا ہے؟" ابوسفیان کو اعتراف کرنا پڑا۔ "نہیں!" یہ جواب سن کر ہرقل کہنے لگا۔ "جس شخص نے کبھی انسانوں کے معاملے میں جھوٹ نہ بولا ہو۔ وہ اللہ کے معاملے میں کیوں کر جھوٹ کہے گا۔" یہ سن کر مشرکینِ قریش خاموش ہو گئے۔ ان کے پاس اس کا جواب ہی کیا تھا۔ مذکورہ بالا حقائق کے باوجود مشرکینِ قریش کی طرف سے آپؐ کی مخالفت کا سلسلہ روز افزوں تھا۔ بلکہ آپؐ کی مخالفت کے لئے مشرکین یہودیوں سے بھی اعانت حاصل کرنے لگے تھے کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا آیات کا نزول ہوا۔ اور آپؐ نے بحکم ایزدی اعلان کر دیا کہ اے لوگو! میں تو تم سب انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس اللہ کی طرف سے جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، وہی لائق عبادت ہے اور وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور مجھے اللہ کا نبی اُمّی تسلیم کر لو۔ ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ کی جانب سے پانچ چیزیں خصوصیت کے ساتھ عطا ہوئی ہیں (۱) میں دنیا جہان کے تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں اس سے پہلے نبی اپنی ہی قوم کی طرف آتے تھے۔ (۲) مجھے وہ رعب عطا ہوا ہے جو دشمن کے مقابلے میں نصرت کا سبب ہوتا ہے (۳) مالِ غنیمت میرے

بے شک جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔ سو اگر تم (یعنی مشرکین) سچے ہو تو تم انہیں پکارو پھر ان (بتوں) کو چاہیئے کہ تمہیں جواب دیں۔ کیا ان کے پیر ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ (کسی چیز کو) پکڑتے ہیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے (ان مشرکین سے) "تم اپنے سب شریکوں کو بلا لو پھر میرے خلاف چال چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ یقیناً میرا کارساز اللہ ہے جس نے مجھ پر یہ کتاب نازل کی ہے اور وہ صالحین کی کارسازی کرتا ہی رہتا ہے۔ (۷/ ۱۹۶ ـ ۱۹۴)

اور میری امت کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ (۴) میرے لئے اور میری امت کے لئے ساری زمین مسجد کی حیثیت رکھتی ہے کہ جہاں نماز کا وقت آیا وہیں نماز پڑھ لی۔ (۵) اور مجھے روزِ قیامت شفاعت عطا کی گئی ہے بحقیق جو بھی آپؐ کے پرچمِ شفاعت کے تلے آجائے گا فلاح پا جائے گا۔

(بحوالہ زبور، توریت، انجیل، بخاری، مسلم۔ ابنِ کثیر)

آپؐ کو مشرکین نے بتوں سے ڈرایا

ایک طرف تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کی رسالت کی تصدیق میں دلائل پر دلائل کا نزول اور فلاحِ انسانیت کے لئے آپؐ کی مسلسل کاوشیں تھیں اور دوسری جانب مشرکین کی دھمکیاں اور آپؐ کے خلاف نت نئے منصوبے تھے۔ مشرکین ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے لئے جہاں اور ظالمانہ حربے استعمال کرتے تھے وہاں آپؐ سے طرح طرح کے سوالات بھی کرتے رہتے تھے۔ کبھی کہتے۔ "محمدؐ! تمہاری قیامت کب آئے گی؟" کبھی بڑے معصومانہ انداز میں کہتے۔ "محمدؐ! اپنے اللہ سے کہو کہ اب تو قیامت بھیج دے۔" کبھی قیامت کا حال دریافت کرتے کہ وہ کیسی ہوگی۔ اس میں کیا کیا ہوگا۔ اور پھر خود ہی روزِ قیامت کی بڑی شدت سے تکذیب شروع کر دیتے۔ حضور محسنِ انسانیت نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام بدتمیزیوں پر صبر و تحمل فرماتے ان کے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر آپؐ انہیں دعوتِ توحید دیتے اور بڑی محبت اور شفقت سے

اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری ہی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انہیں کوئی بات بتانے کے لئے پکارو تو وہ سُن نہ سکیں۔ اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ گویا آپ کی طرف نظر کر رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ نہیں دیکھتا۔

(اے نبیؐ!) درگذر اختیار کیجئے اور نیک کام کا حکم دیتے رہئے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے۔ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطانی کی طرف سے آنے لگے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے وہ خوب سُننے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ (۷/۲۰۰ ـ ۱۹۷)

(اے حبیبؐ!) اور جب آپ ان کے سامنے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں" آپ یہ (فرمائشی) معجزہ کیوں نہیں لائے۔" (اے حبیبؐ!) آپ فرما دیجئے۔ "میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو کچھ میرے اوپر میرے پروردگار کی طرف سے وحی ہوا ہے۔"

(اے لوگو!) یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

(اے لوگو!) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ (۷/۲۰۴ ـ ۲۰۳)

انہیں سمجھاتے کہ اے لوگو! ذرا سوچو تو سہی کہ تم لوگ جن کی پوجا کرتے ہو جن کے آگے عاجزی اور انکساری سے جھکتے ہو اور مدد مانگتے ہو وہ تو خود بے جان بُت ہیں جن کو تمہارے جیسے انسانوں نے تراشا ہے۔ ان کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو یہ اس کو اڑا بھی نہ سکیں اور جو اس درجہ مجبور و لاچار ہوں تو وہ تمہاری کس طرح مدد کر سکتے ہیں۔ حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرمؐ جب اسی طرح کے دلائل دے کر مشرکین کو انسانی غیرت دلاتے اور ان کے قلوب میں انسانی حرمت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تو یہ ظالم عقلوں کے اندھے اور ذہنی طور پر مغلوب

(اے نبی!) اپنے پروردگار کو صبح و شام یاد کیا کیجئے دل ہی دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی آواز کے ساتھ۔

تم ان لوگوں میں نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ بے شک جو آپ کے پروردگار کے قریب ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ (سجدہ)

(۷/۲۰۶ ـ ۲۰۵)

لوگ آپ سے کہتے۔ "محمد! تم ان بتوں کو برا نہ کہو۔ ورنہ تم برباد ہو جاؤ گے۔ اور یہ بت تم کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ لہٰذا تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم ان کے خلاف کہنے سے باز آجاؤ۔"

مشرکین کی یہ دھمکیاں آپؐ کی نظر میں کیا وقعت کی حامل ہو سکتی تھیں۔ آپؐ کے لئے بے معنی اور مہمل باتیں ہی تو تھیں۔ ان باتوں سے تو آپؐ کا جوشِ تلقین اور بڑھ جاتا اور آپؐ اسی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے لوگوں کو دعوتِ توحید دینے میں مصروف رہتے تھے۔ (بحوالہ خزائن العرفان)

سُورۃ الجنّ (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے نبیؐ!) آپ کہدیجیے کہ میرے پاس وحی آئی اس بات کی کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سُنا۔ پھر انہوں نے کہا "ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو راہِ راست بتلاتا ہے۔ سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہ بنائیں گے۔ بے شک ہمارے پروردگار کی شان بڑی بلند ہے۔ اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد۔ یقیناً ہم میں بیوقوف نے خدا کے ذمہ جھوٹی باتیں لگادی ہیں۔ (۷۲/۴-۱)

آپؐ کی زبانی کلامِ ربانی سُنا تو جن بھی ایمان لے آئے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم مشرکینِ قریش کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود مستقل مزاجی سے پیغامِ حق کی تبلیغ و تلقین میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپؐ کی ہمت بلند اور عزم مستحکم تھا۔ نہ مصائب کا ہجوم آپؐ کی راہ روک سکا اور نہ کبھی دشمنوں کی کثرت آپؐ کو مرعوب کر سکی۔ قریش نہ صرف آپؐ پر ایمان لانے سے منکر تھے بلکہ جہاں جاتے آپؐ کی مخالفت کرتے اور آپؐ کی راہیں مسدود کرنے کی کوشش کرتے کہ آپؐ مکّے سے باہر کے لوگوں تک کلامِ ربانی نہ پہنچا سکیں جیساکہ پہلے بھی مذکور ہوا ہے کہ حج کے موقعہ پر جب کہ جزیرۃ العرب کے مختلف قبائل مکّہ اور اس کے نواحی علاقہ مِنیٰ میں خیمہ زن ہوتے تھے تو آپؐ شب کی تاریکی میں ان کے درمیان پہنچ جاتے۔ کلامِ ربّانی سُناتے اور دعوتِ توحید دیتے تھے۔

حج ہی کی طرح کے دو بڑے میلے بازارِ عکاظ اور ذوالمجاز کے مقامات پر بھی منعقد ہوا کرتے تھے۔ جہاں دور دراز سے لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ آتے اور کئی کئی یوم قیام کرتے تھے۔ شعر و سخن کی محفلیں گرم ہوتی تھیں۔ مجرے ہوتے جہاں دادِ عیش دی جاتی، سرور و مستی کے خم لنڈھائے جاتے۔ بڑے بڑے بازار لگتے غرض ہر ذوق و شوق کے لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ خرافات کی پرواہ کئے بغیر اور قریش کی نظروں سے

اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور انسانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ وہ بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ اور انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا تھا کہ خدا کسی کو نہ بھیجے گا۔ ہم نے آسمان کی تلاشی لینی چاہی تو اسے ہم نے شدید پہرے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ (۷۲/۹ - ۵)

بچتے بچاتے ان میلوں میں بھی پہنچ جاتے۔ محلِ وقوع دیکھ کر ان کے درمیان کلامِ ربانی پڑھتے اور دعوتِ توحید قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ اس طرح کچھ نہ کچھ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ گو اس طرح اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد قلیل ہوتی تھی لیکن جب یہی معدودے چند لوگ اپنے قبیلوں میں جا کر تبلیغِ دین کرتے تو اضافہ کئی گنا ہو جاتا۔ یمن کے قبیلۂ دوس کے مشہور شاعر طفیل ابنِ عمرو ایک ایسے ہی موقعہ پر حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ درفشاں سے کلامِ ربانی سن کر ایمان لے آئے تھے اور پھر انہوں نے واپس جا کر اپنے قبیلہ میں تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیا تھا۔

ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ہی موقعہ پر مکہ سے چند صحابۂ کرام کے ہمراہ عکاظ تشریف لے جا رہے تھے کہ راہ میں بمقام نخلہ قیام فرمایا۔ فجر کے وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف کلامِ ربانی کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وادیٔ نخلہ کی پُرسکوت فضا میں اللہ کے حبیبؐ کی قرأتِ قرآنِ حکیم۔ ساری کائنات جیسے محو ہو گئی تھی۔ آپؐ کی زبانِ شیریں بیان سے کلامِ ربانی کا ایک ایک لفظ اس طرح ادا ہو رہا تھا جیسے کیف و سرور کی شعاعیں پوری وادیٔ نخلہ کو مسحور کئے دے رہی ہوں۔ یہی سلسلۂ بارشِ انوار جاری تھا کہ جنوں کی ایک جماعت کا وہاں سے گذر ہوا۔ کلامِ ربانی اور وہ بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا تو ساکت و مبہوت ہو گئے۔

۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے انہیں ہدایت دینے کا قصد کیا ہے۔ اور یہ کہ ہم میں بعض تو بے شک نیک ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں۔ ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہو گیا ہے کہ ہم اللہ تعالٰی کو زمین پر (کہیں بھی) عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔ ہم تو ہدایت سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے۔ اور جو بھی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے گا اسے نہ کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ ظلم و ستم کا۔ (۷۲/۱۳-۱۰)

قبل اس کے کہ اس واقعہ کی دوسری تفصیلات بیان کی جائیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی بھی تحقیق کر لی جائے کہ جن واقعتاً اللہ کی کسی مخلوق کا نام ہے یا اوہام پرستی کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے۔ جہاں تک اوہام پرستی کا تعلق ہے تو اس مرض سے تو دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہیں رہا۔ راہِ مستقیم قائم کرنے اور آپؐ کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انسان کو اوہام پرستی سے نجات دلائی جائے چونکہ انسان کو راہِ مستقیم سے ہٹانے اور شرک و گمراہی کی طرف لے جانے میں اوہام پرستی کو بڑا دخل رہا ہے۔ لہٰذا اسلام ہرگز اوہام پرستی کی اجازت نہیں دے سکتا ورنہ بصورتِ دیگر اسلامی تعلیمات کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے۔

انسان اور جن کی تخلیق سے متعلق ارشادِ ربانی ہے۔

"ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا اور اس سے پہلے ہم جنوں کو شعلے کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔" (۱۵/۲۷-۲۶)

یہ تخلیقی مادہ ہی دراصل ابلیس کے تکبر اور راندۂ درگاہ ہونے کا سبب ہوا۔ چونکہ جب حق تعالٰی نے ابلیس کو جو جنات میں سے تھا۔ حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرے۔ تو اس نے کہا۔ "میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔" (۷/۱۲)

جن و انس کی تخلیق سے متعلق سورۂ رحمٰن میں بھی ارشادِ ربانی ہے۔

"اسی نے انسان کو پیدا کیا مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی اور جنات کو پیدا کیا خالص

۔ اور ہم میں بعض مسلم ہیں اور بعض ہم میں سے بے راہ ہیں تو جس نے اسلام قبول کرلیا، اس نے تو بھلائی کا راستہ ڈھونڈ نکالا۔ اب رہے وہ جو بے راہ ہیں تو وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔" (۷۲/۱۵-۱۴)

اور (اے نبیؐ!!) آپ کہہ دیجئے اگر لوگ راہِ راست پر رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے تاکہ اس میں ہم انہیں آزمالیں۔ اور جو کوئی اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا تو اللہ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ اور یہ کہ جتنے سجدے ہیں، سب اللہ کا حق ہیں۔ سو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ (۷۲/۱۸-۱۶)

آگ سے" (۵۵/۱۵-۱۴)

ان آیاتِ ربانی سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اور جن دونوں کا تخلیقی مادہ مختلف ہے اور دونوں کا وجود بحیثیتِ مخلوق مسلمہ ہے۔ اس میں کسی اوہام پرستی کو دخل نہیں ہے۔ مزید یہ کہ چونکہ دونوں کی تخلیق مختلف مادوں سے کی گئی ہے لہٰذا دونوں اپنی صفات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ انسان مرئی مخلوق ہے اور جن غیر مرئی۔ قرآنِ حکیم یہ بھی بتاتا ہے کہ اجنّا عالم بالا کی طرف پرواز کرتے رہے ہیں۔ اور جب ان میں کے شریر جن حدودِ خداوندی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں شہابِ ثاقب کے ذریعہ دور کر دیا جاتا ہے۔ اجنّا میں بہ نسبت انسان قوت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ صفت بہت سے حیوانات کو بھی دی گئی ہے۔ انسان کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے بصیرت اور فہم و ادراک کی نعمتوں سے نوازا ہے جو کہ دوسری مخلوق کو نہیں عطا ہوئیں۔ اسی لئے اسے اللہ نے زمین پر اپنا خلیفہ کہا اور اسی لئے آدم کو سجدہ کرنے کے لئے حکمِ ربی ہوا تھا۔

بمقام نخلہ جب حضورِ سرورِ کائنات نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جنات کلامِ ربانی سُن چکے تو وہ نہ صرف ایمان لے آئے، شرک سے تائب ہوئے بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف لغو گوئی اور بہتان طرازی پر شرمندہ و نادم بھی ہوئے۔ جب اپنی قوم کے لوگوں میں پہنچے تو انہیں یہ سارا

۔ اور جب اللہ کا بندۂ خاص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں (یعنی جنات کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں کلامِ ربانی سننے کے لیے ۔)

(اے حبیبؐ!) آپ کہدیجئے "میں تو بس اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔"

(اے حبیبؐ!!) آپ کہدیجئے "میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں ہوں"

(اے حبیبؐ!!!) آپ فرما دیجئے: "ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا ۔ البتہ اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اسکے پیغاموں کا ادا کرنا میرا کام ہے۔"

واقعہ بیان کرتے ہوئے کلامِ ربانی کی حقیقت کو ان کے سامنے پیش کیا اور ساتھ ہی اُس استعجاب کی وجہ بھی بیان کی جس میں وہ من حیث القوم عرصۂ دراز سے مبتلا تھے۔

اجنّا میں وہ استعجاب حضور سرورِ کائنات ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا۔ چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اجنّا کو قوتِ پرواز عطا کی ہے جس کی بنا پر وہ عالمِ بالا میں پرواز کرتے رہے ہیں اور انہیں یہ بھی تجسس رہا ہے کہ وہ معلوم کریں کہ آسمانوں میں نظامِ خداوندی کیا فیصلے صادر کرتا ہے، جنکا ظہور بعد میں زیرِ آسمان مخلوق اور دنیا پر ہوتا ہے۔ لہٰذا شریر اور سرکش جن پرواز کرتے ہوئے حدودِ خداوندی تک پہنچ جاتے اور کسی نہ کسی طرح اسرارِ یزدانی لے آتے۔ پھر دنیا میں، اللہ کی مخلوق کو پریشان کرتے۔ لہٰذا آسمانوں میں یہ انتظام تھا کہ جب بھی کوئی جن آسمانوں میں حدودِ خداوندی کے قریب جاتا تو شہاب ثاقب کا لپکتا ہوا شعلہ اس کا تعاقب کرتا۔ اور اسے دور کر دیتا۔ ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آسمان پر یہ انتظام اور سخت ہو گیا جس کی بنا پر اجنّا کا آسمانوں کے قریب پہنچنا بند ہو گیا۔ اس بات سے اجنّا کو استعجاب ہوا کہ یہ تبدیلی کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کی وجہ کا جو اُن کی سمجھ میں آتی تھیں اول یہ کہ دنیا والوں کے لئے کسی عذاب کے نزول کی تیاری ہے۔ یا حق تعالیٰ نے نزولِ ہدایت کا قصد کیا ہے اور یہی بات جنات کیلئے

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً ایسے لوگوں کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان لیں گے کہ مددگار کس کے کمزور ہیں اور تعداد کس کی کم تر ہے۔

(اے نبیؐ!) آپؐ کہہ دیجئے "مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آیا قریب آ گئی ہے یا اس کے لئے میرے پروردگار نے مدّت دراز رکھی ہے۔ وہی غیب کا جاننے والا ہے۔ سو وہ (ایسے) غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ اُن کے آگے پیچھے نگہبان بھیج دیتا ہے۔ تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور اللہ ان کے احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر شئے کو شمار میں لئے ہوئے ہے۔ (۷۲/۲۸-۱۹)

معمہ بنی ہوئی تھی۔

لہٰذا جب انہوں نے وادیٔ نخلہ میں بنائے تخلیقِ کائنات سرورِ دین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کلامِ ربانی سُنا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ وہی راہِ ہدایت ہے جس کے نزول سے قبل آسمانوں میں وہ انتظامات کئے گئے تھے۔ جو عرصے سے ان کے استعجاب کا سبب بنے ہوئے تھے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمد مختار نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ درج بالا آیات ۱-۱۵ میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اے نبیؐ! یہ باتیں آپ لوگوں کو سنائیں اور سمجھائیں تاکہ وہ اپنی عقل و فہم کو کام میں لاتے ہوئے پیغامِ حق کی افادیت کو سمجھ سکیں۔

لہٰذا ہادیٔ مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیاتِ ربانی لوگوں کو سُناتے اور آگے کی آیات کی روشنی میں انہیں سمجھاتے کہ وہ شرک سے باز آ جائیں اور راہِ مستقیم کو اپنا لیں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مستحق ہو جائیں گے ورنہ بصورتِ دیگر عذابِ خداوندی سے نہ بچ سکیں گے، لیکن ان ظالم مشرکین کا تو یہ عالم تھا کہ جب آپؐ انہیں ہدایت کی طرف بلاتے تو وہ آمادۂ فساد ہو جاتے آپؐ سے بے تکے سوالات کرتے جیسا کہ درج بالا آیاتِ ربانی سے ثابت ہے۔ (بحوالہ بخاری، مسلم۔ بروایت حضرت عبداللہ ابن عباس)

ان کے لیے یکساں ہے کہ آپؐ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں، یہ نہ مانیں گے۔ آپؐ
تو بس اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور بے دیکھے خدائے رحمان سے ڈرے۔
آپؐ اس کو خوشخبری سنا دیجیے مغفرت اور اجرِ کریم کی۔
—— بے شک ہم ہی تو مُردوں کو جِلائیں گے۔ اور ہم ہی لکھتے جائیں گے اسے
جو یہ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور پیچھے چھوڑے جاتے ہیں۔ اور ہم نے ہر شئے
کو ایک واضح کتاب میں درج کر رکھا ہے۔ (۳۶/۱۲-۱)
(اے حبیبؐ!) اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ بیان کیجیے ایک بستی
والوں کا جب کہ ان کے پاس رسول آئے۔

جوں ہی پتھر لیے ہوئے آپؐ کے قریب پہنچا تو اس کی آنکھوں پر جیسے پردہ پڑ گیا کہ جیسے اس کے
اور آپؐ کے درمیان کوئی آڑ آگئی ہو، وہ آپؐ کو دیکھ ہی نہ سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی کچھ اس
طرح شل ہو گئے کہ وہ حرکت ہی نہ کر سکتے تھے۔ مجبور و لاچار اپنے دونوں دوستوں کی جانب
پلٹ آیا اور انہیں سارا ماجرا سنایا۔ ولید بن مغیرہ کہنے لگا۔ "یہ کام میں کروں گا۔"
اور ابوجہل سے وہی پتھر لے کر آپؐ کی جانب لپکا۔ حق تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کے آگے بھی
آڑ کر دی کہ اسے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اسی حالت میں بھٹکتا ہوا واپس آگیا۔ اور کم و بیش
اپنے رفیقوں کو وہی واقعہ بیان کیا جو ابوجہل سنا چکا تھا۔ ان کا مخزومی دوست کہنے لگا
"تم لوگ تو بلا وجہ گھبرائے ہوئے ہو۔ لاؤ پتھر میں اس کام کو انجام دیتا ہوں۔" یہ شخص بھی
آپؐ کی طرف پتھر اٹھائے بڑی سرعت کے ساتھ گیا۔ لیکن اسی طرح الٹے پاؤں بھاگا۔ ان
دونوں نے جو مخزومی دوست کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے۔ "تجھے کیا ہو گیا کہ بدحواس
ہو رہا ہے۔" یہ شخص کہنے لگا۔ "لات و عزیٰ کی قسم میں نے اپنے اور محمدؐ کے درمیان
ایک بڑا سانڈ دیکھا ہے جو میری طرف حملہ آور ہوا ہی چاہتا تھا۔" ابوجہل کہنے لگا۔
"یہ شخص واقعی جادوگر ہے۔"
کاش! مشرکین و منکرینِ حق اس بات کو سمجھتے کہ اللہ کا محبوب بندہ جب اللہ کی طرف،

سورۃ یٰسین (پ ۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰسین! قسم ہے قرآنِ حکیم کی کہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں اور راہِ مستقیم پر ہیں۔ یہ (قرآن) نازل کیا گیا ہے (خدائے) غالب و رحیم کی طرف سے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے تھے اور اسی وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہیں، ان میں سے اکثر لوگ فیصلۂ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اسی لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں، جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے گئے ہیں، اس لئے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی ہے اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی ہے، جس سے ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے، سو وہ دیکھ نہیں سکتے۔

آپ پر منکرینِ حق کی جارحیت

حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کی مخالفت اب مخاصمت بلکہ عداوت میں تبدیل ہو چکی تھی لیکن آپ کی طرف سے اب بھی جذبۂ محبت و شفقت کا اظہار تھا۔ نہ آپ ان کی جارحیت اور دشمنی سے ہراساں و خوف زدہ تھے اور نہ آپ کے اندر کوئی جذبۂ انتقام پیدا ہوا تھا۔ آپ تو اسی مستقل مزاجی اور خوش اخلاقی کے ساتھ بلا خوف و خطر دعوتِ حق دینے میں مصروف تھے۔

جب کبھی آپ کا دل چاہتا حرمِ کعبہ میں مشرکین کے درمیان کھڑے ہو کر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ جہاں کہیں بھی آپ کو موقعہ ملتا لوگوں کو برسرِ عام کلامِ ربانی سناتے اور دعوتِ حق دیتے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ محسنِ انسانیت بنائے تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حرمِ کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ سوئے اتفاق اسی وقت ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور ان کا ایک مخزومی دوست وہاں پہنچ گئے۔ ابوجہل نے قسم کھا رکھی تھی کہ جس دن وہ حرمِ کعبہ میں آپ کو عبادت کرتے ہوئے دیکھے گا تو آپ کا سر کچل دے گا۔ لہٰذا اس نے جب آپ کو تنہا سجدہ ریز پایا تو جلدی سے ایک بڑا پتھر اٹھا لایا۔ غصہ میں بھرا ہوا

جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے ان کی تائید کی۔ (انہوں نے) کہا ہم تمہارے پاس رسول کی حیثیت سے بھیجے گئے ہیں۔ وہ لوگ بولے "تم تو بس ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور خدائے رحمان نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے۔ تم نرا جھوٹ بول رہے ہو۔" (۳۶/۱۵-۱۳)

..... اور ایک شخص اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا "اے میری قوم والو! ان رسولوں کی راہ پر چلو۔ ان کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور خود راہ راست پر ہیں۔" (۳۶/۲۱-۲۰)

..... (آخر کار اس بستی کے لوگوں نے اس شخص کو قتل کر دیا اور اس کے لئے) ارشاد ہوا "داخل ہو جا جنت میں۔" اس نے کہا "کاش! میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے پروردگار نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرما دی اور مجھے باعزت لوگوں میں داخل فرمایا۔"

رجوع ہوتا ہے تو اللہ کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور یہاں تو اللہ کا حبیبؐ اللہ کے حضور اظہارِ بندگی کر رہا تھا۔ اللہ نے آپؐ کے اور آپؐ کے دشمنوں کے درمیان ایک آڑ حائل کر دی تھی۔ جو آنکھیں حق کو نہ دیکھ سکیں وہ حق کی نشانیوں کو کیوں کر پا سکتی ہیں۔ ایسی آنکھوں میں نہ بصیرت ہوتی ہے اور نہ نور کہ وہ باطن کے پردوں میں جھانک سکیں۔ انہیں تو دیوار پر لکھا ہوا بھی نظر نہیں آتا۔ ابتدائی درج بالا آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو یہ بھی فرما دیا کہ آپؐ ان مشرکین کو متنبہ کریں یا نہ کریں، ان کے لئے برابر ہے۔ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ آپؐ کا متنبہ کرنا تو صرف ان ہی لوگوں کے کام آسکتا ہے جو کہ خوفِ خدا رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کو بشارت دے دیجئے مغفرت اور اجرِ کریم کی۔

آگے کی آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایک ایسی بستی والوں کا قصہ بھی بیان فرمایا،

اس کے بعد اس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا۔ ہمیں لشکر بھیجنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ بس ایک دھماکا ہوا۔ اور یکایک سب اسی دم بجھ کر رہ گئے۔ (۳۶/ ۲۹-۲۶)

افسوس بندوں کے حال پر کہ جو رسول بھی ان کے پاس آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ اور اس کے بعد وہ پھر کبھی ان کی طرف پلٹ کر نہ آئے۔ ان سب کو ایک روز ہمارے سامنے حاضر کیا جانا ہے۔ (۳۶/ ۳۲-۳۰)

جنہوں نے ایک سے زیادہ پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ وہ لوگ بھی مشرکینِ مکہ کی طرح اپنے رسولوں سے کہتے تھے کہ تم پر کوئی وحی نہیں آتی تم محض جھوٹ بولتے ہو۔ حتیٰ کہ ان ہی میں کا ایک صالح آدمی جو ہمہ وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر انہیں سمجھانے کے لئے آیا اور دیگر دلائل کے علاوہ اُس نے دو اہم اور قابلِ غور باتیں کہیں۔ وہ کہنے لگا۔ دو تم لوگ اللہ کے رسولوں کو کیوں جھٹلاتے ہو، یہ تو حق کی اور تمہارے مفاد کی باتیں کرتے ہیں اور تم لوگ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ یہ لوگ اول تو تم سے کوئی معاوضہ یا ہدیہ طلب نہیں کرتے کہ جس سے ان کا اپنا مفاد ظاہر ہو دوئم تم لوگ دیکھتے ہو کہ یہ خود ہدایت یافتہ ہیں یعنی جو بات تم کو بتا رہے ہیں اسی پر خود عمل کرتے ہیں اور ان کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں لہٰذا قابلِ اعتبار ہیں۔ لیکن اس بد نصیب بستی کے لوگوں نے اس صالح آدمی کی بھی نہ سُنی بلکہ اسے قتل کر ڈالا اور آخر کار عذابِ خداوندی نازل ہوا اور وہ سب ہلاک و تباہ ہو کر رہ گئے۔

اس واقعہ کو بیان کرنے میں حق تعالیٰ کی منشاء ایک طرف تو مشرکین مکہ کو تنبیہ کرنا مقصود تھی دوسری طرف آپؐ کو تسلی و تشفی دینا کہ آپؐ ان ظالم مشرکین کے جھٹلانے سے رنجیدہ نہ ہوں یہ تو دشمنانِ حق کا ہمیشہ ہی سے طریقہ رہا ہے۔

حضور سرورِ کائنات کی ہمت تو بہت بلند تھی۔ آپؐ کا صبر و تحمل بے مثال تھا۔ آپؐ کی

— اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے بے جان زمین ہے۔ ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلّہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں ۔ ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس میں سے چشمے جاری کر دیئے ۔ تاکہ لوگ اس کے پھلوں سے کھائیں اور اس سارے انتظام کو ان کے ہاتھوں نے نہیں پیدا کیا ۔ سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے ۔ (۳۶/ ۳۵ — ۳۳)

— اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات بھی ہے ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے ۔

— اور ایک نشانی آفتاب بھی کہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ باندھا ہوا حساب ہے زبردست اور علم والے (خدا) کا ۔

— اور ایک نشانی چاند بھی کہ ہم نے اس کے لئے منزلیں مقرر کی ہیں ،

جرأت بے باک تھی کہ نہ ہجوم مصائب غالب آسکے اور نہ مخالفین کی کثرت آپ کو پیغام توحید اور عقیدہ آخرت پیش کرنے اور اس کی تلقین فرمانے سے روک سکی اور پھر جب حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے بھی مسلسل ہمت افزائی کی جا رہی تھی تو آپ کی حق گوئی و حق بیانی کو کیا چیز مانع ہو سکتی تھی ۔ آپؐ نے بار بار مشرکین کو نظریۂ توحید اور آخرت کی وضاحت فرماتے ہوئے درج بالا سورۂ مبارکہ کی روشنی میں فطری شواہد کی طرف توجہ دلائی اور عقلی دلائل پیش کئے آپ انہیں محبت اور شفقت کے ساتھ سمجھاتے کہ اے لوگو! اس بے جان زمین کی طرف غور کرو کہ اسی کی آغوش سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے غلّہ اور پھل اگاتا ہے ۔ اسی کی کوکھ سے چشمے پھوٹتے ہیں ، نباتات اگتی ہے اور تمام جانوروں کے جوڑے بھی وہی اللہ پیدا کرتا ہے ۔ پھر کبھی آپؐ الٰہی آیات کی روشنی میں دن اور رات کی گردش ، چاند اور سورج کی مسافت اور دور دراز سمندروں میں ہوا کے دوش پر چلتی ہوئی کشتیوں کی طرف توجہ دلاتے کہ وہ لوگ غور کریں کہ یہ سب کچھ اللہ کی نعمتیں ہیں ۔ آپؐ لوگوں کو یہ بھی تلقین فرماتے کہ اے لوگو! ان نعمتوں کے تشکر میں اللہ کی وحدانیت اور روز قیامت کو سمجھو اور جو کچھ

یہاں تک کہ وہ الیسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی سوکھی شاخ۔ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

— اور ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پھر ان کے لئے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ (۳٦/ ۴۲ - ۳۷)

— اور ان کے سامنے ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جو نشانیاں بھی آتی ہیں یہ ان کی طرف التفات نہیں کرتے۔

— اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں "کیا ہم ان لوگوں کو کھانے کو دیں جنہیں اگر خدا چاہے تو بہت کچھ کھانے کو دیدے تم تو نری کھلی ہوئی غلطی میں پڑے ہوئے ہو"۔ (۳٦/ ۴۷-۴٦)

حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اس میں سے غربا، مساکین اور محتاجوں کو بھی دیدو۔ لیکن یہ مشرکین و منکرینِ حق تو اس درجہ ظالم تھے کہ نہ صرف آپؐ کے پیش کردہ نظریۂ توحید اور آخرت کو رد کر دیتے بلکہ ان کی سنگدلی کا بھی یہ عالم تھا کہ غربا اور مساکین کی امداد کی بات کا بھی مذاق اڑاتے اور کہتے کہ جن کو اللہ نے ہی نہیں دیا تو ہم ان کو کیوں دیں۔ اور بطور استہزا آپؐ سے کہتے "تم تو بالکل ہی بہک گئے ہو"۔

کلامِ ربانی کی تکذیب کرتے ہوئے یہ منکرینِ حق آپؐ کو شاعر کہتے کہ یہ کلام انہوں نے خود ہی من گھڑت سے بنا لیا ہے۔ یہ بات بھی آپؐ کے اوپر ایک تہمت تھی۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے آیات ٦۹۔ اور ۷۰ میں ان کے اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے واضح طور پر کہدیا کہ ہم نے اپنے نبیؐ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری آپؐ کے شایانِ شان ہے آپؐ کی ذاتِ والا تو انتہائی ارفع و اعلیٰ ہے اور آپؐ وہی نصیحت پیش کرتے ہیں جو کہ ہم انسانوں

۔ یہ لوگ بس ایک آوازِ سخت کے منتظر ہیں کہ وہ انہیں آ پکڑے گی اور یہ لوگ آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہوں گے ۔ پھر نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھروں کو پلٹ کر جا سکیں گے ۔ (۳۶/۵۰۔۴۹)

اے نبیؐ! اور ہم نے آپ کو شعر و شاعری نہیں سکھلائی اور نہ وہ آپ کو شایاں ہے ۔ یہ قرآن تو ایک نصیحت اور کھلی ہوئی آسمانی کتاب ہے تاکہ وہ ہر اس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے ۔ (۳۶/۷۰۔۶۹)

کو دینا چاہتے ہیں۔

حضرتِ شعبیؒ سے روایت ہے کہ اولادِ عبد المطلب کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعر گوئی سے کوسوں دور تھے ۔ حضور سرورِ کائنات اشعار اکثر غلط پڑھ جاتے کہ ان کی شعریت ہی ختم ہو جاتی ۔ ایک مرتبہ ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر پڑھا ۔ کفٰی بالاسلام والشیب للمرءِ ناھیاً ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور غالباً حضرت عمرؓ بھی تشریف فرما تھے ۔ حضرتِ ابو بکر صدیقؓ نے مؤدبانہ عرض کیا ۔ "یا رسول اللہ! یہ شعر اس طرح ہے ۔ کفٰی الشیب والاسلام للمرءِ ناھیاً ۔ پھر حضرت عمرؓ یا حضرتِ ابو بکرؓ نے ہی عرض کیا ۔ "یا رسول اللہ! اللہ کا ارشاد ہے وما علّمنٰہُ الشعرَ وما ینبغی لہٗ (نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ (شاعری) اس کے لائق ہے) بالکل حق ہے ۔" اسی طرح کی روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ آپؐ شعر پڑھنے میں غلطی کر جاتے تھے ۔ حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایت ہے کہ آپؐ شعر پڑھنے میں غلطی کرتے اور تقدیم و تاخیر کا خیال نہ رکھتے کہ جس سے شعریت ہی ختم ہو جاتی ۔ ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپؐ ایک شعر صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے تو شاعری آپؐ کیوں کر کرتے ۔ لیکن یہ ظالم منکرینِ حق کلامِ ربانی کو آپؐ کی من گھڑت شاعری کہنے سے بھی نہ جھجکتے تھے ۔ دراصل ان کا تو کام ہی یہ رہ گیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح آپؐ کی تکذیب کریں ۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن اُبی بن خلف یا عاص بن وائل ایک بوسیدہ اور گلی ہڈی لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بوسیدہ

کیا انسان کی نظر اس پر نہیں کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا۔ سو وہ ایک کھلا ہوا معترض بن بیٹھا۔ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے۔ اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے۔ "کون ان ہڈیوں کو زندہ کریگا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہیں۔"
(اے نبیؐ!) اس سے کہہ دیجئے۔ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پیدا کیا تھا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے چولہے روشن کرتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جبکہ وہ خلاق ہے اور علیم ہے۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے۔ "کُن" (ہو جا) اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے۔ اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۳۶/ ۸۳ — ۷۷)

ہڈی کو اپنی دو انگلیوں سے مل کر ریزہ ریزہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "اے محمدؐ! کیا تم اس کے لئے کہتے ہو کہ یہ دوبارہ زندہ کی جائے گی؟" آپؐ نے پر یقین لہجے میں فرمایا۔ "ہاں بے شک یہ دوبارہ زندہ ہوگی۔ اللہ تجھے ہلاک کر دے گا پھر زندہ کرے گا اور تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔"

درج بالا آیات میں مشرکین کے اسی طرح کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ اپنی فہم و ادراک کو کام میں لائیں کلام ربانی کو سمجھیں اور شرک و گمراہی سے تائب ہو کر ایمان لے آئیں۔ لیکن وہ مشرکین تو بد نصیب تھے وہ کلامِ ربانی کی افادیت کو کہاں پا سکتے تھے۔ حضورِ اقدسؐ کو یہ سورۂ مبارکہ بہت پسند تھی۔ آپؐ کا فرمان ہے "میں چاہتا ہوں کہ میری اُمت کے ہر فرد کو یہ سورۃ یاد ہو۔" ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "ہر چیز کا دل ہوتا ہے۔ قرآن کا دل یٰسین ہے"
ایک اور موقع پر آپؐ نے لوگوں کو مشورہ دیا۔ "اقرؤا سُورۃ یٰسین علیٰ موتاکم" (اپنے مرنے والوں پر سورۃ یٰسین پڑھا کرو)

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین، ترمذی، امام احمد، ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

سُورَۃُ الفُرقَان (پ ۱۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے یہ فرقان (قرآن مجید) اپنے بندۂ (خاص) پر نازل کیا۔ تاکہ (وہ بندہ) سارے جہان والوں کو ڈر سُنانے والا ہو۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اور اس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں قرار دیا۔ اور نہ اس کا کوئی حکومت میں شریک ہے۔ اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی۔ اور (مشرک) لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنائے جو کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ خود ہی مخلوق ہیں۔ اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کا اور نہ مرنے کا اختیار، نہ جینے کا نہ اٹھنے کا۔ (۲۵/۳-۱) — اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں یہ (قرآن) بس نرا جھوٹ ہے جس کو اس شخص (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے گڑھ لیا ہے۔

آپؐ نے بحکمِ ایزدی حق اور باطل کے فرق کو نمایاں فرمایا

ہادیٔ مُرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جوں جوں کلام ربانی کا نزول ہو رہا تھا، حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کا فرق زیادہ واضح ہوتا جا رہا تھا۔ ایک طرف مشرکین و منکرینِ حق کے جھوٹے الزامات اور لغو دعوے تھے اور دوسری طرف دلائلِ ربانی جو مسلسل سرورِ کائنات نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں بارگاہِ ایزدی سے نازل کئے جا رہے تھے۔ جن کے ذریعہ بھلائی و برائی، حلال و حرام اور ہدایت و گمراہی کے فرق کی وضاحت کی جاتی تھی کہ اہلِ نظر اور مفکرین و دانشور غور کریں، سمجھیں اور ہدایت پائیں۔ سیکڑوں خود ساختہ بتوں کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بجائے ایک ہی معبودِ برحق کے سامنے جھکیں جو تمام آسمانوں اور زمین کا خالق اور سارے نفع و نقصان کا مالک ہے۔ لیکن وائے بدنصیبی مشرکین اور منکرین تو جیسے حق کے ازلی دشمن اور باطل کے علمبردار تھے۔ یہ باتیں تو جیسے ان کی فہم و ذکا سے بالاتر تھیں یا وہ خود ہی اندھے بنے ہوئے تھے۔ ان تمام باتوں کے باوجود محسنِ انسانیت رسولِ محتشم

اور دوسروں نے اس میں اس کی مدد کی ہے"۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ (منکرین حق) اتر آئے ہیں۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ "یہ (قرآن) تو اگلوں کی بے سند باتیں ہیں جن کو اس شخص (ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم) نے لکھوا لیا ہے اور وہی اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔"

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "اس کو اس ذات نے نازل کیا ہے جسے آسمانوں اور زمین کے ہر راز کی خبر ہے۔ بے شک وہ بڑا غفور الرحیم ہے" ۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ "یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ ہو کر وہ بھی لوگوں کو عذابِ خدا سے ڈراتا۔ یا اور کچھ نہیں تو اس کے لئے کوئی خزانہ ہی اتار دیا جاتا۔ یا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس سے یہ اطمینان کی روزی حاصل کرتا" اور ظالم کہتے ہیں۔ "تم لوگ خود ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو"

انہیں مسلسل پیغامِ حق کی تبلیغ فرما رہے تھے، اجتماعی طور پر بھی اور فرداً فرداً بھی۔ مکہ سے باہر کے لوگوں کو اجتماعی طور پر راہِ حق کی دعوت دینا تو سودمند ہوتا تھا لیکن مشرکینِ قریش پر قطعی لاحاصل۔ یہ ظالم تو ایسے بے حیا اور بدقماش لوگ تھے کہ انفرادی طور پر راہِ حق کو تسلیم بھی کر لیتے تو بعد میں دوسروں کے ساتھ مل کر منکر ہو جاتے۔

ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ عقبہ بن ابی معیط مشرک کو آپ نے ایک مرتبہ علیحدگی میں دعوتِ حق دی۔ آپؐ نے دلائل کے ساتھ اس کو توحید کی وضاحت فرمائی اور روزِ قیامت کا بھی ذکر کیا، کلامِ ربانی بھی سنایا اور مقاماتِ رسالت بھی بتائے۔ اس نے بھی سوالات کئے جن کا آپؐ نے تسلی بخش جواب دیا اور آخر کار اس نے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ بعد میں اپنی جگری دوست ابی بن خلف کے پاس گیا اور اسے اپنے ایمان لانے کی اطلاع دی۔ ابی بن خلف یہ سنتے ہی بھڑک اٹھا اور اپنے دوست پر زور ڈالا کہ وہ نئے دین سے منحرف ہو جائے۔ یہ ظالم اپنی دوستی کے چکر میں اور اس کے دباؤ کے اثر سے مرتد ہو گیا۔

(اے حبیبؐ!!) دیکھئے تو سہی یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کرتے ہیں۔ ایسے بہکے ہیں کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔ بڑی عالیشان ہے وہ ذات کہ اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر آپ کو دے سکتا ہے۔ ایک نہیں، بہت سے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور بڑے بڑے محل۔

۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ (منکرین ومشرکین) قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔ (۲۵/۱۱-۴)

(اے حبیبؐ!!!) ان (منکرین ومشرکین) سے پوچھئے۔ وہ آیا یہ انجام اچھا ہے یا وہ ابدی جنت جس کا وعدہ خدا ترس پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے۔ جو ان کے عمل کی جزا اور ان کے سفر کی آخری منزل ہوگی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جس کا عطا کرنا تمہارے رب کے ذمہ ایک وعدہ ہے واجب الادا۔ (۲۵/ ۱۶-۱۵)

ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپؐ کو اس کی حالت پر افسوس ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "وہ یہ آج حق سے منحرف ہوا ہے یہ حق ہی کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا۔" روزِ بدر آپ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی جب کہ میدانِ بدر میں یہ ظالم بھی قتل کئے جانے والے مشرکین کی فہرست میں شامل تھا۔

مشرکین و منکرینِ حق کو جو آپؐ کی ذاتِ اقدس والا پر اعتراضات تھے ان پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک اعتراض کی بھی بنیاد ٹھوس دلائل پر نہ تھی۔ بلکہ ان کی مخالفت صرف حسد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر تھی۔ ان کے اعتراضات تھے:۔

۱۔ کہ قرآنِ حکیم آپؐ کی من گھڑت کتاب ہے جس کو آپ دوسروں کی مدد سے تیار کرتے ہیں اور ۲۔ کوئی شخص آپؐ کو یہ باتیں یاد کرا دیتا ہے۔

اے نبیؐ! اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں، سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ تمہارا پروردگار سب کچھ دیکھتا ہے۔ وہ لوگ جو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں۔ "ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھ ہی لیتے۔" یقیناً انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے۔ اور حد سے بہت ہی دور نکل گئے ہیں جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے۔ اس دن مجرموں کے لئے خوشی کی کوئی بات نہ ہوگی اور یہ کہیں گے۔ "پناہ! پناہ!!" اور ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو یہ کر چکے ہیں۔ سو ان کو ایسا کر دیں گے جیسے پریشان غبار۔ (۲۵/۲۲-۲۰)

۲۔ کہ اگر یہ رسول ہیں تو دیگر لوگوں کی طرح کھاتے پیتے چلتے پھرتے کیوں ہیں انہیں تو فرشتہ ہونا چاہئے تھا یا آپؐ کی مصاحبت کے لئے ایک فرشتہ ہوتا جو تبلیغ دین میں ان کی مدد کرتا۔

۳۔ کہ یہ نبیؐ کیسے ہیں کہ اپنی روزی کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ اگر یہ اللہ کے نبی ہوتے تو اللہ کی طرف سے ان کے لئے کوئی باغ ہوتا۔

۴۔ کہ آپؐ سحرزدہ ہیں یعنی کسی نے آپؐ پر جادو کر دیا ہے جس کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔

۵۔ کہ آپ پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نازل نہیں ہوا۔ رفتہ رفتہ کیوں نازل ہوتا ہے۔

۶۔ کہ اللہ کو اگر نبی بنانا ہی تھا تو کسی بڑے متمول آدمی کو نبی بناتا۔ یہ تو ہماری طرح کے آدمی ہیں لہٰذا نبی نہیں ہو سکتے۔

درج بالا آیات میں حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام اعتراضات کا واضح جواب دیا گیا۔ اس لئے کہ منکرین و مشرکین پھر ایک بار غور کریں اور پیغام ربانی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور ساتھ ہی آپؐ کو بھی حق سبحانہ تعالیٰ نے بتایا کہ آپ ان ظالموں کے ان اعتراضات اور

(اے نبیؐ!) اور ہم اسی طرح ہر نبی کے دشمن مجرم لوگوں میں سے بناتے رہتے ہیں۔ اور آپؐ کا پروردگار ہی کافی ہادی اور مددگار ہے۔ (اے نبیؐ!) اور کافر کہتے ہیں "اس شخص (نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟" ۔ ہاں اس طرح اس لئے کیا گیا کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے ہیں اور (اسی غرض سے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے ۔ اور یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال آپؐ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو بتاتے ہیں۔ (۲۵/۳۳-۳۱)۔ (اے پیغمبرؐ!) جب لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق بناتے اور کہتے ہیں۔ "کیا یہی وہ حضرت ہیں جنہیں اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے"۔ اور وہ وقت دور نہیں جب عذاب دیکھ کر انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں دور نکل گیا تھا۔

(اے پیغمبرؐ!) کیا آپ نے اس شخص کی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے؟ کیا آپ ایسے شخص کو راہِ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟

(اے پیغمبرؐ!) یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گئے گزرے (۲۵/۴۴-۴۱)

(اے نبیؐ!) سو آپ کافروں کا کہنا نہ مانئے اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا مقابلہ زور شور سے کیجئے۔ (۲۵/۵۲)

ان کی معاندانہ کارروائیوں کی طرف سے فکر مند نہ ہوں چونکہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ مجرمین کا تو یہ طریقہ ہی رہا ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں جب بھی کوئی نبی فلاحِ انسانیت کے لئے بھیجا گیا تو اس کی مخالفت مجرمین نے ہی کی اور پھر وہ مستحقِ عذاب ہوئے۔ جس طرح قومِ نوح کو رسولوں کی تکذیب کرنے پر غرق کر دیا گیا؛ قومِ عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور انہی جیسے

(اے نبیؐ!!) ہم نے تو آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔ آپ ان (مشرکین و منکرین) سے کہہ دیجئے۔ "میں تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگتا، ہاں (بس یہی چاہتا ہوں کہ) جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کا راستہ اختیار کرے۔"
(اے نبیؐ!!!) آپؐ اسی پر بھروسہ رکھئے جو زندہ ہے اور جسے کبھی موت نہیں۔ اسی کی حمد کے ساتھ اسی کی تسبیح کرتے رہئے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب باخبر ہے۔ (۲۵/۵۸-۵۶) اور (اے حبیبؐ! بتا دیجئے جن وانس کو کہ) خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو۔ (۱) زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ (۲) جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام (۳) اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔
"اے ہمارے پروردگار! جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے کہ بیشک اس کا عذاب پوری تباہی ہے"۔ (۴) خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں، نہ بہت تنگی کریں بلکہ ان کا خرچ کرنا اعتدال پر ہوتا ہے۔ (۵) جو اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں بناتے۔ (۶) جس انسان کی جان کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے، اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں، حق پر۔ (۷) اور نہ وہ زنا کرتے ہیں ــــ اور جو کوئی ایسے کام کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا اور قیامت کے دن تو دہرا عذاب دیا جائیگا۔

بہت سے منکرین و مشرکین کو بھی اس جرم کی سزا میں تباہ کر دیا گیا۔ آگے کی آیات میں حق سبحٰنہٗ تعالیٰ نے آپؐ کو ان مجرمینِ انسانیت کی اصل وجہ مخالفت آشکار کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل یہ لوگ اپنے نفس یعنی خواہشاتِ نفسانی کے تابع ہیں لہٰذا ان میں اور چوپایوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں۔ لہٰذا یہ ہدایت قبول نہیں کر سکتے۔
حضور سرورِ کائنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ ان مشرکین کی مخالفتوں اور معاندانہ کارروائیوں سے بے پروا ہو کر دینِ حنیف کی تلقین فرماتے۔ آیات کلامِ ربانی کے ذریعہ روزِ قیامت، جنت اور جہنم کی باتیں بیان فرماتے اور ساتھ ہی بحکم ایزدی

اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ مگر ہاں جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے سو ایسے لوگوں کو اللہ ان کی بدیوں کی جگہ نیکیاں عطا کرے گا اور اللہ تو بڑا رحمت والا ہے۔ (۲۵/ ۷۰۔ ۶۳)
۔ اور جو کوئی توبہ کرتا ہے اور نیک کام انجام دیتا ہے تو وہ بھی خاص طور پر اللہ کی طرف رجوع کر رہا ہے ۔۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب لغو مشغلوں کے پاس سے گذرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گذر جاتے ہیں ۔۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے ان کے پروردگار کی آیات کے ذریعہ سے تو وہ اس پر اندھے بہرے بن کر ہی نہیں رہ جاتے (بلکہ ان آیات کا صحیح اثر قبول کرتے ہیں) اور جو دعا کرتے رہتے ہیں۔ "اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔"

ان سے کہتے کہ میں نہ تو تم کو پیغامِ حق قبول کرنے کے لئے مجبور کرتا ہوں اور نہ اس محنت و مشقت کا کوئی اجر تم سے طلب کرتا ہوں جو میں راہِ حق میں کر رہا ہوں، میں تو راہِ مستقیم پیش کرتا ہوں تمہارا جی چاہے تو اس کو قبول کرو کہ اس میں بھی تمہارا ہی فائدہ ہے۔

ان ہی آیات کی روشنی میں آپؐ نے حق اور باطل کے فرق کو اور زیادہ نمایاں فرمایا اور درج بالا وہ صفاتِ عالیہ بیان فرمائیں جو کہ جب بندہ میں پیدا ہو جاتی ہیں تو وہ نہ صرف اللہ کی رضا پا جاتا ہے، روحانی اور اخروی درجات سے نوازا جاتا ہے بلکہ دنیاوی اعتبار سے بھی وہ معاشرے کے لئے ایک قابلِ قدر اثاثہ اور دوسروں کے لئے منبعٔ رشد و ہدایت بن جاتا ہے۔ وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق اس پر محبت کے پھول نچھاور کرتی رہتی ہے۔ اور آپؐ نے بحکم ایزدی یہ بھی واضح فرما دیا کہ اگر بندہ اللہ کی عبادت نہیں کرتا اور اس کے احکام سے روگردانی

یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل مقامِ بلند کی شکل میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہو گا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر (منزل) اور وہ مقام۔

اے حبیب! آپ کہہ دیجئے۔ وہ میرا پروردگار تمہاری پروا ذرا بھی نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے ــــ سو تم خوب جھٹلا چکے، سو عنقریب یہ (تمہاری تکذیب) وبال بن کر رہے گی۔ (۲۵/۷۷-۱۷)

کرتا ہے تو اللہ کو اس کی قطعی پروا نہیں۔ چونکہ وہ بے نیاز ہے۔ اسے بندوں کی فلاح کی حاجت نہیں۔ وہ تو بندوں کی فلاح کا خواہاں ہے ــ لہٰذا اس کے احکام سے جی چرانے والے اور ظاہری یا باطنی طور پر پیغامِ ربّانی کو جھٹلانے والے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ان کا یہ عملِ تکذیب خود انہی کے لئے وبالِ جان بن جائے گا۔

کاش! مشرکین اس پیغام کی حقانیت کو سمجھتے۔

کاش!!! انسانیت اس پیغام کی حقانیت کو مشعلِ راہ بنا سکے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین، خزائن العرفان، تفہیم القرآن)

سُورۃ فاطر (پ ۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا، اور فرشتوں کو پیغام رساں بنا کر بھیجنے والا ہے۔ جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لئے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جسے وہ بند کر دے اس کے بعد کوئی اس کا جاری کرنے والا نہیں۔ اور وہی زبردست اور حکیم ہے۔

اے لوگو! اللہ کے احسانات اپنے اوپر یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ سو تم کہاں الٹے پھجار ہے ہو۔ (۳۵/ ۳-۱)

آپؐ کی کاوشیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ہمّت افزائی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر کاوشوں کے باوجود مشرکین مکہ کی مخالفانہ کارروائیاں روز افزوں تھیں۔ ایک طرف ہر روز آپ سے نت نئے سوالات کئے جاتے۔ کبھی فرشتوں سے متعلق تو کبھی روزِ جزا کی بابت، کبھی اللہ کا نسب دریافت کیا جاتا، تو کبھی حضرت جبرئیلؑ کی ہیئت معلوم کرتے۔ دوسری جانب کوئی موقع محل ایسا نہ جانے دیتے کہ آپؐ کے رفیقوں کو گزند پہنچانے کی کوشش نہ کرتے ہوں۔ سردارانِ قریش بالخصوص ابوجہل اور اس کے ساتھی اپنے ان تمام کاموں کو جن سے شرک اور کفر کا اظہار ہوتا تھا، ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرتے یا ان کے کرنے کا فخریہ بیان کرتے تاکہ آپؐ کو تکلیف پہنچے۔ اور جب بھی آپ ان کی اصلاح کے لئے ان کی طرف متوجہ ہوتے تو یہ ظالم آمادۂ فساد ہو جاتے۔

اور (اے نبیؐ!) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں (تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں) آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔ اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔

اے لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ سو یہ نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈال دے اور نہ وہ بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دینے پائے۔ درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ (یعنی اپنی راہ چلنے والوں) کو اس لیے اپنی راہ پر بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ جو لوگ کفر کریں گے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

تو کیا وہ (شخص) جس کی نگاہ میں اس کا برا کام خوشنما کر دیا گیا ہو کہ وہ اسے بھلا سمجھ رہا ہو، ہدایت یافتہ کی طرح ہو جائے گا۔؟ اسی لئے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور جس کو چاہے راہ راست دکھا دیتا ہے۔

سو (اے نبیؐ!) ان (منکرین و مشرکین) پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ ان کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

(۳۵/ ۴-۸)

ان دشمنانِ رسول کا یہ رویہ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا ہے کسی ٹھوس دلیل پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ لوگ آپ کی مخالفت صرف اپنی جھوٹی عزت اور نام نہاد وقار کے نام پر اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کر رہے تھے۔ چونکہ ایک طرف ابوجہل اور اس کے کنبے کے لوگوں کو یہ خیال تھا کہ اگر وہ محمدؐ ابنِ عبداللہ کی رسالت کو تسلیم کر لیں تو اس طرح بنی ہاشم کی افضلیت ان پر ہمیشہ کے لئے مسلّم ہو جائے گی۔ دوسری طرف قریش کے جملہ سردار بھی اس بات سے خائف تھے کہ اگر محمدؐ ابنِ عبداللہ کا دین کامیاب ہو گیا تو ان کی سرداری بھی پورے جزیرۃ العرب سے ختم ہو جائے گی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انفرادی طور پر یہ ظالم آپؐ کے پیغام

— اور وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر ہم اسے لے جاتے ہیں خشک خطۂ زمین کی طرف اور اسی زمین کو جلا دیتے ہیں جو مری پڑی تھی اسی طرح جلائے جائیں گے (مرے ہوئے انسان قیامت کے دن)۔
— جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (تو اسے ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ) تمام تر عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اسی کے یہاں پاکیزہ کلام بلند ہوتا ہے اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو بڑی بڑی تدبیریں کرتے رہتے ہیں تو ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر غارت ہو کر رہے گا۔ (۳۵|۱۰-۹)

(اے لوگو!) اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے۔ پھر اسی نے تمہارے جوڑے بنا دیئے۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کم کی جاتی ہے۔ مگر یہ سب لوحِ محفوظ میں ہے۔ یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

کی حقانیت کو تسلیم کر لیتے لیکن جب آپس میں ملتے تو منحرف ہو جاتے اور عہد کرتے کہ نئے دین کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اور پھر ایک دوسرے کی ضد میں بڑھ چڑھ کر آپؐ کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہو جاتے۔ آپؐ کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنے کے لئے جھوٹے اور من گھڑت قصے بیان کرتے پھرتے۔

یہی سلسلۂ جارحیت جاری تھا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے درج بالا آیاتِ ربانی کا نزول ہوا۔ جن کے ذریعہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا گیا کہ منکرینِ حق غور کریں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھیں اور اس کی فرمانبرداری قبول کر لیں۔ دوسری طرف بارگاہِ ایزدی سے حبیبِ یزدانی احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپؐ ان مشرکین و منکرینِ حق کی بے بنیاد اور لغو باتوں سے شکستہ خاطر نہ ہوں۔ چونکہ ان کا جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہر نبی کو اسی طرح جھٹلایا گیا ہے۔ لیکن ان کے مقابلے میں آخرکار فتح حق پرستوں ہی کی ہوئی ہے۔
آگے کی آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ نبی اکرمؐ کے ذریعہ پھر ایک بار فطری

— اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں۔ ایک شیریں ہے پیاس بجھانے والا، اس کا پینا بھی
آسان۔ اور ایک شور تلخ ہے۔ اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے
ہو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اسی پانی میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس کا سینہ چیرتی چلی جا رہی
ہیں تاکہ تم اس کے شکر گزار رہو۔ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں پروتا ہوا لے
آتا ہے۔ چاند اور سورج کو اس نے کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک وقتِ معین تک
چلتا رہے گا۔ وہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ اور اس کے علاوہ
تم جنہیں پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر
تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری سنیں گے بھی نہیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہا نہ کر سکیں
اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں اور (حقیقتِ حال کی ایسی خبر)
خدائے خبیر کے سوا تم کو کوئی نہ بتائے گا۔ (۳۵/۱۴-۱۱)

اور عقلی دلائل دے کر منکرین حق کو صراطِ مستقیم کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا موقع
مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لطیف تشبیہات و استعارات کے ذریعہ آپؐ کو سمجھایا کہ
اگر یہ لوگ پیغامِ حق کو قبول کرنے اور صراطِ مستقیم پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں ہیں تو
آپؐ ان کی چنداں فکر نہ کریں۔ آپؐ کو تو ہم نے حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور
راہِ حق بتانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ان کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی ذمہ داری آپؐ پر
نہیں ہے۔ آپؐ تو انہیں دعوتِ حق ذہن نشین کراتے رہیئے۔ لہٰذا ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم انجام سے بے فکر ہو کر، مگر مکمل انہماک و استغراق کے ساتھ لوگوں کو
پیغامِ حق کی تلقین فرماتے اور ان ہی آیات کی روشنی میں کہتے کہ اے لوگو! اللہ کی
عبادت کرو اور اسی کی بندگی اختیار کرو کہ اسی طرح تم کو عزت حاصل ہو گی چونکہ تمام تر
عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ تمہارا خمیر تو مٹی سے پیدا کیا گیا پھر تم کو نطفہ
سے پیدا کیا اور وہی اللہ نے تمہارا جوڑا بنایا۔ تمہارے سارے کام اسی کی مرضی سے
اور اسی کے حکم کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے کہ وہ کھارے

اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا۔ وہ اگر چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں۔ اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی بوجھ لدا ہوا کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا جب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھا پائے گا۔ چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اے نبیؐ!) آپ تو بس ان ہی کو ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ اور جو شخص بھی پابندی اختیار کرتا ہے، اپنی ہی بھلائی کے لئے کرتا ہے۔ اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۳۵/۱۸-۱۵)

۔ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں، نہ تاریکیاں اور نہ روشنیاں یکساں ہیں، نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ دھوپ کی تپش اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنواتا ہے۔

اور شیریں پانی سے تم کو رزق (آبی جانوروں کا گوشت) دیتا ہے اور اسی نے دن اور رات، چاند اور سورج کے نظام کو قائم کر رکھا ہے۔ اسی طرح کے فطری شواہد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؐ ان ہی آیاتِ ربانی کی روشنی میں مزید فرماتے کہ لوگو! اللہ اس امر کا حاجتمند نہیں ہے کہ تم اس کی وحدانیت کو تسلیم کر لو۔ بلکہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں تو تمہارا اپنا فائدہ ہے۔ چونکہ وہ تو یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ اگر تم نافرمان ہی رہو تو تمہاری جگہ دوسرے فرمانبردار بندے لے آئے مگر اللہ کو تمہاری جملہ انسانیت کی فلاح مقصود ہے اسی لئے وہ تم کو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے۔

آپ مشرکینِ حق سے یہ بھی فرماتے کہ کبھی تم لوگ اس بات پر بھی غور کرتے ہو کہ یہ تمہارے خود ساختہ بت جن کی تم صبح و شام پوجا پاٹ کرتے ہو کہ جیسے وہی ساری خدائی کے مالک مختار ہیں۔ ان بے جان بتوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی

(اے نبیؐ!!) اور آپؐ انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ آپ تو بس خبردار کرنے والے ہیں۔

(اے نبیؐ!!) ہم ہی نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل اور صحیفے اور روشن ہدایات دینے والی کتاب لے کر آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے نہ مانا ان کو میں نے پکڑ لیا۔ سو دیکھ لو میری سزا کیسی سخت تھی۔ (۳۵/۲۶-۱۹)

دخل رہا ہے؟ یا ان کے ذریعہ تم کو کوئی ہدایت ملتی ہے؟ یہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بے جان پتلے ہیں۔

ان ہی آیاتِ ربانی کی روشنی میں آپ لوگوں کو اس امرِ حقیقی سے بھی خبردار کیا کرتے تھے کہ روزِ جزا کسی کے اعمال دوسرے کے کام نہ آئیں گے۔ اور اگر کوئی گنہگار اپنی مدد کے لئے کسی کو پکارے گا بھی تو وہ اس کی مدد کو نہ آسکے گا خواہ وہ اس کا قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے کہ صرف اس کے اعمال ہی روزِ قیامت اس کے مددگار ہوں گے۔ اور وہ اپنے اعمالِ بد ہی کی وجہ سے عذابِ خداوندی کا مستحق ہوگا۔ آپؐ کی ان تمام تر کاوشوں کے باوجود وہ بدبخت منکرینِ حق اپنی ہٹ دھرمی پر اسی طرح قائم تھے لہٰذا حق تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مخالفینِ حق درحقیقت قبروں میں مدفون مُردوں کی طرح ہیں اسی لئے آپؐ کی بات نہیں سنتے۔

آپؐ کی تلقین، آپؐ کی بشارت اور آپؐ کی تنبیہہ کو تو صرف وہی لوگ سُن سکتے ہیں کہ جن کے قلوب زندہ ہیں اور ان میں حق شناسی کی ذرا سی بھی رمق ہے۔ کاش! وہ منکرینِ حق آپؐ کی کاوشوں کی قدر کرتے۔ کاش! فلاحِ انسانیت کے خواہاں آپؐ کی کاوشوں سے استفادہ کریں۔ (بحوالہ جلالین، خزائن العرفان، ابنِ کثیر، تفہیم القرآن)

ـــ بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کی آس لگائے ہوئے ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا (اس تجارت میں انہوں نے اپنا سب کچھ اسی لئے کھپایا ہے) تاکہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے ان کو دے اور اپنے فضل سے مزید عطا کرے۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔ (۳۵/۳۰-۲۹)

(اے حبیبؐ!) اور جو کتاب ہم نے آپ کے پاس بطور وحی بھیجی ہے وہی حق ہے۔ تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آئی تھیں۔

آپؐ نے مومنین کو مقاماتِ عالیہ کی بشارت دی

حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مشرکین و منکرین کو بار بار بحکم ایزدی عذابِ آخرت سے متنبہ فرمایا، انہیں گذری ہوئی مغضوب اقوام کے تذکرے سنائے کہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور پیغامِ حق کو سمجھ کر فلاح پائیں، وہیں آپ نے مومنین کو بشارت بھی عطا فرمائی ان مقاماتِ عالیہ کی جو کہ بارگاہِ رب العزت سے ان کا مقدر ہو چکے تھے۔ درج بالا آیات میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ احمد مختار نبی اکرمؐ کے ذریعہ ان صفات کی نشاندہی بھی فرما دی جو کہ مومنین کا خاصہ ہیں کہ (۱) وہ کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، (۲) نماز قائم کرتے ہیں اور (۳) اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے خرچ کرتے ہیں ظاہرہ اور پوشیدہ طور پر اپنے متعلقین پر اور ان لوگوں کی امداد پر جو مفلس اور ضرورت مند ہیں، مساکین اور یتامیٰ ہیں یا معذور و محتاج ہیں۔ ہادیٔ مرسل نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی آیات کی روشنی میں یہ بشارت بھی عطا فرما دی کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کی قدر کرتا ہے۔ لہٰذا وہ مشرکین اور منکرین حق کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد سے نہ گھبرائیں یقیناً اللہ کی امداد ان کے ساتھ ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تمام احوال سے واقف ہے۔ اس سے کسی کے احوال پوشیدہ نہیں۔ وہ جس طرح ماضی کو جانتا ہے اسی طرح مستقبل بھی اس کے علم میں ہے۔

بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے
۔ پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے (فریضۂ وراثت
کے لئے) اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ کوئی تو ان میں سے اپنے ہی نفس پر ظلم
کرنے والے ہیں ۔ اور کوئی ان میں بیچ کی راس (متوسط) ہیں ۔ اور بعض ان
میں سے وہ ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں اور یہی
بہت بڑا فضل ہے ۔ (۳۵/ ۳۲ ۔ ۳۱)

محسن انسانیت، واقفِ اسرارِ خفی و جلی حبیب یزدانی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی آیات
کی روشنی میں یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مسلمانوں پہ انعام و اکرام ہے کہ اس نے ہم کو وہ
صحیفۂ رختمی مرتبت عطا فرمایا ہے کہ جس سے پہلے آئی ہوئی کتب سماوی کی تصدیق ہوتی
ہے اور اس صحیفۂ ربانی کا وارث بھی پوری نوعِ انسانی میں سے مسلمانوں ہی کو منتخب فرمایا ہے
آپؐ نے بحکمِ ایزدی یہ بھی فرما دیا کہ مسلمانوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو وارثِ حق
ہونے کے باوجود اپنے اعمال کے سبب خود اپنے ہی نفس یا اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں
یعنی دل سے قرآن کو اللہ کی کتاب اور شافعِ روزِ جزا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری
رسول تسلیم کریں گے لیکن قرآنِ حکیم کی تعلیمات اور آپؐ کی اتباع کا حق ادا کرنے سے قاصر رہیں
گے ۔ یہ مسلمان تو ہوں گے لیکن گنہگار ۔ دوسرے نمبر پر وہ مسلمان ہوں گے جو وارثِ
کلامِ ربانی ہونے کا حق تو ادا کریں گے لیکن پورے طور پر نہیں ۔ یہ فرمانبردار بندے ہوں گے
لیکن ساتھ ہی خطا کار بھی ۔ ان کے دلوں میں خوفِ الٰہی تو ہوگا لیکن یہ دنیا کی طرف
رغبت بھی رکھتے ہوں گے ۔ یہ اعمالِ صالحہ بھی انجام دیں گے اور اعمالِ بد کے بھی مرتکب
ہوں گے ۔ اور تیسرے وہ ہوں گے جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ ان کی
زندگی قرآنی تعلیمات کی آئینہ دار ہوگی اور اتباعِ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح
پرتو ۔ رضائے الٰہی ان کا مقصود ہوگی ۔ اور خدمتِ خلق ان کا شعار ۔ یہ فلاحِ انسانیت
کی کاوشوں میں پیش پیش ہوں گے اور ننگِ انسانیت امور سے دور ۔ یہ دانستہ معصیت

"۔ جنتیں ہیں ہمیشہ رہنے والی جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے نوازا جائے گا۔ اور وہاں ان کی پوشاک ریشم کی ہوگی اور یہ لوگ کہیں گے۔ "وہ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کیا۔ یقیناً ہمارا پروردگار معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ اس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ لا اتارا ہے۔ اب یہاں نہ ہمیں کوئی مشقت پیش آتی ہے اور نہ تکان لاحق ہوتی ہے"۔" (۳۵/ ۳۵-۳۲)

کے قریب بھی نہ جائیں گے اور اگر نادانستہ معصیت کے مرتکب ہو جائیں گے تو ان کا احساسِ ندامت ان کی مغفرت اور قبولیتِ توبہ کا ضامن ہوگا

انہی وارثانِ کلامِ ربانی کی وضاحت فرماتے ہوئے آپؐ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

"جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں بغیر کسی حساب کے داخل ہوں گے۔ اور جو بیچ کی راس رہے ہیں ان سے محاسبہ ہوگا۔ مگر ہلکا محاسبہ۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، وہ محشر کے پورے طویل عرصہ میں روک رکھیں جائیں گے۔ پھر ان ہی کو اللہ اپنی رحمت میں لے لیگا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو کہیں گے "شکر ہے خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔"

قربان جائیے اس حبیبؐ یزدانی کی محبت کے جس کے صدقے میں آپؐ کی امتؐ کو بارگاہِ ایزدی سے یہ مقاماتِ عالیہ عطا ہوئے۔

(بحوالہ ابن کثیرؒ، امام احمدؒ، ابن جریرؒ، طبرانی، بیہقی، تفہیم القرآن، خزائن العرفان)

۔ اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے لئے جہنم کی آگ ہے ۔ نہ تو ان کو قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے جہنم کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا ۔ ایسی ہی سزا ہم ہر کافر کو دیتے ہیں ۔ (۳۶/۳۵)

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے ۔ "تم نے کبھی اپنے خدائی شریکوں کے حال پر بھی نظر کی ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ۔؟ ذرا مجھے بھی تو بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا حصّہ بنایا ہے یا ان کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے ؟" یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اسی دلیل پر قائم ہیں ۔ اصل یہ ہے کہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکے (کی باتوں) کا وعدہ کرتے آئے ہیں ۔ (۴۰/۳۵)

(اے نبیؐ!) اور انؐ منکرین نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ہم ہر امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے ۔

آپؐ کی بعثت سے قبل منکرین کا عہد قدر دانی

ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے قبل ایک وقت ایسا بھی تھا کہ یہی منکرینِ قریش اس امر کے خواہشمند رہا کرتے تھے کہ ان کے درمیان بھی کوئی نبی آئے اور انہیں راہِ ہدایت بتلائے ۔ دراصل ان کی یہ خواہش نتیجہ تھی ان کے اس احساس کا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی آل ہیں لہٰذا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرتِ اسحٰقؑ کی آل سے متعدد نبی ہوئے اسی طرح ان کے درمیان بھی اللہ کی طرف سے نبی آنے چاہئیں ۔ اسی احساس کے پیشِ نظر یہی مشرکین و منکرینِ قریش یہود و نصاریٰ سے کہا کرتے تھے ۔ "تم لوگوں نے اپنے نبیوں کی قدر نہ کی ۔ ان کے ساتھ ظلم کیا اور ان کی تعلیمات کو بھلا کر اخلاقی اور معاشرتی برائیوں میں گرفتار ہو گئے ہو ۔ اگر کبھی ہمارے درمیان کوئی نبی آیا تو ہم اس کی وہی قدر کریں گے جس قدر کا ایک نبی مستحق ہوتا ہے ۔" لیکن افسوس جب انہی قریش کے درمیان آپؐ کی بعثت ہوئی اور آپؐ نے انہیں راہِ مستقیم کی طرف بلایا تو یہ ظالم نہ صرف حق کے منکر ہو گئے

لیکن جب ان کے پاس ڈر سنانے والا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لایا تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔ یہ زمین میں اور زیادہ استکبار (غرور) کرنے لگے اور بڑی بڑی چالیں چلنے لگے۔ حالانکہ میری چالوں کا وبال انہیں چال والوں پر پڑتا ہے۔ اب کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ پچھلی قوموں کے ساتھ جو اللہ کا طریقہ رہا ہے وہی ان کے ساتھ بھی برتا جائے؟ یہی بات ہے کہ آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے۔ اور نہ آپ اللہ کے دستور کو کبھی ٹلتا ہوا دیکھیں گے۔

(۳۵/۴۲-۴۳-۴۴)

بلکہ آپؐ کے خلاف طرح طرح کی بہتان طرازی کرنے لگے۔ اور آپؐ کو اور آپؐ کے رفقاء کو ایذا دینے سے بھی باز نہ آئے۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے درج بالا آیات میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین)

سُورۃ مریم (پ ۱۶)
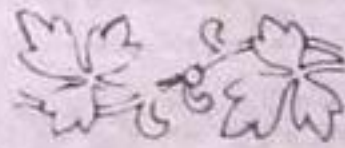
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کٓهٰيٰعٓصٓ! یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی اس مہربانی کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔ عرض کیا۔ "اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور سر ہے کہ بڑھاپے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے۔ میرے پروردگار! میں تیری جناب میں دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا فرما جو میرا وارث بھی ہو اور آلِ یعقوب کی میراث بھی پلئے۔ اور اے پروردگار!!! اس کو مقبولِ خاص و عام بھی کر۔"

(جوابِ ایزدی آیا) "اے زکریا! ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔" (۱۹/۱-۷)

آپؐ نے مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دی

جوں جوں ہادئ مرسل نبی اکرمؐ دینِ حنیف کی تبلیغ و تلقین کے لئے کی کاوشیں تیز تر اور مستحکم ہو رہی تھیں اسی طرح مشرکینِ قریش کی مخالفت بھی سنگین ہوتی جا رہی تھی۔ جیسا کہ پہلے سورۂ حم کے ضمن میں مذکور ہوا ہے کہ قبائلِ قریش کے سرداروں کی انجمن آرائی ہوئی تھی جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے کے اس فرد کو قتل کر دے جو محمدؐ ابنِ عبداللہ کے نئے دین میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ تجویز منظور تو ہو گئی تھی۔ لیکن اس معاہدہ پر عمل نہ ہو سکا تھا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے جملہ افراد الّا ابولہب اس تجویز کے مقابل آپ کی مدافعت اور رفاقت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے اقربا نے ان کی مدافعت کا مظاہرہ کیا ہوگا۔ لیکن وہ مسلمان جو بوجہ افلاس

زکریا نے بتقاضائے بشریت عرض کیا۔ "اے میرے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے۔ میری بیوی تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں۔" ارشاد ہوا۔ "ایسا ہی ہوگا۔ اور یہ تمہارے پروردگار کا فرمان ہے کہ تم کو اس عمر میں بیٹا دینا ہمارے لئے آسان ہے۔ اور اس سے پہلے تم ہی کو ہم نے پیدا کیا۔ حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔" (۱۹/۹–۸)

اور غلامی کسی نہ کسی طرح سردارانِ قریش کے زیرِ دست تھے ان منکرینِ حق کے بے جا ظلم و تشدد کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت بلالؓ، عامرؓ بن فہیرہ، امِّ عبیسؓ، زنیرہؓ، عمارؓ بن یاسر اور ان کے والدین شامل تھے، ظالم سردارانِ قریش ان حضرات کو اس درجہ زدوکوب کرتے کہ یہ اذیت کی شدت سے نیم بیہوش ہو جاتے۔ انہیں کئی کئی وقت بھوکا اور پیاسا رکھا جاتا تھا۔ ایذا رسانی کے لئے انتہائی بربریت کا مظاہرہ کرتے اور مجبور کرتے کہ وہ نئے دین سے تائب ہو کر پھر سے مشرک بن جائیں۔ ان ظلم و تشدد جبر و استبداد کے ساتھ ساتھ ان ظالموں نے ایک اور حرکت شروع کی کہ پیشہ ور اور دستکار مسلمانوں سے کام کرا لیتے اور اُجرت نہ دیتے۔ جب وہ تقاضہ کرتے تو یہ غاصب کہتے۔ "پہلے نئے دین کو چھوڑ دو پھر اجرت لے لینا۔ اسی طرح یہ ظالم مشرکین مفلوک الحال اور مفلس مسلمانوں سے مزدوری کرا لیتے اور جب وہ حق المحنت طلب کرتے تو ان کے سامنے یہی شرط رکھ دیتے اور پھر ان کے انکار پر انہیں دھتکارتے، گالیاں دیتے بلکہ مارنے پیٹنے سے بھی نہ چوکتے۔

ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا سورہ مبارکہ کا نزول ہوا۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن ہادیٔ مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زیرِ سایۂ دیوارِ کعبہ آرام فرما تھے کہ حضرت خبابؓ حاضرِ خدمت ہوئے، آپ لوہار کا کام کرتے تھے تلواریں اور دیگر سامان بنانے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ دیگر مسلمانوں کی طرح آپ بھی مشرکین کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے موقعہ غنیمت جان کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! اب تو ان کافروں

زکریا نے پھر التجا کی "اے میرے پروردگار! اس بات کی کہ میرے بیٹا ہوگا مجھے کوئی نشانی بتا۔" ارشاد باری تعالیٰ ہوا "تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات دن برابر لوگوں سے بات نہیں کروگے۔" پھر زکریا معمول کے مطابق وعظ و نصیحت کے لئے حجرے سے نکل کر اپنے لوگوں کے پاس آئے تو اشارے سے سمجھا دیا کہ صبح و شام خدا کی عبادت میں مصروف رہو۔ غرض یحییٰ پیدا ہوئے اور ہم نے ان کو حکم دیا "اے یحییٰ کتاب تورات کو خوب مضبوطی سے لئے رہنا۔" ابھی وہ لڑکے ہی تھے کہ ہم نے اپنے فضل سے ان کو پیغمبری، رحمدلی اور پاکیزگی عطا فرمائی ۔ اس کے علاوہ پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار بھی تھے۔ سخت گیر و خود سر نہ تھے ۔ ان کو اللہ تعالےٰ کا سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے، جس دن کہ وہ وفات پائیں گے ۔ اور جس دن کہ وہ دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

(اے حبیبؐ!) قرآن میں مریم کا ذکر بھی کیجئے کہ جب وہ اپنے گھروالوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مکان میں گئیں اور لوگوں کی طرف سے پردہ فرما لیا۔ تو ہم نے اپنی روح یعنی جبرئیلؑ کو ان کے پاس بھیجا۔ وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بن کر ان کے روبرو آ کھڑے ہوئے ۔ وہ ان کو دیکھ کر کہنے لگیں "میں تجھ سے خدائے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔" (۱۹/ ۱۸-۱۰)

کے ظلم کی حد ہی ہو چکی ہے ۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے ۔" آپؐ نے حضرت خبابؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا "تم سے پہلے جو اہلِ ایمان گزرے ہیں۔ ان پر کیسے کیسے مظالم ہو چکے ہیں ۔ ان کی ہڈیوں پر لوہے کی کنگیاں گھسی جاتی تھیں ۔ ان کے سروں پر آرے چلائے جاتے تھے ۔ یقین جانو اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر کے رہے گا ۔ حتیٰ کہ وہ وقت آ جائے جب ایک آدمی صنعاء سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے اور اس کو سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہو (یعنی امن و سلامتی کے پرچم لہرانے لگیں) لہٰذا صبر کرو ۔ تم لوگ جلد بازی کرتے ہو ۔" (بخاری)

فرشتہ نے کہا میں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اسی لئے آیا ہوں کہ تم کو پاک طینت لڑکا دوں" وہ بولیں۔ "میرے یہاں کیسے لڑکا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ میں بد چلن ہی ہوں"۔ فرشتہ نے پھر کہا۔ "جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی ہو گا چونکہ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمہارے ہاں بے باپ کا لڑکا پیدا کرنا ہمارے لئے آسان ہے، تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی ایک نشانی قرار دیں اور دنیا میں اس کو ہم اپنی رحمت کا ذریعہ بنائیں۔ اور یہ بات ہمارے یہاں سے فیصل ہو چکی ہے"۔ پھر ان کے حمل قرار پا گیا۔ اور وہ حمل کو لئے ہوئے کہیں ایک دور جگہ چلی گئیں۔

پھر دردِ زہ ان کو ایک کھجور کے درخت کی جڑ کے قریب لے پہنچا اور وضع حمل کے وقت ان کو تکلیف ہوئی تو وہ بولیں۔ "کاش! میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی"۔ پھر فرشتہ نے انہیں ان کے بائیں جانب سے پکارا۔ "رنج مت کرو تمہارے پروردگار نے تمہارے پائیں ایک چشمہ بہا دیا ہے۔

اور جب مشرکین کے مظالم کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا تو آپؐ نے ایک دن صحابۂ کرام سے فرمایا۔ لو خرجتم الی ارض الحبشۃ فان بھا ملکا لا یُظلم عندہٗ احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم فرجا مما انتم فیہ (بہتر ہے کہ تم لوگ یہاں سے نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کرے، تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو) لہٰذا آپ کے ارشادِ عالی کے مطابق گیارہ مومنین اور چار مومنات نے حبشہ کو ہجرت فرمائی۔ ان میں حضرت عثمانؓ ابنِ عفان اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مصعبؓ بن عمیر، عبداللہؓ ابنِ مسعود، زبیر بن عوام اور نبی اکرمؐ کے چچا زادے حضرت جعفر ابن ابی طالب شامل تھے۔ منکرینِ قریش کو جونہی پتہ چلا تو فوری ہجرت کرنے والوں کا

اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ۔ اس سے تمہارے لئے پکی پکی تازہ کھجوریں جھڑیں گی پھر مزے سے کھجوریں کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو۔ اور بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اور پھر اپنے بچے کو لے کر چلو۔ پھر رستے میں تم کو کوئی آدمی نظر پڑے اور وہ تم سے پوچھے تو تم اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے خدائے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مان رکھی ہے سو میں آج کسی انسان سے بولوں گی نہیں۔" (۱۹/۲۶-۱۹)

تعاقب کیا۔ لیکن بالبرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مہاجرین بخیریت حبشہ پہنچ گئے۔ ظالمین قریش کو اپنی اس ناکامی پر سخت ندامت ہوئی چند ماہ کے دوران مزید لوگوں نے ہجرت کی اور اس طرح اہل قریش سے تراسی مرد، گیارہ عورتیں اور سات غیر قریشی افراد یعنی جملہ ایک سو ایک مسلمان حبشہ پہنچ گئے۔ مکہ میں سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کل چالیس افراد رہ گئے۔ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی اس ہجرت سے سخت تشویش لاحق ہوئی۔ ایک طرف تو اہل قریش کے بیشتر خاندان متاثر ہوئے تھے، کہ ہر خاندان کا ایک نہ ایک فرد ضرور ہجرت کرنے والوں میں شامل تھا۔ دوسری طرف مشرکین کو یہ بھی فکر تھی کہ اس طرح کہیں مسلمانوں کو تقویت نہ حاصل ہو جائے۔ لہٰذا مشرکین کے بڑے بڑے سرداروں کا ایک اجتماع ہوا۔ اور طے کیا گیا کہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو قیمتی تحائف کے ساتھ شاہ حبش کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور یہ دونوں حضرات کسی بھی طرح نجاشی شاہ حبش کو راضی کریں کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے اور واپس مکہ بھیج دے۔ یہ دونوں ماہرین سیاست اور چالباز آدمی تھے۔ جب حبشہ پہنچے تو پہلے بادشاہ کے درباریوں سے ملے، انہیں تحفے پیش کئے اور باتیں بنا کر انہیں اپنا ہمنوا کر لیا۔ اس کے بعد دوسرے دن نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے، اہل قریش کی جانب سے قیمتی تحائف اس کی نذر کئے، بادشاہ کی شان میں خوشامدانہ باتیں کہیں اور پھر اصل مدعا بیان کیا۔ "اے شاہا! ہم قبیلۂ قریش کے اشراف کی جانب سے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ ہمارے چند افراد جو کہ ہمارے

پھر وہ (مریم) لڑکے کو آغوش میں لیئے اپنی قوم والوں کے پاس آئیں۔ وہ لوگ بولے۔ "اے مریم! تو نے بڑے غضب کی حرکت کی — اے اُختِ ہارون!! نہ تمہارے والد ہی برے آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں ہی بدکار تھیں —" اس پر مریم نے بچّہ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو — وہ بولے "ہم اس سے کیسے بات چیت کریں جو ابھی آغوش میں پڑا ہوا بچّہ ہے" اس پر بچّہ خود ہی بول اٹھا "میں اللہ کا بندہ ہوں — اس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا۔ اور اسی نے مجھے ایک بابرکت بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں — اور اسی نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا، جب تک میں زندہ رہوں اور نیز مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ مجھے سرکش و بدبخت نہیں کیا۔ اور میرے اوپر اللہ کی جانب سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن رحلت کروں گا۔ اور جس دن میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔"

دین سے برگشتہ ہیں اور تمہارے دین پر بھی نہیں ہیں بلکہ ایک نئے اور نرالے دین پر ہیں آپ کی مملکت میں فرار ہو کر آگئے ہیں — ہماری درخواست ہے کہ ان تمام افراد کو واپس بھیج دیا جائے —" جونہی ان لوگوں نے اپنی درخواست ختم کی۔ اہلِ دربار نے بادشاہ کی خدمت میں بہ یک زبان عرض کیا۔ "ایسے نرالے دین والوں کو ضرور واپس کرنا چاہیئے — ان کی قوم کے لوگ ان کے عیوب صحیح جانتے ہیں۔ ان کے نرالے دین سے ہمارے لوگ بھی متاثر ہوں گے۔" لیکن نجاشی منصف مزاج اور عادل حکمران تھا کہنے لگا۔ "جن لوگوں نے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ انہیں میں اس طرح اپنے ملک سے نہیں نکالوں گا پہلے میں انہیں بلا کر تحقیق کروں گا۔" لہٰذا مہاجرین کو طلب کیا گیا — جب مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے سوال کیا۔ "تم لوگوں نے اپنے آبائی دین کو بھی چھوڑا، ہمارے دین میں بھی نہیں ہو، تو یہ تمہارا دین کیا ہے — ؟" حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے مسلمانوں کی طرف سے جواب عرض کرتے ہوئے پہلے ان واقعات کو بیان کیا جن سے عربوں کی جاہلیت، اخلاقی اور معاشرتی برائیاں مترشح

۔ یہ ہیں عیسیٰؑ ابنِ مریم ۔ (یہ ہے وہ) سچی بات جس میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں ۔ اور اللہ کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے ۔ وہ پاک ذات ہے ۔ جب وہ کسی طرح کا تہیہ کر لیتا ہے تو بس وہ "کُن" فرماتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے ۔ اور (عیسیٰ نے کہا تھا کہ) بے شک اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے ۔ سو اسی کی عبادت کرو کہ دین کا یہی صراطِ مستقیم ہے ۔ (۱۹/ ۳۶ ۔ ۲۷)

تھیں اور وہ انسانیت سوز اور مشرکانہ رسوم بھی بتائیں جو ان منکرینِ حق کی روز مرّہ زندگی میں رچ بس گئیں تھیں ۔ اس کے بعد ہادیٔ مرسل احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تعارف کراتے ہوئے آپؐ کی بعثت کو بیان کیا اور پھر پیغام حق اور اس کی مخالفت میں اہلِ قریش کے مظالم بیان کئے جن سے مجبور ہو کر انہوں نے ہجرت کی تھی ۔ نجاشی بغور ان باتوں کو سنتا رہا ۔ پھر کہنے لگا ۔ "ذرا وہ کلام بھی تو سناؤ جو تمہارے نبیؐ پر نازل ہوتا ہے ۔"

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے سورۂ مریم کی ان ہی آیات کو جو اوپر درج کی گئی ہیں اور جن میں حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ ہے بھرے دربار میں نجاشی کے سامنے قرارت فرمایا ۔ حضرت جعفرؓ انتہائی اعتماد کے ساتھ رک رک کر قرارت فرما رہے تھے ۔ دربار میں سکوت کا عالم طاری تھا اور نجاشی کے چہرے پر ظاہر ہونے والے تاثرات اس امر کی نشاندہی کر رہے تھے کہ اس کا استغراق اس کو کہیں اور ہی لے گیا ہے ۔ جو بات حضرت زکریاؑ کے لئے قرآن بیان کر رہا تھا وہی درس انجیل دے چکی تھی

"یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں ابیاہ کے فریق میں سے زکریا نامی ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی ۔ اور اس کا نام الیشبع تھا ۔ اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکام و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے اور ان کے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے" (لوقا کی انجیل ب ۱، آیت ۵ ۔ ۷)

مگر پھر (عیسائیوں کے) مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے ۔ سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے وہ وقت بڑی تباہی کا ہو گا جب کہ وہ ایک یوم عظیم دیکھیں گے۔ جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے ۔ اس روز تو ان کے کان بھی خوب سن رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں بھی خوب دیکھتی ہوں گی ۔ مگر آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں ۔

اور (اے نبیؐ) آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرایئے جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا ۔ اور یہ لوگ بے پروائی میں پڑے ہیں ۔ ایمان نہیں لاتے ۔ آخر کار ہم ہی زمین اور اس کی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے ۔ (۱۹/۴۰ ـ ۳۷)

خداوند کا فرشتہ خوشبو کے مذبح کی داہنی طرف کھڑا ہوا اس کو دکھائی دیا ۔ اور زکریا دیکھ کر گھبرایا اور اس پر دہشت چھا گئی مگر فرشتہ نے اس سے کہا " اے زکریا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہو گا تو اس کا نام یوحنا (یحییٰ) رکھنا ۔" (آیت ۱۴ ـ ۱۱)

ان دنوں کے بعد اس کی بیوی الیشبع حاملہ ہوئی ۔ (آیت ۲۴) ۔ اور الیشبع کے وضعِ حمل کا وقت آ پہنچا اور اس کے بیٹا ہوا ۔ اور اس کا نام اس کے باپ پر زکریاہ رکھنے لگے ۔ مگر اس کی ماں نے کہا " نہیں اس کا یوحنا رکھا جائے ۔" (آیات ۵۷ و ۶۱) اور حضرت یحییٰ کے لئے انجیل میں ارشاد ہے " ایک آدمی یوحنا (یحییٰ) نامی آ موجود ہوا جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا ۔ یہ گواہی کے لئے آیا کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلہ سے ایمان لائیں ۔ وہ خود تو نور نہ تھا مگر نور ہی کی گواہی دینے آیا تھا ۔" (یوحنا کی انجیل باب ۱ آیات ۹ ـ ۶) اور جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب قرأت کے دوران حضرت مریمؑ کے تذکرے پر آئے تو نجاشی کے چہرے کا رنگ اور ہی تھا ۔ حضرت مریمؑ کے متعلق انجیل کا یہ ارشاد ۔ " چھٹے مہینہ میں جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام

(اے حبیبؐ!) آپ اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر بھی کیجئے وہ بڑے ہی سچے بندے اور نبی تھے ۔ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا وہ ابا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں ۔ ابا جان!! میرے پاس ایک ایسا علم اللہ کی جانب سے آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ۔ سو آپ میری اتباع کیجئے میں آپ کو دین کا سیدھا رستہ دکھا دوں گا ۔ اے ابا جان!!! آپ شیطان کی پرستش نہ کیجئے کیونکہ شیطان خدائے رحمٰن کا نافرمان ہے ۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں خدائے رحمان کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور آخر کار جہنم میں شیطان کے ساتھی بنیں ۔" (۱۹/ ۴۵ - ۴۱)

ناصرہ تھا ۔ ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک فرد یوسف نامی سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا ۔ اور فرشتہ نے اس کے پاس اندر آ کر کہا "سلام تجھکو جس پر فضل ہوا ہے ۔ خداوند تیرے ساتھ ہے ۔" وہ اس کلام سے گھبرا گئی ۔ اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے ۔ فرشتہ نے اس سے کہا "اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے ۔ اور دیکھ تو حاملہ ہو گی اور تیرے بیٹا ہو گا ۔ اس کا نام یسوع رکھنا وہ بزرگ ہو گا اور خدائے تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا ۔ اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا ۔ اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہو گا ۔" مریم نے فرشتہ سے کہا "یہ کیونکر ہو گا ۔ جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی؟" اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا "روح القدس تجھ پر نازل ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی ۔ اور اس سبب سے وہ مولودِ مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا ۔"

(لوقا کی انجیل باب اول آیات ۲۶ تا ۳۶)

اور انجیل میں حضرت عیسیٰ کی تعلیم کے متعلق ارشاد ہے ۔

"پھر یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اسے آزماتا رہا ۔ ان دنوں میں اس نے

ابراہیم کے باپ نے کہا۔ "ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو ضرور میں تجھ کو سنگسار کر دوں گا۔ اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے سامنے سے دور ہو۔"

ابراہیم نے کہا۔ "اچھا تو میرا اسلام ہے۔ اس پر بھی میں اپنے پروردگار سے آپ کی مغفرت کی دعا کروں گا کیونکہ وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ میں نے تم بت پرستوں کو اور تمہارے ان بتوں کو جنہیں تم خدا کے سوا حاجت پڑنے پر پکارا کرتے ہو سب کو چھوڑا اور اپنے پروردگار ہی کو حاجت پڑنے پر پکارا کروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں بے نصیب نہیں رہوں گا۔" (۱۹/۴۸-۴۶)

۔ تو جب ابراہیم نے ان بت پرستوں سے اور ان کے بتوں سے جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے تھے کنارہ کشی کر لی تو ہم نے ان کو بیٹا عنایت کیا۔

کچھ نہ کھایا اور جب وہ دن پورے ہو گئے تو اسے بھوک لگی۔ اور ابلیس نے اس سے کہا۔ "اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے۔" یسوع نے اس کو جواب دیا "لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا۔" اور ابلیس نے اسے اونچے پر پہنچا کر دنیا بھر کی سلطنتیں پل بھر میں دکھائیں اور اس سے کہا۔ "یہ سارا اختیار اور ان کی شان و شوکت میں تجھے دیدوں گا کیونکہ یہ میرے سپرد ہے اور جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ پس اگر تو میرے آگے سجدہ کرے تو یہ سب تیرا ہوگا۔" یسوع نے جواب میں اس سے کہا۔ "لکھا ہے تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔" (لوقا کی انجیل باب ۴ آیات ۱ تا ۹)

۔ اور جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے قراءت ختم کی تو نجاشی شاہِ حبش کی حالت ہی کچھ اور تھی آنکھوں سے اشک رواں تھے ڈاڑھی تر ہو چلی تھی۔ اور سارے جسم پر ایک رقت طاری تھی۔ کہنے لگا۔ "یقیناً یہ کلام جو تم نے ابھی پڑھا ہے اور جو کچھ عیسیٰ لائے تھے دونوں ایک ہی چشمے سے نکلے ہیں۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں کو ہرگز ان کے حوالے نہ کروں گا۔" مشرکینِ قریش کے وفد کو بڑی سخت شرمندگی اور مایوسی ہوئی۔ مگر عمرو بن العاص کہ بڑا مدبر

اسحٰق اور پوتا یعقوب ۔ اور سب کو ہم نے منصب نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اور اپنی رحمت سے ان کو بڑا حصہ دیا اور ان کے لئے اعلیٰ درجے کا ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا
(۱۹/۵۰-۴۹)

اور سیاست داں تھا۔ اس نے ایک اور نئی تدبیر سوچی ۔ دوسرے روز نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ "اے بادشاہ! ذرا ان لوگوں سے یہ بات بھی تو پوچھو کہ عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے۔ یہ لوگ ان کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہیں۔" نجاشی نے پھر مسلمانوں کو طلب کیا۔ مسلمانوں کو عمرو کی اس چال کا علم ہو چکا تھا۔ لہٰذا آپس میں مشورہ کیا کہ کیا جواب دیا جائے۔ موقع نازک تھا اور سب پریشان۔ چونکہ عیسائی تو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور مسلمانوں کا ایمان تھا کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں۔ عقیدہ کا تضاد اور اسی سے مشرک عمرو اپنی ناکامی اور ذلت کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ سب پہلو پر غور کرنے کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہی بات کہی جائے جو اللہ نے فرمائی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے۔ نتیجہ اللہ پر ہی چھوڑ دیا جائے۔ لہٰذا جب یہ لوگ حاضر دربار ہوئے تو نجاشی نے وہی سوال کیا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے فوری عرض کیا۔ ھو عبداللہ ورسولہ وروحہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول۔

(وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اسی کی طرف سے ایک روح ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا) یہ الفاظ سن کر شاہ حبش نے زمین پر پڑے ہوئے ایک تنکے کو اٹھایا اور کہنے لگا۔ "خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔" اور اس کے بعد نجاشی نے سرداران قریش کے بھیجے ہوئے تمام تحائف واپس کر دیئے۔ اور ان کے وفد سے کہا "میں رشوت قبول نہیں کرتا۔" اور اللہ کی راہ میں صداقت پر قائم رہنے والوں اور اپنے آبائی گھروں کو خیرباد کہہ کر غربت اختیار کرنے والوں سے کہا۔ "تم لوگ یہاں اطمینان کے ساتھ رہ سکتے ہو۔"

یہ کرشمہ تھا اعجاز قرآنی کا اور صدقہ تھا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا کہ حق غالب ہوا اور باطل اپنی تمام تر مکاریوں اور شاطرانہ چالوں کے باوجود ذلیل و نامراد ہوا۔

(اے حبیبؐ!) قرآن میں اسمٰعیلؑ کا مذکور بھی لوگوں سے بیان کرو کہ وہ وعدے کے بڑے پکے تھے اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے، اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کرتے رہتے تھے اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مقبول تھے۔

(اے حبیبؐ!) قرآن میں ادریسؑ کا مذکور بھی لوگوں سے بیان کرو کہ وہ بھی بڑے سچے بندے اور پیغمبر تھے اور ہم نے ان کو بلند مقام پر اٹھا لیا۔

— یہ انبیاء وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا۔ آدم کی نسل ہیں اور ان لوگوں کی نسل میں جن کو ہم نے طوفان کے وقت کشتی میں نوحؑ کے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے راہِ راست دکھائی اور منتخب فرمایا۔ جب خدائے رحمٰن کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں سجدے میں گر پڑتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ترک کیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ (۱۹/۵۹-۵۱)

(اے اللہ کے رسولؐ!) ہم فرشتے آپ کے پروردگار کے حکم کے بغیر دنیا میں آ نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہونے والا ہے، جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں کے درمیان میں ہے سب اسی کے حکم سے ہے۔ اور آپ کا پروردگار کسی چیز سے غافل نہیں۔ (۱۹/۶۴)

اسلام محبت ہے، اسلام پیغامِ امن ہے، اسلام حرمتِ انسان کا نقیب ہے اور اسی راہِ مستقیم کی تکمیل کرتا ہے جس کی نشاندہی حضرتِ ابراہیمؑ، حضرتِ موسیٰؑ، اور حضرتِ عیسیٰؑ کرتے چلے آئے تھے۔
(بحوالہ بخاری، مسند احمد، ابنِ کثیر، طبری، ابنِ اسحاق، طبقات ابنِ سعد جلد اول، سیرت النبی، سیرت رسولؐ، تفہیم القرآن)

آپؐ کا پُر اشتیاق تجسس

ایک زمانہ تھا کہ جب سرورِ کائنات ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو گھبراہٹ کا عالم طاری ہو جاتا جیسا کہ نزولِ وحی کے ابتدائی ایام میں ہوا۔ اور پھر رفتہ رفتہ اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(اے نبیؐ!) ان لوگوں سے کہو۔ "جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے خدائے رحمٰن اس کو ڈھیل ہی دیتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ایسے لوگ اس چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، خواہ وہ عذاب الٰہی ہو یا قیامت کی گھڑی، تب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا حال خراب ہے اور کس کا جتھا کمزور۔ اس کے برعکس جو لوگ راہِ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو راست روی میں ترقی عطا فرماتا ہے۔ اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک جزا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

(اے نبیؐ!) بھلا آپ نے اس شخصؓ کے حال پر بھی نظر کی جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور کہنے لگا۔ "قیامت ہو گی تو وہاں بھی مجھ کو ضرور مال ملے گا اور اولاد بھی" کیا اس کو غیب سے اطلاع مل گئی ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا کوئی عہد لے لیا ہے؟۔ ہرگز نہیں۔ جو کچھ یہ بکتا ہے ہم سب کچھ لکھ لیتے ہیں۔ اور اس کے حق میں عذاب بڑھاتے ہی جائیں گے۔ اور یہ جو مال اور اولاد کا نام لیتا ہے ہم ہی اس کے وارث ہوں گے۔ اور یہ تن تنہا ہمارے حضور حاضر ہو گا۔ (۱۹/۸۰-۷۵)

پر وہ کیفیت طاری ہونے لگی جو ایک عاشقِ حقیقی پر معشوق کا پیام آنے میں دیر ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیبؐ سے بے پناہ محبت تھی اور اللہ کے حبیبؐ کو اپنے پروردگار سے بے پایاں الفت۔ ایک دن بنائے تخلیقِ کائنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامبرِ وحی حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا۔ "اے جبرئیلؑ! تم جتنا ہمارے پاس آیا کرتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے"، حق تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے اشتیاق کو دیکھا، ان کے پُراشتیاق الفاظ کو سُنا، ان کے دھڑکتے ہوئے دل میں مچلتی ہوئی آرزو کو محسوس کیا اور حضرت جبرئیلؑ کی زبانی اپنے حبیبؐ کو وہ جواب عطا فرمایا جو کہ اس آیت مبارکہ میں مذکور ہے۔ (صحیح بخاری بہ روایت حضرت ابنِ عباسؓ۔ بحوالہ ابنِ کثیر، خزائن العرفان)

مشرکینؓ کی طعن و تشنیع | مشرکینِ مکہ کا تو یہ معمول ہی بن گیا تھا کہ مسلمانوں کو طرح طرح سے

(اے نبیؐ!!!) کیا آپ نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو اکساتے رہتے ہیں۔ تو آپ ان پر نزولِ عذاب کے لئے بیتاب نہ ہوں ہم ان کے دن گن رہے ہیں۔

(اے حبیبؐ!) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کر دیا کہ اس کے ذریعے سے آپ پرہیزگاروں کو خوشخبری سنائیں اور اس کے ذریعہ سے جھگڑالو لوگوں کو ڈرائیں، اور ان سے قبل ہم کتنی ہی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ سو آپ ان میں سے اب کسی کو بھی دیکھتے ہیں۔ یا ان کی بھنک سنتے ہیں۔ (۱۹/ ۹۸-۹۷)

طعن و تشنیع کرتے اور ایذا رسانی کر کے خوش ہوتے۔ دوم انہیں اپنی دولت، اپنے پُر تکلف مکانات اور دنیاوی شان و شوکت پر بھی بڑا ناز تھا۔ طنزاً کہا کرتے تھے "قیامت میں دوبارہ زندہ ہوں گے تب بھی ہمارے پاس دولت اور یہ تمام ساز و سامان ہوں گے۔" اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے "تم لوگ قیامت کے دن بھی اسی طرح مفلوک الحال اور مفلس رہو گے۔"

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک مشرک سردار عاص بن وائل نے حضرت خبابؓ بن ارت (جن کا ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ہے) سے ایک تلوار بنوائی اس کے دام ادا نہ کئے اور ٹال مٹول کرتا رہا۔ ایک دن انہوں نے تقاضہ کیا تو کہنے لگا "جب تک تو محمدؐ کے ساتھ رہے گا اور اسلام سے منحرف نہ ہو گا میں ایک کوڑی نہ دوں گا۔" آپ نے جواب دیا۔ "اگر تو مر کر بھی زندہ ہو گا تب بھی میں کفر کی طرف نہ آؤں گا۔" کہنے لگا "اچھا مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی بات ہے تو تم اسی وقت میرے پاس آنا۔ میرے پاس اس وقت بھی دولت ہو گی۔ تیری رقم دیدوں گا۔" ان آیات میں کفار مکہ کی ان ہی ہٹ دھرمیوں کی طرف اشارہ ہے۔

(بحوالہ بخاری مسلم، ابن کثیر)

سُورۃ طٰہٰ (پ ۱۶)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰہٰ! ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ اس قدر مشقت اٹھائیں۔ بلکہ یہ تو نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہو۔ نازل ہوا ہے اس کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین اور بلند آسمانوں کو۔ وہ خدائے رحمٰن (کائنات کے) تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہے۔ مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمان اور زمین میں ہیں اور جو زمین اور آسمان کے درمیان ہیں اور جو کچھ زیرِ زمین ہیں۔ تم چاہو اپنی بات پکار کر کہو، وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے مخفی تر بات بھی جانتا ہے۔ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اچھے اچھے نام اسی کے ہیں۔ (۲۰/۸-۱)

آپ کی پُر مشقت زندگی اور قصّہ موسیٰ بطور تنبیہ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انتہائی پُر مشقت اور پُر صعوبت دور سے گذر رہی تھی۔ مسلمانوں کی اکثریت حبشہ کو ہجرت کر چکی تھی۔ مکہ میں صرف چالیس یا اس سے کچھ کم مسلمان رہ گئے تھے۔ ان میں بھی مفلس، بے سہارا اور دوسروں کے زیر دست افراد تھے جو ظلم کی چکی میں پسے جا رہے تھے۔ ان کی حالتِ زار آپ کے لئے افسردگی کا باعث تھی لیکن جب آپ ان کے عزائم کو مستحکم اور ان کی ہمتوں کو بلند پاتے تو آپ کے قلب کو بڑی تقویت ہوتی۔ اسی طرح آپ کی استقامت، حوصلہ مندی، بے باکی جرأت اور اعلیٰ ظرفی ہر مسلمان کے لئے ہمت افزا تھی۔

پیغامِ حق کی تبلیغ اور تلقین آپ کے لئے ایک جہدِ مسلسل تھی۔ نہ آپ کو دشمنوں کی یلغار ہراساں کر پاتی تھی اور نہ ان کی کثرت آپ کے لئے مرعوب کن تھی۔ آپ بے باکانہ مخالفین کے درمیان پہنچ جاتے، بلا خوف و خطر انہیں دعوتِ حق دیتے، ان کے سامنے قرأتِ قرآن فرماتے، ان کے سوالات کا جواب دیتے اور آیاتِ ربانی

(اے نبیؐ!) آپ کو موسیٰؑ کا تمہ بھی معلوم ہے جب کہ انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا۔ ”ذرا ٹھہرو! مجھے آگ سی دکھائی دی ہے کیا عجب ہے کہ میں وہاں سے کوئی انگارا تمہارے پاس لے آؤں یا آگ کے الاؤ پر راہ کا پتہ معلوم کروں۔“ پھر جب موسیٰؑ وہاں پہنچے تو انہیں آواز آئی۔ ”اے موسیٰؑ! یقیناً میں ہی تمہارا پروردگار ہوں۔ اپنی جوتیاں اتار دو کہ اس وقت تم طویٰ (میدانِ پاک) میں ہو۔ اور ہم نے تم کو پیغمبری کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ سو سنو جو کچھ وحی کیا جا رہا ہے۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ کوئی معبود میرے علاوہ نہیں۔ میری ہی عبادت کیا کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (۲۰/۱۴-۹)

کی روشنی میں دینِ حنیف کی احادیث بیان کرتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی فلاح و بہبود بھی آپ کے ذہن میں رہتی۔ ہر ایک کی خیریت معلوم کرتے، مظلوموں کی تسلی و تشفی فرماتے۔ درسِ قرآن دیتے اور صراطِ مستقیم کی منزلیں طے کرتے۔ اور پھر رات رات بھر بارگاہِ ایزدی میں ہدیۂ صلوٰۃ و مناجات اور فلاحِ انسانیت کے لئے گریہ و زاری۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا پیغام آیا کہ اے حبیبؐ! آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ آپؐ اس قدر مشقت اٹھائیں۔ آپؐ منکرین کی چنداں فکر نہ کریں، اگر وہ پیغامِ حق قبول کرنے سے گریزاں ہیں تو اس میں انہی کا خسارہ ہے۔ قرآن تو نصیحت ہے صرف ان لوگوں کے لئے جو خوفِ الٰہی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو تمام چیزوں کا مالک ہے۔ وہ ہر خفی و جلی بات کو جانتا ہے لہٰذا وہ تم سب کے احوال سے اچھی طرح واقف ہے۔

حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے آگے کی آیات میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا تفصیلی ذکر فرمایا گیا تاکہ منکرینِ حق درسِ عبرت حاصل کریں اور اہلِ ایمان کو تقویت حاصل ہو۔ اور ان اعتراضات و شبہات کا ازالہ بھی فرما دیا گیا جو منکرین کو آپؐ کی نبوت سے متعلق تھے۔ حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملنے کا واقعہ بیان فرما کر منکرینِ حق پر واضح کر دیا گیا کہ حق تعالیٰ جب اور جس طرح چاہتا ہے اپنے منتخب بندوں کو نبوت عطا

بلاشبہ قیامت آنے والی ہے، میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ مل جائے۔ سو تمہیں اس کی طرف سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشِ نفسانی کی پیروی کرتا ہے۔ ورنہ تم بھی ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ اور اے موسیٰؑ!! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔؟"

موسیٰ نے عرض کیا۔ "یہ میرا عصا ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔ "اسے زمین پر ڈال دو اے موسیٰ!" پس انہوں نے اسے زمین پر ڈال دیا، سو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ پھر ارشاد ہوا۔ "اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں۔ ہم اسے ابھی اس کی پہلی حالت پر کئے دیتے ہیں۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دے لو۔ وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں۔ اب تم فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔" (۲۰/۲۴-۱۵)

کرتا ہے۔ لہٰذا منکرین کو ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔

حق سبحانہٗ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ اور فرعونِ مصر کے درمیان ہونے والی گفتگو اور جادوگروں سے مقابلے کا ذکر فرما کر درحقیقت منکرینِ حق کو تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی دولت و قوت کے نشے میں مدہوش ہو کر اللہ کے نبی کی تکذیب نہ کریں اور اس پیغامِ حق کو سمجھیں جو ان کے سامنے وہ پیش کر رہے ہیں ورنہ فرعون کی طرح ان کا غرور و تکبر بھی کچل کر رکھ دیا جائے گا، ہلاکت و تباہی ان کا مقدر ہو گی اور وہ جہنم رسید ہوں گے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے اس امر کی بھی وضاحت فرما دی کہ ہادی مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو واقعاتِ گذشتہ بیان کئے جا رہے ہیں ان کا مقصد قصہ خوانی نہیں بلکہ بندوں کو درسِ عبرت دینا مقصود ہے۔ لہٰذا جو بندے پھر بھی حق سے روگردانی کریں گے ہمیشہ گرفتارِ بلا رہیں گے اور روزِ قیامت اسی جرم کے بارے مغلوب و زدہ ہوں گے۔

موسیٰ نے عرض کیا۔ "اے میرے پروردگار میرے لئے میرا سینہ کشادہ (حوصلہ فراخ) کر دے اور میرے کام کو میرے لئے آسان فرما۔ اور میری زبان کی لکنت کی گرہ کھولدے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے کنبے والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بنا۔ میری قوت کو ان کے ذریعہ سے مضبوط کر اور ان کو میرے اس کام میں شریک بنادے تاکہ ہم لوگ یکدل ہو کر تیری تسبیح و تقدیس کریں اور تیرا ذکر خوب کثرت سے کریں۔ بے شک تو ہمارے حال کو خوب دیکھ رہا ہے۔"

حضور سرور کائنات حبیب ربانی انہی آیاتِ قرآنی کی روشنی میں قیامت کا ذکر فرماتے ہوئے شرک اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "لوگو! ظلم سے بچو۔ ظلم قیامت کے دن اندھیری بن کر آئے گا اور سب سے بڑھ کر نقصان رساں ہوگا۔ جو خدا تعالیٰ سے شرک کرتا ہوا ملا سمجھو تباہ و برباد ہوا۔ اس لئے کہ شرک ظلمِ عظیم ہے۔" ایک اور موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "روزِ قیامت اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کسی ظالم کے ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا۔" (بحوالہ ابنِ کثیر)

حضرتِ عمرؓ کی جاں نثارانِ مصطفےٰ میں شمولیت

ایک طرف آپؐ کی مذکورہ کاوشیں تھیں کہ آپؐ صبر و تحمل اور عجز و انکساری کا پیکر بنے مظلوم انسانیت کی فلاح کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے تھے اور دوسری طرف دشمنانِ حق کی یلغار تھی کہ دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ جب سے مشرکینِ قریش کا وفد نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار سے ناکام و نامراد لوٹا تھا سردارانِ قریش میں بالخصوص اور جمیع منکرینِ حق میں بالعموم غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ایک طرف تو یہ احساس ان کے لئے سوہانِ روح بنا جا رہا تھا کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ کے نئے دین کو کامیابی ہو رہی تھی۔ دوسری جانب انہیں اپنے وفد کی ناکامیابی اور شاہِ حبشہ کو بھیجے ہوئے تحفوں کی واپسی پر شدید احساسِ ذلت کا سامنا تھا۔ شاہِ حبشہ کے خلاف تو کچھ کارروائی کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کے اس غم و غصہ کا ردِ عمل

ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ "تمہاری سب درخواستیں منظور کی گئیں اے موسیٰؑ۔ اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی تمہارے اوپر احسان کر چکے ہیں جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام کی جو الہام ہی کئے جانے کے قابل تھی ۔۔۔ یہ کہ اس (نومولود) بچے (موسیٰ) کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے، تاکہ دریا انہیں کنارہ پر لے آئے اور انہیں وہ اٹھائے جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے ۔۔۔ اور میں نے تمہارے اُوپر اپنی محبت ڈالی تاکہ تم کو میری خاص نگرانی میں پرورش کیا جائے۔"
(۲۵ - ۳۹/۳۰)

حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام پر شدید غیض و غضب کی صورت میں ظاہر ہو رہا تھا۔ مسلمانوں پر حلقۂ حیات تنگ سے تنگ تر کیا جا رہا تھا۔ ہمہ وقت مسلمانوں کی نگہداشت کی جاتی کہ کوئی اور مسلمان حبشہ نہ جانے پائے۔ ادھر آپؐ کے خلاف اب یہ مشورے ہونے لگے تھے کہ کسی طرح آپؐ کی شمعِ حیات ہی کو گل کر دیا جائے۔

لہٰذا ایک دن مشرکین سردارانِ قریش کی دار الندوہ میں انجمن آرائی ہوئی۔ غور و خوض کے بعد طے کیا گیا کہ آپؐ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوا کہ اس کام کو کون انجام دے۔ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ عمر ابن خطاب کہ ابھی تک دشمنانِ رسولؐ میں شریک تھے، خود ہی کہنے لگے۔ "یہ کام میں کروں گا۔" حاضرین نے خوش ہو کر اس اعلان کو سراہا۔ "بے شک یہ کام تم ہی انجام دے سکتے ہو۔"

لہٰذا مشرکین کی اس متفقہ تجویز کے مطابق عمر ابنِ خطاب تلوار اٹھائے روانہ ہو گئے۔ کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ قبیلۂ زہرہ کے سعدؓ بن ابی وقاص مل گئے۔ انہوں نے جو ابنِ خطاب کے تیور دیکھے تو پوچھا۔ "اے عمر! کہاں جا رہے ہو۔؟" بڑے فخر و غرور سے کہنے لگے۔ "محمد ابن عبد اللہ کو قتل کرنے۔" سعدؓ نے کہا۔ "تمہارے اس فعل سے بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی عبدِ مناف تو مطمئن نہ ہوں گے۔ وہ تم کو قتل کر ڈالیں گے۔" ابن خطاب پر تو رنگ ہی اور غالب تھا۔ یہ جواب پا کر بھڑک اٹھے۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی نئے دین میں شامل ہو گیا ہے۔ لا پہلے تجھی کو ختم کر ڈالوں۔"

(یہ اس وقت ہوا) جب کہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں (فرعون کے محل میں اور) پھر (لیں (فرعون کی بیوی سے جس کو دریا میں سے نکالے گئے۔ موسیٰ کی پرورش کے لئے دودھ پلانے والی دایہ کی ضرورت تھی) کہ میں ایسے کا پتہ بتادوں جو اس (بچہ) کو خوب اچھی طرح پالے۔ تو (اس طرح) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں۔ اور (پھر جوان ہو کر) تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ تو ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تمہیں خوب خوب آزمائشوں میں ڈالا۔ پھر تم مدین والوں کے درمیان (کئی) سال رہے۔ پھر تم اپنے وقتِ مُعیّن پر (یہاں طویٰ کے میدان میں) آ گئے (ہو) اے موسیٰ! ۔ اور میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کرلیا۔ سو اب تم اور تمہارے بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میری یاد میں سُستی نہ کرنا۔ فرعون کے پاس تم دونوں جاؤ بے شک وہ حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ ،،

(۲۰/۴۳-۴۰)

ابنِ خطاب نے تلوار سنبھالی تو ابنِ ابی وقاص نے بھی اپنی تلوار سنبھالتے ہوئے کہا۔ "ہاں، بحمد اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور اگر تجھے میرے مسلمان ہونے پر اعتراض ہے تو پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لے کہ وہ دونوں بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ،، یہ خبر جو سُنی تو آگ بگولہ ہو گئے۔ سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے جو کہ محلہ جیاد میں واقع پہاڑی کے اوپر بتایا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی بہن فاطمہؓ بنتِ خطاب اور بہنوئی سعیدؓ بن زید گھر کا دروازہ بند کئے حضرت خبابؓ بن ارت سے درسِ قرآن لے رہے تھے۔ جونہی ان حضرات کو ابنِ خطاب کے آنے کی آہٹ ہوئی فوری طور پر صحیفۂ قرآنی کو چھپا دیا۔ حضرت خبابؓ بھی ایک گوشہ میں چھپ گئے کہ مبادا ان کی موجودگی اشتعال کا باعث نہ ہو۔ لیکن وہ تو پہلے ہی مشتعل تھے اور بہن بہنوئی کی آوازیں بھی قرآن پڑھتے ہوئے سُن لیں تھیں۔ داخل ہوتے ہی ایک دو سوالات کئے اور بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے بچانے کی کوشش کی تو انہیں بھی بری طرح مارا کہ ان کا سر پھٹ گیا اور لہولہان ہو گئیں۔ آخر کار بہن نے صاف صاف کہدیا۔ "ہم دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور

غرض موسیٰ فرعون کے پاس گئے اور کہا۔ "ہم دونوں آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ رخصت کیجئے اور ان کو کسی طرح کی ایذا نہ دیجئے۔ ہم آپ کے پروردگار کے پاس سے نشانی (معجزہ) لے کر آئے ہیں۔ اور سلامتی اسی کے لئے ہے جو راہِ راست کی پیروی کرے۔ ہم پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی ہے کہ عذابِ الٰہی اس پر نازل ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور اس کے حکم سے سرتابی کرے۔" (۲۰/۴۸-۴۷)

— فرعون نے موسیٰ سے کہا۔ "شاید تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں ہماری سرزمین سے اپنے جادو کے ذریعہ نکال دو۔ سو خیر اب ہم بھی تمہارے مقابلے میں ویسا ہی جادو لاتے ہیں۔ طے کر لو کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے۔ نہ ہم اس قرار داد سے پھریں گے اور نہ تم پھرو۔ کھلے میدان میں مقابلے کے لئے سامنے آجاؤ۔" (۲۰/۵۸-۵۷)

اب مرتد نہیں ہو سکتے تم جو چاہو سو کر لو۔" غصہ میں بہن کو مار تو بیٹھے تھے لیکن جب بہن کے خون کو سر اور چہرے پر بہتے ہوئے دیکھا تو دل میں پشیمانی ہوئی اور پھر بنتِ خطاب کا اعلانِ مستحکم۔ ابنِ خطاب بیٹھ گئے۔ غصہ فرو ہوا تو کہنے لگے۔ "اچھا مجھے ذرا وہ بھی تو دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔" بہن نے اسی پر عزم اور مستحکم لہجہ میں جواب دیا "پہلے قسم لو کہ اس کو پھاڑو گے نہیں۔ دوم غسل کرو کہ وہ پاک صحیفہ ہے۔" ابنِ خطاب نے بہن کی دونوں باتوں کو منظور کر لیا۔ بعدِ غسل وہ صحیفۂ پاک لے کر پڑھنا شروع کیا۔ تو یہی درج بالا سورۃ طٰہٰ کے اوراق تھے۔ پڑھتے جاتے تھے اور انہماک بڑھتا جاتا تھا۔ قلب کی شقاوت کلامِ ربانی سے پانی پانی ہوگئی۔ دفعتاً زبان سے نکلا۔ — "کیا خوب کلام ہے۔" حضرتِ خبابؓ نے جو یہ الفاظ عمر ابنِ خطاب کی زبان سے سُنے تو گوشہ سے باہر نکل آئے۔ کہنے لگے۔ "اے عمر! کل ہی میں نے اللہ کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی میں یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ خدایا ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل)، یا عمر بن خطاب کو اسلام کا حامی بنا دے۔ مجھے توقع ہے کہ اللہ

(غرض موسیٰ کی لاٹھی نے اژدہا بن کر جادوگروں کے سنپولیوں کو ہڑپ کرلیا)۔ اب تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے۔ "ہم تو ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔" (۲۰/۷۰)

(اے حبیبؐ!) اسی طرح ہم واقعاتِ گذشتہ کے حالات آپ کو سناتے ہیں (تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں) اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک ذکر (قرآن پاک) عطا فرمایا ہے۔ جو اس سے منہ پھیرے تو بے شک وہ قیامت کے دن (اعمال بد کا) ایک بوجھ اٹھائے گا۔ اور ایسے لوگ اس کے وبال میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے — اور کیا ہی برا بوجھ ہے جو یہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے ہوں گے۔ (۲۰/۱۰۱-۹۹)

اور (اے نبیؐ!) اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات کی ہیں شاید کہ یہ لوگ کج روی سے بچیں یا اس کی بدولت ان میں ہوش کے آثار پیدا ہوں۔ سو بڑا عالیشان ہے اللہ جو بادشاہِ حقیقی ہے۔

تم سے اپنے نبیؐ کی دعوت پھیلانے میں بڑی خدمت لے گا۔ پس اے عمر! اللہ کی طرف چلو — اللہ کی طرف چلو —" آیاتِ قرآنی کی تلاوت سے قلب گداز ہو ہی چکا تھا، سامنے لہولہان بہن اور بہنوئی درد و کرب کے باوجود اسی طرح پُرعزم اور مستحکم بیٹھے تھے، حضرت خبابؓ کی دی ہوئی دعوتِ حق سے انکار نہ کرسکے۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، دامنِ توحید کو تھاما اور جاں نثارانِ مصطفےٰ کی صفوں میں شامل ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی دائرہ اسلام میں شمولیت دعائے مصطفےٰ کی قبولیت تھی لہٰذا سبھی مسلمانوں کے لئے باعثِ تقویت ہوئی۔

(بحوالہ ابن ہشام۔ اسد الغابہ۔ تفہیم القرآن)

اور (اے حبیبؐ!) آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کیجئے۔ جب تک آپ پر اس کی وحی پوری نازل نہ ہو جائے۔ اور دعا کیجئے "اے میرے پروردگار مجھے مزید علم عطا فرما۔" (۲۰/۱۱۴ – ۱۱۳)

۔ کیا (ان منکرینِ حق) کو اس سے بھی ہدایت نہ ہوئی کہ ہم اب تک ان کے پیش رو کتنے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ جن کے مسکنوں میں اب یہ لوگ چل پھر رہے ہیں۔ بے شک اس میں اہلِ فہم کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور (اے نبیؐ!) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ کر دی گئی ہوتی اور مہلت کی ایک مدت متعین نہ کی جا چکی ہوتی تو ضرور ان کا بھی فیصلہ چکا دیا جاتا۔

پس (اے حبیبؐ!) آپ صبر کیجئے ان کی باتوں پر اور اپنے پروردگار کی تسبیح حمد و ثنا کے ساتھ کرتے رہیئے آفتاب کے طلوع سے اور اس کے غروب سے قبل اور اوقاتِ شب میں بھی تسبیح کیجئے اور دن کے اول و آخر میں بھی تاکہ آپ خوش رہیں۔ اور (اے حبیب!) نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے دنیاوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے اس میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے۔ آپ کے پروردگار کا عطیہ کہیں بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

اور (اے حبیبؐ!) اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے۔ معاش تو ہم خود آپ کو دیں گے۔ اور بہتر انجام پرہیزگاری ہی کا ہے۔ (۲۰/۱۳۲ – ۱۲۸)

آپؐ کو وحی یاد کرا دینے کا وعدۂ ایزدی | ایک زمانہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو گھبراہٹ سی طاری ہو جاتی۔ پھر ذوق و شوق بڑھا تو آپ وحی کے منتظر رہنے لگے۔ ایک موقعہ پر حضرتِ جبرئیل سے بھی فرمایا کہ کیا تم اور زیادہ بار نہیں آ سکتے۔ اور جب وحی نازل ہوتی تو اس وقت بھی آپؐ

اور یہ لوگ (منکرین) کہتے ہیں کہ یہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے پروردگار کے پاس سے کیوں نہیں لاتے۔ کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی واضح دلیل نہیں پہنچی؟۔ اگر ہم اس قرآن کے قبل ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ کہتے ۔ "اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرنے لگتے۔ اس سے قبل کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے۔"

(اے پیغمبرؐ!) کہدیجئے "ہر ایک انجام کا منتظر ہے۔ پس تم بھی انتظار کرو۔ عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون راہِ راست والے ہیں اور کون راہ یافتہ ہیں۔" (۲۰/۱۳۵ ـ ۱۳۳)

کی کیفیت عجیب ہوتی ۔ وحی کا نزول ہو رہا ہوتا اور آپ جلدی جلدی وحی کے الفاظ دہراتے جاتے کہ مبادا کچھ بھول نہ جائیں۔ لہٰذا کئی بار فرمانِ الٰہی آیا کہ آپؐ وحی یاد کرنے میں اتنی زیادہ مشقت نہ اٹھائیں۔ اس کو یاد کرا دینا تو ہمارا کام ہے ــــــ درج بالا آیت میں بھی یہی اشارۂ ایزدی ہے ــــ آپ کا یہ ذوق و شوق اس امر کا بھی مظہر تھا کہ آپ کو حصولِ علم سے کس درجہ دلچسپی تھی۔ اسی ذوق کے پیشِ نظر آپ کو بارگاہِ ایزدی سے حصولِ علم کی دعا بھی عطا ہوئی۔ "رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" آپ بارگاہِ ایزدی میں علم کی زیادتی کے لئے اکثر یہ دعا بھی فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ (بحوالہ ابن کثیر۔ جلالین)

سُورۃُ الواقعۃ (پ ۲۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب قیامت واقع ہوگی تو کوئی اس کے وقوع کا جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ وہ تہہ و بالا کر دے گی۔ جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر، پھر پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔ اور تم لوگ اس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

(i) — داہنی طرف والے (اصحاب المیمنہ) سو داہنی طرف والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

(ii) اور بائیں طرف والے (اصحاب المشئمہ) تو بائیں طرف والوں کی بدنصیبی کا کیا کہنا۔

(iii) سبقت لے جانے والے (السّٰبِقُوْنَ) وہ تو (سب ہی پر) سبقت لے گئے۔ وہی تو مقرب بارگاہ ہیں۔ نعمت بھری جنتوں میں رہیں گے۔ اولین میں سے بہت ہوں گے اور آخرین میں سے کم۔ (۵۶/۱۴-۱)

فلاحِ انسانیت کے لئے آپؐ کی کاوشیں | توحید، رسالت، قیامت اور قرآن یہی وہ چار بنیادی ستون تھے جن پر حضور سرورِ کائنات نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم معاشرۂ انسانی کی تعمیر فرما رہے تھے اور منکرینِ حق کو انہیں پر اعتراض تھا۔ سب سے زیادہ شبہات اور اعتراضات روزِ قیامت پر کئے جا رہے تھے۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ روزِ قیامت پر ایمان ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ چونکہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تو تسلیم کرتا ہو لیکن روزِ جزا پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص کی توحید پرستی بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ روزِ جزا سے انکار درحقیقت مالکِ روزِ جزا کی قدرتِ کاملہ سے انکار ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے توحید کے ساتھ ساتھ روزِ قیامت کی بھی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی ہر دور ہر زمانے کے منکرین نے ان دونوں حقیقتوں

(اے حبیبؐ!) آپ فرما دیجئے کہ اوّلین اور آخرین سب ہی جمع کئے جائیں گے ایک یوم معین کے وقتِ مقررہ پر۔ پھر اے جھٹلانے والے گمراہو! تم کو یقیناً تھوہڑ کے درخت سے کھانا ہوگا، پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا۔ اور پینا بھی کیسا؟) ۔پیاس کے مارے ہوئے اونٹ کا سا۔ یہ ہوگی ان (منکرینِ حق) کی ضیافت قیامت کے دن۔ (۵۶/۵۶ - ۴۹)

— ہم ہی نے تو تم کو پیدا کیا ہے، پھر کیوں (مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی) تصدیق نہیں کرتے۔؟

— کبھی تم نے غور کیا کہ یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو، اس سے بچہ تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں۔۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تم جیسے (دوسرے آدمی) پیدا کر دیں اور تمہیں ایسی صورت میں بنا دیں جس کو تم جانتے ہی نہیں۔ اور اپنی پیدائشِ اول کو تو تم خوب جانتے ہو۔ پھر کیوں سبق نہیں لیتے۔؟

کی بھی تکذیب کی۔ اسی طرح مشرکینِ مکہ بھی یہ بات کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ روزِ قیامت یہ سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا اور وہ اور ان کے باپ دادا جب کہ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور پھر ان کے اعمال کی جزا و سزا ہوگی۔

آیاتِ ربانی کی روشنی میں ہادیِ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار مشرکینِ قریش کو دعوتِ فکر دی، دلائل پیش کئے، فطری شواہد کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر اسی طرح قائم تھے بلکہ روزِ جزا کی تکذیب کرنے کے لئے طرح طرح کے سوالات کرتے کہ آپ زچ ہو کر جواب نہ دے پائیں اور انہیں تمسخر کرنے کا موقع ملے۔ کچھ اسی طرح کے حالات تھے کہ سورۂ مبارکہ کا آپ پر نزول ہوا اور منکرینِ حق کے شبہات اور اعتراضات کی تردید کی گئی، روزِ قیامت کا اجمالی ذکر فرمایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ قرآن پروردگارِ عالم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کی طرف سے بے اعتنائی برتنا یا اس کی تکذیب

۔ کبھی تم نے سوچا کہ یہ بیج جو تم بوتے ہو، ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم (لوگ) طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو الٹا تاوان پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہے۔

۔ کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا یہ پانی جو تم پیتے ہو، اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں۔ پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے۔ (۵۶/۷۰۔۶۷)

کبھی تم نے خیال کیا کہ یہ آگ جو تم سلگاتے ہو، اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے۔ یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ہم ہی نے اس کو یاد دہانی کا ذریعہ اور حاجتمندوں کے لئے سامانِ زیست بنایا ہے۔

کرنا کسی طرح درست نہیں بلکہ قابلِ گرفت ہے۔

حق تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانیت کے ان تین طبقات کی بھی نشاندہی فرمادی، جن کی تقسیم روزِ قیامت حسب و نسب، دولت و ثروت یا دنیوی قوت و تمکنت کی بنا پر نہیں کی جائے گی۔ بلکہ سب خالصتاً اپنے اپنے اعمال کی بنیاد پر بارگاہ رب العالمین میں پیش ہوں گے۔ پھر ہر ایک طبقہ کا ذکر فرماتے ہوئے، انسان کو حق خود اختیاری دیا کہ وہ خود ہی فیصلہ کرے کہ وہ اپنا شمار اصحاب المیمنہ (دائیں طرف والے خوش نصیب)، اصحاب المشئمہ (بائیں طرف والے بدبخت منکرین) اور سابقین (اعمالِ صالحہ میں سبقت لے جانے والے) میں سے کس طبقے کے ساتھ پسند کرتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں یہ بھی منکشف فرمادیا کہ انسانیت کے ان تین گروہوں میں دو جنتی ہیں۔ اصحاب المیمنہ اور سابقین۔ اور تیسرا گروہ اصحاب المشئمہ جہنم رسید ہوگا۔

یہ حق سبحانہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بے پایاں محبت اور شفقت ہی تو ہے کہ اس نے ان

پس (اے حبیبؐ!) اپنے پروردگار کے نام کی پاکی بیان فرمایئے جو عظیم ہے۔
۔ سو قسم ہے مجھے تاروں کے مواقع کی، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے
کہ یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے، ایک محفوظ کتاب میں ثبت، جسے وہی چھوتے ہیں جو
مطہرین (پاک وصاف) ہیں۔

(اے گروہِ منکرین!) یہ (قرآن) پروردگار عالم کا نازل کردہ ہے۔ پھر کیا تم
اس کلام کے ساتھ بے اعتنائی برتتے ہو اور اس کی تکذیب کو اپنی غذا بنائے ہوئے ہو؟
(اور اے منکرینِ حق!) اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو اور اپنے اس خیال میں سچے ہو)
تو جب مرنے والے کی جان حلق تک پہنچ چکی ہوتی ہے اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے
ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے، اس وقت تمہاری بہ نسبت ہم اس کے زیادہ قریب ہوتے
ہیں۔ مگر تم کو نظر نہیں آتے۔ (۵۶/۸۵-۷۱)

کی فلاح کے لئے انہیں راہِ ہدایت بتائی اور پھر اُن کے سامنے ایسے منطقی اور حقیقت پسندانہ
دلائل رکھے کہ ان کو سمجھیں اور ہدایت پائیں۔ درج بالا آیات میں بھی ایسے دلائل اور فطری
شواہد کا ذکر فرمایا گیا کہ جو انسان کی روزمرہ کی زندگی میں ہر وقت اس کی نظروں کے سامنے
ہوتے ہیں۔ اس کی توجہ دلائی گئی خود اس کے اپنے وجود کی طرف، اس دانۂ گندم کی طرف
جو انسان کی غذا بنتا ہے، اس قطرۂ آب کی طرف جو اس کی پیاس بجھاتا ہے اور اس درخت کی
جانب جو ہمہ وقت اس کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور جس سے ہر طرح کے سامانِ
زیست کا تعلق ہے۔ ان روزمرہ کی چیزوں کی طرف توجہ مائل کرانے کا مقصد ہی یہ ہے
کہ انسان اپنی عقل و فہم، عرفان و بصیرت کو کام میں لائے اور توحید و آخرت، قرآن و
رسالت پر ایمان لے آئے۔

حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پیغام ربانی نازل ہوتا تو نہ
صرف آپؐ کو بلکہ جملہ مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوتی۔ آپؐ لوگوں کے سامنے اس کی قرأت
فرماتے اور قرآن حکیم کی روشنی میں دعوتِ توحید کی وضاحت فرماتے۔ مذکورہ دلائل قرآنی

۔ پھر وہ مرنے والا اگر مقربین میں سے ہو تو اس کے لئے راحت، عمدہ رزق اور نعمت بھری جنت ہے۔

۔ اور اگر وہ دائیں طرف والوں میں سے ہو تو اس کا استقبال یوں ہوتا ہے کہ سلام ہو تجھے کہ تو اصحابِ یمین میں سے ہے۔

۔ اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہو تو اس کی تواضع کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکا جانا۔

بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے (پس اے حبیب!) آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔ (۵۶/۹۶-۸۶)

کو بھی آپؐ لوگوں کے سامنے بیان کرتے لیکن ظالم مشرکین تو ہٹ دھرم تھے۔ نہ وہ شرک آلود زندگی چھوڑنے کے لئے تیار تھے اور نہ اپنے ظلم ہی سے باز آتے تھے۔ دراصل حق تلفی، خیانت اور ہوس زر، یہ ایسی بیماریاں تھیں کہ جنہوں نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا لیکن اس کے برخلاف جو دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے تھے ان کے قلوب شرک وضلالت سے پاک ہو جاتے۔ ان کے اندر انسانی ہمدردی کا جذبہ بیدار ہو جاتا۔ ان کی آنکھیں حق شناس ہو جاتیں اور حقیقی طور پر جو یائے حق بن جاتے۔ اور یہ فیضان تھا آپؐ کی ان تعلیمات کا جو کہ آپؐ آیاتِ ربانی کی روشنی میں صحابۂ کرام کو عطا فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپؐ نے قیامت کا تذکرہ فرماتے ہوئے صحابۂ کرام سے کہا۔ "جانتے ہو روزِ قیامت اللہ تعالےٰ کے سایہ کی طرف سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟" صحابۂ عظام نے عرض کیا۔ "اللہ اور اس کے رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا۔ "وہ لوگ جو کہ جب اپنا حق دیئے جائیں تو قبول کرلیں۔ اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کردیں۔ اور لوگوں کے لئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔"

ایک اور موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "ایک جماعت میری امت میں سے

سورۃ الشعراء ع (پ ۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طسٓمٓ! یہ کتاب مبین (روشن) کی آیات ہیں۔
(اے حبیبؐ!) آپ تو شاید اسی غم میں اپنی جان دیدیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے
ہم اگر چاہیں تو آسمان سے (ایسی نشانی بھی) نازل کر سکتے ہیں کہ ان کی گردنیں اس
کے آگے جھک جائیں۔ ان لوگوں کے پاس رحمان کی طرف سے جو نئی نصیحت بھی
آتی ہے یہ اسی سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ جھٹلا کر رہے (اس پیغام حق کو جو آپؐ
نے پیش کیا) پس عنقریب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ جس کے ساتھ
یہ استہزا کر رہے ہیں۔ (۲۶/۶-۱)

بقیہ صفحہ سابق:۔ ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی۔ ان کے دشمن ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے،
ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے
اور وہ اسی طرح ہوں گے۔“

اور آپؐ کی یہ تمام تر کاوشیں تھیں فلاح انسانیت کے لئے کہ انسان اس دنیا میں بھی
سرخ رو رہے اور روز آخرت بھی سرخ رو اٹھایا جائے۔ کاش! انسان انہیں اسی خلوص کے
ساتھ اپنائے جس خلوص کے ساتھ یہ پیش کی گئیں۔ (بحوالہ ابن کثیر، مسند احمد، تفہیم القرآن)

دشمنوں کی فلاح سے محرومی پر آپؐ مغموم رہتے تھے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انسانیت کے لئے ہادی بنا کر
بھیجے گئے تھے اسی لئے آپؐ کے قلب کو محبت و شفقت، لطف و کرم اور ایثار و ہمدردی کے
جذبات لطیف سے بدرجہ اتم معمور فرما دیا گیا تھا۔ اعزا و اقربا اور دوست و احباب سے تو سب ہی
محبت کرتے ہیں لیکن دشمنوں کی فلاح اور بھلائی کے لئے فکر مند رہنا اور ان کی جارحیت کے مقابلے
میں مسلسل صبر و تحمل اور ایثار کرنا بڑے اعلیٰ ظرف کی بات ہے اور حضور سرور کائنات محسن انسانیت
نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ عالم تھا کہ دشمنوں کی جارحیت سے بے نیاز ان کی گمراہی اور

۔ اور کیا انہوں (منکرینِ حق) نے کبھی زمین پر نظر نہیں ڈالی کہ ہم نے اس میں کس قدر بوٹیاں عمدہ عمدہ قسم کی اگائیں ہیں۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ اور (اے نبیؐ! انہیں اس وقت کا قصہ سنائیے) جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو ندا فرمائی۔ "ظالم قوم کے پاس جا۔ قومِ فرعون کے پاس۔ کیا وہ نہیں ڈرتے؟" اس (موسیٰؑ) نے عرض کیا۔ "اے میرے پروردگار! مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے، میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ آپ ہارون کی طرف رسالت بھیجیں اور مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے۔

بدنصیبی پر غمزدہ بھی رہتے تھے۔ بالفاظِ دیگر دشمنوں کی فلاح سے محرومی آپؐ کا غمِ حیات بنی ہوئی تھی۔ ایک آپؐ کی ذاتِ اقدس تھی کہ انسانیت کا مجسمہ مکمل۔ اور ایک آپؐ کے مخالفین اور دشمنانِ حق تھے کہ ننگِ انسانیت میں اکمل۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور ارشادِ ربانی ہوا کہ اے حبیب! آپ تو ان منکرینِ حق کے ایمان نہ لانے پر اس درجہ فکرمند رہتے ہیں کہ جیسے انہی کے غم میں آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں، یہ تو لوگوں کا ہمیشہ ہی کا دستور رہا ہے کہ ان کے سامنے جب بھی خدائے رحمٰن کی طرف سے مروجہ رسوم اور طریقوں کے خلاف پیغامِ حق ایک مژدۂ نوین کر آیا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی اور جھٹلایا۔ اب یہ منکرینِ مکہ اگر آپؐ کو جھٹلا رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں۔ دوم یہ لوگ آپؐ سے معجزات اور نشانیاں طلب کر رہے ہیں تو ان کی یہ فرمائش بھی نہ تو نئی بات ہے اور نہ حق پر مبنی، چونکہ ہر دور اور ہر زمانے کے منکرینِ حق اپنے اپنے عہد میں آنے والے ہر نبی سے یہی سوال کرتے رہے ہیں۔ اللہ کی نشانیاں تو پوری کائنات میں بکھری پڑی ہیں عقل و فہم اور چشم و بصیرت سے کام لینے والوں کے لئے وہی کافی ہیں۔ لیکن پھر بھی نبیوں کے ذریعہ منکرینِ حق کو معجزے بھی دکھائے گئے لیکن انہوں نے یہی کہا کہ یہ جادو ہے جس طرح کہ یہ منکرین مکہ آپؐ پر الزام لگا رہے ہیں۔ لہٰذا اے حبیب آپؐ ان کی طرف سے چنداں فکرمند نہ ہوں۔ ہم اگر چاہیں تو ان منکرین کو بھی ایسی نشانیاں پھر دکھا سکتے

اس لیئے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ۔" ارشادِ ربانی ہوا " ہر گز نہیں (قتل کر سکتے) تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر۔ ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے ۔ فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں رسول ہیں اس کے جو پروردگار ہے سارے جہان کا اور اس لیئے بھیجے گئے ہیں کہ (تجھے اللہ کی بندگی کی طرف بلائیں اور) تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے (کہ وہ یہاں مظلوم ہیں) ۔۔۔ (۲۶/ ۱۷ ـ ۷)

۔۔۔ فرعون نے کہا ۔ " اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو تجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دوں گا جو قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں ۔" (موسیٰ نے کہا) " اور اگر میں کوئی کھلی ہوئی بات (اپنے دعوے کی سچائی کے ثبوت میں) پیش کر دوں تو؟ " فرعون نے کہا " اچھا تو لے آؤ وہ ۔ اگر تم سچے ہو " (۲۶/ ۳۱-۲۹) چنانچہ ایک روز "مقررہ وقت پر (موسیٰ کے مقابل) جادوگر اکٹھے کر لیئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا " جمع ہو جاؤ ۔ تاکہ جادوگر غالب آجائیں تو ہم انہیں کے دین پر قائم رہیں ۔" (۲۶/ ۳۹ ـ ۳۸)

ہیں کہ جن کے دیکھتے ہی ان کی گردنیں ہمارے حضور جھک جائیں ۔ لیکن یہ منشائے ایزدی نہیں ۔ مشیت الٰہی تو یہ ہے کہ انسان اپنی عقل و دانش، علم و عرفان اور فہم و ذکار کو کام میں لاتے ہوئے پیغامِ ربانی کو سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہو۔

یہ فرمانِ خداوندی اس حقیقت کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ محسنِ انسانیت حبیبِ معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پیغامِ حق کو پیش کیا اس کا مقصد انسانوں کی گردنیں جھکانا نہیں تھا۔ بلکہ اس راہِ مستقیم سے روشناس کرانا تھا جس میں انسانیت کی فلاح اور سربلندی کا راز مضمر ہے تاکہ انسان ان عظمتوں سے ہمکنار ہو سکے جو اس کا مقدر ہیں ۔ تاریخِ انسانیت پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہی نکتہ باطل و حق، شرک و توحید، گمراہی و ہدایت اور تاریکی و روشنی کے امتیاز کو اجاگر کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔ انسان نے جب کبھی کسی کو اپنے سے زیادہ زبردست

— جب جادوگر میدان میں آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا۔ "ہمیں انعام تو ملے گا اگر ہم غالب رہے؟" (فرعون نے کہا) "ضرور اور تم اس صورت میں ہمارے مقربین میں داخل ہو جاؤ گے"۔ موسیٰ نے کہا۔ "پھینکو جو تمہیں پھینکنا ہے"۔ انہوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور بولے۔ "فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے"۔ پھر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو یکایک وہ ان کے جھوٹے کرشموں کو ہڑپ کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس پر سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور بول اٹھے۔ "مان گئے ہم رب العالمین کو۔ موسیٰ اور ہارون کے پروردگار کو۔" (۲۶/۴۸-۴۰)

— ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ "راتوں رات میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو لے کر نکل جاؤ۔ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔" (۲۶/۵۲)

— صبح ہوتے ہی یہ لوگ (فرعون اور اس کی قوم والے) ان کے تعاقب میں چل پڑے۔ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھی چیخ اٹھے "ہم تو پکڑے گئے"۔ موسیٰ نے کہا۔ "ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا پروردگار ہے۔

اور طاقت ور پایا تو اسی کے سامنے گردن جھکا دی اور اسی کو دنیوی نعمتوں کا مالک و مختار بھی بنا ڈالا۔ اسی لئے قدیم مشرکانہ مذاہب میں کوئی دولت کی دیوی ملے گی تو کوئی بارش کا دیوتا، کوئی کالی ماتا ہو گی تو کوئی وینس (محبت کی دیوی)، کہیں بندر کی پوجا ہو رہی ہو گی تو کہیں سانپ اور اژدھے کی شکل کے بت ہوں گے۔ حتیٰ کہ انسان نے عضو تناسل کی پوجا سے بھی گریز نہیں کیا۔ جیسے کہ اولاد کا دینا نہ دینا عضو تناسل کا کام ہے۔ یہ ساری باتیں انسانیت کی تذلیل نہیں تو اور کیا ہیں؟ لیکن اس کے برخلاف تاریخ انسانیت شاہد ہے کہ جب کبھی انسان نے اپنی عقل و فہم اور ادراک و شعور کو کام میں لاتے ہوئے منشائے ایزدی کو سمجھا، مخلوق کی زبردستی کے بجائے خالق حقیقی کی زبردستی کو قبول کیا، اسباب کی جگہ مسبب الاسباب پر توکل کیا اور اس پیغام کو اپنی زندگی کا رہبر و رہنما بنایا جو حق تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ بھیجتا رہا ہے تو وہی انسان دنیوی و اخروی عظمتوں اور سربلندیوں سے سرفراز ہوا ہے۔

وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا"۔ ہم نے وحی کے ذریعہ موسیٰ کو حکم دیا "اپنا عصا دریا پر مارو"، یکایک دریا (درمیان سے) پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اسی جگہ ہم دوسرے گروہ (فرعون اور اس کے ساتھیوں) کو بھی قریب لے آئے۔ موسیٰ اور ان سب لوگوں کو جو ان کے ساتھ تھے ہم نے بچالیا اور دوسروں کو غرق کر دیا۔ اس واقعہ میں ایک نشانی ہے۔ مگر ان لوگوں میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ (۲۶/۶۸-۶۰)

(اے حبیبؐ!) اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجئے۔

لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمد مختار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمایا کہ آپ ان ظالم منکرین حق کی خاطر مغموم نہ ہوں ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ عذابِ خداوندی ان کا مقدر ہے۔

ذکر مغضوب اقوام کا بطور درسِ عبرت ایک طرف قرآن کے حاکمانہ دلائل تھے جو حضور سرورِ کائنات مشرکینِ مکہ کے سامنے پیش کر رہے تھے دوسری طرف ان کی وہی ہٹ دھری اور کٹ حجتی تھی کہ کسی طرح نہ تو دعوتِ حق قبول کرنے کے لئے تیار تھے اور نہ اپنا ظالمانہ رویہ ترک کرنے کے لئے تیار تھے۔ لہٰذا درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات میں یکے بعد دیگرے سات اقوام کا ذکر کیا گیا کہ مشرکین درسِ عبرت پائیں۔ درحقیقت ان مغضوب اقوام کے حالات میں اور مشرکین مکہ کے اعتراضات میں، جو وہ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر کر رہے تھے، بڑی مماثلت پائی جاتی تھی۔ اور ساتھ ہی اس پیغامِ حق میں جو آپ پیش فرما رہے تھے اور ان پیغاموں میں جو دیگر نبیوں نے مختلف اوقات میں، اپنی اپنی اقوام کے سامنے پیش کئے بڑی یکسانیت تھی۔ لہٰذا ان واقعات کا مشرکین کے سامنے بیان کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی عقل و فہم سے کام لیں اور پیغام حق کی افادیت کو سمجھیں۔ آج بھی ان واقعات کی اہمیت اور افادیت اہلِ بصیرت اور اہلِ دانش کیلئے دعوتِ فکر ہے کہ ان سے نہ صرف مغضوب اقوام کے حالات کا

انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا۔ "تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟" وہ بولے "ہم تو بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا میں لگے رہتے ہیں"۔ (ابراہیم نے) پوچھا۔ "کیا یہ (بت) تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا یہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں۔؟" انہوں نے جواب دیا۔ "نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔" ابراہیم نے کہا۔ "کبھی تم نے ان چیزوں کو (بغور) دیکھا بھی ہے جن کی بندگی تم اور تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ میری نظر میں تو یہ سب دشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے موت دیگا۔ پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہی ہے جس سے میں آس لگائے ہوں کہ قیامت کے دن وہ میری خطا معاف فرما دیگا۔" (۲۶/۸۲-۶۹)

پتہ چلتا ہے بلکہ سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور آپؐ کے طریقۂ کار کو سمجھنے کے لئے ان کا سرسری جائزہ بھی ناگزیر ہے۔

قصۂ حضرتِ موسیٰؑ اور قومِ فرعون کا

حضرت موسیٰ کا قصہ سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ میں بھی مذکور ہوا ہے لیکن درج بالا سورۂ مبارکہ میں قدرے تفصیل کے ساتھ اور اس طور پر بیان ہوا ہے کہ اسے پڑھتے ہی چند باتیں ذہنِ انسانی پر اثر انداز ہوتی ہیں کہ۔

۱۔ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنے معاشرہ یا اپنے عہد کی سب سے بڑی قوت سے زور آزمائی کرے اور کامیاب رہے تاوقتیکہ اس کو تائیدِ الٰہی حاصل نہ ہو۔ چونکہ جب حضرت موسیٰؑ کو نبوت سے سرفراز فرما کر فرعون کے پاس جانے اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے اپنے اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے اپنے بھائی ہارون کے لئے بھی نبوت کی درخواست کر ڈالی۔ بارگاہِ رب العالمین سے درخواست بھی منظور ہوئی اور آنے والے حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے حضرت موسیٰ کو نشانیاں بھی عطا ہوئیں۔

اس کے بعد ابراہیمؑ نے دعا کی "اے میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔ اور مجھے سچی ناموری عطا کر بعد کے آنے والوں میں اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں شامل کر دے۔ اور میرے باپ کی مغفرت کر کہ وہ گمراہوں میں سے ہے" "اور مجھے رسوا نہ کرنا اس دن جب سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا، نہ اولاد سوائے اس کے جو قلبِ سلیم (پاک اور سلامت) لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔" (۲۶/ ۸۹-۸۳)

۲۔ جب حضرت موسٰیؑ اور فرعون کے جادوگروں کے درمیان برسرِ عام مقابلہ ہوا تو جادو کے مقابلہ میں حق ہی غالب رہا کہ خود جادو کرنے والے ایمان لے آئے لیکن فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں کی ہٹ دھرمی اسی طرح قائم رہی۔

۳۔ جب فرعون اور اس کی قوم کے لوگ حق کی نشانیاں دیکھ کر بھی اپنے ظلم و ستم سے تائب نہ ہوئے تو حضرت موسٰیؑ کو حکم ربی ہوا کہ بنی اسرائیل کو اس سرزمین سے لیکر نکل جائیں۔ لہٰذا جب فرعون اور اسکی قوم والوں کو حضرت موسٰیؑ اور بنی اسرائیل کی خفیہ روانگی کا علم ہوا تو ان سب نے تعاقب کیا۔ حضرت موسٰیؑ اور ان کے ساتھیوں کو تو دریا نے بحکمِ ایزدی راستہ دیا لیکن جب فرعون اور اس کی قوم والے اسی راہ پر پہنچے تو غرقِ آب ہو گئے۔ منشائے ایزدی یہی تھا کہ فرعون اور اس کی قوم والے موسٰیؑ کے تعاقب میں جائیں اور تاریخ انسانیت میں ہمیشہ کے لئے مغضوب بن جائیں۔

مذکورہ بالا تاثرات کے ساتھ ہی ذہن پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی مجموعی طاقت و مخالفت کے مقابل جس مستقل مزاجی، استحکام اور جرأت کا مظاہرہ کر رہے تھے وہ اس بات کا بیّن ثبوت تھی کہ آپؐ کو تائیدِ الٰہی حاصل ہے۔ آپؐ اللہ کے نبی، اللہ کے رسول اور اللہ کے حبیب ہیں اور اس کی واضح نشانی قرآنِ حکیم ہے لیکن مشرکینِ مکہ تو فرعونی تکبّر میں مدہوش آپؐ کی تکذیب کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

قصہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی قوم کا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ حضرت عیسٰیؑ کی ولادت سے کم و بیش دو ہزار سال قبل کا ہے۔ آپ عراق کے

۔ اور جنت متقیوں کے نزدیک کر دی جائے گی۔ اور گمراہوں کے سامنے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان (مشرکین) سے کہا جائے گا "کہاں گئے وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا وہ اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں۔ ۹ (۲۶/۹۳-۹۰)

قدیم شہر "اور" میں پیدا ہوئے جس ماحول اور جس معاشرے میں پلے بڑھے وہاں ہر طرف بت پرستی اور شرک ہی شرک تھا۔ ہوش سنبھالا تو شعور نے بت پرستی کے خلاف بغاوت کی۔ جب شرک کے خلاف صدائے حق بلند کی تو اپنے پرائے سب ہی دشمن ہو گئے۔ باپ نے کہا "دور ہو جا میری نظروں سے نہیں تو سنگ سار کر دوں گا۔" باپ کا گھر خیر باد کہا تو اہلِ وطن نے حق پرستی کے جرم میں نمرود کے حضور جا کھڑا کیا۔ آتش نمرود میں جھونکے گئے۔ حق غالب آیا باطل مغلوب ہوا لیکن عراق چھوڑنا پڑا۔ اپنی اہلیہ حضرت سارہ، برادر زادہ حضرت لوطؑ اور ان کی اہلیہ کے ہمراہ علاقہ فلسطین میں آئے۔ پھر اہل و عیال کو یہیں چھوڑ کر تبلیغِ دین کے لئے مصر گئے جہاں سامی خاندان کا بادشاہ حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی حضرت حاجرہؓ کو آپ کے نکاح میں دیدیا۔ واپسی پر وادیٔ مکہ میں ٹھہرے اور پھر بحکم ایزدی حضرت حاجرہ اور ان کے بطن سے پیدا حضرت اسمٰعیل کو چھوڑ کر مکہ سے روانہ ہو گئے۔ واپس ہوئے تو بحکم ایزدی خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ آل اسمٰعیل مکہ میں ہی آباد رہی اور ان ہی میں حضور سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ ان ہی وجوہ کی بناء پر قریش اپنے کو حضرت ابراہیمؑ کا پیرو کہتے تھے اور اہلِ عرب میں اسی بناء پر ان کی قدر و منزلت تھی لیکن دینِ ابراہیم سے بہت دور چلے گئے تھے۔ لہٰذا باری تعالیٰ نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آیات ۶۹ تا ۸۲ میں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے اس باب کا ذکر فرمایا جہاں آپؑ نے شرک کے خلاف صدائے حق بلند فرمائی اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی کی۔ اس قصّے کے بیان کرنے کا اولین مقصد اس تضاد کی نشاندہی کرنا تھا جو مشرکینِ قریش میں زمانۂ قدیم سے چلا آرہا تھا کہ ایک طرف تو وہ اپنے کو حضرت ابراہیمؑ کا پیرو کہتے تھے اور دوسری جانب اسی بت پرستی اور شرک میں ملوث تھے جس کے خلاف حضرت ابراہیمؑ نے صدائے حق بلند کی تھی۔ دوئم مشرکین و دیگر دشمنانِ حق کو یہ بتانا بھی

۔ یقیناً اس واقعہ میں ایک بڑی نشانی ہے ۔ مگر ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپکا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی ۔ (۲۶/۱۰۴-۱۰۳) ۔ قوم نوحؑ نے رسولوں کو جھٹلایا ۔ یاد کرو جبکہ ان کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا تھا ۔

مقصود تھا کہ ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُسی دین کو پیش کر رہے ہیں جس کو حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس پر عمل پیرا بھی رہے ۔ بارگاہِ ایزدی میں ان کی درج بالا دعا کا ایک ایک لفظ دینِ حنیف کی نشاندہی کر رہا تھا ۔ لیکن وائے افسوس منکرین و مشرکین کی آنکھوں اور عقلوں پر پردے پڑے تھے ۔ انہیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلاوجہ کا بیر تھا ۔

(بحوالہ انوارِ انبیاء ۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۔)

قصہ حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا

حضرت نوح علیہ السلام لمک کے فرزند ارجمند اور حضرت ادریسؑ کے پوتے تھے ۔ عراق اور اس کے قرب و جوار علاقوں میں آباد لوگوں کی ہدایت کے لئے آپ مبعوث ہوئے ۔ اس علاقے کے جملہ لوگ شرک و گمراہی میں بری طرح غرق تھے ۔ ود، سواع ، یغوث اور یعوق نامی نہ جانے کتنے خدا بنا رکھے تھے ۔ آپ نے بحکمِ ایزدی جب ان لوگوں کی فلاح کے لئے پیغامِ توحید پیش کیا تو ساری قوم کے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے ۔ بمشکل چند لوگوں نے ایمان قبول کیا وہ بھی غریب ، مفلوک الحال ، مفلس اور کم حیثیت لوگ تھے ۔ آپ کی قوم کے لوگ جہاں پیغامِ حق کی تکذیب کر رہے تھے وہاں انہیں ایک یہ بھی اعتراض تھا کہ ان کی پیروی تو رذیل لوگ کرتے ہیں ۔ یہی اعتراض منکرینِ قریش کو بھی ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا ۔ سردارانِ قریش کی طرح قومِ نوحؑ کے بااثر اور دولت مند لوگوں نے بھی بار بار کہا تھا ۔ " اے نوحؑ ! اگر تم سچے ہو تو عذاب اٹھا لے آؤ ۔ "

لہٰذا جب حجتیں تمام ہو چکیں اور حضرت نوحؑ اپنی قوم سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عذاب کی دعا مانگی جو مقبول ہوئی ۔ اور پھر تاریخِ انسانیت کا وہ عظیم سیلاب آیا کہ اوپر آسمان کی جانب سے پانی کے تیز دھارے تھے اور نیچے زمین کی کوکھ سے چشمے اُبل رہے تھے ۔ متکبر اور سرکش قومِ نوحؑ غرق ہو کر رہ گئی ۔ اس طوفان اور بلا سے بچے تو صرف نوحؑ اور ان کے اہلِ ایمان تھے ۔

"کیا تم نہیں ڈرتے (اللہ سے)؟ ۔ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں
لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۔ میں تم سے اس کام پر کوئی اجر نہیں
مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے ۔ بس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت
کرو۔" وہ (نوحؑ کی قوم والے) کہنے لگے "کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں جب کہ تمہاری
پیروی رذیل ترین لوگوں نے اختیار کی ہے۔" (نوحؑ نے) کہا "مجھے ان کے کام سے
کیا بحث؟ ان سے حساب لینا تو بس میرے پروردگار ہی کا کام ہے۔ کاش! تم کچھ
شعور سے کام لو۔ میرا یہ کام نہیں کہ جو ایمان ... تکار دوں میں تو بس ایک
صاف صاف متنبہ کر دینے والا ہوں" (۲۶/ ۔ ۱۰۷)

انہوں نے کہا "اے نوحؑ! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور ہی سنگسار کر دیئے
جاؤ گے" آخر کار نوحؑ نے دعا کی "اے میرے پروردگار! میری قوم مجھے جھٹلا
رہی ہے۔ سو آپ میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا ہوا فیصلہ کر دیجئے۔ مجھے
اور میرے ساتھ جو مومنین ہیں انہیں نجات دیجئے۔"

درج بالا آیات ۱۰۵ تا ۱۲۲ میں قوم نوحؑ کا یہی قصہ انتہائی جامعیت اور مقصدیت کے ساتھ
پیش کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ کے دو دلائل پیش کیے گئے جو کسی بھی شخص کے خلوص اور نیک نیتی کو جانچنے
کی کسوٹی کہے جا سکتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ میں ایک امانت دار رسول ہوں لہٰذا میں جو کچھ امانتِ
حق پیش کر رہا ہوں اس کو قبول کر لو، چونکہ تم میری امانت داری کے قائل ہو ۔ دوئم میں اس تبلیغ حق
کے صلے میں کوئی اجر نہیں مانگتا جس میں ذاتی مفاد ہو ۔ یہی دونوں باتیں ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم پر صادق تھیں کہ اہلِ مکہ آپؐ کو قبل بعثت ہی سے الامین اور الصادق کہتے تھے اور آپؐ کی امانتداری
کے اس درجہ قائل تھے کہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود اب بھی آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے۔
دوئم محسنِ انسانیت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ تبلیغِ حق کا اجر لیا اور نہ طلب کیا لیکن افسوس
قومِ نوحؑ کی طرح منکرینِ قریش بھی ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی پر قائم تھے۔ ہادیٔ مرسل کی تکذیب بھی کرتے
تھے اور عذاب خداوندی کا مطالبہ بھی۔ یہ تو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلوقِ خدا سے بے پایاں

۔ چنانچہ ہم نے انہیں اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے سب کو نجات دی، پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس واقعہ میں بھی ایک عبرت ہے۔ اور نوح کی امت کے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ (۱۱۶ - ۱۲۲/۲۶)

قوم عادؑ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان ہی کے بھائی ہودؑ نے کہا۔ "کیا تم نہیں ڈرتے (اللہ سے)؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر ایک محض فضول یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو۔ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے تمہیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ اور جب تم کسی پر دارو گیر کرتے ہو تو بالکل جابر بن کر دارو گیر کرتے ہو سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد ان چیزوں سے کی جنہیں تم جانتے ہو۔ مدد کی تمہاری، مویشیوں، بیٹوں، باغوں اور چشموں سے۔ مجھے تمہارے لئے اندیشہ ہے بڑے سخت دن کے عذاب کا۔"

(۱۲۳ - ۱۳۵/۲۶)

شفقت تھی کہ آپ صبر و تحمل کا پیکر بنے مشرکین کے جور و ستم سہتے رہے۔ لیکن بارگاہ الٰہی میں عذاب خداوندی کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے۔ (بحوالہ انوار انبیاء، ابن کثیر)

قصہ قومِ عادؑ کا

قوم نوحؑ کے بعد قوم عاد اپنی شوکت و عظمت اور دنیاوی جاہ و جلال میں ایک خاص مرتبے کی حامل تھی یہ لوگ ایک وسیع و عریض علاقہ میں آباد تھے جو کہ ایک طرف یمن سے خلیج فارس کے دہانے تک اور دوسری جانب خلیج فارس کے ساحل کے ساتھ ساتھ عراق تک چلا گیا تھا۔ یہ لوگ سنگتراشی کے ماہر تھے اور بت تراشی ان کا خاص شغلہ تھا قوم نوح کی طرح یہ لوگ بھی ود، سواع، یغوث اور یعوق نامی خداؤں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے باغات اور چشموں کی فراوانی سے بڑے خوشحال اور دولت مند تھے۔ یہ دولت کی فراوانی ہی تھی کہ ان میں بڑے بڑے ستون والی عالیشان عمارتیں بنانے کا شوق پیدا ہوا لیکن بجائے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا

وہ لوگ بولے۔ "ہمارے لئے برابر ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو۔ یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک رسم ہے۔ ہم کو ہرگز عذاب نہیں ہونے کا۔" غرض ان لوگوں نے (ہود کو) جھٹلایا سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ بے شک اس میں بڑی عبرت ہے۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے — اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ (۲۶/۱۴۰ — ۱۳۶)

شکر ادا کرنے کے ان لوگوں نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی بلکہ انتہائی متکبر اور ظالم بھی تھے۔ اپنے قرب وجوار کے علاقوں میں آئے دن ظلم و تشدد کے مظاہرے کرتے رہتے تھے۔ ان کی دولت اور غرور کے آگے انسان کی کوئی وقعت ہی نہ تھی۔ جب یہ لوگ حدود انسانیت سے ہی گذر گئے تو باری تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو ان میں مبعوث فرمایا۔ حضرت ہودؑ نے دعوتِ توحید دی اور انسانیت کی تحقیر و تذلیل سے باز رکھنا چاہا تو انہوں نے نہ صرف حضرت ہودؑ کو جھٹلایا بلکہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ایذائیں دیں اور ہر طرح سے مظالم کئے۔ لہٰذا جب یہ مغرور و متکبر لوگ کسی طرح نہ مانے اور اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو چکی تو خشک سالی ان کا مقدر بن گئی۔ فراوانیٔ دولت میں مدہوش لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اس پر بھی ان کے پیچ وخم میں فرق نہ آیا تو پھر ایک دن آندھی کے تند و تیز جھکڑوں اور طوفانوں نے آگھیرا۔ سات راتیں اور آٹھ دن یہ خطہ قابلِ عبرت ہلاکت و تباہی کی نظر ہو گئی۔ قابلِ فخر لمبے لمبے ستونوں کی عظیم عمارات زمین بوس ہو گئیں۔ ان کے مغرور و متکبر ساکن بے بسی و لاچارگی کی ذلت آمیز موت کا نوالہ بن گئے۔ آبادیاں کہ جہاں عیش و نشاط کے نغمے گونجتے تھے اس طرح ویران ہو گئیں کہ مغرور مکینوں پر رونے کے لئے کتے بھی نہ تھے۔ صرف وہی چند افراد اس ہلاکت و تباہی سے محفوظ رہے جو حضرتِ ہود پر ایمان لے آئے تھے اور اس قیامتِ صغریٰ کے آنے سے پیشتر ان کے ہمراہ حضرموت کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ قوم عاد کے اس قصۂ ہلاکت و تباہی سے اہلِ مکہ اچھی طرح واقف تھے۔ وہ قومِ عاد کی خوشحالی سے بھی آگاہ تھے۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور مجبور و لاچار، بے کس

قومِ ثمودؑ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، جب کہ ان سے ان ہی کے بھائی صالحؑ نے کہا،
"کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں، سو
اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ میں تم سے اس کا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو بس
پروردگارِ عالم ہی کے ذمّہ ہے۔ کیا تم ان سب چیزوں کے درمیان جو یہاں ہیں
یوں ہی اطمینان سے رہنے دیئے جاؤ گے ان باغوں اور چشموں میں، ان کھیتوں
اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں۔ تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ ان میں
عمارتیں بناتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور حدود سے نکل جانے والوں
کا کہا نہ مانو جو ملک میں فساد کرتے رہتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے" (۲۶/۱۵۲-۱۴۱)

وہ بے سہارا لوگوں پر انسانیت سوز مظالم کیے۔ لیکن یہ عقلوں کے اندھے، شرک و گمراہی
میں غرق اور خواہشاتِ نفسانی سے مغلوب، حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ
صرف تکذیب کر رہے تھے بلکہ اہلِ ایمان پر وہ ظلم و ستم اور جبر و تشدد روا کیے ہوئے تھے کہ
الامان والحفیظ۔ (بحوالہ انوارِ انبیاء و قصص القرآن)

قصہ قومِ ثمودؑ کا

ثمود والے حجاز اور سرزمین شام کے درمیان وادی القریٰ میں آباد تھے۔
ان لوگوں کی بستیوں کے کھنڈرات آج بھی درسِ عبرت دے رہے ہیں۔
ان کا زمانہ قوم عاد کے بعد کا دور ہے۔ یہ بھی انہیں کی طرح بڑے خوشحال، دولت مند اور طاقت ور تھے
جس کی بناء پر سرکشی اور غرور ان میں بدرجہ اتم آگیا تھا۔ یہ لوگ بڑے لہو لعب کی زندگی بسر کرتے
تھے۔ کمزور، نادار، مفلوک الحال لوگوں پر نہ صرف ظلم کرتے تھے بلکہ انہیں درجۂ انسانیت ہی سے
خارج سمجھتے تھے۔ انسانیت کے ہاتھوں انسانیت کی تذلیل اپنی انتہا کو پہنچ رہی تھی کہ باری تعالیٰ
نے ان ہی میں کے ایک فرد، ان ہی کے ایک بھائی حضرت صالحؑ کو ان کی رہبری و رہنمائی کے لئے
بھیجا۔ آپ نے انہیں دینِ حق کی دعوت دی۔ شرک، بت پرستی اور انسانوں پر ظلم جیسے افعالِ پست
سے باز رہنے کی تلقین فرمائی تو آپ کی قوم والوں نے آپ کا مذاق اڑایا، آپ کو جھٹلایا اور
دینِ حق قبول کرنے سے منکر ہوئے۔ قومِ عاد کی طرح ثمود نے بھی حضرت صالحؑ سے کہا۔ "اگر تم سچے

وہ لوگ (قوم ثمود) بولے "تم پر تو کسی نے سخت جادو کر دیا ہے۔ تم تو بس ہمارے ہی جیسے ایک آدمی ہو۔ کوئی نشانی پیش کرو۔ اگر تم (اپنی باتوں میں) سچے ہو۔"

صالحؑ نے کہا۔ "یہ ایک اونٹنی ہے۔ ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا۔ اور اس (اونٹنی) کو ہرگز ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک بڑے سخت دن کا عذاب آپکڑے گا۔" (۲۶/۱۵۶-۱۵۳)

نبی ہو تو کوئی نشانی یا معجزہ دکھاؤ۔ تاکہ ہم ایمان لے آئیں۔" لہٰذا حضرت صالحؑ نے ایک اونٹنی بحکمِ ایزدی اپنی قوم کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی کے طور پر ہے کہ ایک دن یہ تمہارے چشموں کا پانی پیئے گی اور ایک دن تم پانی حاصل کروگے۔" آپ نے قومِ ثمود کو یہ بھی تنبیہ فرمائی کہ اس اونٹنی کو ہاتھ تک نہ لگانا ورنہ عذابِ خداوندی کے مستحق ہو جاؤگے۔ بالفاظِ دگر اللہ کی نشانی ظاہر ہونے کے بعد اس کی تکذیب کرنا عتابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔

قومِ ثمود کے علاقوں میں پانی کی نہریں نہ تھیں کہ فراوانی ہوتی بلکہ لوگ چشموں سے پانی لیا کرتے تھے۔ اسی لئے ایک ایسی محیر العقول اونٹنی پیش کی گئی جو ساری قومِ ثمود کا پانی پی جاتی تھی اور دوسرے دن ثمود پانی لیا کرتے تھے۔ یہ پابندی عاید کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ قومِ ثمود عقل و فہم سے کام لے کر مالکِ حقیقی کی قدرتِ کاملہ کو سمجھیں، دینِ حق قبول کرلیں اور ظلم و استبداد سے باز آجائیں۔ لیکن وائے افسوس وہ تو ایسی سرکش اور ظالم قوم تھی کہ جس پر ظلم کرنے سے باز رکھا گیا تھا، انہوں نے پہلے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اور اس طرح جب حجت تمام ہو چکی تو ایک ایسا زلزلہ شدید آیا کہ پوری قوم کی قوم تباہی و ہلاکت کی نذر ہو کر رہ گئی۔ عظیم الشان عمارات کھنڈر بن گئیں اور ان کے مغرور و متکبر، جابر و ظالم مکین بے گور و کفن فرشِ خاک پر پڑے تھے۔

قریشِ مکہ بھی اپنے غرور اور تکبر کے نشہ میں مدہوش بے سہارا انسانوں کی تحقیر کر رہے تھے۔ اپنے ظلم و تشدد کے ذریعہ انہیں نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے اور حضور

مگرانہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور آخرکار پچھتائے۔ پھران کو عذاب نے آلیا۔ بے شک اس میں ایک بڑی نشانی ہے۔ مگران میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔

—— اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔

—— قوم لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان ہی کے بھائی لوط نے کہا۔ "کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو، اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے جو بیویاں پیدا کی ہیں، انہیں چھوڑتے رہتے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم حد سے گذر جانے والے ہی لوگ ہو۔" (۲۶/۱۶۶-۱۵۷)

سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانی طلب کر رہے تھے۔ دیگر اقوام کے ذکر کے ساتھ اسی لئے ثمود کا تذکرہ بھی کیا گیا کہ وہ درس عبرت پائیں۔ (بحوالہ ابن کثیر، انوار انبیاء)

قصہ قوم لوط کا

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر حاران کے فرزند ارجمند تھے جن کا انتقال حضرت لوط کے عہد طفولیت ہی میں ہو گیا تھا۔ لہٰذا ان کی نگہداشت اور تربیت حضرت ابراہیم کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ملک سے ہجرت کی تو ان کے ہمراہ حضرت لوطؑ بھی تھے۔ بعد میں حضرت لوط مشرقی اردن کے علاقہ سدوم اور عمورہ میں رہے۔ جب کہ حضرت ابراہیمؑ کنعان، مصر اور مکہ کے مقامات کے لئے روانہ ہوئے۔ علاقہ سدوم اور عمورہ بحیرہ مردار کے جنوب میں واقع ایک سرسبز و شاداب وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ پانی کی افراط، زمین زرخیز، ہر قسم کے پھلدار باغات کی کثرت، غرض ان بستیوں میں ہر طرح کی خوشحالی تھی اور لوگوں کو ہر قسم کی نعمتیں میسر۔ لیکن قوم ثمود اور عاد کی طرح یہ لوگ بھی انتہائی مغرور، متکبر، سرکش اور ظالم تھے۔

وہ لوگ (قومِ لوط) بولے۔ "اے لوطؑ! اگر تم (اپنی اس وعظ و تلقین سے) باز نہ آئے تو ضرور تم (یہاں سے) نکال دیئے جاؤ گے"۔ لوطؑ نے جواب دیا "میں تمہارے اس عمل سے سخت نفرت کرتا ہوں" (اور پھر لوطؑ نے اپنی قوم کی ہٹ دھرمی سے مجبور ہو کر اللہ سے دعا کی) "اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھر والوں کو نجات دے اس کام (کے وبال) سے جو یہ کرتے رہتے ہیں۔"
(۲۶/۱۶۹-۱۶۷)

بلکہ ایک اور خباثت میں مبتلا تھے کہ عورتوں کے بجائے لڑکوں سے اختلاط کو ترجیح دیتے۔ یہ بے حیائی اور بدفعلی اس درجہ مروج ہو گئی تھی کہ ان کے درمیان آپس کی شرم و حیا بھی باقی نہ رہی تھی بلکہ علی الاعلان اس فعلِ خبیثہ کے مرتکب ہوتے۔ حاکم اور سردار، غریب اور امیر، بوڑھے اور جوان سب ہی اس لعنت میں مبتلا تھے۔ مسافروں کے ساتھ انتہائی بدسلوکی سے پیش آتے اور جب کوئی غریب الوطن، غریب الدیار، مجبور و لاچار مظلوم اپنی فریاد لے کر ان کے حاکم اور سرداروں کے پاس جاتا تو وہ اسی مظلوم کو موردِ الزام ٹھہراتے اور دھتکار کر بے عزت کرتے۔ درحقیقت خوش حالی، نعمتوں کی فراوانی اور آسائشوں کی سہولت کے ساتھ اگر کسی قوم یا معاشرہ میں احساسِ بندگی نہ ہو تو مذکورہ بالا اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کا آجانا لازمی ہوتا ہے۔ اور جب انسان پستیوں میں گر جاتا ہے تو امدادِ خداوندی ظاہر ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا اس گمراہ قوم کی اصلاح کے لئے حضرت لوطؑ کو بھیجا گیا۔ حضرت لوطؑ نے ان لوگوں کے سامنے دعوتِ حق پیش کی۔ انہیں اخلاق کی درستی کی طرف راغب کرنا چاہا۔ انہیں ان کے فعلِ خبیثہ سے باز رہنے کی تلقین کی تو ان لوگوں نے بھی دیگر سرکش اور ظالم اقوام کی طرح حضرت لوطؑ کو جھٹلایا، ان کا مذاق اڑایا۔ اور دعوتِ حق ماننے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ جب انہیں عذابِ خداوندی سے ڈرایا گیا تو کہنے لگے کہ سچے ہو تو لے آؤ عذابِ الٰہی ــــ اتمامِ حجت کے لئے جب اللہ کے فرشتے بشکلِ انسانی لوطؑ کے پاس بھیجے گئے تو یہ ظالم اور بدقماش انہیں حاصل کرنے کے لئے لوط کے گھر پر دھاوا بول بیٹھے ــــ المختصر لوط تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس بستی سے نکل گئے اور پھر ایک ہولناک آواز بلند ہوئی کہ دل پھٹے جاتے تھے اور اس پر

سو ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں سب کو نجات دی البتہ ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا سو کیسی بری بارش تھی وہ جو ڈرائے جانے والوں پر برسی۔ بے شک اس (واقعہ) میں ایک بڑی نشانی ہے۔ مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔

۔ اصحابِ ایکہ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے شعیبؑ نے کہا۔ "کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ ہو اور صحیح ترازو سے تولا کرو اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں نہ کیا کرو۔ اور نہ ملک میں فساد مچایا کرو۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں اور ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔" (۲۶/۱۸۴-۱۷۶)

پتھروں کی بارش۔ دیکھتے ہی دیکھتے قدرت کے ہاتھوں پوری قوم سنگسار کر دی گئی۔ قریش میں بھی اخلاقی اور معاشرتی بیماریاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں جن کی وجہ سے ان کے قلوب سیاہ اور زنگ آلود تھے کہ پیغامِ حق کو قبول ہی نہ کرتے بلکہ ان کا ظلم و ستم روز افزوں تھا کہ یہ قصہ بیان ہوا۔ تاکہ وہ درسِ عبرت پائیں۔ (بحوالہ تورات، ابن کثیر، انوار الانبیاء، قصص القرآن)

قصہ اصحابِ ایکہ کا

فلسطین کے جنوب مغرب اور جزیرہ نمائے سینا کے مشرق سے گزرتی ہوئی شاہراہ پر مدین نامی ایک بستی تھی۔ سارا علاقہ سرسبز و شاداب تھا۔ ہر سو باغات اور ابلتے ہوئے چشمے تھے۔ غلے کی بہتات تھی۔ تجارتی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مدین ایک اچھی خاصی تجارتی منڈی بن گیا تھا۔ لیکن ثمود، عاد اور دیگر مغضوب اقوام کی طرح یہاں کے لوگ بھی بت پرست اور مشرک تھے۔ ایکہ نامی بت کی پوجا کرتے تھے اسی کی نسبت سے اصحاب ایکہ مشہور ہوئے۔ ان لوگوں میں جہاں دولت کی فراوانی اور عیش پسندی

وہ بولے۔ "تم تو بس سخت سحر زدہ ہو اور تم کچھ بھی نہیں ہو مگر ایک انسان ہم ہی جیسے۔ اور ہم تو تم کو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔" شعیبؑ نے کہا "میرا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔" پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا، پھر انہیں عذابِ سائبان نے آلیا۔ بے شک وہ بڑے سخت عذاب کا دن تھا۔ یقیناً اس واقعہ میں ایک بڑی نشانی ہے۔ مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور (اے حبیبؐ!) حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ (۲۶/۱۹۱-۱۸۵)

نے بہت سی اخلاقی اور معاشرتی بیماریاں پیدا کر رکھی تھیں وہاں لالچ اور دولت کی ہوس بھی بے لگام تھی۔ ہر ناجائز طریقہ سے دولت جمع کرنے کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہتے، جس کی بنا پر بد دیانتی، خیانت اور غصب جیسی لعنتیں ان کا معمولِ حیات بن گئیں تھیں۔ کسی کو دیتے تو کم ناپتے اور کم تول کر دیتے اور دوسرے سے لیتے تو زیادہ سے زیادہ لینے کی کوشش کرتے۔ غیر تجارتی پیشہ حضرات نے چوری، ڈاکہ، لوٹ مار اور دھوکہ دہی کو پیشہ بنایا ہوا تھا۔ دلوں کے ایسے سخت کہ کمزور اور بے نوا کے اموال غصب کر لیتے۔ ظلم کرنے پر آتے تو بربریت کی حدود بھی پار کر جاتے۔ ربّ العالمین نے ان کی اصلاح کیلئے حضرت شعیبؑ کو مبعوث فرمایا۔ آپ انتہائی شیریں کلام اور زود اثر مقرر تھے۔ آپ اپنی قوم کو دعوتِ حق بھی دیتے اور ان کو مذکورہ اخلاقی اور معاشرتی بیماریوں سے بچنے کی تلقین بھی فرماتے تھے لیکن وہ ظالم آپ کو جھٹلاتے، آپ کا تمسخر کرتے اور آپ کے ان چند ساتھیوں پر جو ایمان لے آئے تھے طرح طرح سے مظالم کرتے تھے۔ حضرتِ شعیبؑ جب ان کو ہر طریقہ سے سمجھا چکے اور ان کا وہی طریقہ ظالمانہ برقرار رہا تو انہوں نے عذابِ خداوندی سے ڈرایا تو کہنے لگے کہ لے آؤ عذابِ الٰہی اگر تم واقعی سچے رسول ہو۔ لہٰذا بارگاہِ الٰہی سے حضرت شعیبؑ کو حکم آیا کہ اپنے ساتھیوں کو یہاں سے لے کر چلے جاؤ۔ لہٰذا حضرت شعیبؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کے جاتے ہی ایک دن اللہ کا عذاب نازل ہوا کہ اوپر سے آگ برس رہی

(اے نبیؐ!) یہ قرآن پروردگارِ عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔ اسے روح الامین نے آپؐ کے قلب پر اتارا ہے تاکہ آپ ان لوگوں میں شامل ہوں جو (اللہ کی طرف سے) متنبہ کرنے والے ہیں، صاف صاف عربی زبان میں (یہ ہے) اور بے شک یہ اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ کیا ان لوگوں کے لئے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اسے علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ (۲۶/۱۹۷–۱۹۲)

تھی اور نیچے سے زمین سخت زلزلے کے سبب لرز رہی تھی اور پھر اس پر ایک مہیب اور ہولناک آواز جیسے اعلانِ موت ہو رہا ہو۔ ہر سو بکھری ہوئی لاشیں اور عمارات کے کھنڈر۔ نہ دولت رہی اور نہ دولت کے پجاری۔ کم و بیش یہی حالات ان منکرینِ قریش اور اہلِ مکہ کے تھے جو کہ ہادیٔ رسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معدودے چند ساتھیوں کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔ کاش! ان حقائق سے وہ درسِ عبرت حاصل کرتے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، قصص القرآن، انوار انبیاء)

آپ کا طریقۂ تبلیغ حرمتِ آدم کا آئینہ دار تھا

قرآن کے ذریعہ جو پیغامِ حق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ ایزدی سے عطا ہو رہا تھا اس کا مقصد چونکہ انسان کو اس کی عظمتوں سے ہمکنار کرانا تھا اس لئے جو طریقۂ تبلیغ اختیار کیا گیا اس میں بھی حرمتِ آدم کا پہلو نمایاں تھا۔ کہیں پر بھی نہ تو انسان کو جبر کی تلقین کی گئی اور نہ اس کو پیغامِ حق قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ صفحات گزشتہ میں مغضوب اقوام کا جس طور پر ذکر کیا گیا وہ بھی اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ انسان کو ہر دور اور ہر مقام پر اپنی فکر، عقل اور بصیرت ہی کو کام میں لانے کے لئے کہا گیا۔ اس کے برخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء مسلسل جور و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ باطلانِ حق نے آپ کی اور کلامِ ربانی کی تکذیب کی تو آپ نے بحکمِ باری تعالیٰ ان کے سامنے عقلی، منطقی اور فطری دلائل پیش کئے۔ مشرکین نے آپ کی صداقت کے ثبوت میں نشانی طلب کی تو انہیں دعوتِ فکر دیتے ہوئے کلامِ ربانی کو بطور

— اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کرتے، پھر وہ ان کے سامنے اسے پڑھ بھی دیتا تب بھی یہ اسے مان کر نہ دیتے۔ اسی طرح ہم نے اس (ایمان نہ لانے کو) کو مجرموں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ عذابِ دردناک کو نہ دیکھ لیں۔ (۲۶/۲۰۱-۱۹۸)

(اے پیغمبرؐ!) آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکاریئے ورنہ آپ بھی معذبین میں ہوں گے۔ اور اپنے کنبے کے عزیزوں کو ڈراتے رہیئے، اور جو مسلمان میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلے آپ اس کے ساتھ تواضع سے پیش آیئے۔ لیکن اگر یہ آپ کی نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیجئے "جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ

نشانی پیش کیا گیا، کہ وہ ان کی اپنی زبان میں تھا کسی عجمی یعنی غیر ملکی زبان میں نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اگر مزید تصدیق چاہتے ہو تو علمائے بنی اسرائیل سے معلوم کر لو کہ اس کا ذکر پچھلی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن وہ تو ہٹ دھرم تھے نہ تو خود ایمان لاتے تھے اور نہ دوسروں کو ایمان قبول کرنے دیتے تھے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ حبشہ سے بیس افراد کا ایک قافلہ مکہ آیا۔ یہ لوگ حبشہ میں حضرت جعفرؓ کی دعوتِ حق سے متاثر ہوئے تھے اور جستجوئے حق ہی انہیں کشاں کشاں حبشہ سے مکہ لے آئی تھی۔ یہ لوگ جب واردِ مکہ ہوئے تو حضور سرورِ کائنات ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم حرمِ کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ لوگ بھی وہیں حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آپ کی خدمت میں نوواردوں کو پا کر مشرکینِ قریش بھی متوجہ ہوئے۔ اہلِ قافلہ نے اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی تعلیمات سے آگہی چاہتے ہیں۔ رسولِ امین نبیٔ صادق ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے کلامِ ربانی کی متعدد آیات ان کے سامنے پڑھیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جس کے جویا تھے وہی نعمتِ عظمیٰ ان کے سامنے تھی۔ اہلِ قافلہ نے آپ کے رسولِ برحق ہونے کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے۔ مشرکینِ قریش نے جو یہ سماں دیکھا تو بڑے تلملائے۔ ابوجہل کو جب یہ اطلاع ملی تو فوراً اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

ہوں (اے حبیبؐ!) اور توکل کیجئے اس زبردست اور رحم والے پر جو آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور نمازیوں کے ساتھ آپ کا نشست و برخاست کو دیکھتا رہتا ہے۔ بے شک وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (۲۶/۲۲۰-۲۱۳)

لوگو! کیا میں تم کو بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں؟ وہ اترا کرتے ہیں ہر جعل ساز بدکار پر اور (ان پر) جو (ان کی طرف) کان لگائے رکھتے ہوں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔

نو وارد ان مکہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "تم سے زیادہ احمق قافلہ یہاں کوئی نہیں آیا۔ نامرادو! تمہارے ہاں کے لوگوں نے تو تم کو اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ تم اس شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات کی تحقیق کرو۔ مگر تم اس سے ملے ہی تھے کہ اپنا دین ہی چھوڑ بیٹھے۔"

ان کے قلوب تو حق آشنا ہو چکے تھے، کہنے لگے "ہم آپ سے بحث کرنے کے لئے نہیں آئے۔ آپ اپنے دین کے مختار ہیں اور ہم اپنے دین کے مختار۔ ہم کو جس چیز میں خیر نظر آئی ہم نے قبول کر لیا۔"

لیکن یہ بد طینت و بدقماش مشرکینِ مکہ تو جیسے بالکل ہی اندھے اور بہرے تھے نہ گزشتہ مغضوب اقوام کے تذکرے ان کے لئے سود مند تھے اور نہ غیروں کی حق شناسی کو دیکھ کر راہِ ہدایت کی طرف آتے تھے۔

وہ تو اپنی اسی ہٹ دھرمی پر قائم تھے اور جب کلام ربانی کی تکذیب میں اور کچھ کہنے کو نہ ملتا تو کہہ دیتے کہ یہ (نبی اقدس ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم) تو شاعر ہیں۔ اور یہ کلام ان کی اپنی من گھڑت شاعری کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا حق سبحانہ تعالےٰ نے ان کے اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سورۂ بالا کی آخری آیات میں عام شعراء کی مذمت کی۔ ساتھ ہی ایسے شعراء کی خصوصیات کا بھی اظہار فرمادیا جن کے کلام

— رہے شعراء، تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ بجز ان لوگوں (شاعروں) کے جو۔

۱۔ ایمان لائے اور

۲۔ جنہوں نے نیک عمل کئے اور

۳۔ اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور

۴۔ جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا۔

— اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دو چار ہوتے ہیں۔ (۲۶/۲۲۷-۲۲۱)

اور جن کے اعمال بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہیں۔ اس طرح یہ واضح کر دیا گیا کہ اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس نظامِ حیات کو پیش فرما رہے تھے اس میں شاعری ممنوع نہیں بشرطیکہ صاحبِ قلم، حامل ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ عمل ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔

(بحوالہ سیرت ابن ہشام، ابن کثیر، تفہیم القرآن)

سُورۃُ النّمل (پ ۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓ ! یہ آیات ہیں قرآن اور کتابِ مبین کی۔ ہدایت اور بشارت ان ایمان لانے والوں کے لئے جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نظر میں خوشنما بنا رکھے ہیں، سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے عذاب سخت ہے اور آخرت میں تو یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔

(اے نبیؐ!) اور یقیناً آپ کو یہ قرآن دیا جا رہا ہے ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے
(۲۷/۶-۱)

آپؐ کی جہدِ مسلسل اور مشرکین کی مستقل ہٹ دھرمی

حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ربانی اور راہِ حق میں جہدِ مسلسل بے مثال تھی۔ جوں ہی احکامِ الٰہی کا نزول ہوتا آپؐ اس پر عمل پیرا ہو جاتے، جو منشائے ایزدی ہوتا وہی آپؐ کی زبانِ درخشاں پر ہوتا غرض آپؐ کا جو قدم بھی اٹھتا رضائے الٰہی کے لئے اٹھتا۔ نہ آپؐ کو مشرکینِ مکہ کی کثرت مرعوب کر سکی اور نہ ان کی دشمنی آپؐ کی راہ روک سکی۔ مکہ کا ماحول دن بدن تنگ ہوتا جا رہا تھا لیکن پھر بھی آپؐ اسی صبر و سکون کے ساتھ تلقینِ حق میں مصروف تھے جو منشائے باری تعالیٰ تھا۔ مغضوب اقوام کا تذکرہ اس لئے کیا گیا تھا کہ منکرین و مشرکین درسِ عبرت حاصل کریں۔ لیکن ابھی تک نتائج حوصلہ شکن ہی تھے چونکہ وہی سلسلۂ تکذیب اور سیلابِ بغض و عناد جاری تھا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی شفیق ہے۔ اس کی شفقت و مہربانی کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک کہ بندہ پر حجت تمام نہ ہو جائے اور وہ اپنے کو مستحقِ عذاب نہ بنا لے۔ لہٰذا بندوں کی مسلسل سرکشی کے باوجود ان کے لئے سلسلۂ ہدایت بھی جاری رہتا ہے۔ اسی لئے درج بالا سورۂ مبارکہ میں پھر ایک بار مغضوب اقوام کے واقعات کا تذکرہ فرمایا گیا۔

(اے نبیؐ! انہیں اس وقت کا قصہ سنایئے) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا "مجھے ایک آگ سی نظر آئی ہے۔ میں ابھی وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا کوئی انگارہ تاکہ تم تاپ سکو" (۲۷/۷)

غرض جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں (عصا اور ید بیضا موسیٰ لے کر) ان لوگوں (قوم فرعون) کے سامنے پہنچے تو وہ بولے "یہ تو کھلا ہوا جادو ہے"۔ انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے ــــ سو دیکھئے کیسا انجام ہوا ان مفسدوں کا۔ (۲۷/۱۴-۱۳)

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو (ایک خاص) علم عطا فرمایا۔ اور وہ دونوں کہنے لگے "ساری حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی"۔ اور داؤد کے جانشین سلیمان ہوئے اور انہوں نے کہا۔ "اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم کو ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ بیشک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے"۔ اور سلیمان کے لئے جن اور انسان اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے تھے (۲۷/۱۵-۱۷)

(حضرت سلیمان کی طرف سے بذریعہ ہُدہُد خط پہنچا تو) ملکۂ سبا بولی۔ "اے اہل دربار! میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے وہ سلیمان کی جانب سے ہے۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا گیا ہے مضمون ہے "میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ"۔ (۲۷/۳۱-۲۹)

واقعاتِ گذشتہ بیان کرنے سے قبل اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ یہ آیات جو ہمارے حبیب (احمد مجتبیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پیش کر رہے ہیں، اس کتاب مبین کی ہیں جو حق اور باطل کے فرق کو نمایاں طور پر پیش کرتی ہے اور جو خبریں دی جاتی ہیں وہ صدق و صداقت والی ہیں۔ لہٰذا ان سے وہی لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو صاحبِ ایمان ہونے کے ساتھ نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے اخلاق و کردار کی پاکیزگی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ آگے کی

۔ ملکہ جب (حضرت سلیمانؑ کے دربار میں) حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا۔ (اس تختِ شاہی پر تشریف رکھیں) "کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔" وہ کہنے لگی "یہ گویا وہی ہے۔ ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم نے سرِ اطاعت جھکا دیا تھا" اس کو (ایمان لانے سے) جس چیز نے روک رکھا تھا وہ ان معبودوں کی عبادت تھی جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی، کیونکہ وہ ایک کافر قوم سے تھی۔ اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو، اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور داترنے کے لیے اس نے اپنے پائنچے اٹھا لیے۔ سلیمان نے کہا۔ "یہ شیشہ کا چکنا فرش ہے" اس پر وہ پکار اٹھی۔ "میرے پروردگار! میں آج تک اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ (۲۷/۴۴-۴۲)

آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس امر کی بھی وضاحت فرما دی کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ دراصل اہلِ ایمان نہیں ہیں۔ اور اسی جرم کی پاداش میں ان کے اعمالِ بد ان کی نظر میں خوشنما بنا دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ اچھی طرح مستحقِ سزا ہو جائیں۔ اس وضاحت کا مقصد ایک طرف تو مشرکین کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ جس کلام کو آپ کی من گھڑت کہہ کر جھٹلا رہے ہیں وہ درحقیقت کلامِ حق اور منبعٔ رشد و ہدایت ہے۔ دوئم آپؐ کی تسلی و تشفی بھی فرمائی گئی کہ آپؐ ان ناعاقبت اندیش لوگوں کی باتوں کی فکر نہ کریں، چونکہ قرآن تو اس ہستی کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے جو حکمت و دانائی اور علم و دانش کا سرچشمہ ہے۔ اور جو اپنی مخلوق کے ظاہر و باطن، ماضی اور مستقبل غرض ہر گوشہ سے واقف ہے۔

قصۂ موسیٰؑ اور فرعون پھر ایک بار یاد دلایا گیا کہ مشرکین غور کریں، سوچیں اور سمجھیں کہ حق تعالیٰ نے کس طرح حضرت موسیٰ کو نبوت عطا فرمائی اور پھر انہیں "عصا اور ید بیضا" دو نشانیاں بھی عطا ہوئیں۔ فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں نے ہر دو نشانیوں کو دیکھا۔ لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے، بالآخر ان کا عبرت ناک انجام ہوا۔

— اور ہم نے قومِ ثمود کے پاس ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ سو ان میں دو فریق ہو گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔۔ (۲۷/۴۵)

— اور لوط کا واقعہ بھی لوگوں کو یاد دلایئے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ "کیا تم آنکھوں دیکھتے بدکاری کرتے ہو۔ کیا یہی تمہارا چلن ہے کہ عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے ارادے سے لڑکوں پر گرے پڑتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ سخت جہالت کا کام کرتے ہو"۔ (۲۷/۵۵-۵۴)

اور ہم نے ان پر ایک برساؤ (پتھروں کا) برسایا۔ تو کیا ہی برساؤ تھا ان لوگوں پر جو متنبہ کیے جا چکے تھے۔ (۲۷/۵۸)

آگے کی آیات میں حضرتِ داؤد اور حضرت سلیمان کا بھی تذکرہ کیا گیا کہ دونوں حق شناس و حق پرست بندے تھے اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی عطا فرمائی تھی اور حکومت و شوکت کے ساتھ بہت سی نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔ ان تمام تر دنیوی نعمتوں کے باوجود تکبّر و غرور ان میں نام کو نہ تھا۔ اپنی جملہ نعمتوں کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے تھے اور اسی کی طرف رجوع رہا کرتے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ہی ملکہ سبا (بلقیس) کا تذکرہ بھی کیا گیا کہ وہ مشرکہ تھی اور اپنی قوم کی حاکم و فرمانروا۔ حضرت سلیمان نے جب اسے دعوتِ حق دی تو وہ اپنی تمام تر قوت و حکومت، جاہ و حشمت کے باوجود ان کے دربار میں آئی اور دعوتِ حق کو قبول کیا۔ اس لئے کہ اس میں تکبّر و غرور نہ تھا۔

قصۂ بلقیس ایک روائتی کہانی نہیں تھی بلکہ ایک ایسی تاریخی حقیقت جسے اہلِ عرب اچھی طرح جانتے تھے۔ حضرت عیسیٰ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل جنوبی عرب میں اہلِ سبا آباد تھے۔ یہ تجارت پیشہ لوگ تھے۔ ان کی حکومت یمن، حضرموت اور حبشہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ مشرقی افریقہ، ہندوستان، مشرقِ بعید، مصر، شام اور روم کی تجارتی منڈیوں کے ساتھ لین دین تھا۔ محنتی اور جفاکش تھے لہٰذا انہوں نے بڑے بڑے بند تعمیر کر کے آبپاشی

(اے حبیبؐ!) کہیئے: ”حمد ہے اللہ کے لئے اور سلام اس کے اُن بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔“

(اے حبیبؐ!) اور ان سے پوچھئے) اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جنہیں یہ لوگ (منکرین) اس کا شریک بنا رہے ہیں۔ بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے وہ بارونق باغ اگائے جن کے درختوں کا اگانا تم سے تو ممکن نہ تھا کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا بھی ان کاموں میں اس کا شریک ہے؟ نہیں! بلکہ یہی لوگ (مشرک) راہِ حق سے کتراتے ہیں۔ (۲۷/۶۰-۵۹)

کے نظام کو بڑی ترقی دی تھی جس نے ان کی خوشحالی میں بے انتہا اضافہ کیا تھا۔ ان کا زمانۂ عروج سنہ ۱۱۰۰ ق م سے کم و بیش ایک ہزار سال بتایا جاتا ہے۔ مذہباً مشرک تھے۔ دیگر مشرک اقوام کی طرح انہوں نے بھی لاتعداد خدا بنا رکھے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں بلقیس ان کی فرمانروا تھی۔ جس کو عام طور پر ملکہ سبا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کو دعوتِ حق ارسال کی تو وہ اپنی تمام تر جاہ و حشمت اور شاہانہ کر و فر کے باوجود آپؑ کے دربار میں حاضر ہوئی اور پیغامِ حق کو قبول کیا۔

اسی طرح قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط کا پھر ایک بار اجمالی تذکرہ کیا گیا۔ ان تمام تاریخی حقائق کو بار بار یاد دلانے کا مقصد یہی یہ تھا کہ مشرکینِ قریش جو اپنی دولت و ثروت حسب و نسب اور جھوٹی عظمت و سربلندی کے سہارے کبر و غرور میں مدہوش تھے اپنی عقل و فہم کو کام میں لائیں، حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ترک کریں اور دینِ حق کو قبول کرتے ہوئے فلاح پائیں۔ لیکن افسوس نہ تو وہ عاد و ثمود، فرعون و دیگر مغضوب اقوام کی تباہی و بربادی سے عبرت حاصل کرتے تھے اور نہ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا کی حق پرستی و حق شناسی ان کے لئے کسی اہمیت کی حامل تھی۔ (بحوالہ ابن کثیر، تفہیم القرآن و خزائن العرفان۔)

راہِ حق میں آیتِ ۶۱ کے دلائل: مشرکین کی تمام تر مذکورہ ہٹ دھرمیوں کے باوجود

(اور اے حبیبؐ!!! ان سے یہ بھی پوچھئے) وہ کون ہے جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے درمیان دریا رواں کئے، اور اس میں پہاڑوں کی میخیں نصب کر دیں۔ اور پانی کے دو (بہتے) ذخیروں (شیریں و کھاری) کے درمیان حدِ فاصل بنائی۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے۔ نہیں! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ (اے نبیؐ! ان سے یہ بھی پوچھئے) کوئی ہے جو بے قرار کی فریاد سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے، اور کون اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور کون ہے وہ جو تمہیں زمین میں خلیفہ (صاحبِ تصرف اور اللہ کا نائب) بناتا ہے؟۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی یہ کام کرنے والا ہے؟۔ تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ (۲۷/ ۶۲-۶۱)

حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کاوشیں اسی طرح جاری تھیں۔ آپؐ نہ تو سخت ترین مخالفت سے ہراساں تھے اور نہ مشرکین کی کٹ حجتی اور بے جا ضد آپؐ کے لئے کسی طرح ہمت شکن تھی۔ بارگاہ ایزدی سے آیا ہوا ایک ایک لفظ آپؐ کے حوصلے بلند اور ہمت مستحکم کر دیتا تھا۔ درج بالا خطبۂ ربانی عطا ہوا تو آپؐ نے بلا خوف و خطر مشرکین کے بیچوں بیچ جا کر ان آیات کی تلاوت فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجا اور بحکمِ ربی ان سے دریافت کیا۔ وہ اے لوگو! اب تم ہی بتاؤ کہ اللہ بہتر ہے یا تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔ " مشرکین تو اس کا کیا جواب دیتے وہ خود ہی اپنے معبودانِ باطل کی اصلیت سے آگاہ تھے، چپ رہے تو ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بَلِ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى وَاَجَلُّ وَاَكْرَمُ (نہیں، بلکہ اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا اور بزرگ و برتر ہے) پھر ان ہی آیات کی روشنی میں آپؐ نے مشرکین کی توجہ آسمانوں اور زمین کی طرف دلائی اور ان درختوں اور خوشنما باغوں کی جانب بھی متوجہ کیا جو حق تعالیٰ زمین کی آغوش سے اگاتا ہے پھر آپؐ نے زمین کی حیثیت، ماہیت اور فطرت کو پیش کیا، زمین پر میخوں کی طرح پیوست پہاڑوں اور زمین کی کوکھ سے پھوٹتے ہوئے

(اے نبیؐ!! ان سے یہ بھی پوچھئے) اور کون ہے وہ جو برّی اور بحری تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے؟۔ اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے۔؟ بہت بالاو برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

(اے نبیؐ!! ان سے یہ بھی پوچھئے) اور کون ہے وہ جو مخلوق کو اوّل بار پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے۔ (اے حبیبؐ!) آپ کہئے۔ "پیش کرو اپنی دلیل اگر تم (اپنے دعوے پر) سچے ہو۔ (۲۷/۶۴-۶۳)

کھاری اور شیریں پانی کے چشموں کا ذکر فرمایا تاکہ مشرکین اور منکرینِ حق ان فطری شواہد کو سمجھیں اور راہِ ہدایت پائیں۔

حضور محسنِ انسانیت رسولِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم انسانی عظمت و سربلندی کے سب سے بڑے نقیب اور علمبردار تھے۔ آپؐ جو پیغامِ حق دے رہے تھے اس کا منشا ر و مقصود یہی انسان کو ان رفعتوں اور مقاماتِ عالیہ سے روشناس کرانا تھا جو اُس کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے منصبِ جلیلہ تک پہنچاتا ہے۔ لیکن انسان اپنی سرکشی اور خودسری کے سبب ہی اللہ کے مقابل ہو جاتا ہے اور اس کی قدرتِ کاملہ سے انکار کرتا ہے۔ لیکن جب ہر طرف سے مجبور و لاچار ہو جاتا ہے تو اس کی نظریں پھر مالکِ حقیقی کی طرف اٹھتی ہیں اور وہیں سے اس کی اعانت کی جاتی ہے۔ لہٰذا درج بالا آیات ہی کی روشنی میں آپؐ نے دعوتِ حق دیتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ ذرا اس حقیقت پر بھی تو غور کریں کہ جب وہ ہر طرف سے نامید و نامراد ہو جاتے ہیں تو اللہ ہی کو وہ مدد کے لئے پکارتے ہیں اور اس وقت ان کے معبودانِ باطل نہیں بلکہ اللہ ان کی پکار سنتا ہے۔ جب برّی و بحری راہوں پر سفر کرتے ہوئے ان کے قافلے تاریکی میں بھٹکنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اعانت ہی انہیں منزل کی طرف لے جاتی ہے۔

(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے۔ یہ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں بجز اللہ کے۔ اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ کب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کا تو علم ہی ان لوگوں سے گم ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ اس کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ یہ اس سے اندھے ہیں ۔۔ یہ منکرین کہتے ہیں ۔ "کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہوں گے تو ہمیں واقعی قبروں سے نکالا جائیگا؟ یہ خبریں ہم کو بہت دی گئی ہیں اور پہلے ہمارے آباؤ اجداد کو بھی دی جاتی رہی ہیں۔ یہ تو بس اگلوں کی بے سند باتیں ہیں۔"

(اے پیغمبر!) آپ (ان سے) کہیئے۔ "ذرا تم زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا کیا انجام ہو چکا ہے۔"

(اے پیغمبر!) آپ ان کے حال پر رنج نہ کیجئے اور نہ ان کی چالوں پر تنگ ہو جیئے۔ (۲۷، ۶۰-۶۵)

(اے حبیب!) سو آپ اللہ پر توکل رکھیئے۔ بے شک آپ صریح حق پر ہیں آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں۔

ہادیٔ مرسل، بنائے تخلیقِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوتِ فکر دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ وہ خود اپنی تخلیق پر غور کریں کہ انہیں کون پہلی بار وجود میں لاتا ہے اسی طرح وہی ہستی انہیں مرنے کے بعد روزِ آخر دوبارہ زندہ کرے گی۔ اور پھر جملہ مخلوق کو جن میں فضاؤں میں اڑنے والے لاتعداد پرند، زمین کے نشیب و فراز میں ساکن چرند، کیڑے مکوڑے، طرح طرح کے حیوانات، درندے اور انسان سب ہی شامل ہیں، کون رزق دیتا ہے؟ ۔۔ آپ نے منکرینِ حق سے یہ بھی فرمایا کہ اگر ان تمام فطری شواہد کی تردید میں ان کے پاس دلائل ہیں تو پیش کریں، یا تو خود قائل ہو جائیں۔ یا ہم کو قائل کریں۔ یہی افہام و تفہیم کا مہذب و مؤدب طریقہ ہے لیکن منکرین و مشرکین تو غلط راہ پر تھے وہ کیونکر اس مہذب طریقہ کو قبول کر سکتے تھے۔ غلط راہ کا مسافر تو غلط ہی طریقے استعمال کرتا ہے۔ اسی لئے بانداز

جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں اور نہ آپ اندھوں کو راستہ بتا کر بھٹکنے سے بچا سکتے ہیں۔ آپ تو اپنی بات انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمانبردار بن جاتے ہیں۔ (۲۷/۸۱-۷۸)۔ (اے حبیب!!) آپ کہہ دیجئے "مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رب کی بندگی کروں جس نے اسے حرم بنایا ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے۔ اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور یہ بھی کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ سو اب جو کوئی ہدایت اختیار کریگا وہ اپنے ہی بھلے کیلئے ہدایت اختیار کریگا۔ اور جو کوئی گمراہ ہے تو اس سے آپ کہہ دیجئے۔ "میں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں۔"

(اور اے حبیب!!!) آپ کہہ دیجئے۔ "ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، وہ تم کو اپنی نشانیاں عنقریب دکھائیگا اور تم انہیں پہچان لو گے اور تمہارا پروردگار بے خبر نہیں اُن اعمال سے جو تم کر رہے ہو۔ (۲۷/۹۳-۹۱)

الٰہی سے انتہائی لطیف انداز میں محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہوا کہ منکرین و مشرکین کی کیفیت تو دراصل اندھوں اور بہروں کی سی ہے کہ آپ اندھوں کو لاکھ راستہ بتائیں وہ بھٹکیں گے تاوقتیکہ وہ آپ کا دامنِ اقدس نہ تھام لیں اور ان کی کیفیت تو ان بہروں کی طرح ہے جو آپ سے پیٹھ پھیر کر ہی بھاگے جا رہے ہیں تو یہ کیوں کر آپ کی بات سن سکتے ہیں۔ آپ کچھ چنداں فکر نہ کریں۔ لہٰذا سرورِ کائنات، خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ ایزدی واضح طور پر کہہ دیا کہ میں تو اسی پروردگار کی بندگی کرتا ہوں جو اس شہر مکہ کا بھی پروردگار ہے اور حرم کعبہ بلکہ ہر چیز کا مالک ہے، میں اسکے حکم کی فرمانبرداری میں آیاتِ قرآنی تم کو سناتا ہوں۔ اب یہ تم کو اختیار ہے کہ ہدایت قبول کرو یا نہ کرو۔ ہدایت قبول کرو گے تو فلاح پاؤ گے، ہدایت قبول نہ کرو گے تو اسی طرح گمراہی میں بھٹکتے رہو گے۔ میرا کام تو صرف تم کو آنے والے خطرات سے خبردار کر دینا ہے۔ اور نہ بھولو کہ تمام تر تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمہارے ایک ایک عمل کی خبر رکھتا ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر، تفہیم القرآن و خزائن العرفان)

سورۃ القصص (پ ۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓمٓ! یہ آیات ہیں کتاب مبین کی۔ ہم آپ کو موسیٰ و فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں، ان لوگوں کے فائدے کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اس کے بیٹوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ واقعی وہ (بڑے) مفسد لوگوں میں سے تھا۔ اور ہم کو یہ منظور ہوا، ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے منکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔ (۲۸/۶-۱)

آپؐ کی بے مثال اطاعتِ ربانی

قربان جائیے اس شفقت کے جو حق تعالیٰ اپنے بندوں پر کرتا رہتا ہے اور صدقے اس فرمانبرداری اور شانِ اطاعت کے جس کا عملی مظاہرہ محسنِ انسانیت نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہو رہا تھا۔ بظاہر گزری ہوئی قوموں کے تذکروں کی تکرار عجیب معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اسی سے تو گنہگار بندوں پر شفقتِ ربانی کا اظہار ہوتا ہے اور اسی سے آپؐ کی بے مثال اطاعتِ الٰہیہ کا پتہ ملتا ہے کہ نہ آپؐ جارحیت سے پُر ماحول سے مرعوب ہوئے اور نہ آپؐ خود واقعات کی تکرار سے گھبرائے۔ جوں جوں اور جس طرح پیغامِ ربانی آتا رہا، آپؐ اسی طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے اور دعوتِ توحید دیتے رہے۔

درج بالا سورۂ مبارکہ میں پھر ایک بار حضرت موسیٰؑ، فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے بحکمِ ایزدی ان آیاتِ ربانی کو بار بار لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں کے واقعات سے درسِ عبرت پائیں۔

جیسا کہ ان آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مقصود قصہ گوئی نہیں بلکہ قصے کے تاثرات

—اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم انہیں دودھ پلاؤ، پھر جب تم کو ان کی جان کا خطرہ ہو تو تم انہیں دریا میں ڈال دو اور نہ کچھ اندیشہ کرو اور نہ غم۔ ہم ضرور انہیں تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور انہیں پیغمبروں میں شامل کریں گے۔ آخر کار فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو (دریا سے) نکال لیا تاکہ وہ ان کے لئے دشمنی اور غم کا (باعث) بنیں۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر بڑے خطاکار تھے۔ (۲۸/۸–۷)

ے چند حقائق ذہن نشین کراتا ہیں۔ تاکہ مشرکین و منکرین حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھیں اور اس پیغام کو قبول کریں جسے ہادیٔ مرسل نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حرمتِ آدمیت اور فلاحِ انسانیت کے لئے پیش فرما رہے تھے۔

ابتدا ہی میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ پروردگارِ عالم کی مدد ہمیشہ مظلوم، بے سہارا اور کمزور لوگوں کے حق میں آیا کرتی ہے۔ پھر فرعون کا ذکر کیا گیا جو کہ مصر کا بادشاہ تھا۔ اس کی مطلق العنانی حد سے متجاوز ہو چکی تھی اور اس کی طرح اس کی قوم جو ہامان (Amon) نامی دیوتا کی پرستش کرتی تھی انتہائی سرکش بنی ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل جو کہ عرصہ دراز سے مصر میں آباد تھے فرعون اور ہامان کے پجاریوں کے ظلم کا شکار بنے ہوئے تھے۔

روایت ہے کہ نجومیوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکے کے ہاتھوں ہوگا۔ لہٰذا فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے ہر نومولود لڑکے کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔ اس طرح فرعون نے اپنی رعایا کو نہ صرف دو گروہوں میں تقسیم کر ڈالا بلکہ ایک گروہ کو انتہائی ظلم کا نشانہ بنایا۔

رحمتِ خداوندی کو جوش آیا۔ اللہ جلّ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہوا کہ حضرت موسیٰ کی پرورش اور تربیت خود فرعون کے گھر میں ہوئی۔

حضرت موسیٰ جوان ہوئے تو بڑے قوی الجثہ، بہادر اور شجیع تھے۔ ایک دن سرِراہ کسی مصری کو ایک اسرائیلی پر ظلم کرتے دیکھا تو مظلوم کی حمایت میں مصری کے مکہ

(اے حبیبؐ!) آپ طور کی جانب مغربی گوشہ میں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو یہ فرمانِ شریعت عطا کیا اور نہ آپ شاہدین میں شامل تھے۔ پھر ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں۔ پھر ان پر زمانۂ دراز گذر گیا۔

(اے حبیبؐ!) اور نہ آپ اہلِ مدین میں قیام پذیر تھے کہ ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہوں۔ لیکن ہم آپ ہی کو رسول بنانے والے تھے۔ — اور نہ آپ طور کے پہلو میں اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی تھی۔

(اے حبیبؐ!!!) مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے (کہ آپ کو غیب سے ان باتوں کا علم دیا گیا۔) تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ (۲۸/۴۶-۴۴)

مار دیا جس سے وہ جاں بحق ہو گیا۔ قتل کے خوف سے سرزمینِ مصر کو خیرباد کہا۔ مدین میں آ گئے جہاں حضرتِ شعیبؑ رہتے تھے۔ سوئے اتفاق ان کی دو صاحبزادیوں سے جو شہر سے باہر کنوئیں پر پانی بھرنے آئی تھیں ملاقات ہوئی۔ المختصر حضرتِ شعیبؑ کے گھر پر رہنے لگے وہیں ان کی صاحبزادی کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی۔

سردیوں کی ایک برفیلی رات اپنے اہل وعیال کے ہمراہ صحرائے سینا میں کوہ طور کی آغوش سے گزر رہے تھے کہ پہاڑ پر آگ نظر آئی۔ سوچا کہ جا کر انگارہ لے آئیں کہ اس یخ بستہ رات میں ایک جگہ بیٹھ کر تاپ سکیں۔ طور پر آگ لینے پہنچے پیغمبری مل گئی۔ اور ساتھ ہی حکمِ ربی ہوا کہ مصر جاؤ۔ فرعون اور اس کی سرکش قوم سے مظلوم بنی اسرائیل کو نجات دلاؤ۔ "عصا اور یدِ بیضا" دو نشانیاں بھی عطا ہوئیں۔ تاکہ فرعون اور اس کی سرکش قوم کے لوگ جب نشانیاں طلب کریں تو آپ انہیں دکھائیں اور وہ حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھتے ہوئے اپنے ظلم سے باز آ جائیں اور راہِ حق قبول کریں۔ حضرت موسیٰ جب فرعون کے پاس پہنچے تو اس نے اور اس کی قوم نے نہ صرف آپ کی تکذیب کی بلکہ اللہ کی نشانیوں کو بھی جھٹلایا۔

۔ اور ہم نے یہ اس لئے کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اپنے کئے کرتوتوں کی بدولت کوئی مصیبت جب ان پر آئے تو وہ کہیں ۔ " اے پروردگار! تو نے کیوں نہ ہماری طرف کوئی رسول بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہلِ ایمان میں سے ہوتے " مگر جب ہماری طرف سے ان کے پاس امرِ حق آ گیا تو کہنے لگے ۔ " اس رسول (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ " کیا یہ لوگ (منکرینِ حق) اس کے منکر نہ ہوئے جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ یہ لوگ تو کہتے ہیں " دونوں (قرآن اور تورات) جادو ہیں ۔ " اور کہتے ہیں ۔ " ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں ۔ " (۲۸/ ۴۸۔ ۴۷)

اے نبی! آپ ان سے کہیئے ۔ " اچھا تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب ایسی لے آؤ جو ہدایت میں ان دونوں سے بہتر ہو ۔ میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم سچے ہو ۔ "

پھر اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ کر سکیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو شخص محض اپنی نفسانی خواہش پر چلے ، بغیر اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے ۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ۔ (۲۸/ ۵۰۔ ۴۹)

لہٰذا حجت تمام ہوئی ۔ حضرتِ موسیٰ تو بحکمِ ربی بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکل گئے ۔ لیکن فرعون اور اس کی سرکش قوم والے غرقِ آب ہوئے ۔

یہی حال مشرکینِ قریش کا تھا کہ وہ نہ صرف کلامِ ربانی کی تکذیب کر رہے تھے بلکہ آپ کی نبوت کے بھی منکر تھے اور آئے دن طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے ۔
لہٰذا حق تعالیٰ نے ہادیٔ مرسل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ دُرفشاں سے قصۂ موسیٰ بیان کرا کے ان کے اعتراضات کے انتہائی مدلل جوابات دیئے ۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ

۔ اور ہم نے اس کلام کو ان لوگوں کے لئے پے در پے بھیجا تاکہ وہ غفلت سے بیدار ہوں۔ جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب یہ ان کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں۔ "ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ واقعی حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے۔ ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔" ان لوگوں کو ان کا اجر دوہرا ملے گا۔ اس لئے کہ یہ پختہ رہے اور یہ لوگ بدی کا دفعیہ نیکی کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے دے رکھا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور جب کوئی لغویات سنتے ہیں تو اسے ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ۔۔ تم پر سلام ہو۔ ہم بے سمجھ لوگوں سے تعلقات نہیں چاہتے۔

(اے نبیؐ!) جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لئے اس کی مشیت ہوتی ہے۔ اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (۲۸/۵۶-۵۱)

(اے نبیؐ!) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگیں تو اپنی سرزمین سے مار کر نکال دیئے جائیں۔ کیا ہم نے ان کو امن والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں ہمارے پاس سے بطورِ رزق کے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں جانتے۔ (۲۸/۵۷)

آگے کی آیات میں مشرکین کی توجہ اس حقیقت کی طرف بھی مبذول کرائی گئی کہ وہ لوگ کلامِ حق کی تکذیب کر کے سخت غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چونکہ قرآن تو ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے جو حق تعالیٰ نے انہیں گھر بیٹھے عطا کی ہے۔ اس نعمتِ بیش بہا سے اہلِ کتاب اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی لئے جب وہ اس کو غور سے سنتے ہیں ایمان لے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں ۔۔ اس بات کا ثبوت بھی

(اے حبیبؐ!) آپ کہیئے (ان مشرکین سے) "بھلا یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کر دے۔ کیا تم سُنتے نہیں ہو؟"

(اے حبیبؐ!!) آپ پوچھیئے (یہ بھی ان مشرکین سے) "کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کر دے تو اللہ کے علاوہ وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟"

(اے لوگو!) اور یہ اس کی رحمت ہی تو ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنا دیئے تاکہ تم (رات میں) آرام کرو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔ (۲۸/۷۳-۷۱)

مشرکین قریش کے سامنے آچکا تھا جب کہ حبشہ کو ہجرت کر جانے والے مسلمانوں سے متاثر ہو کر وہاں کا ایک وفد محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مکہ حاضر ہوا تھا اور پھر آپ کی زبانی کلامِ ربانی سن کر ایمان لے آیا تھا جس کے مشرکین خود شاہد تھے۔ (سورہ شعراء کے ضمن میں اس واقعہ کا صفحاتِ گذشتہ میں ذکر کیا جا چکا ہے) لیکن مشرکین مکہ کی منطق تو نرالی تھی۔ وہ نہ صرف حقائق سے چشم پوشی کرتے تھے بلکہ تاویلیں بھی اپنی خواہشات کے تحت الٹی ہی نکال لیتے تھے۔

روایت ہے کہ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کہ مشرکین قریش میں سے تھا ایک دن آپؐ کی دعوتِ حق سُن کر کہنے لگا۔ "اے محمدؐ! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ لیکن ہم اس لئے قبول نہیں کرتے کہ دوسرے لوگوں کی طرح ہم بھی اپنے گھروں سے نکال دیئے جائیں گے۔" اب اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔؟

حبشہ سے طویل سفر سے آئے ہوئے لوگ تو کلامِ حق سُن کر ایمان لے آئیں، نہ انہیں اپنے گھر بار کی فکر ہو اور نہ اہل و عیال کا غم۔ اور مکہ میں رہنے والے، بے برگ و گیاہ

(اے نبیؐ!) یقین جانیئے کہ جس نے آپ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے۔ (اے حبیبؐ کہہ دیجیے ان لوگوں سے۔ "میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے اور کھلی گمراہی میں کون مبتلا ہے۔"

(اے پیغمبرؐ!) اور آپ کچھ (اس کا) آسرا لگائے ہوئے نہ تھے کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائیگی۔ مگر آپ کے پروردگار کی رحمت سے نازل ہوئی۔ سو آپ ان (کافروں) کی ذرا بھی تائید نہ کیجیئے گا۔ اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہوں تو ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ ان سے آپ کو روک دیں۔ اور آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیئے۔ اور (ان) مشرکوں میں شامل نہ ہو جیئے۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکاریئے۔ کوئی معبود نہیں اس کے سوا۔ ہر شئے فنا ہونے والی ہے بجز اس کی ذات کے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

(۲۸/ ۸۸ - ۸۵)

خطۂ زمین پر آباد لیکن اللہ کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کی قدرتِ کاملہ اور اس کے نبیؐ کی تکذیب پر آمادہ رہیں۔ یہ کج فہمی اور کٹ حجتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ اللہ رے شانِ ربوبیت، نافرمان بندوں پر کرم بالائے کرم کہ فطری شواہد کی طرف توجہ دلا کر انہیں پھر دعوتِ فکر دی جا رہی ہے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت کو کام میں لائیں۔ معبودِ برحق کو سمجھیں۔ شرک سے باز آئیں۔ حق تعالیٰ نے ساتھ ہی اپنے حبیب نبیؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی کے لئے یہ بھی فرما دیا کہ آپؐ ان ظالم مشرکین کے اعتراضات کی چنداں فکر نہ کریں۔ یہ کلامِ برحق تو ہم ہی نے آپؐ کو عطا کیا ہے۔ آپؐ تو بس اپنے معمول کے مطابق ہمارے احکام پر عمل کئے جایئے۔ آپ کا پروردگار تو آپؐ کو اس عظیم مقام مرتبت پر پہنچانے والا ہے۔ جس کو یہ مشرکین و منکرین سمجھ بھی نہیں سکتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپؐ نے اللہ جل شانہٗ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا نمونۂ بے مثال دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کیا، آپؐ ختمی مرتبت ہوئے اور معراج کے مقامِ یگانہ سے نوازے گئے۔

(بحوالہ ابن کثیر، تفسیر ماجدی، خزائن العرفان، تفہیم القرآن)

سورۃ بنی اسرائیل (پ ۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ لے گیا۔ جس کے ارد گرد کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے۔ تاکہ ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں۔ بے شک سمیع و بصیر وہی ہے۔ (۱/۱۷)

معراجِ مصطفےٰ اور معراج المؤمنین

حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو تقریباً گیارہ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ ایک طویل مدت ۔ ایک طویل راہ۔ پُرصعوبت لیکن مستحکم۔ مشرکین و منکرینِ حق کی طرف سے تکذیب و تضحیک، آپؐ کے صحابۂ کرام کی تذلیل اور کلامِ ربانی کی تکفیر کا وہی سلسلہ چلا آرہا تھا۔ یہ عقلوں کے مفلوج اور بصیرت سے محروم لوگ نہ منطقی دلائل سے قائل ہوتے تھے اور نہ فطری شواہد کو تسلیم کرتے تھے۔ وادیٔ مکہ پر وہی شرک آلود غبار اور جہالت و گمراہی کا ابر چھایا ہوا تھا۔ لیکن ان تمام ترر کاوٹوں کے باوجود آفتابِ رسالتؐ کی کرنیں، دور دراز کے علاقوں میں بسنے والے قبائل تک پہنچ چکی تھیں۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ تھا آپؐ کی جہدِ مسلسل، سعیٔ پیہم، آپؐ کے بے پایاں صبر و تحمل، جذبۂ خلوص اور ایثار بے مثال کا۔ اور اس قابلِ تبلیغ اطاعتِ ربانی کا جہاں آپؐ اپنے ارادے اور اپنے اختیار کی حدود سے نکل کر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ہو چکے تھے۔ آپؐ کی زبانِ مبارک پر وہی کچھ تھا جو اللہ تعالیٰ کہہ رہا تھا۔ آپؐ کے قدم اُسی سمت اٹھتے تھے جدھر منشائے الٰہی ہوتی تھی۔ آپؐ کا کھانا پینا، جاگنا سونا، چلنا پھرنا۔ آپؐ کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار غرض ہر فعل حکم ربی کے تابع تھا۔ کیا بعید ہے کہ یہی ادائے مصطفےٰ بارگاہِ الٰہی سے اس پیشگوئی کا سبب ہوئی ہو جب کہ ارشادِ ربانی ہوا تھا

"اے نبیؐ! یقین جانیئے کہ جس نے آپ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک انجام کو پہنچانے والا ہے" (۸۵/۲۸)

یہی کچھ شب و روز تھے، رجب المرجب کا بابرکت مہینہ، ستائیسویں شب، ہر سو تاریکی

۔ اور ہم نے اس سے پہلے موسٰی کو کتاب دی تھی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ذریعۂ ہدایت بنایا تھا، اس تاکید کے ساتھ کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ قرار دے لینا۔ تم ان لوگوں کی اولاد ہو جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا۔ اور نوح ایک شکرگزار بندہ تھا۔ پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فسادِ عظیم برپا کرو گے۔ اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔

اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ (۲ - ۵/۱۷)

اور خموشی۔ سارا شہر محوِ خواب کہ اللہ تعالٰے کا برگزیدہ فرشتہ حضرت جبرئیلؑ بارگاہِ رسالت مآبؐ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ حرمِ کعبہ کے مقامِ حجر (حطیم) میں سو رہے تھے۔ آپؐ کا سونا ہی کیا تھا، دل جاگتا تھا اور آنکھیں سوتی تھیں۔ یادِ الٰہی میں محو رہے ہوں گے کہ آنکھیں جھپک گئیں اور پھر اس شبِ مبارکہ کو تو فرش سے عرش تک اہتمام ہو رہے تھے۔ اللہ کے فرشتے نے پیر سے دبایا تو آنکھ کھل گئی۔ بیٹھ گئے لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ نیند کا غلبہ تھا پھر سو گئے کہ دوبارہ اسی طرح اٹھے۔ لیکن کسی کو نہ پایا تو پھر سو گئے۔ تیسری بار پھر اسی طرح اٹھ کر بیٹھ گئے تو حضرت جبرئیلؑ نے بارگاہِ رب العالمین سے حکم طلبی پیش کیا۔ آپؐ نے فوری سرِ تسلیم خم کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں براق جیسی تیز رفتار آسمانی سواری کے ذریعہ مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) سے مسجدِ اقصٰی (بیت المقدس) پہنچ گئے۔ مسجدِ اقصٰی میں تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی جو پہلے ہی سے وہاں اس مقصد کے لئے جمع تھے۔ آپؐ کی امامت میں جملہ انبیائے کرام نے نماز ادا فرمائی۔ بعدہٗ سید الانبیاء ختم الرسل دانائے سبل مولائے کل نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں عالمِ بالا کی طرف روانہ ہوئے سدرۃ المنتہٰی

۔اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبہ کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔

دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لئے بھلائی تھی۔ اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔

۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے۔ اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ (۱۷/ ۷-۶)

۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر مہربانی کرے۔ اور اگر تم پھر وہی کرو گے

پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ رک گئے۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بہ سوزد پرم

آپ تنِ تنہا بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ (اے اللہ! سب قولی عبادتیں، اور تمام فعلی عبادتیں اور کل مالی عبادتیں آپ ہی کے لئے ہیں۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔)

پھر ندا آئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ٥ (سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔)

آپ نے پھر عرض کیا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔)

توہم بھی وہی کریں گے ۔ اور جہنم کو تو ہم نے منکرین کا قید خانہ بنا ہی رکھا ہے ۔
۔ بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے ۔ جو لوگ اسے
مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے ۔
اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں اُنہیں یہ خبر دیتا ہے کہ اُن کے لئے ہم نے دردناک
عذاب تیار کر رکھا ہے ۔
۔ انسان شر اسی طرح مانگتا ہے جس طرح کہ خیر کی درخواست کرتا ہے ۔ انسان
ہے ہی جلد باز ۔
۔ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا رکھا ہے ۔ سو ہم نے رات والی
نشانی کو دھندلا بنایا ۔ اور ہم نے دن والی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ اپنے پروردگار
کی روزی تلاش کرو ۔ اور تاکہ برسوں کا شمار اور (دوسرے) حساب معلوم کر لیا
کرو ۔ اور ہر (ضروری) شے کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے ۔
(۱۷/۱۲-۸)

پھر ندا آئی ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ
اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔)
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی
اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

بعدہٗ اللہ تعالیٰ نے اپنی کن کن عظیم نشانیوں کا مشاہدہ کرایا ۔ کیا کیا آپؐ کو ہدایات
براہِ راست عطا ہوئیں ، اللہ اور اس کے حبیب احمدِ مجتبیٰ نبیِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم
ہیں ۔ اُمت کو تو آپؐ کے صدقے میں پنج وقتہ نماز کا تحفہ ربانی عطا ہوا کہ جس کی حسنِ ادائیگی
معراج المومنین قرار پائی ۔

درج بالا سورہ مبارکہ کی پہلی آیت میں واقعۂ معراج کے اوّلین حصّہ کی طرف اشارہ
ربانی ہے ۔ جبکہ دوسرے حصّہ کو ہادیٔ مرسل نبیٔ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما پر چھوڑ

— اور ہر انسان کا عمل ہم نے اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے۔ اور اس کے واسطے قیامت کے دن ہم (اس کا) نامۂ اعمال نکال کر سامنے کر دیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ (اور اس سے کہا جائے گا) "پڑھ! اپنا نامۂ اعمال، آج اپنا حساب لگانے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔"

— جو کوئی راہ پر چلتا ہے سو وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے۔ اور جو کوئی بے راہی کرتا ہے وہ بھی اپنے ہی لئے بے راہ ہوتا ہے۔ اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ (لوگوں کو حق اور باطل کا فرق سمجھانے کے لئے) کسی رسول کو بھیج نہیں لیتے۔ (١٧/١٥-١٣)

دیا گیا کہ آپؐ جب اور جس طرح چاہیں لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں۔ چونکہ ان مناظر کو جو شبِ اسریٰ آپؐ کو دکھائے گئے تھے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے آزمائش بنایا تھا، جیسا کہ اسی سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ٦٠ میں اشارۂ ربانی ہے۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات اس امر کی شہادت ہیں کہ حکمتِ الٰہی اسی میں تھی کہ لوگوں کے سامنے پہلے صرف مسجدِ اقصیٰ کا ہی ذکر کیا جائے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو اپنی فہم سے باآسانی سمجھ لیں۔ اگر اس کے ساتھ ہی سدرۃ المنتہیٰ، بارگاہِ ربُّ العزت میں حاضری، شجرِ زقوم، مجرمین کو دی جانے والی سزاؤں کے مناظر اور جملہ تفصیلات بھی بیان کر دی جاتیں تو مشرکین پورے واقعۂ اسرائی کو یکلخت ہی رد کر دیتے اور صحنِ کعبہ میں آپؐ کے ساتھ بیٹھ کر بیت المقدس کے اوصاف بھی دریافت کرنے کی زحمت گوارا نہ کرتے۔ چونکہ مسجدِ اقصیٰ کو دیکھ کر آنے والے تو اپنے اور پرائے سب ہی تھے اور وہ ہر طرح سے اپنی تسلی و تشفی کر سکتے تھے۔ اسی لئے بیت المقدس کی تفصیلات سے متعلق سوالات بھی کئے گئے جن کے آپؐ نے جوابات دیئے کہ کسی کو جھٹلانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ لیکن سدرۃ المنتہیٰ ہو کر آنے والا تو اللہ کے حبیبؐ کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ لہٰذا ایسی صورت میں تکذیب ہی ہو سکتی تھی تصدیق کسی طرح

— اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تو ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ پھر اس بستی کو تباہ و غارت کر ڈالتے ہیں۔

— اور ہم نے کتنی ہی امتوں کو نوحؑ کے بعد سے ہلاک کر ڈالا ہے — اور (اے نبیؐ!) آپ کا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

— جو کوئی دنیا کی نیت رکھے گا ہم اس کو دنیا سے جتنا چاہیں گے، جس کے واسطے چاہیں گے فوراً ہی دیدیں گے۔ پھر ہم اس کے لئے جہنم رکھیں گے اس میں وہ بدحال اور راندہ ہو کر داخل ہو گا۔ (۱۷/ ۱۸ـ۱۶)

ممکن نہ تھی۔

معراج کی جملہ تفصیلات ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً اپنے صحابۂ کرام سے خود بیان فرمائیں۔ جو کہ معتبر احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ یہ روایات پچیس صحابۂ کرام سے مروی ہیں۔ جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت مالکؓ بن صعصعہ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت حذیفہ بن یمانیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ شامل ہیں۔

صاحبِ طبقات الکبیر نے اہلِ علم کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ اس شبِ مبارکہ کو جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان تشریف نہ لے گئے تو اہلِ خانہ اور عبدالمطلب کے لڑکوں کو فکر ہوئی لہٰذا آپؐ کی تلاش اور جستجو میں ادھر ادھر نکلے۔ ساری رات مختلف مقامات پر سرگرداں رہے۔ حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب بھی تلاش کرنے والوں میں شامل تھے۔ "یا محمدؐ! یا محمدؐ!" زور زور سے کہہ کر پکارتے تھے۔ ذوطوی کے مقام پر بھی آواز دے رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ "لبیک" (میں حاضر ہوں)، انہوں نے کہا۔ "اے میرے بھتیجے! رات سے قوم کو پریشانی میں ڈالدیا

ـ اور جو کوئی آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے کوشش بھی اس کے لائق کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہو گی ـ ہم ہر ایک کی امداد کرتے ہیں، اِن کی بھی اور اُن کی بھی ـ دونوں فریقوں کو ہم سامانِ زیست دیئے جا رہے ہیں ـ (اے نبیؐ!) یہ آپ کے پروردگار کا عطیہ ہے اور آپ کے پروردگار کی عطا کو روکنے والا کوئی نہیں ـ مگر دیکھ لو ہم نے ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے ـ اور آخرت میں اس کے درجے اور بھی زیادہ ہوں گے اور اس کی فضیلت اور زیادہ بڑھ چڑھ کر ہو گی ـ (۱۷/۲۱-۱۹)

کہاں تھے؟" آپؐ نے فرمایا۔ "بیت المقدس سے آیا ہوں۔" حضرت عباس نے پوچھا۔ "اسی شب میں؟" آپؐ نے جواباً فرمایا۔ "ہاں اسی شب میں۔" وہ کہنے لگے۔ "آپ کو سوائے خیر کے کوئی اور بات تو پیش نہیں آئی۔" آپؐ نے جواب دیا۔ "مجھے سوائے خیر کے اور کوئی بات پیش نہیں آئی۔" یہاں سے آپؐ اپنے چچا ابوطالب کی صاحبزادی اُمّ ہانیؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ غالباً یہ مکان قریب ہی واقع ہو گا۔ آپؐ نے وہاں فجر کی نماز ادا فرمائی، اور ان سے کہا۔

"اے اُمّ ہانی! میں نے رات کی آخری نماز تو تم لوگوں کے ساتھ اسی وادی میں پڑھی تھی، جیسا کہ تم لوگوں نے دیکھا، پھر میں بیت المقدس پہنچا اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر صبح کی نماز بھی تمہارے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔" یہ کہہ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکان سے باہر تشریف لے جانے لگے تو اُمّ ہانیؓ نے آپؐ کی چادرِ مبارک کا کنارہ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ "اے اللہ کے نبیؐ! یہ بات لوگوں سے نہ بیان فرمایئے۔ وہ آپؐ کو جھٹلائیں گے اور تکلیف دیں گے۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "واللہ میں یہ بات تو ضرور ان سے بیان کروں گا۔" اور پھر آپؐ مکان سے باہر تشریف لے گئے۔

یہ ساری بات رات کو حضرت جبرئیلؑ سے رخصت ہوتے وقت ہوئی تھی، جب کہ آپؐ نے اس واقعہ کے اظہار پر خدشہ ظاہر کرتے ہوئے ان سے کہا۔ "میری قوم اس بات

اے سننے والے! تو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا تیرے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ،

۱۔ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔

۲۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اُف تک نہ کہو۔ نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو "اے پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔" تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم دل سے سعادت مند ہو تو وہ بھی توبہ کرنے والوں کے حق میں بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔

کی تصدیق نہ کرے گی۔" اور حضرت جبرئیلؑ نے زور دیتے ہوئے کہا تھا "ابوبکرؓ آپؐ کی تصدیق کریں گے۔ وہی صدیق ہیں۔" لہٰذا حضور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واقعۂ اسریٰ قریش کے سامنے بیان فرمایا تو انہوں نے آپؐ کی تکذیب کی کہنے لگے۔ "یہ بات تو قطعی ناقابلِ قبول ہے۔ مکہ سے شام کی جانب قافلہ ایک ماہ میں جاتا اور ایک ماہ کی مسافت میں واپس آتا ہے۔ دو ماہ کی مسافت آپؐ کیونکر ایک رات میں طے کر سکتے ہیں۔" غرض مشرکین اور منکرینِ حق نے خوب ہنسی مخول کیا اور آپؐ کو جھٹلایا۔ حتیٰ کہ یہ بات سن کر بعض مسلمان بھی مرتد ہو گئے چونکہ انہوں نے اس واقعہ کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ قریش کے کچھ سرکردہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھی پہنچ گئے اور ان سے کہا "اے ابوبکرؓ! کیا تمہیں اپنے دوست کے متعلق ابھی تک حسنِ ظن ہے اور تم ان کو اللہ کا رسول سمجھتے ہو؟ وہ تو اب دعویٰ کر رہے ہیں کہ گذشتہ رات وہ بیت المقدس گئے تھے اور وہاں سے واپس بھی پہنچ گئے۔"

۳۔ رشتہ دار کو بھی اس کا حق دو۔ مسکین اور مسافر کو بھی اس کا حق ادا کرو۔
۴۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔
۵۔ اگر تمہیں ان حاجتمند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے پہلو تہی یعنی منہ پھیرنا پڑے اس انتظار میں کہ تمہارے رب کی طرف سے وہ رحمت آئے جسکی تمہیں امید ہو تو تم ان سے نرمی کی بات کہدو۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان مشرکین سے سوال کیا۔ "تو کیا تم لوگ انؐ کو جھٹلاتے ہو۔؟" وہ کہنے لگے۔ "کیوں نہ جھٹلائیں؟ وہؐ تو خود یہی بات مسجدِ حرام میں لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہیں۔" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ "واللہ! اگر انہوںؐ نے یہ بات کہی ہے تو یقیناً سچ ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ چونکہ انہوں نے تو مجھے یہ خبر بھی دی ہے کہ انؐ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آتی ہے اور میں تو اس بات کو پہلے ہی سے حق تسلیم کرتا ہوں جو کہ اس نئی خبر سے کہیں زیادہ بعید معلوم ہوتی ہے۔" پھر حضرت ابوبکرؓ ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپؐ نے ان لوگوں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ آپؐ آج کی رات بیت المقدس تشریف لیگئے تھے؟" آپؐ نے فرمایا۔ "ہاں صحیح ہے۔" حضرت ابوبکرؓ نے پھر عرض کیا۔ "اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)!! آپؐ بیت المقدس کے اوصاف مجھے بیان فرمائیے۔ کیونکہ میں وہاں جا چکا ہوں۔" مشرکین قریش میں بھی متعدد ایسے حضرات تھے جو بیت المقدس جا چکے تھے۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کی اس تجویز پر بڑے خوش ہوئے چونکہ ان کے لئے یہ بات بعید از قیاس بلکہ ناممکن تھی۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ آپؐ بیت المقدس کے اوصاف بیان نہ فرما سکیں گے۔ دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ کا یہ کمالِ یقین تھا کہ چونکہ یہ بات آپؐ کہہ رہے ہیں تو یقیناً صادق ہے اور آپؐ

۶۔ نہ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کے رہ جاؤ۔ تیرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

۷۔ اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل خطائے کبیرہ ہے۔

۸۔ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ وہ بہت ہی برا فعل اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے۔

۹۔ جس شخص (کی جان) کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے اسے قتل مت کرو مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو، اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے۔ اس کی مدد کی جائے گی۔

۱۰۔ یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ بجز اس طریق کے جو مستحسن ہے جہاں تک کہ وہ اپنے سنِ پختگی کو پہنچ جائے۔

۱۱۔ عہد کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

۱۲۔ پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔

صحیح صحیح بیان فرما دیں گے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانی ذہن میں کسی ایسے مقام کی تفصیلات اور اوصاف محفوظ نہیں ہو سکتیں، جہاں وہ چند ساعت کے لئے گیا ہو اور اس قلیل عرصہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ کسی اور کام میں مصروف رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مسجدِ اقصیٰ میں رات کے ایک قلیل وقت تک رہا تھا جبکہ آپؐ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی تھی۔ دوئم آپؐ کا مقصد عمارت کو دیکھنا اور اس کی خصوصی باتوں کو ذہن نشین کرنا تو نہ تھا۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے

یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

۱۳۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس کی جائے گی۔

۱۴۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

— ان میں سے ہر ایک کا برا پہلو تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسند ہے۔ اے حبیبؐ! یہ (مذکورہ بالا) باتیں اس حکمت میں سے ہیں جو آپؐ کے پروردگار نے آپؐ پر وحی کی ہیں۔

(اور اے سننے والے! پھر سمجھ لے کہ) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر۔ (۱۷/۲۲-۳۹)

— تو کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں تو نوازا بیٹوں سے اور خود اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا؟ بڑی جھوٹی بات ہے جو تم لوگ زبانوں سے نکالتے ہو۔

— اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے لوگوں کو سمجھایا کہ ہوش میں آئیں مگر انہیں نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے۔

اپنی قدرتِ کاملہ سے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے اس طرح کر دیا کہ ہر چیز آپؐ کی نظروں کے سامنے آگئی۔ اور آپؐ نے بچشمِ خود دیکھتے ہوئے بیت المقدس کے اوصاف بیان کر دیئے۔ مشرکین قریش میں سے جو لوگ بیت المقدس ہو آئے تھے انہوں نے بھی آپؐ سے سوالات شروع کر دیئے۔ وہ لوگ جو بات دریافت کرتے آپؐ اسی وقت جواب دیتے۔ مشرکین تو حیرت زدہ رہ جاتے لیکن حضرت ابوبکرؓ عرض کرتے "آپ نے سچ فرمایا۔" غرض اسی طرح آپؐ سے بیت المقدس کی تفصیلات معلوم کی جاتی رہیں، آپؐ ان کا جواب دیتے رہے اور حضرت ابوبکرؓ تائید اور تصدیق کرتے رہے۔ آپؐ نے آخر میں حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ "اَنْتَ یَا اَبُوبَکْرٍ اَلصِّدِّیْقُ (اے ابوبکرؓ! تم صدیق ہو۔) اور اسی دن سے "صدیق" حضرت

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بھی اللہ ہوتے جیسا کہ یہ (مشرکین) کہتے ہیں، تو وہ مالکِ عرش کے مقام پر پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے۔ پاک ہے وہ، اور بہت بالا و برتر ان باتوں سے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی بھی ان میں موجود ہیں۔ اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو حمد کے ساتھ اس کی پاکی نہ بیان کرتی ہو، البتہ تم ہی ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔ بے شک وہ بڑا حلیم والا ہے، بڑا مغفرت والا ہے۔ (۱۷/۴۲-۴۴)

ابوبکرؓ کا لقب ہو گیا۔ حضور سرورِ کائنات نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشرکین نے جو جو بھی تفصیلات معلوم کیں آپؐ نے بعینہٖ ان کے سامنے بیان کر دیں، جن کو وہ جھٹلا نہ سکے۔ لیکن وائے ہٹ دھرمی۔ ان کے تو قلوب ہی زنگ آلود تھے۔ وہ کیونکر حق دیکھ سکتے تھے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے ہی انکار تھا۔ طرح طرح کی باتیں بناتے اور ہنسی تمسخر کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔

(بحوالہ سیرت النبی کامل ابنِ ہشام حصّہ اول۔ طبقات ابنِ سعد حصہ اوّل، ابن کثیر، جلالین، شرح مشکوٰۃ جلد اول، ہدایہ جلد اول۔ خیر المؤانس جلد دوم)

آپؐ کی معراج پر مشرکین کے اعتراضات

مذکورہ بالا قصّہ "معراج" تاریخِ انسانی کا عظیم ترین واقعہ ہے۔ جس نے انسانی حرمت اور سربلندی کو نقطۂ عروج دیا۔ مشرکینِ قریش کا اس واقعہ کو جھٹلانا یوں تو کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ چونکہ یہ تو ان کا طریق ہی بن گیا تھا کہ وہ ہادیٔ برحق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو ہی جھٹلانے لگے تھے۔ ان کی اس تکذیب کے پسِ پردہ کہیں حسد تھا تو کہیں عناد، کہیں نسبی تفاخر تو کہیں جہالت۔ لیکن ایک بات ضرور قابلِ غور ہے کہ جس قدر روائتوں سے ان کی تکذیب کا پتہ چلتا ہے۔ ان سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ مشرکین کا قطعی اعتراض صرف یہ تھا کہ ایک ماہ کی مسافت کی منزل کو رات ہی رات طے کرنا اور واپس آجانا کسی طرح ممکن نہیں۔

(اے نبیؐ!) اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں۔

(اے نبیؐ!) اور جب آپ قرآن میں اپنے ایک ہی پروردگار کا ذکر کرتے ہیں تو وہ (مشرکین و منکرین حق) نفرت سے منہ موڑ کر چل دیتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں اور جب بیٹھ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں، تو کیا کہتے ہیں؟ — یہ ظالم آپس میں کہتے ہیں۔ "یہ تو ایک سحر زدہ آدمی ہے جس کی راہ تم لوگ جا رہے ہو۔" (۱۷/۴۵-۴۷)

ان کی اس تکذیب میں نہ تو معراج کے خواب میں ہونے کی بات تھی اور نہ آپؐ کا روحانی طور پر معراج کرنے کا ذکر۔ — یہ بات بھی قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اگر ہادیٔ برحق نبیٔ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعۂ اسریٰ کو خواب میں یا روحانی طور پر وقوع پذیر ہونے کا اظہار کیا ہوتا، تو نہ مشرکین کی طرف سے تکذیب کی جاتی۔ اور نہ آپؐ کے اس دعوے کی آزمائش کے لئے برسرِ عام بیت المقدس کی تفصیلات اور وہاں کے اوصاف معلوم کئے جاتے۔ چونکہ خواب تو ہر انسان دیکھتا ہے اور خواب میں مافوق الفطرت واقعات کا دیکھنا کسی کے لئے تعجب انگیز نہیں ہوتا۔ خواہ دیکھنے والے نے سچا خواب ہی کیوں نہ دیکھا ہو۔ خواب بہر صورت خواب ہی ہوتا ہے۔ — دوئم معتبر روایات سے یہ بات بھی معلوم ہے کہ وحی کی ابتدا آپؐ پر رویائے صادقہ سے ہوئی تھی۔ آپؐ سچے خواب اس طرح دیکھتے تھے کہ جیسے آپؐ دن کی روشنی میں دیکھ رہے ہوں۔ آپؐ نے ان سچے خوابوں کا اظہار بھی لوگوں سے کیا ہوگا۔ لیکن کسی بھی روایت سے ان سچے خوابوں کی تکذیب کا پتہ نہیں ملتا۔ ظاہر ہے کہ لوگوں نے خواب کو خواب ہی سمجھا ہوگا۔ آپؐ کے وہ رویائے صادقہ نہ تو بنائے تنازعہ

(اے نبیؐ!!!) آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں۔ یہ گمراہ ہو گئے ہیں، تو اب راستہ نہیں پا سکتے۔

اور کہتے ہیں کہ کیا ہم جب ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو ہم از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے۔؟

(اے پیغمبرؐ!) ان سے کہہ دیجئے۔ "تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ یا کوئی اور چیز جو تمہارے خیال میں بہت ہی بعید ہو۔ (پھر بھی تم اٹھ کر رہو گے)۔ وہ ضرور پوچھیں گے کہ کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائیگا۔ آپ کہئے کہ وہ وہی ہے جس نے کہ تم کو اوّل بار پیدا کیا تھا۔ پھر وہ سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے۔ "اچھا تو یہ کب ہو گا؟" آپؐ کہیئے کہ کیا عجب ہے کہ وہ وقت قریب ہی آ لگا ہو۔ جس روز وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کے جواب میں نکل آؤ گے اور تمہارا گمان اس وقت یہ ہو گا کہ ہم بس تھوڑی سی دیر ہی اس حالت میں پڑے رہے ہیں۔ (۱۷/۵۲-۴۸)

بنے اور نہ کسی نے جھٹلایا۔ لہٰذا ان حقائق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپؐ نے لوگوں کے سامنے جو واقعۂ اسرا بیان فرمایا وہ آپؐ کی جسمانی معراج تھا۔ وہ نہ تو خواب تھا اور نہ روحانی سرگذشت۔ دوئم ان واقعات کو بیان کرنے میں آپؐ کا یقین اور وثوق اس امر کا ثبوت تھا کہ آپؐ وہی باتیں بیان فرما رہے تھے جن کے آپؐ خود عینی شاہد تھے۔

درج بالا سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت کی ترکیب اور ترتیب بھی جیسا کہ مفسرین نے یہ دلائل لکھا ہے اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہے کہ معراج جسمانی تھی۔

حضرت محبوب سبحانی سیّدنا و مرشدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کہ جن کی روحانی عظمت مسلّمہ ہے اور میدانِ علم و عرفان میں آپ حیثیتِ یگانہ کے

(اے پیغمبرؐ!) اور آپ کہیئے میرے بندوں سے کہ ایسی بات کہا کریں جو (بہ اعتبارِ حسنِ اخلاق، ادب و شائستگی) احسن (و عمدہ) ہو۔ بے شک! شیطان لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔ بے شک!! شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہی ہے۔ (اے لوگو!) تمہارا پروردگار تم سب کا حال خوب جانتا ہے۔ وہ اگر چاہے تم پر فضل کر دے اور وہی اگر چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے۔

اور (اے پیغمبرؐ!!) ہم نے آپ کو ان (لوگوں کے اعمال) پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

اور (اے حبیبؐ!) آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض (دوسرے) نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی۔

(اے نبیؐ!) آپ کہیئے (ان لوگوں سے) "تم جن کو اللہ کے سوا معبود قرار دے رہے ہو۔ ذرا ان کو پکارو تو سہی، وہ نہ تم سے تکلیف ہی دور کر سکتے ہیں اور نہ اسے بدل سکتے ہیں۔ (۱۷/۵۶ـ۵۳)

حائل ہیں۔ آپ نے سورۃ الطارق کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ "حق تعالیٰ نے قسم کھائی ہے آسمان کی اور اس شخص کی جس نے آسمان کو کھٹکھٹایا۔ اس کو کھٹکھٹایا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اس کو دستک دی تھی آپؐ کی ہمت نے۔ اور اس کے بعد شب معراج میں آپؐ کے جسمِ اطہر نے کہ جسم کو چڑھنا نصیب ہوا ساتویں آسمان تک۔ اور آپؐ سے باتیں کیں آپؐ کے پروردگار نے۔ اور آسمان کی سیر کے وقت آپؐ نے زیارت کی حق تعالیٰ کی، چہرے کی آنکھوں سے بھی اور قلب کی آنکھوں سے بھی۔ زمین پر نیکی کی حالت میں زیارت کی قلب کی آنکھوں سے اور آسمان پر پہنچ کر چہرے کی آنکھوں سے۔" (الفتح الربانی ۵۸۲ـ۵۵)

—— جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے پروردگار کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے۔ اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں —— حقیقت یہ ہے کہ آپ کے پروردگار کا عذاب ہی ڈرنے کے لائق ہے۔

—— اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم روزِ قیامت سے قبل ہلاک نہ کر دیں، یا اس کے رہنے والوں کو عذابِ شدید نہ دیں۔ یہ نوشتۂ الٰہی میں لکھا ہوا (موجود) ہے۔

—— اور ہم (خاص) نشانیاں بھیجنے سے یوں ہی باز رہے کہ انہیں اگلوں نے جھٹلایا۔ اور ہم نے (قوم) ثمود کو اونٹنی دی تھی، آنکھیں کھولنے کو۔ لیکن انہوں نے اس پر بڑا ظلم کیا۔ ہم نشانیاں اسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر ڈریں۔ (۱۷/ ۵۹ - ۵۷)

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جو آپؐ کی معراج کو روحانی بتاتی ہیں وہ بھی اپنی جگہ بہ اعتبارِ مضمون درست ہیں۔ چونکہ درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری آنکھوں سے حق تعالیٰ کی زیارت کرنے کے علاوہ قلب کی آنکھوں سے روئے زمین پر رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی زیارت فرمائی تھی اور یہی وہ معراج تھی جس کو روحانی کہا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ تمام آدمیوں کو سمجھانے کے لئے یہی بات کہہ دی گئی ہو۔ چونکہ نہ تو ہر شخص علم و عرفان کی ان منزلوں سے آگاہ ہوتا ہے جو آپؐ کے مقامِ معراج کو سمجھنے کے لئے ممد و معاون ہوتی ہیں اور نہ ہر شخص ایقان کے اس مقام کا حامل ہوتا ہے جہاں سے حضرت ابو بکرؓ نے معراج کی تصدیق فرمائی اور مرتبۂ صدیقیت سے نوازے گئے۔ لہٰذا مشرکینِ مکہ کی طرف سے معراجِ مبارکہ کی پرزور تکذیب ہی اس امرِ حق کا بیّن ثبوت ہے کہ حضورِ سرورِ کائنات بنائے تخلیقات نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں

(اے حبیبؐ!!) اور (وہ وقت یاد کیجیے) جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پروردگار نے تمام لوگوں کو گھیر رکھا ہے (آپ بلا خوف و خطر تبلیغ حق میں مصروف رہیں)۔ اور ہم نے یہ جو کچھ منظر (شبِ اسریٰ) آپ کو دکھایا ہے، اس کو اور اس درخت (گناہ گاروں کے لیے جہنم میں پیدا ہونے والا شجرِ زقوم) کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آزمائش کا سبب بنا دیا ہے۔ ہم انہیں تنبیہہ پر تنبیہہ کیے جا رہے ہیں، مگر ہر تنبیہہ ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کیے جاتی ہے۔

(اے حبیبؐ!!) اور (وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے) جب ہم نے فرشتوں سے کہا، "آدم کو سجدہ کرو۔" تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے کہا۔ "کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے۔" (۶۰-۶۱/۱۷)

کے سامنے اپنی جسمانی معراج کا تذکرہ فرمایا تھا۔ باقی باتیں اور اعتراضات اس دور کے نہیں بلکہ بعد میں آنے والے زمانے کے ہیں۔ جیسا کہ کچھ لوگ آج کے دور میں بھی آپؐ کی معراج کو جسمانی اعتبار سے قبول کرنے میں گریزاں ہوتے ہیں یا شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں۔

کاش! وہ معترضین اس بات پر بھی غور کریں کہ سید الانبیاء، ہادیٔ برحق نبیٔ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجِ مبارکہ تو حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہے۔ جو اس بات پر بھی یقینی قدرت رکھتا ہے کہ روزِ قیامت ہزارہا سال پرانے مُردوں کو، جو کہ ریزہ ریزہ ہو کر خشکی و تری کا حصہ بن چکے ہوں گے دوبارہ زندہ کرے گا۔ تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات ہی رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ اور عرشِ معلیٰ کی سیر کرا دے، اپنی نشانیاں دکھائے اور فضائے رحمانی میں اپنا بے پردہ زیارت کرائے۔ اسی کا ارشاد ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (۱۰۶/۲) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر وہ بولا۔ "بھلا دیکھ تو سہی یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دے رکھی ہے (اس قابل تھا؟) اگر تو نے مجھے مہلت دی روز قیامت تک تو میں اس کی اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا بجز ایک قلیل گروہ کے۔"

ارشاد ہوا۔ "چل نکل! جو کوئی بھی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا سو بے شک تجھ سمیت ان سب کے لئے جہنم ہی بھرپور جزا ہے۔

آپؐ کی معراج مبارکہ بامقصد تھی

آپؐ کی معراج مبارکہ کا واقعہ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ بامقصد اور عین منشائے الٰہی کے مطابق تھا۔ اس میں عطائے ربانی بھی تھی کہ آپؐ کو ان روحانی عظمتوں سے نوازا گیا جو اس سے پیشتر انسان کو عطا نہ ہوئی تھیں اور مزید برآں آپؐ کی اتباع کرنے والوں کے لئے بھی اُن روحانی عظمتوں کا باب وا کر دیا گیا۔

واقعۂ معراج کے ذریعہ اس قوتِ لاہوتی کی واضح نشاندہی بھی کر دی گئی، جس کی پشت پناہی انسانی حرمت، سربلندی اور عظمت کی ضامن ہے۔ اس طرح سے محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجِ مبارکہ کے روحانی پہلو کے ساتھ ساتھ مادّی پہلو بھی نمایاں ہے۔

روحانی پہلو پر گفتگو کرنے سے قبل یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ روحانیت کا علاقہ ہے محبّت۔ محبّت اس سے جو اپنی تمام مخلوق کا مالک اور پرورش کرنے والا ہے۔ جو موت اور زیست پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ جو معبودِ برحق ہے اور لائقِ اطاعت۔ جو سزاوارِ حمد و ثنا ہے اور سب سے بے نیاز۔ محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت سے آراستہ تھی۔ درحقیقت یہ محبّت ہی تو تھی جس نے آپؐ کو وہ آدابِ ربّانی سکھلائے کہ آپؐ اطاعتِ باری تعالیٰ میں منفرد و یگانہ ہو گئے۔ بعثت سے بہت قبل غارِ حرا کی تنہائیوں میں یادِ الٰہی میں محو رہنا۔ لہو و لعب سے پُر دنیوی

اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے، تو اپنی پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دیکھ۔ اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان سے اپنا ساجھا کرلے مال اور اولاد میں۔ اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس لے۔ اور شیطان کے وعدے تو ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ یقیناً میرے بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا۔ اور توکل کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے۔" (۱۷/ ۶۵-۶۲)

اے لوگو! تمہارا پروردگار تو وہی ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ بے شک وہ تمہارے حق میں نہایت مہربان ہے۔ اور جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو جنہیں تم پکارا کرتے ہو سب غائب ہو جاتے ہیں بجز اللہ کے۔ پھر جب وہ تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم پھر اس سے منہ موڑ جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔

ہنگاموں سے بیزاری۔ مخلوقِ خدا کی فلاح کے لئے مضطرب و سرگرداں پھرنا غریبوں، محتاجوں اور مسکینوں کی دستگیری کرنا۔ یہ ساری باتیں جستجوئے حق ہی کی طرف ایک قدم تھیں۔

اور پھر بعثت کے بعد بھی رب العالمین کے حضور دست بستہ کھڑے رہنا۔ گھنٹوں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا۔ دن میں دنیوی مصروفیات کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ کے پیغام کی تشہیر و تلقین۔ مخالفین کی جارحیت کے مقابل صبر و تحمل۔ ان کی ایذا رسانیوں اور دشنام طرازیوں کے باوجود ان کی فلاح کے لئے کوشاں رہنا۔ بلاؤں اور مصائب کی یورش کے وقت بھی اسی مالکِ حقیقی کے دامن کو تھامے رہنا۔ اظہارِ بندگی بھی تھا اور کمالِ محبت بھی۔

ان ہی حالات کو دیکھتے ہوئے مشرکین نے کہا تھا کہ یہ اگر اللہ کے رسول

کیا تم اس بات سے بالکل بے خوف ہو کہ خدا کبھی تم کو خشکی پر ہی زمین میں دھنسا دے ۔ یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیجدے ۔ اور تم اس سے بچانے والا کوئی حمایتی نہ پاؤ ۔ ؟ اور کیا تمہیں اس کا کوئی اندیشہ نہیں کہ خدا پھر کسی وقت سمندر میں تم کو لے جائے اور تمہاری ناشکری کے بدلے تم پر سخت طوفانی ہوا بھیج کر تمہیں غرق کر دے ۔ اور تم کو ایسا کوئی نہ ملے جو اس سے تمہارے اس انجام کی پوچھ گچھ کر سکے ۔ ؟ یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ۔ اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی ۔ (۱۷/ ۷۰ ـ ۶۶)

ہوتے تو اللہ ان کی مدد کے لئے فرشتے بھیجتا یا کوئی باغ ہی انہیں دے دیتا کہ اطمینان و سکون کے ساتھ اس سے روزی حاصل کرتے ۔ لیکن وہ ظالم جو خود اپنی فلاح اور عاقبت کو نہ سمجھتے تھے، وہ یہ رازِ خداوندی کیونکر پا سکتے تھے کہ کہیں بلائیں عذابِ خداوندی کا مظہر ہوا کرتی ہیں تو کہیں بلندئ مراتب کا پیش خیمہ بھی ہوتی ہیں ۔ یہی تو وہ پُر خطر وادیاں ہیں جہاں بندہ دعوئ محبت کی آزمائشوں سے گزرتا ہے اور پھر رحمتِ باری تعالیٰ اس کی بشری صفات کو ملکوتی صفات عطا کرتی ہے ۔

یوں تو آپ کے روحانی مراتب اور مدارج روزِ ازل ہی کو متعین ہو چکے تھے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد عالی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا ۔ اور اس کی شہادت انجیل کے سب سے پرانے نسخے برناباس (BARNABAS) سے بھی ملتی ہے ۔ جس میں حضرت آدم کی تخلیق کے ذکر کے ساتھ مذکور ہے کہ جب آدم کو اللہ نے پیدا کیا تو آدم کے وجود میں آنے کے بعد فضا میں روشن ایک تحریر نظر آئی اور وہ تحریر تھی ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۔“ آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ کیا تو نے مجھ سے قبل کسی اور آدمؑ کو پیدا

(اے لوگو! یاد کرو) وہ دن جب ہم تمام انسانوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت بلائیں گے۔ سو جن لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں ملے گا، وہ اپنا کارنامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور جو اس دنیا میں اندھا بن کر رہا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور راہ سے بالکل بھٹکا ہوا۔

(اے نبیؐ!) ان لوگوں نے اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ آپ کو فتنہ میں ڈال کر اس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے۔ تاکہ آپ ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑیں۔ اگر آپ ایسا کرتے تو وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ اور ایسا ہوتا تو ہم آپ کو دوگنا عذاب چکھاتے، زندگی میں بھی اور بعدِ موت بھی پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو بھی مددگار نہ پاتے۔ (۱۷/۷۵-۱)

کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس پر حضرت آدمؑ نے اس تحریر کے آخری جزو کا مطلب معلوم کیا تو ارشاد ہوا کہ محمدؐ تمہاری اولاد سے ہوں گے اور میرے بندے اور رسول ہوں گے۔ اسی طرح آپؐ سے متعلق پیش گوئی توریت اور زبور میں بھی موجود ہے جن کے اقتباسات صفحاتِ گذشتہ میں دیئے جا چکے ہیں۔

ان تمام تر متعینہ مراتب اور مدارج کے باوجود مشیت الٰہی یہی تھی کہ آپؐ کو ان تمام منازل سے گذارا جائے جن سے دیگر انبیاء علیہم السّلام بھی گذر چکے تھے۔ دوم آپؐ کی حیاتِ طیبہ کو قابلِ اتباع بنایا گیا۔ لہٰذا اس بنا پر بھی آپؐ کا ان پُر صعوبت اور پُر خطر وادیوں سے گذرنا ناگزیر ہوا۔ ورنہ لوگ ان راہوں کو قابلِ عبور اور قابلِ عمل ہی نہ سمجھتے۔ روحانی مراتب کسی بادشاہ کا تاج تو نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کے سر پر رکھ دیا جائے خواہ وہ اس کا اہل ہو یا نہ ہو۔

(اے نبیؐ!) اور قریب تھا کہ یہ (کافر) اس سرزمین سے آپ کے قدم اکھیڑ دیں تاکہ اس سے آپ کو نکال دیں اور اس حالت میں یہ بھی آپ کے بعد بہت کم ٹھہرنے پاتے ۔ (جیسا کہ ہمارا) دستور ان کے باب میں رہا ہے جنہیں آپ کے قبل ہم نے اپنا رسول بنا کر بھیجا تھا ۔ اور آپ ہمارے اس (دستور) میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے ۔

(اے نبیؐ!) نماز ادا کیجئے آفتاب ڈھلنے (کے بعد) سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) اور صبح کی نماز (فجر) بھی ۔ بے شک قرآن الفجر (فجر میں قرآن پڑھنا) وقتِ حضوری ہے (کہ فرشتوں کی آمد آمد ہوتی ہے) اور رات کے کچھ حصے میں ۔ سو اس میں تہجد پڑھ لیا کیجئے ۔ جو آپ کے حق میں زائد چیز ہے ۔ بعید نہیں کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود پر فائز کردے ۔

اسی لئے اسلام تقویٰ اور پرہیزگاری کو نسب پر ترجیح دیتا ہے ۔

لہٰذا حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب حق تعالیٰ کے ساتھ اپنی محبت اور اطاعت میں یکتا و یگانہ ہو گئے تو مرتبہ حبیبؐ سے نوازے گئے ۔ اسی راہ کی نشاندہی کرتے ہوئے آپؐ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ۔ ”اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو تمہاری غذا ہیں (یا تمہارے تصرف میں ہیں) اور مجھ سے محبت کرو بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرتا ہے ۔“

یہ حق تعالیٰ کی اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ محبت ہی تھی کہ آپؐ کو وہ روحانی مراتب عطا ہوئے کہ آپؐ سے قبل نہ کسی نبی کو ملے تھے اور نہ کوئی فرشتہ ان رفعتوں کو پہنچا تھا ۔ کہ آپؐ نے حق تعالےٰ کی زیارت فرمائی اپنے چہرے کی آنکھوں سے اور بارگاہِ رب العالمین سے سلام ہوا آپ پر اور بشارت دی گئی اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ ۔ اور آپؐ کا صدقہ عطا ہوا آپؐ کی امت کے ان فرمانبردار بندوں کو

اور دعا کیجئے۔ "اے میرے پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال۔ اور مجھے اپنی طرف سے غلبہ عطا فرما نصرت کے ساتھ ملا ہوا۔"

(اے نبیؐ!!!) اور آپ اعلان کر دیجئے۔ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے"۔ (۱۷/ ۸۱-۷۶)

جو آپؐ کی اتباع کرتے ہوئے محبت کی منازل پر گامزن ہوتے ہیں۔ ان کی محبّت میں جس قدر تفرید مستحکم ہوتی جاتی ہے اسی قدر ان کا تعلق الی اللہ قائم ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مقامِ محبوبیت سے نوازے جاتے ہیں اور یہی معراج ہے مقامِ بندی کی۔ محبوبِ سبحانی سیّدنا و مرشدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اسی مقامِ بندگی کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اگر کوئی یوں کہے کہ خدا کو کس طرح دیکھتے ہو؟ تو میں جواب دوں گا کہ جب بندے کے قلب سے مخلوق نکل جاتی ہے اور اس میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں رہتا تو حق تعالیٰ جس طرح بھی چاہتا ہے اسے اپنے آپ کو دکھا دیتا ہے اور اس کے قریب آجاتا ہے۔ جس طرح اس کو چیزیں دکھاتا ہے اسی طرح اس کو اپنی ذات باطناً دکھاتا ہے۔ اس کو اپنی زیارت کراتا ہے۔ جس طرح شبِ معراج میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زیارت کرائی تھی۔ یہ بندہ جس طرح خواب میں اس کی ذات دیکھتا اور اس کے قریب ہوتا اور اس سے باتیں کرتا ہے۔ اسی طرح کبھی بحالتِ بیداری بھی اس کا قلب اس سے باتیں کیا کرتا ہے۔"

اللہ اکبر! یہ مقامِ بندگی اور یہ حرمتِ انسان۔ کاش! ہم مقامِ مصطفٰےؐ کو سمجھیں۔ جن کی معراج کے صدقہ میں بارگاہِ ربّ العزت سے یہ مقامِ بندگی عطا ہوا۔

معراج کا دوسرا پہلو ہے مادّی۔ مادّیت کا علاقہ ہے خدمت اور خلامت کا

— اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں۔ اور ظالموں کا اس سے اور نقصان ہی بڑھتا ہے۔

— اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنی کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے۔
(۱۷/ ۸۲-۸۳)

تعلق ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوق سے۔ چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر انتہائی شفیق اور مہربان ہے لہٰذا مخلوق کی خدمت کرنے والوں اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے کی جانے والی کاوشوں کو پسند کرتا ہے۔ خواہ وہ صنعت و حرفت سے متعلق ہوں یا علم و دانش سے۔ ان کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہو یا خلائی وسعتوں سے۔ جو لوگ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ کی راہ۔ راہِ مستقیم کو اپناتے ہیں اور اس کے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دامن تھامے ہوئے مادی راہوں پر گامزن ہوتے ہیں وہ بھی رضائے الٰہی کے تحفۂ ربانی سے نوازے جاتے ہیں۔ اور یہی وہ مقامِ بندگی اور معراجِ انسانیت ہے جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ اس طرح سے مقامِ بندگی کا حصول ہر دو راہوں سے ممکن ہے خواہ روحانی منازل سے گذر کر ہو یا مادی راہوں کو عبور کر کے۔ محسنِ انسانیت رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اس کا لطیف امتزاج اور قابلِ اتباع نمونۂ اکمل ہے۔ آپؐ کی معراجِ مبارکہ سے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے دونوں راہوں کو اجاگر فرمایا تاکہ بندہ اپنی روحانی اور مادی ترقی کے لئے ان پر گامزن ہو سکے۔

انسان کی مادی ترقی کے لئے دو باتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

۱۔ متعین نظامِ حیات جسکی حدود میں رہتے ہوئے انسان اپنی دنیوی زندگی کی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔ یہ نظامِ حیات جس قدر مربوط اور بامقصد ہوتا ہے اسی حد تک انسان کی حرمت، عظمت اور سربلندی کا ضامن ہوا کرتا ہے۔

۲۔ ایسی قوت کا وجود جو نظامِ حیات کو متحرک رکھے۔ یہ قوت کہیں انسان کے

(اے پیغمبرؐ!) ان لوگوں سے کہہ دیجئے۔ "ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کر رہا ہے۔ اب یہ تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے۔"۹

(اے نبیؐ!) اور آپ سے یہ روح کی بابت پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے۔ "روح میرے پروردگار کے حکم سے (ہی) ہے۔ اور تمہیں علم تو تھوڑا ہی دیا گیا ہے"۔ اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے وہ سلب کرلیں۔ پھر اس کے لئے ہمارے مقابلے میں آپ کو کوئی حمایتی بھی نہ ملے۔ مگر یہ رحمت ہی ہے آپ کے پروردگار کی۔ بے شک اس کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے۔ چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں"۔ اور بالیقین ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا اعلیٰ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے لیکن اکثر لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔ اور یہ کہتے ہیں۔ "ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردو گے۔"

(۱۷/۸۴-۹۰)

اوہام کی تراشیدہ اور اس کے خودساختہ نظریات کی پیداوار ہوتی ہے۔ اور کہیں وہ قوت انسانی ادراک سے ماورا لیکن اس کے علم، فہم اور دانش کو پروان چڑھانے والی ہوتی ہے۔

اوّل الذکر کو طاغوتی اور آخر الذکر کو لاہوتی کہا جاتا ہے۔ طاغوتی قوت چونکہ انسان کی خودساختہ ہوتی ہے لہٰذا جس معاشرے پر اس کی حکمرانی ہوتی ہے وہاں انسانی حریت اور انسانی اقدار کی نشوونما کچل کر رہ جاتی ہے۔ ایسے معاشرے میں انسان بظاہر مادی اعتبار سے ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے لیکن درجۂ انسانیت سے

یا خود تمہارے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پیدا ہو جائے اور تم اس میں نہریں رواں کر دو۔ یا تم آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دو جیسا کہ تم دعویٰ رکھتے ہو۔ یا تم اللہ اور فرشتوں ہی کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دو۔ یا پھر تمہارے لیے کوئی گھر ہی سونے کا ہو۔ یا پھر تم آسمان پر چڑھ جاؤ۔ اور ہم تو تمہارے (آسمان) پر چڑھ جانے کا بھی یقین نہ کریں گے جب تک کہ تم ہمارے لئے (وہاں سے) ایک نوشتہ نہ اتار لاؤ جسے ہم پڑھ لیں۔"

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "پاک ہے میرا پروردگار۔ میں کون ہوں، مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔"

— اور جب اُن لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی تو ان کو ایمان لانے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔

(اے نبیؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ "اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ (اے نبیؐ!!!) آپ کہہ دیجئے۔ "اللہ بطور گواہ کے میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے۔

گر جاتا ہے۔ ایسا معاشرہ روحانی عظمتوں سے بھی نابلد رہ جاتا ہے۔ اس کی مادی ترقی ساز و سامان کی فراوانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس جس معاشرہ پر لاہوتی قوت سایہ فگن ہوتی ہے اس معاشرے کا ہر فرد جذبۂ حریت سے لبریز ہوتا ہے۔ چونکہ وہ اپنے جیسے انسان کا دستِ نگر ہونے کے بجائے مالکِ حقیقی کے زیرِ دست ہوتا ہے۔ اسی کی رہبری طلب کرتا ہے۔ اسی کی رہنمائی میں آگے بڑھتا ہے اور کون و مکاں کی قیود سے آزاد رہتا ہے۔ اس معاشرے میں ایک انسان دوسرے انسان کا تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ مونس، ہمدرد اور انسانیت کا خیر خواہ بن کر ابھرتا ہے۔ اعلیٰ اقدار کا حامل ہوتا ہے اور اعلیٰ اقدار کی تخلیق کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہ طاغوتی

بے شک وہی اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے۔

—اور جسے اللہ راہ پر لاتا ہے وہی راہ پاتا ہے۔ اور جسے وہ بے راہ کردے تو آپ ایسوں کا مددگار کسی کو بھی اللہ کے سوا نہ پائیں گے۔ اور ہم قیامت کے دن انہیں ان کے منہ کے بل چلائیں گے، اندھا اور گونگا اور بہرہ کر کے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب وہ آگ ذرا بھی دھیمی ہونے لگے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ سزا ہے ان کی اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا تھا اور کہا تھا کہ جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو بھلا کیا ہم اس وقت از سرِ نو پیدا کیے جائیں گے۔

—کیا وہ (منکرینِ حق) یہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر رکھا ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ایسوں کو پھر پیدا کر دے۔ اور اس نے ان کے لیے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرا شک نہیں۔ اس پر بھی ظالم لوگ بے انکار کیے نہ رہے۔

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجیے۔ وہ اگر دیکھیں) تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت ضرور تم (اس کے) خرچ ہو جانے کے اندیشہ سے (ہاتھ) روک لیتے۔ انسان ہے ہی بڑا تنگ دل۔ (۱۷/۱۰۰-۹۱)

طاقت کے زیرِ نگیں تھا۔ جہاں انسان اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے بتوں کو اپنا حاجت روا اور ان داتا سمجھتا تھا۔ وہ معاشرہ مادی طور پر خوش حال تو تھا۔ چونکہ دولت کی ریل پیل تھی، ہر طرح کے ساز و سامان کی فراوانی بھی تھی لیکن مادی ترقی سے قطعی نا آشنا تھا۔ چونکہ نہ تو وہاں انسانی حرمت کا کوئی تصور تھا اور نہ انسانی اعلیٰ اقدار کسی اہمیت کی حامل تھیں۔

جس معاشرہ میں انسان کا تقدس اور اس کی عظمت پامال ہو وہ کیوں کر ترقی پسند یا ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے۔ انسانی تقدس اور عظمت مشینوں کی زیادتی یا روٹی کی فراوانی

—۔ اور ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دی تھیں۔ جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے، سو آپ ان سے پوچھ دیکھئے، پھر فرعون نے ان سے کہا ''میں تو تمہیں اے موسیٰ سحر زدہ سمجھتا ہوں۔'' انہوں نے کہا ''تو خوب جانتا ہے کہ یہ عجائب بس آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے بھیجے ہیں۔ اور میں تجھے اے فرعون ہلاکت زدہ سمجھتا ہوں۔'' سو اس نے چاہا کہ ان کا قدم (اس) سرزمین سے اکھاڑ دے۔ سو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا۔ اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ سرزمین پر رہو بسو، پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے۔

— اور ہم نے اس (کلام) کو حق کے ساتھ نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہو گیا۔ اور (اے حبیبؐ!) ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور (یعنی متنبہ کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے۔ (۱۷/ ۱۰۵ – ۱۰۱)

سے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ انسانی تقدس اور انسانی عظمت کا تعلق انسان کی فکر و عمل کی آزادی سے ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے کلامِ ربانی میں افہام و تفہیم کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے بار بار انسان کو دعوتِ فکر دی گئی۔ گذری ہوئی اقوام کے قصّے بطور درسِ عبرت بیان کئے گئے کہ وہ غور و فکر کرے اور وہ راہ اختیار کرے جس میں اس کی عظمت، اس کی حرمت اور اس کی سربلندی کا راز مضمر ہے۔ واقعۂ معراج کے ذریعہ بھی لوگوں کو یہی پیغام دیا گیا کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے ہاتھوں بنائی ہوئی طاغوتی قوتوں کے سامنے جھکنے کے بجائے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھیں جو ان جیسے بشر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ لے گئی۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں اور وہ عظمت اور سربلندی عطا فرمائی جو پوری انسانیت کے لئے قابلِ فخر ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے ساتھ ہی درج بالا سورۂ مبارکہ

۔ اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں کو سنائیں اور اسے ہم نے (موقع موقع) سے بتدریج اتارا ہے۔ (اے حبیبؐ!!!) آپ کہہ دیجئے "تم اس پر ایمان لاؤ" جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انہیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا پروردگار۔ اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔ اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔ (سجدہ) (اے حبیبؐ!!!) آپ کہیئے۔ "اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔ اور آپ نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیئے اور نہ بالکل چپکے ہی چپکے پڑھیئے اور ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا طریقہ اختیار کیجئے۔ اور کہیئے "ساری حمد اسی اللہ کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ کوئی اس کا مددگار ہے کمزوری کی وجہ سے، اور اس کی خوب بڑائیاں کیجئے۔ (۱۷/۱۱۱-۱۰۶)

کی آیات ۲۲ تا ۳۹ میں وہ گرانقدر چودہ نکات بیان فرمائے جو ایک متعین، مربوط، صحتمند اور تعمیری نظامِ حیات قائم کرنے کیلئے ناگزیر ہیں۔ ان میں سے ایک ایک نکتہ اس بات کا ضامن ہے کہ اگر انسان ان پر عمل پیرا ہو تو وہ ایک صحت مند مادی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ بنیادی نکات تھے جن پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاشرۂ انسانی کی تعمیر کی جس کی مثال دینے سے دنیا آج بھی قاصر ہے۔ آپؐ کی مدنی زندگی، جس کا ذکر سلسلہ وار بعد اختتام مکی زندگی آئے گا اس امرِ حقیقی کی شاہد ہے کہ اس دور میں انسان جہاں روحانی عظمتوں سے روشناس ہوا وہاں مادی ترقی میں بھی پسماندہ نہیں رہا۔ اس دور کے مشرکین و منکرینِ حق کے مقابل غلامانِ مصطفےٰ کی مادی ترقی قابلِ رشک تھی۔ ان کی مادی ترقی ذریعہ تھی خدمتِ خلق کا، انسانی فلاح اور اس کی بہبود کا۔ انہوں نے مادیت سے بھرپور استفادہ تو کیا لیکن مادیت کی طرف راغب نہ ہوئے۔ یہی حبیبؐ ربانی محسنِ انسانیت معلم کی تعلیم تھی اور یہی آپؐ کا عمل۔ اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ ۔۔۔ (یقیناً دنیا کو ہم نے تمہارے لئے پیدا کیا اور تمہیں آخرت کے لئے۔)

اشاریہ

انبیاء علیہم السلام

اجدادِ مصطفیٰ ﷺ

دشمنانِ مصطفےٰ

شاہانِ مملکت

مغضوب اقوام

عیسائی علماء

کتب الٰہیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب و تدوین، تصنیف و تالیف میں جن تراجم و تفاسیر قرآن مجید، مجموعاتِ احادیثِ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر کتب سے بلاواسطہ یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام صاحب کتاب
۱	الاتقان	علامہ جلال الدین سیوطی ترجمہ مولانا محمد حلیم
۲	تفسیر الامامین الجلیلین	العلامہ جلال الدین محمد بن احمد المحلی والجرجلال الدین بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی
۳	تفسیر ابنِ کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر
۴	تفسیر عثمانی	مولانا شبیر احمد عثمانی
۵	خزائن العرفان فی تفسیر القرآن	مولانا سید محمد نعیم الدین قادری
۶	کنز الایمان ۔ ترجمہ	مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری
۷	ترجمان القرآن	مولانا ابو الکلام احمد آزاد
۸	بیان القرآن ترجمہ و تفسیر	مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۹	التوضیح العجیب ترجمہ و تفسیر	مولانا ابو القاسم محمد عتیق فرنگی محلی
۱۰	القرآن الحکیم ترجمہ و تفسیر ماجدی	مولانا عبد الماجد دریا آبادی
۱۱	ترجمہ	شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد
۱۲	ترجمہ	مرزا حیرت دہلوی
۱۳	ترجمہ	مولانا محمود الحسن
۱۴	فیوض القرآن	مرتبہ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی

نمبر شمار	نام کتاب	نام صاحب کتاب
۱۵	تفہیم القرآن	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
۱۶	تاریخِ طبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔ ترجمہ سید محمد ابراہیم
۱۷	طبقات ابنِ سعد	محمد بن سعد ترجمہ عبداللہ العمادی
۱۸	سیرت النبی کامل	ابن ہشام ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی و مولانا غلام رسول مہر
۱۹	مدارج النبوۃ	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۲۰	سیرۃ النبی	علامہ شبلی نعمانی و مولانا سید سلیمان ندوی
۲۱	دلائل النبوت	امام حافظ ابونعیم احمد
۲۲	زرقانی شرح مواہب	امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ ابنِ عباس رض
۲۴	تفسیر خازن	علامہ قاضی ناصرالدین ابی سعید عبداللہ بن عمر
۲۵	تفسیر مدارک	علامہ عبداللہ بن احمد نسفی
۲۶	تفسیر ابن ابی حاتم	علامہ عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم
۲۷	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج قشیری
۲۸	بخاری شریف	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
۲۹	مُسند احمد	امام احمد ابن حنبل شیبانی
۳۰	نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی
۳۱	بیہقی	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی
۳۲	مجاہد	حضرت مجاہد مولیٰ ابنِ عباس
۳۳	ابوداؤد	سلیمان بن اشعث السجستانی
۳۴	توریت	—
۳۵	زبور	—
۳۶	انجیل	زندہ کلام — شائع کردہ امریکہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام صاحب کتاب
۳۷	الفتح الربانی	مواعظ غوث الاعظم دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
۳۸	سیرت رسول اللہ	پروفیسر سید نواب علی
۳۹	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی
۴۰	انوار انبیاء	ادارہ تصنیف و تالیف
۴۱	اعلام النبوۃ	قاضی ابوالحسن الماوردی
۴۲	خیرالموانس	—
۴۳	قرآنِ مجید کا نزول اور وحی	محمود الحسن خسرو
۴۴	ابنِ عساکر	ابوالقاسم علی بن الحسن
۴۵	ابنِ ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی
۴۶	در منثور	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی
۴۷	البزار	ابوبکر احمد بن عبدالخالق
۴۸	شرح مشکوٰۃ	علامہ عبدالحق محدث دہلوی
۴۹	انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا	
۵۰	الذکر الحسین	مولانا محمد شفیع اکاڑوی
۵۱	تفسیر ابن جریر	
۵۲	تفسیر مظہری	
۵۳	ضیاء القرآن	پیر کرم علی
۵۴	مشکوٰۃ شریف	
۵۵	ترمذی	
۵۶	عربی میں نغتیہ کلام	
۵۷	تاریخِ ایران در عہد ساسانیاں	

جمالِ مُصطفےٰ

صلّی اللہ علیہ وسلّم

(دوسرا حصّہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گوشہ ہائے سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ بے حد شکر گذار اور ممنون ہوں حق سبحانہٗ تعالیٰ کا کہ اس کی اعانت، رہبری اور رہنمائی سے "جمالِ مصطفیٰ ﷺ" کی جلد دوم تکمیل کو پہنچی۔ یہ بھی اسی کا احسان و اکرام ہے کہ اس بندۂ ناچیز کی کاوش کو تمام مکتبہ ہائے فکر اور مختلف مسالک کے علمائے کرام اور دانشورانِ اسلام نے بہ نظرِ تحسین دیکھا اور اپنی قیمتی آرا سے نوازا۔

کتاب کی ترتیب و تدوین اور تصنیف و تالیف کے سلسلے میں گذارشات جلد اوّل ہی میں عرض کر چکا ہوں۔ یہاں مقصود صرف کچھ باتوں کی وضاحت ہے۔

چند واقعات کی ترتیب جس طرح زیرِ نظر کتاب میں آئی ہے اُس ترتیب سے مختلف ہو سکتی ہے جو سیر کی دیگر کتب میں ملتی ہے۔ مثال کے طور پر زیرِ نظر کتاب میں معراج کا واقعہ سورۂ بنی اسرائیل کے تحت جلد اوّل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ شعبِ ابو طالب میں محصوری اور طائف کے واقعات جلد دوم میں آئے ہیں۔ جبکہ ان واقعات کی ترتیب طبقات ابنِ سعد میں اس کے برعکس ہے چونکہ حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ سے مروی روایات کے بموجب معراج کا واقعہ ہجرت سے بارہ اور اٹھارہ ماہ قبل کا بیان کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ زیرِ نظر کتاب میں سورتوں کی ترتیبِ نزول وہی اختیار کی گئی ہے جو کہ حضرت ابنِ عباس سے مروی ہے۔ لہٰذا یہ اختلاف روایات کی بنا پر ہوا۔ اب یہ کام محققین کا ہے کہ وہ ان حقائق کی روشنی میں صحیح تاریخ اور عہد کا تعین کرنے کے لئے اس سمت قدم اٹھائیں۔

گو کہ زیرِ نظر کتاب میں شانِ نزول اور سورۃ میں بیان کردہ واقعات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سیرتِ طیبہ کے واقعات کو مربوط کیا گیا ہے لیکن بعض مقامات پر اجتناب بھی ہے چونکہ بہت سی سورتوں کی شانِ نزول نہیں ملتی۔ لہٰذا وہاں پر اس عہد کے اہم واقعات کو اس سورہ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے۔ جس کی مثال سورہ حٰمٓ اور اس سلسلے کی دیگر سورتوں کے تحت بیان کردہ واقعات ہیں۔

اسی طرح چند اور سورتیں ہیں مثلاً سورۂ سجدہ جس کے تحت حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے ساتھ آپؐ کے نکاح کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بہر صورت مقصود یہی پیشِ نظر رہا ہے کہ جس عہد میں سورۂ مبارکہ نازل ہوئی اسی عہد کے لگ بھگ زمانے کے واقعات کو مربوط کر دیا ہے۔ اگر اس ضمن میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو غفور الرحیم سے معافی کا خواستگار ہوں اور ساتھ ہی علمائے کرام اور دانشورانِ اسلام سے مستدعی ہوں کہ وہ اس کتاب کی کسی بھی غلطی کی طرف نشاندہی فرما کر ممنون فرمائیں۔

میں اپنے دوست ڈاکٹر حنیف احمد سعدی اور شاہ انصار حسین الٰہ آبادی کا ممنون ہوں کہ تصحیحِ کتاب کے لئے ان حضرات نے اپنا قیمتی وقت مجھے عطا فرمایا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

عبدالعزیز عرفی عفی عنہ

"الحفیظ" ۱/۱۶-ڈی III ناظم آباد۔ کراچی
۷ رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء

سُورۃ یُونسُ (پ ۱۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

الٓرٰ ! یہ آیات ہیں اس کتاب کی جو پُر حکمت ہے۔ کیا لوگوں کو اس پر حیرت ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجی کہ (وہ) لوگوں کو ڈرائیں اور جو ایمان لے آئیں ان کو خوشخبری سنائیں کہ ان کے لیے پروردگار کے پاس مقامِ صدق (عزت و سرفرازی) ہے (کیا اسی بات پر) کافروں نے کہا۔ "یہ شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تو کھلا جادوگر ہے۔" (۱۰|۲-۱)

مشرکین کے اعتراضات اور آپؐ کی قبلِ بعثت زندگی

حضور محسنِ انسانیت امام الانبیاء نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغامِ ربانی کی تبلیغ فرماتے ہوئے دس سال سے اوپر ہی کا زمانہ بیت چکا تھا لیکن تکذیب و تضحیک کا وہی سلسلۂ لامتناہی جاری تھا۔ مشرکینِ قریش کی جانب سے وہی طوفانِ بدتمیزی اور وہی سیلِ بغض و عناد سیاہ ناگ کی طرح ہر سو پھنکاریں مار رہا تھا۔ آپؐ نے دعوتِ توحید پیش کی، ان گنت خداؤں کی جگہ معبودِ واحد کا پتہ بتایا تو یہ مشرکینِ مکہ آپؐ کے جانی دشمن ہو گئے، کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔ آپؐ نے کلامِ ربانی پیش کیا تو ان ظالموں نے قرآنِ حکیم کو آپؐ کی شاعری اور من گھڑت قرار دیا۔ آپؐ نے بحکمِ الٰہی روزِ آخر کا ذکر کر کے اعمال کی جزا و سزا کی بات کی تو وہ لوگ آپؐ کو مجنون کہنے لگے۔ آپؐ سے نبوت کی نشانیاں مانگا کرتے تھے تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے ذریعہ قمر کو دو نیم ہوتے ہوئے بھی دکھا دیا۔ لیکن وہ تو ہٹ دھرم تھے

۲

(اے لوگو!) حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا پھر عرش (تختِ حکومت) پر جلوہ گر ہوا جیساکہ اس کی شان کے لائق ہے۔ ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے۔ کوئی (اس کے حضور) سفارش کرنے والا نہیں مگر ہاں بعد اُس کی اجازت کے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، سو اسِ کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔ (۱۰/۳)

آپؐ کی نبوت کا بھی انکار کرتے رہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو تسلیم کرنے سے بھی گریزاں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج اپنی رفعتوں سے نوازا تو اس کی ایک جھلک مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر کا اظہار بھی کر دیا کہ منکرینِ حق اس کی قدرتِ کاملہ کو سمجھ لیں اور اُس کے رسولؐ اور اُس کے حبیبؐ کے مقامِ نبوت کو بھی تسلیم کر لیں۔ لیکن وائے ہٹ دھرمی وہ تو ابھرتے ہوئے سورج کی روشنی میں رہتے ہوئے بھی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے قلوب پر سیاہی کے پردے پڑے تھے۔ اُن کی خواہشاتِ نفس نے اُن کی عقلوں کو مفلوج کر رکھا تھا۔ نضر بن حارث مشرکین کی نمائندگی کرتے ہوئے فخریہ کہتا تھا۔ "یارب تیرے نزدیک اگر یہ نیا دین (اسلام) حق ہے تو ہمارے اوپر پتھر برسا دے۔" لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی شفیق اور مہربان ہے۔ وہ اپنے سرکش بندوں کی جلد بازی اور ہٹ دھرمی کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اسی لئے وہ بندوں کو بار بار غور و فکر اور سمجھ سے کام لینے کی دعوت دیتا رہا ہے۔ لہٰذا درج بالا آیات میں پھر وضاحت کی گئی کہ جن آیات کی

تم سب کو اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے۔
بے شک اسی نے خلق کو پہلی بار پیدا کیا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا
تاکہ انصاف کے ساتھ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور نیک
عمل کے مرتکب ہوئے۔ اور جن لوگوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا ان کے
لئے پینے کو کھولتا پانی اور عذابِ دردناک ہے۔ اس سبب سے کہ وہ
انکارِ حق کرتے رہے۔ اللہ وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا
اور چاند کو روشن۔ اس کے لئے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم برسوں کا شمار
اور حساب جان لیا کرو۔ اللہ نے یہ (چیزیں) بے مقصد نہیں پیدا کی
ہیں۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم
رکھتے ہیں۔ یقیناً رات اور دن کے الٹ پھیر میں اور ہر اس چیز میں جو اللہ نے
زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو اللہ
سے ڈرتے رہتے ہیں (۱۰/ ۶-۴)

تکذیب کی جا رہی ہے وہ تو درحقیقت ایسی کتاب کی آیات ہیں جو کہ سراسر حکمت
ہی حکمت ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے نبی (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر
اس لئے وحی کی جاتی ہے کہ وہ اُن لوگوں کو ڈرائیں جو اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت
کاملہ کے منکر ہیں تاکہ وہ گمراہی، ضلالت، شرک اور فسق و فجور کی پستیوں اور تاریکیوں سے
نجات پا سکیں۔ اور اہلِ ایمان بندوں کو خوشخبری دیں کہ اُن کے اعمالِ صالحہ کی جزا عزت
سرفرازی اور پروردگارِ عالم کی خوشنودی ہے۔ فطری شواہد کی طرف پھر دلائل کے ساتھ
توجہ دلائی گئی لیکن وہ مشرکین تو اسی طرح اپنی تکفیر اور تکذیب پر قائم تھے۔ حق کے بھی منکر اور
اور آپؐ کی نبوت اور رسالت کے بھی منکر۔ لہٰذا حق تعالےٰ نے ان ظالموں کی توجہ

— حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے ملنے کی امید ہی نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے اور اسی سے جی لگائے بیٹھے ہیں اور وہ جو ہماری آیات سے غفلت کرتے ہیں اُن لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے بسبب اس کے جو وہ کرتے دھرتے رہے۔

— بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے اُن کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے سیدھی راہ دے گا نعمت بھری جنتوں میں۔ ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی — وہاں اُن کی صدا ہوگی "پاک ہے تو اے اللہ" ان کی دعا یہ ہوگی — "سلامتی ہو" اور اُن کی ہر بات کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

— اگر کہیں اللہ لوگوں کے ساتھ برائی کا معاملہ کرنے میں بھی اتنی ہی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ دنیا کی بھلائی مانگنے میں کرتے ہیں۔ تو ان کی مہلتِ عمل کبھی کی ختم کر دی گئی ہوتی — لیکن ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے ہیں ان کو سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑے رکھتے ہیں۔ (۱۰/۱۱-۷)

اپنے حبیبؐ کی سابقہ زندگی کی طرف مبذول کرائی کہ تم جس ہستی کو جھٹلا رہے ہو اس کی سابقہ زندگی کے ایک ایک رُخ کو اچھی طرح جانتے ہو۔ چونکہ آپؐ کی ولادتِ باسعادت اسی شہر مکہ میں ہوئی تھی، اسی بلد الامین کی فضاؤں میں آپؐ پروان چڑھے تھے لہٰذا آپؐ کے ظاہر و باطن کو یہ مشرکین مکہ اسی طرح جانتے تھے جس طرح کہ کوئی شخص اپنے گھر کے فرد کی عادات و خصائل، طور و طریق اس کے مزاج اُس کی پسند و ناپسند کو سمجھتا ہے۔

— اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے ۔ لیٹے بھی اور بیٹھے بھی اور کھڑے بھی ۔ پھر جب ہم اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا ۔ اسی طرح حد سے گزر جانے والوں کے لئے ان کے کرتوت خوشنما بنا کر دکھائے جاتے ہیں ۔

لوگو ! ! اور بے شک ہم نے تم سے پہلی نسلوں کو ہلاک کر دیا جب وہ حد سے بڑھے (ظلم کی روش میں) ۔ اور ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا ۔ اسی طرح ہم مجرموں کو ان کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں ۔ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں ان میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو ۔

— جب انہیں ہماری صاف صاف آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ، تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ، کہتے ہیں ۔ " اس کے بجائے کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو ۔ "

(اے حبیب !) ان سے کہئے ۔ " میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے ترمیم کر دوں ۔ میں تو بس اسی کی پیروی کروں گا جو میرے پاس وحی سے پہنچتا ہے ۔ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں یوم عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں ۔ " (۱۰ / ۱۵ ـ ۱۲)

ان ہی منکرینِ حق میں وہ سردارانِ قریش بھی تھے جو آپ کے عہدِ طفولیت میں ابو طالب کے شریکِ کارواں تھے جب کہ سفرِ تجارت کے دوران بحیرہ نامی عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی تھی ۔ اور اس نے عبد اللہ کے بارہ سالہ یتیم کے متعلق

(اے حبیبؐ!!) آپ کہدیجیے۔ "اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں نہ تم کو یہ کلام پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تم کو اس کی اطلاع کرتا۔ اور میں تو اس سے پہلے تمہارے درمیان اپنی ایک عمر گذار چکا ہوں۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۱۶/۱۰)

اللہ کا نبی ہونے کی پیش گوئی کی تھی۔ اہلِ مکہ اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھے کہ کعبہ کی تعمیرِ نو کے وقت سنگِ اسود کی تنصیب پر جب تلواریں میانوں سے باہر آ چکی تھیں تو آپؐ کی فراست اور دانش نے کس طرح اس خون خرابے کو مسرت و شادمانی کے نعروں میں تبدیل کر دیا تھا۔ اہلِ مکہ نے آپؐ کی بھرپور جوانی کو تقدس کی آغوش میں ابھرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ اہلِ مکہ نے جہاں آپؐ کی یتیمی اور بے سروسامانی دیکھی تھی وہاں آپؐ کی امانت داری اور صداقت کا مشاہدہ بھی کیا تھا اور فخریہ آپؐ کو الامین اور الصادق کہا کرتے تھے۔ اہلِ مکہ اس حقیقت کے بھی معترف تھے کہ آپؐ نے نہ تو کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ دینی تربیت کہ جس کا تعلق اس پیغام اور اس کلامِ ربانی سے ہو جو کہ آپؐ پیش فرما رہے تھے۔ مشرکینِ قریش اس حقیقت کے بھی معترف تھے کہ آپؐ کی سابقہ زندگی میں کسی بھی مقام پر جھوٹ، فریب، مکر، ریا، نفاق حسد، بغض، خود فریبی و خود نمائی کا اظہار نہ ہوا تھا۔ اور یہی وہ وجوہ تھے کہ جن کی بنا پر بعثت سے قبل آپؐ اہلِ مکہ کے لئے بلا امتیازِ قبیلہ و کنبہ قابلِ فخر حیثیت کے حامل تھے۔ آپؐ کی صداقت کے تو اس درجہ قائل تھے کہ بعثت کے بعد ہرقل شاہِ روم نے بھرے دربار میں جب ابوسفیان سے جو کہ اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے اور دشمنانِ رسولؐ میں پیش پیش تھے

— اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یقیناً مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔
(۱۰/۱۷)

دریافت کیا کہ کیا تمہارے نئے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جھوٹ کبھی ثابت ہوا ہے، تو تمام تر مخالفت کے باوجود انہوں نے آپؐ کی صداقت کا اعتراف کیا تھا۔ لیکن یہی لوگ آپؐ کو مسلسل جھٹلا رہے تھے۔ کلامِ حق کو آپؐ کی من گھڑت اور شاعری کہہ رہے تھے اور آپؐ سے اب مطالبہ کر رہے تھے کہ کلامِ ربانی میں ترمیم کر کے ہمارے بتوں کا ذکر بھی شامل کر لو۔ لہٰذا آپؐ نے واضح طور پر بحکمِ ایزدی فرما دیا کہ میں تو اسی کی پیروی کروں گا جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے چونکہ پروردگار کی نافرمانی کرتے ہوئے مجھے خود یومِ آخر عذاب کا ڈر ہے۔ اللہ اکبر کیسا ارفع و اعلیٰ مقامِ رسالت اور کیسا عظیم احساسِ بندگی۔

(بحوالہ ابنِ کثیر۔ خزائن العرفان)

۵ دشمنِ رسولؐ مسیلمہ کذّاب — سردارانِ قریش کے علاوہ دیگر مشرک قبائل کے لوگ بھی محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور مخاصمت میں کم نہ تھے۔ ان ہی میں مسیلمہ کذّاب نامی ایک شاعر بھی تھا۔ طبعاً لااُبالی، خود بینی و خود فریبی کا شکار اور اس پر طرّہ یہ کہ نبوت اور نزولِ وحی کا دعوے دار۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور دشمنانِ حق اس کے بے تکے کلام کی بڑی واہ واہ کرتے اور یہ اپنی حماقتوں پر پھولا نہ سماتا۔ ہر ایک کو کلامِ ربانی کے جواب میں اپنا کلام سُناتا اور فخریہ کہتا کہ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اُس کی خود ساختہ وحی بھی ملاحظہ ہو۔

یہ مشرکین) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں۔ اور (یہ مشرکین) کہتے ہیں کہ یہ (بت) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

(اے حبیبؐ) آپ کہدیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ (۱۰/ ۱۸)

الفیل وما الفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب قصیر و خرطوم طویل (ہاتھی۔ ہاتھی یعنی کیا؟۔ کیا تم سمجھے کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے اس کی دم چھوٹی اور سونڈ لمبی ہوتی ہے)

مضمون کی تک بندی سے پتہ چلتا ہے کہ اس ظالم نے یہ تک بندی غالباً سورۃ الفیل سنکر کی ہوگی۔ اسی طرح اس کی ایک اور خانہ ساز "وحی" اس کے جھوٹ کا مظہر ہے

"والعاجنات عجنا والخابزات خبزا واللاقمات لقما حالۃ وسمنا ان قریشا قوم یعتدون (قسم ہے آٹا گوندھنے والیوں کی، روٹی پکانے والیوں کی۔ سالن اور گھی میں نقمے چور چور کر کھلانے والیوں کی کہ قریش بڑی ظالم قوم ہے) ایسی نہ جانے کتنی حماقتیں تھیں جن پر مسیلمہ کذاب اترا تا پھرتا تھا۔

ایک مرتبہ مسیلمہ کی عمرو بن العاص سے کہ ابھی وہ مشرکین میں شامل تھے کہیں ملاقات ہوئی۔ مسیلمہ کہنے لگا۔ "عمرو! تمہارے نبیؐ پر کوئی نئی وحی آئی ہے۔" انہوں سورۃ والعصر سنائی۔ مسیلمہ کہنے لگا۔ "ایسی وحی تو مجھ پر بھی آئی ہے سنو!۔ یا وبر! یا وبر! انما انت اذنان وصدر و سائرک حقل و نقر۔" (اے وبر! اے وبر! (جانور) تیرے کان اور ابھرا ہوا سینہ ہی نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ باقی تمام جسم تو ہیچ پیچ ہے) پھر خود ہی داد طلب کرنے کے لئے کہنے لگا۔ "کہو عمرو وحی کیسی ہے۔" عمرو بن العاص

—— اور انسان تو ایک ہی طریقہ پر تھے۔ پھر انہوں نے اختلاف کیا۔ اور اگر (اے انسان!) تیرے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے نہ ہو چکی ہوتی تو یہیں ان کے اختلافوں کا ان پر فیصلہ ہو گیا ہوتا —— اور کہتے ہیں (یہ مشرک کہ) ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی۔

(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے "غیب تو اللہ کے لئے ہے۔ سو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ (۱۰/ ۲۰-۱۹)

کہنے لگے۔ "مسیلمہ! مجھے تو تمہاری وحی کے جھوٹ ہونے کا پکا یقین ہو گیا ہے۔"

اللہ اکبر کیا اعجازِ ربانی ہے کہ دشمنِ حق کو اسی جیسے مشرک کی زبانی جھوٹا قرار دلا دیا۔ جھوٹ بہر حال جھوٹ ہی ہوتا ہے اور صاحبانِ بصیرت پر تو جلد ہی آشکار ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہٗ تعالےٰ نے درج بالا آیات نمبر ۱ میں مسیلمہ کذاب اور اس جیسے دوسرے دشمنانِ حق اور دشمنانِ رسولؐ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹ باندھتے ہیں اور اس کی آیات کو جھٹلا کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہ اور ان جیسے لوگ درحقیقت اللہ کے مجرم ہیں اور یہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

(بحوالہ ابن کثیر۔ خزائن العرفان)

ہے۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب ہم ان کو رحمت کا مزا دیتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملہ میں چال بازیاں شروع کر دیتے ہیں۔ (اے نبیؐ!) ان سے کہو۔ "اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔ اس کے فرشتے تمہاری سب مکاریوں کو قلم بند کر رہے ہیں۔"

(اے لوگو!) وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں لئے لئے پھرتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوائے موافق کے ذریعہ خوشی خوشی سفر کر رہے ہوتے ہو کہ یکایک ہوائے مخالف کا زور آجاتا ہے، ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے۔ اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں خالص اس کے بندے ہو کر کہ "اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم یقیناً تیرے شکر گذار بندوں میں ہوں گے۔" پھر جب وہ (اللہ) انہیں نجات دے دیتا ہے تو وہ فوراً ہی زمین پر ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔

(اے لوگو!) تمہاری یہ سرکشی تمہاری ہی جانوں کا وبال ہے۔ دنیوی زندگی چند روزہ نفع ہے۔ پھر ہماری ہی طرف تمہاری واپسی ہے۔ پھر ہم تمہیں جتلا دیں گے جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔ (۱۰/۲۳-۲۱)

آپؐ کی دعا سے عذابِ قحط دور ہوا

حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے جس صبر، تحمل اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ ہو رہا تھا وہ بجائے خود ایک دعوتِ حق تھا اور رہتی دنیا تک کے لئے قابلِ اتباع نمونۂ اکمل۔ اس کے برعکس منکرینِ حق کی طرف سے ظلم و ستم، دل آزاری و ہمت شکنی کی مسلسل کاوشیں۔ اب تو یہ عالم ہو چلا تھا کہ منکرین و مشرکین

(اے نبیؐ!) ان (مشرکین) سے پوچھو۔ "کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون کان اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے۔ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ اور کون نظامِ عالم کی تدبیر کرتا ہے۔؟" ــــ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔

(اے نبیؐ!) تو کہئے۔ "کیوں نہیں (اللہ سے) ڈرتے۔ یہ اللہ ہی تو تمہارا سچا پروردگار ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا رہ گیا۔ آخر تم پھر کدھر چلے جا رہے ہو۔"

(اے نبیؐ!) اس طرح آپ کے پروردگار کی بات سرکشی کرنے والوں کے حق میں پوری ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

(۱۰/۳۳ - ۳۱)

ازراہِ تمسخر آپؐ سے کہتے۔ "محمدؐ! اگر تم سچے ہو تو اپنے خدا سے کہدو کہ ہمارے اوپر عذاب بھیج دے۔" ایک تو شرک و معصیت کی زندگی میں گرفتار اور پھر یہ دیدہ دلیری۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تو سمیع و بصیر ہے۔ وہ تو ہمارے قلوب میں آنے والے وسوسوں تک کو جانتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر جس قدر شفیق اور مہربان ہے اسی قدر اس کا غیظ و غضب بھی شدید ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت و مغفرت کا دامن ڈالے ان کی خطاؤں اور کوتاہیوں کو درگذر کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح بندوں کو اپنی عقل و فہم کو کام میں لانے اور حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔ لیکن جب بندے ہی تمام حدود سے گذر کر اتمامِ حجت کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو اپنے

(اے پیغمبرؐ!) ان (مشرکین) سے پوچھئے۔ "کیا تمہارے (خود تجویز کردہ) شرکاء میں کوئی ہے جو پہلی بار پیدا کرے پھر دوبارہ بھی (پیدا) کرے" (اے پیغمبرؐ!) آپ کہدیجئے۔ "وہ صرف اللہ ہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (پیدا) کرے گا۔ پھر تم یہ کس الٹی راہ پر چلے جارہے ہو۔"

(اے پیغمبرؐ!) ان سے پوچھئے۔ "کیا تمہارے (خود ساختہ) شرکاء میں کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟" کہیئے۔ "وہ صرف اللہ ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ تو پھر جو کوئی حق کی راہ دکھاتا ہے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو (خود ہی) راستہ نہیں پاتا بلکہ اسے راہ بتائی جائے۔ آخر اے لوگو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیسے الٹے الٹے فیصلے کرتے ہو۔"
(۱۰/۳۵-۳۴)

کو مستحقِ عذاب بھی بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ مغضوب اقوام کے ساتھ ہوا۔ یہ بھی حق تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ بے پایاں شفقت ہی ہے کہ اس کی ناراضگی یکلخت عذابِ شدید کی صورت اختیار نہیں کرتی بلکہ بطور تنبیہ اُس کی ناراضگی کہیں رزق کی تنگی بن کر ظاہر ہوتی ہے تو کہیں بیماریوں کی یلغار ہوتی ہے۔ کہیں مصائب کا ہجوم تو کہیں وہی پتے ہوا دینے لگتے ہیں جن پر انسان تکیہ کرتا ہے۔ کہیں عزیز غیر بن جاتے ہیں اور دوست دشمن۔ اعمالِ بد خوشنما معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اور اس طرح بندہ حق تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

مشرکین مکہ نے حبیب اللہ تعالیٰ کے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

— حقیقت یہ ہے کہ ان (نافرمانوں) میں سے اکثر لوگ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور یقیناً گمان تو حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

— اور اس قرآن کی یہ شان ہی نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بغیر اللہ کی وحی کے بنالے۔ بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے اس کلام کی جو کہ پہلے آچکا ہے۔ اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ (قرآن) تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔

— کیا یہ لوگ قرآن کی نسبت کہتے ہیں کہ اس شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے خود بنالیا ہے؟

(اے حبیبؐ!) آپ ان (منکرین) سے کہئے۔ "اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لئے بلا لو۔"

— اصل یہ ہے کہ جو چیز ان کے احاطۂ علم میں نہیں آئی اور جس کا انجام ان کے سامنے نہیں آیا۔ اس کو انہوں نے (خواہ مخواہ) جھٹلا دیا۔

(اے حبیبؐ!) اسی طرح تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لائیں گے اور کچھ نہیں لائیں گے۔ آپ کا پروردگار ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ (۱۰/۴۰-۳۶)

ساتھ مذکورہ رویہ قائم رکھا اور ہٹ دھرمی اور دیدہ دلیری پر اُتر آئے تو

(اے حبیبؐ!) اگر وہ آپ کو جھٹلاتے رہیں تو کہدیجئے۔ یہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے۔ تم اس پر بری الذمہ ہو کہ جس پر میں عمل کر رہا ہوں اور میں اس سے بری الذمہ کہ جس پر تم عمل کر رہے ہو۔"
(اے نبیؐ!) اور ان (منکرینِ حق) میں بعض ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں ـــــ تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے جبکہ وہ سمجھ سے بھی کام نہ لے رہے ہوں؟ اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکیں گے جبکہ وہ بصیرت سے کام بھی نہ لے رہے ہوں؟
۔ یقیناً اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ البتہ لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (۱۰/۴۲-۴۴)
(اے نبیؐ!) اور انہیں اس دن کی یاد دلایئے جب اللہ ان کو حشر میں اٹھائے گا (تو یہی دنیا کی زندگی انہیں ایسی محسوس ہوگی) گویا یہ محض ایک گھڑی بھر آپس میں جان پہچان کرنے کو ٹھہرے تھے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ناراضگی قحط بن کر نازل ہوئی۔ قحط کیا تھا؟۔ ایک بلائے مسلسل۔ سورج کی وہ حدت کہ الامان والحفیظ۔ آسمان پر بگولے رقصاں اور زمین پر چٹخ چٹخ کر ریزہ ریزہ۔ نہ ابر نہ باراں۔ نہ گھاس نہ پات۔ اناج کے ذخیرے ختم ہو گئے۔ جانور بھوکوں مر گئے جو بچے انہیں کاٹ کاٹ کر کھا لیا گیا۔ بتوں کے حضور گڑ گڑا کے سارے مشرکانہ جتن کر ڈالے لیکن قحط سالی شدید سے شدید تر ہوتی چلی گئی۔ جب تمام مشرکانہ راہوں پر ناامیدی ہوئی تو اللہ کے حبیبؐ کی بارگاہ میں آئے۔ ابوسفیان نے عرض کیا۔ "آپؐ اللہ سے دعا

(اس وقت تحقیق ہو جائے گا کہ) فی الواقع سخت گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہرگز وہ راہِ راست پر نہ تھے۔ اور اگر ہم آپ کو (کچھ حصہ اس عذاب کا) دکھا بھی دیں جس کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں۔ یا اس سے پہلے ہی ہم آپ کو اپنے پاس بلا لیں بہر حال انہیں آنا ہماری ہی طرف ہے۔ اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔

— ہر امت کے لیئے ایک رسول ہے۔ پھر جب کسی امت کے پاس اس کا رسول آجاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے۔ اور اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور یہ (منکرین) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب) کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو۔؟

(اے نبیؐ!!!) آپ کہہ دیجئے۔ "میں اپنی جان کے بُرے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ وقتِ معین آجاتا ہے تو وہ لوگ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔" (۱۰/۴۹-۵۰)

(اے پیغمبرؐ!) ان سے کہیئے۔ "کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ کا عذاب اچانک رات کو یا دن کو آجائے (تو تم کیا کر سکتے ہو؟)۔"

— (آخر) اس میں کون سی چیز ایسی ہے جس کے لیئے مجرمین جلدی مچا رہے ہیں۔ جب وہ آ ہی پڑے گا کیا جب اس کا یقین کرو گے۔

کریں کہ یہ بلا ہم سے ٹل جائے۔" مشرکین نے یہ بھی کہا کہ ہم سے مصیبت ٹل گئی تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ محسنِ انسانیت حبیبِ رحمانی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ

۔۔۔اب بچنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود ہی اس کے جلدی آنے کا تقاضا کر رہے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزا چکھو۔ جو کچھ تم کماتے رہے ہو۔ اس کی پاداش کے سوا اور کیا بدلہ تم کو دیا جا سکتا ہے (اے پیغمبر!) اور یہ آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ "کیا وہ عذاب برحق ہے؟" آپ کہہ دیجئے۔ "میرے پروردگار کی قسم! یہ بالکل برحق ہے۔ اور تم کسی طرح (اللہ کو) ہرا نہیں سکتے ہو۔"

۔۔۔اگر ہر اس شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے، روئے زمین کی دولت بھی ہو تو اس عذاب سے جان چھڑانے میں دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔۔۔ جب یہ لوگ اس عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے۔ مگر ان کے درمیان پورے انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا۔ کوئی ظلم ان پر نہ ہو گا۔۔۔ سنو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ سن رکھو!! اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اور اسی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے۔
(١٠ا٦٥۔۔۔٥٠)

الرحمٰن الرحیم میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اللہ کی رحمت بادوباراں بن کر برس چھا گئی پیاسی دھرتی جل تھل ہو گئی۔ بنجر زمین میں زندگی کی کونپلیں مسکرانے لگیں۔ مکہ کی وحشت برستی گلیوں میں چہل پہل لوٹ آئی۔ لیکن یہ ظالم مشرک جلد ہی بھول گئے کہ انہوں نے اپنی مصیبت کے وقت اللہ کے حبیب احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد مانگی تھی اور کوئی وعدہ بھی کیا تھا۔ خوشحالی آئی تو ان لوگوں کی وہی بداعمالیاں اور سرکشیاں شروع ہو گئیں، پھر حضور سرور کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف وہی پُر فریب مکارانہ چالیں چلنے لگے۔

— اے لوگو! تمہارے پاس نصیحت (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے آگئی ہے اور شفا بھی (ان بیماریوں کے لئے) جو سینہ میں ہوتی ہیں اور ایمان والوں کے لئے تو حق میں ہدایت اور رحمت ہے۔ (لہٰذا اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی اس پر لوگوں کو خوشی منانی چاہیئے۔ یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔ (۱۰/۵۸-۵۷)

(اے حبیبؐ!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ سناتے ہو۔ اور اے لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو۔ اور تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

سن لو! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم۔ یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کئے رہے۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (اور اے نبیؐ!) آپ ان کی باتوں کا غم نہ کریں بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔ وہی سننے والا جاننے والا ہے۔
(۱۰/۶۵-۶۱)

حق سبحانہ تعالیٰ نے اسی سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اپنے حبیبؐ سے کہا کہ آپؐ ان ظالم لوگوں سے کہہ دیں کہ تمہاری تمام چال بازیوں کو اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور اس کی خفیہ تدبیر کے آگے تم لوگ نہیں جیت سکتے — لہٰذا اپنی سرکشی سے باز آؤ اور غور کرو کہ خشکی و تری میں تمہاری رہبری کون کرتا ہے۔

اور جب تم مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے ہو تو وہی تو تمہاری مدد

(اے پیغمبرؐ!) آپ انہیں نوح کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے قوم سے کہا۔ "اے میری قوم! اگر تم پر میرا قیام اور اللہ کی آیات سنا سنا کر تمہیں غفلت سے بیدار کرنا تمہارے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا ہے تو میرا بھروسہ اللہ پر ہے۔ تم اپنے جھوٹے معبودوں کو ساتھ لے کر ایک متفقہ فیصلہ کر لو اور جو منصوبہ تمہارے پیشِ نظر ہو اس کو خوب سوچ سمجھ لو تاکہ اس کا کوئی پہلو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر اس کو میرے خلاف عمل میں لے آؤ اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا (تو میرا کیا نقصان کیا)۔ میں تم سے کسی اجرت کا طلبگار نہ تھا۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں۔" (۱۰/۲/۷۱–۷۲)

پھر نوح کے بعد ہم نے مختلف پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا اسے پھر مان کر نہ دیا۔ ہم اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں۔ (۱۰/۴/۷)

کرتا ہے تو پھر تم لوگ کیوں غور نہیں کرتے۔ اس چند روزہ زندگی پر کیوں اتراتے ہو؟ لیکن وہ ظالم مشرکین تو اندھوں اور بہروں کی طرح تھے کہ نہ فطری شواہد سے ہی استفادہ کر سکتے تھے اور نہ منطقی دلائل ہی سے قائل ہوتے تھے۔ حق بینی وحق فہمی تو جیسے ان کے لئے بعید از عقل باتیں تھیں۔

(بحوالہ ابن کثیر۔ خزائن العرفان۔ تفہیم القرآن)

قرآن انسانیت کا نقیب اور معجزۂ رسولؐ | نزولِ قرآن حکیم جس طرح انسان کی سربلندی اور عظمت کا نقیب تھا اسی طرح آپؐ کا ایک معجزۂ عظیم بھی تھا۔ درحقیقت انبیاء علیہم السلام

— پھر ہم نے ان (پیغمبروں) کے بعد موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ سو انہوں نے (بھی) تکبر کیا۔ اور وہ لوگ تھے ہی مجرمین۔ سو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (۱۰/۶۔۷۵)

— اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا۔ اور ہم نے انہیں نفیس چیزوں کا رزق عطا کیا سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ اُن کے پاس علم (حق) آ گیا (تو انہوں نے باہم اختلاف و انحراف شروع کر دیا) یقیناً آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ (۱۰/۹۳)

سے معجزات کے ظہور کا مقصد ہی یہ تھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو تسلیم کرتے ہوئے حق پر ایمان لے آئے اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے جس میں اس کی اپنی سربلندی اور عظمت کا راز مضمر ہے۔

حضرتِ موسیٰؑ کے زمانہ میں فنِ جادوگری نے اس درجہ ترقی کی کہ لوگ جادوگروں کے شعبدوں کو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کو بھول گئے اور شرک و گمراہی کی پستیوں میں جا گرے۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی رہبری و رہنمائی کے لئے حضرت موسیٰ کو مبعوث فرمایا اور بصورت عصا وہ معجزہ عطا کیا کہ وہ بڑے بڑے جادوگروں کے شعبدوں پر غالب آیا۔ عوام الناس تو ایک طرف خود جادوگر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے دور میں فنِ طب نے وہ ترقی کی کہ لوگ اطباء کے آگے اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ راہِ مستقیم سے دور جا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو صحت مند بنا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا بہت سی مخلوق نے ان معجزات

۔۔۔ (اے نبیؐ!) اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو روئے زمین پر جتنے بھی لوگ ہیں سب ہی ایمان لے آتے۔ پھر کیا آپ لوگوں پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ مومن ہو جائیں۔؟ کسی شخص کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ۔۔ وہ گندگی ڈال دیتا ہے ان لوگوں پر جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۱۰/۱۰۰۔۹۹)

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "لوگو! اگر تم ابھی تک میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اسی اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے۔

کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے آگے سرِ تسلیم خم کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جادو ٹوٹکوں اور اسی قبیل کی دوسری باتوں سے کہیں آگے نکل چکا تھا۔ گو یہ باتیں بھی کسی نہ کسی شکل میں قائم تھیں لیکن انسان ذہنی طور پر ارتقائی منزلیں طے کر رہا تھا۔ یہ دور تھا جب کہ اہل عرب اپنی فصاحت و بلاغت اور لسانی حلاوت میں کسی کو اپنا مقابل ہی نہ سمجھتے تھے۔ بڑے بڑے اہلِ قلم اور دانشور اپنے اپنے شہ پاروں کو کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیتے کہ کوئی دوسرا ان کے مقابلے پر اپنا زورِ قلم دکھائے۔ ذہنی اور فکری ارتقا کے ساتھ حسب و نسب کا غرور بھی اپنی جگہ پر تھا۔ فصاحت و بلاغت میں خود ستائی و خود فریبی کا یہ عالم تھا کہ انسانی حدود اور اخلاقی اقدار بے معنی ہو کر رہ جاتی تھیں۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے ذریعہ کلام ربانی عطا فرمایا کہ جس میں راہِ مستقیم کی واضح نشاندہی بھی تھی اور فصاحت و بلاغت حلاوت و جامعیت بھی ایسی کہ بڑے سے بڑا دشمن رسولؐ بھی جب کلام الٰہی سنتا تو کچھ دیر کے لئے تو انگشت بدنداں رہ جاتا۔ لیکن لعنت ہو اس کبر و غرور

اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں بھی ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اپنا رخ خالصتاً دین کی طرف کر لوں۔ اور کہیں مشرکوں میں نہ ہو جانا۔ اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ بُرا۔ اور اگر ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہو گا۔ اور اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے۔ اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو رد کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اور وہ درگذر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(۱۰/۱۰۷-۱۰۴)

اور اس خود فریبی پر کہ جب کلامِ ربانی کا کوئی جواب نہ بن پاتا تو یہ ظالم کہتے کہ یہ محمدؐ کی من گھڑت ہے اور جادو ہے۔ درج بالا آیات میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی و تشفی فرمائی اور مشرکین کو تنبیہ۔ مندرجہ بالا سورۂ مبارکہ کے آخری حصے میں ایک بار پھر حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کے واقعات کو پیش کیا گیا تاکہ دشمنانِ رسولؐ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ان کی مسلسل مخالفت اور دشمنی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو مشرکین و منکرینِ حق کا ہر دور اور ہر زمانے میں طریقہ رہا ہے۔ انہوں نے حضرت نوحؑ کی بھی مخالفت کی۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بھی دشمنی کا برتاؤ کیا اور اسی طرح کے مظالم کئے جو کہ اب مشرکینِ مکہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے تھے۔ ان انبیاء علیہم السلام کی مدد اور پشت پناہی اللہ ہی نے کی تھی اور وہی اللہ ہادیٔ مرسل نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء کی مدد فرما رہا تھا۔ لہٰذا حضور محسنِ انسانیت حبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ ربی درج بالا آیات کی روشنی میں واضح طور پر اعلان فرما دیا کہ اے لوگو! اگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیئے گئے دلائل اور شواہد

(اے حبیبؐ!!) آپ کہدیجئے۔ "اے لوگو!! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے۔ اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اس کی راست روی اسی کے لئے مفید ہے۔ اور جو گمراہ ہے اس کی گمراہی اسی کے لئے تباہ کن ہے۔ اور میں تمہارے اوپر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔"

(اے حبیبؐ!!!) اور آپ اسی کی پیروی کئے جایئے جو آپ پر وحی کیا جاتا ہے اور صبر کئے رہیئے یہاں تک اللہ فیصلہ صادر کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۱۰/۱۰۹-۱۰۸)

فطری کے باوجود اس دینِ اسلام کے متعلق کسی شک میں مبتلا ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ میں تو اسی اللہ کی عبادت کرتا ہوں جس کے قبضہ میں تمہاری جان ہے۔ میں تمہاری طرح مشرکوں میں سے نہیں۔ لہٰذا تم بھی کسی ایسے کی بندگی نہ کرو جو نہ تمہاری بھلائی کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ برائی کا۔ اور جب تم مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہو تو اللہ ہی تم کو اس مصیبت سے نکالتا ہے۔ اور اللہ ہی تم پر فضل کرتا ہے اس کے فضل کو دنیا کی کوئی طاقت رد نہیں کر سکتی۔ یہی حق ہے۔ یہی راہِ ہدایت ہے۔ اس کو قبول کرو گے تو فائدہ پاؤ گے۔ اس سے دور رہو گے تو تباہی تمہاری منتظر ہے۔

کس قدر واضح اور کس قدر سادہ تھی آپؐ کی دعوتِ حق کہ اس نورِ ہدایت کی شعاعیں آج بھی راہِ انسانیت کو منور کئے ہوئے ہیں۔

سُورۃ ھُود (پ۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓرٰ ! یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں اور پھر صاف صاف بیان کی گئیں ہیں حکیم باخبر کی طرف سے۔ (اس مضمون کے ساتھ) کہ کسی کی عبادت نہ کرو مگر اللہ کی۔ بے شک میں اس کی طرف سے خبردار کرنے والا بھی ہوں اور خوشخبری دینے والا بھی۔
(اور یہ مضمون بھی ہے) کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو پھر اسی کی طرف رجوع کئے رہو تو وہ تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا ایک مدتِ خاص تک۔ اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا زیادہ اجر دے گا۔ اور اگر تم روگردانی کرتے رہے تو مجھے تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ تم سب کو اللہ ہی کی طرف جانا ہے اور وہ ہر شئے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

سنو! سنو!! وہ (مشرک) لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کئے دیتے ہیں تاکہ اپنی باتیں اللہ سے چھپا سکیں۔ سنو! سنو!! وہ لوگ (مشرکین) جس وقت اپنے کپڑے پیٹتے ہیں (اس وقت بھی) وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ ان کے دلوں کے اندر کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ (۱۱/۵-۱)

مشرکین کی مسلسل تکذیبِ حق اور آپؐ کو اندیشۂ عذاب

حضور محسنِ انسانیت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل بڑی کٹھن اور پر خطر تھی۔ آپؐ کو واسطہ تھا ایسی قوم سے جو متضاد خیالات کا مجموعہ تھی۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کو ربّ کعبہ بھی کہتے تھے اور دوسری طرف لات و ہبل نامی بتوں اور اسی قبیل کی لاتعداد مورتیوں کو شریک خدا بنا کر کعبہ میں

(اے نبیؐ! ان منکرینِ حق کو یہ امید لگی ہوئی ہے کہ) شاید آپ کچھ حصہ اس میں سے چھوڑ دیں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ اور کیا آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ لوگ (منکرین) یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی اکرمؐ) پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا یا اس (نبی اکرمؐ) کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ آپ تو خبردار کرنے والے ہیں اور ہر چیز کا کارساز تو اللہ ہی ہے۔

(اے نبیؐ!) کیا یہ (منکرین) کہتے ہیں کہ آپؐ نے یہ کتاب خود اپنے جی سے بنالی ہے؟ آپؐ کہہ دیجئے۔ "تم ایسی (اپنے جی سے) بنائی ہوئی دس سورتیں ہی لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا (اپنی مدد کے لیے) جن جن کو بھی تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر وہ (تمہارے معبود) تمہاری مدد کو نہیں پہنچتے تو جان لو کہ یہ (قرآن) اللہ ہی کے علم سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ (بھی یقین کر لو) کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ پھر کیا تم اب بھی مسلمان ہوتے ہو۔؟ (۱۱/۱۴ا۔۱۲)

سجا رکھا تھا۔ حسب و نسب پر فخر ایسا کہ کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے اور حرکات سفلوں اور کمینوں سے بھی بدتر کہ جس سے انسانیت بھی شرماتی تھی۔ تعلیم سے دوری لیکن اپنی فصاحت و بلاغت پر اس قدر نازاں کہ کسی کو ہم پلہ ہی نہ گردانتے تھے۔ اسی تضاد نے انہیں اخلاقی اور معاشرتی پستیوں میں ڈھکیل دیا تھا کہ جہاں بغض و حسد، کینہ و غیبت، فسق و فجور، خود ستائی و خود فریبی جیسی دشمنِ انسانیت لعنتیں ان کی نظروں میں خوشنما بن گئیں تھیں۔ اور ان ہی وجوہ کی بنا پر ہادی مرسل نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح اور ہر مقام پر مخالفت کی جا رہی تھی۔

آپؐ کی مخالفت کرنے والوں میں ابوجہل، ابولہب اور اس کی بیوی اُمِ جمیل جیسے حاسدین بھی تھے کہ جو ہمہ وقت آپؐ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھا کرتے

ــــ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے پروردگار کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا۔ سنو! سنو!! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر، جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس کے راستہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔ (۱۱/۱۹-۱۸)

ــــ (اور ایسے ہی حالات تھے کہ جب) ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ (اس نے کہا) ـــ" میں تم لوگوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ ورنہ مجھے اندیشہ ہے تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ــ" تو اس کی قوم کے سردار جنہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا، بولے ــ" ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس ان لوگوں نے جو ہم میں سے بالکل رذیل ہیں بے سوچے سمجھے تمہاری پیروی اختیار کرلی ہے۔ اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم لوگ ہم سے بڑھے ہوئے ہو۔ بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں ــ" (۱۱/۲۷-۲۵)

تھے۔ آپؐ کے رنج پر خوشی کا اظہار کرتے اور آپؐ کی خوشی پر مغموم ہوتے تھے۔ آپؐ کے دشمنوں میں اخنس بن شریق جیسے منافقین بھی تھے جو کہ بظاہر آپؐ سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتے تھے لیکن درپردہ آپؐ کے خلاف سازشیں کرنے والوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ یہ ظالم آپؐ کو آتا ہوا دیکھتے تو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپنے کی کوشش کرتے جس طرح شترمرغ ریت میں اپنا سر چھپا کر سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے وجود کو دنیا سے چھپا لیا ہے۔ کاش! یہ ظالم منکرینِ حق اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمجھتے کہ جو سب کے قلوب میں آنے والے وسوسوں تک کو جانتا ہے۔ اور وہی اپنے حبیبؐ پر اُن کی

(اسی طرح کی باتیں جاری رہیں) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا تو ہم نے (نوحؑ سے) کہا کہ ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو اور اپنے گھر والوں کو بھی، بجز ان کے جن پر حکم نافذ ہو چکا ہے" اس میں سوار کر لو اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے ہیں ۔۔ اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوحؑ کے ساتھ ایمان لائے تھے ۔۔ (۴۰/۱۱)

۔۔ اور ارشاد (باری تعالیٰ) ہوا "اے زمین اپنا سارا پانی نگل جا۔ اور اے آسمان تھم جا"۔ اور پانی گھٹ گیا اور کام پورا ہو گیا ۔۔ کشتی جودی پر ٹک گئی اور کہہ دیا گیا۔ "دور ہوئی ظالموں کی قوم۔" (۴۴/۱۱)

(اے حبیبؐ! غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپؐ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ آپؐ ان کو جانتے تھے اور نہ آپؐ کی قوم ۔ پس صبر کیجیے، یقیناً نیک انجامی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

۔۔ اور (قوم) عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا "اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ باقی تم نے محض جھوٹ گھڑ رکھے ہیں ۔۔ اے میری قوم!! میں تم سے اس کام پر کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو بس اسی کے ذمّہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے ۔۔ تو کیا تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے ۔۔ اور اے میری قوم کے لوگو!!

پوشیدہ باتوں کو آشکار فرمادیا کرتا تھا۔

ان ہی دشمنانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن امیہ مخزومی جیسے بدطینت و بدقماش لوگ بھی تھے جو آپؐ کو ایذا دینے کی خاطر آپؐ سے

اپنے پروردگار سے اپنے گناہ معاف کراؤ پھر اسی کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں ترقی دے گا۔ اور مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔"

— وہ (منکرین) بولے۔ "اے ہود! تم ہمارے سامنے کوئی سند تو لے کر آئے نہیں اور ہم اپنے دیوتاؤں کو چھوڑنے والے نہیں (محض) تمہارے کہہ دینے سے اور ہم کسی طرح تم پر یقین کرنے والے نہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تمہارے اوپر ہمارے کسی دیوتا ہی کی مار پڑی ہے۔"

ہود نے کہا۔ "میں اللہ کی گواہی پیش کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک قرار دیتے رہتے ہو۔" (۱۱/۵۴-۴۹)

— اور جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا انہیں سخت عذاب سے نجات دی

— اور یہ قوم عاد تھی کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور یہ ظالموں سرکشوں کے حکم کی پیروی کرتے رہے — اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگ گئی اور قیامت کے دن بھی لگی رہے گی۔

— سن لو! قوم عاد نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔ خوب سن لو!! دور پھینک دیئے گئے عاد — ہود کی قوم کے لوگ۔ (۱۱/۶۰-۵۸)

طنزیہ جملے کہتے اور اپنے دلوں میں خوش ہوتے۔ یہی ابن امیہ کہتا "اے محمدؐ! تم کہتے ہو کہ تمہارا اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو وہ تم پر ایک خزانہ کیوں نہیں اتار دیتا تاکہ تم محنت و مشقت کی زندگی سے بچ جاؤ۔" اور کبھی آپؐ سے کہتا۔ "محمدؐ! اپنے خدا سے کہو کہ وہ تمہارے لئے ایک فرشتہ بھیج دے تاکہ وہ ہمہ وقت تمہارے ساتھ رہے اور تمہاری رسالت کی تصدیق کرتا

— اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو ہم نے بھیجا وہ بولے۔
" اے میری قوم ! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی بھی
معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں اس زمین پر آباد
کر دیا۔ سو تم اس سے گناہ معاف کراؤ اور اسی کی طرف متوجہ رہو۔
بے شک میرا پروردگار قریب ہے اور دعا سننے والا۔" وہ بولے۔
" اے صالح ! تم تو اس سے پہلے بڑے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ کیا
تم ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتے ہو جن کی پرستش ہمارے
باپ دادا کرتے تھے۔ اور ہم تو اس کی طرف سے بڑے شک میں ہیں، تردّد
میں پڑے ہوئے ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو۔" (۱۱/۶۲-۶۱)
— پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان کو جو ان کے ساتھ
ایمان لے آئے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔

رہے۔" اسی طرح کی اور نہ جانے کیا کیا باتیں یہ دشمنانِ رسولؐ کیا کرتے تھے اور
اپنے دلوں میں خوش ہوتے کہ ہم نے محمدؐ کو ایذا پہنچائی۔ نعوذ باللہ من ذالک کسی
کو ایذا دے کر خوش ہونا دشمنانِ حق ہی کا طریقہ ہو سکتا ہے حق پرستوں کا شعار
نہیں۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ مشرکینِ قریش کی ایک ٹولی حرم کعبہ میں مقام حجر پہ
جمع تھی۔ موضوعِ بحث حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھا۔
یہ ظالم آپؐ کے خلاف خوب دریدہ دہنی کر کے اپنے دلوں کی بھڑاس نکال رہے
تھے کہ دفعتاً ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ آپؐ
نے دشمنانِ حق کی پروا کیے بغیر حجر اسود کو بوسہ دے کر بیت اللہ کا طواف شروع کر دیا
جونہی آپؐ ان دشمنانِ حق کے قریب سے گذرے تو انہوں نے آپؐ پر طنزیہ
جملے کسے۔ آپؐ ان کی پروا کیے بغیر وہاں سے گذر گئے۔ دوسری بار جب آپؐ پھر
ان کے قریب سے گذرے تو انہوں نے پھر آوازے کسے۔ آپؐ نے پھر ان کی

بے شک تمہارا پروردگار قوی عزت والا ہے۔ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے دھر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح اوندھے پڑے رہ گئے کہ گویا وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

خوب سن لو! قوم ثمود نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔

خوب سن لو!! دور پھینک دیئے گئے ثمود۔ (۱۱/ ۶۸-۶۶)

— اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کی آمد سے وہ (لوط) بہت گھبرائے، تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے۔ "آج بڑی مصیبت کا دن ہے۔" (ان مہمانوں کا آنا تھا کہ) ان کی قوم کے لوگ بے اختیار ان کے گھر کی طرف دوڑ پڑے — اور وہ پہلے ہی سے ایسی بدکاریوں کے خوگر تھے۔ (لوط) بولے "اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں (بھی تو موجود) ہیں۔ یہ تمہارے حق میں پاکیزہ ہیں سو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو — کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے؟"

(۱۱/ ۷۸-۷۷)

— پھر جب ہمارے فیصلہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا (الٹ کر رکھ دیا) اور اس پر کنکر والے پتھر لگاتار برسائے۔ جن میں سے ہر پتھر آپ کے پروردگار کے ہاں سے نشان زدہ تھا — اور وہ (مقام) ان ظالموں (مشرکینِ مکہ) سے کچھ دور بھی نہیں ہے۔

طرف کوئی توجہ نہ کی اور طوافِ کعبہ میں مصروف رہے۔ تیسری مرتبہ پھر انہوں نے گستاخانہ جملے کہے۔ غالباً آپؐ کی خاموشی ان کی ہمت افزائی کا سبب ہوئی تھی، لہٰذا اس مرتبہ آپؐ ان ظالم بدبخت مشرکین کے سامنے رک گئے اور فرمایا۔

"اے معشرِ قریش! اچھی طرح سن لو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

—— اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ وہ بولے "اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے بجز اس کے کوئی معبود بھی نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ میں تو تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیرے گا — اور اے میری قوم!! ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین پر فساد کرتے نہ پھرو۔ اللہ کی دی ہوئی بچت تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔ اور بہر حال میں تمہارے اوپر نگہبان تو نہیں ہوں۔" وہ (منکرینِ حق) کہنے لگے۔ "اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں۔ یا اس کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں۔ ہاں جی! تم ہی تو عقلمند اور نیک چلن رہ گئے ہو۔"
(۱۱/ ۸۴ —— ۸۷)

ہیں میری جان ہے کہ تم جیسے لوگوں کے لئے قتل و ذبح لے کر آیا ہوں۔" مشرکین نے جو ایسے الفاظ سنے تو ان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ سب پر اس طرح سناٹا چھا گیا جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ طواف کر کے واپس تشریف لے گئے۔ دوسرے دن آپؐ جونہی حرم کعبہ میں تشریف لائے تو دشمنانِ حق نے آپؐ کو چہار طرف سے گھیرے میں لے لیا اور کہنے لگے —— "محمدؐ! تم ہمارے معبودوں اور مذہب کو برا کہتے ہو۔" آپؐ نے انتہائی متانت کے ساتھ مستحکم لہجہ میں جواب دیا —— "ہاں اس لئے کہتا ہوں کہ تم لوگوں کی فلاح اللہ کو لاشریک سمجھنے اور اسی کی عبادت کرنے میں ہے۔" اسی دوران باطلانِ حق میں سے کسی نے آپؐ کی ردائے مبارک

اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے بچا لیا شعیب کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمتِ خاص سے۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔ گویا کہ وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی نہ تھے۔

خوب سن لو! مدین والے بھی دور پھینک دیئے گئے جس طرح ثمود پھینکے گئے تھے۔

— اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور ایک روشن دلیل کے ساتھ بھیجا فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس — وہ لوگ فرعون ہی کے حکم پر چلتے رہے اور فرعون کا کام راستی کا نہ تھا۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا۔ پھر ان کو دوزخ میں جا اتارے گا اور بری جگہ ہے وہ جہاں یہ اتارے جائیں گے۔ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی لگی رہے گی۔ کیسا برا ہے یہ صلہ جو کسی کو ملے۔ (۱۰|۹۴-۹۹)

کا دامن پکڑا کہ وہ آپؐ پر حملہ آور ہو جائے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق تشریف لے آئے۔ انہوں نے جو آپؐ کو اس طرح دشمنوں کے نرغے میں دیکھا تو فوراً آپؐ کے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ "اے قریش! اللہ تم کو ہلاک کر دے کہ تم ایسے شخص کو ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ جو یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا پروردگار ہے۔" دشمنانِ رسولؐ کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ غرض وہ سب منتشر ہو گئے۔

ایک طرف مشرکین قریش کی یہ برہنہ جارحیت تھی کہ آپؐ کے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے اور دوسری طرف آپؐ ان ظالموں کی فلاح کے لئے اس درجہ متفکر

__ یہ چند بستیوں کی سرگذشت ہے جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ ان میں سے بعض قائم ہیں اور بعض ختم ہی ہو گئیں۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انہوں نے آپ ہی اپنے اوپر ستم ڈھایا۔ سو ان کے وہ معبود ان کے کچھ بھی کام نہ آئے جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے جبکہ آپ کے پروردگار کا حکم آ پہنچا۔ اور وہ الٹے ان کی ہلاکت ہی بڑھاتے رہے۔ (۱۱/ ۱۰۱-۹۴)

__ اور بالیقین ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی کتاب دے چکے ہیں اور اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا تھا۔

تھے کہ ان باطلانِ حق کے کرتوتوں کی بنا پر آپؐ کو یہ اندیشہ ہو چلا تھا کہ ان پر کہیں وہ عذابِ الٰہی نازل نہ ہو جائے جو مغضوب اقوام پر نازل ہوتا رہا ہے۔ یہ جذبات درحقیقت مخلوقِ خدا سے آپؐ کی بے پایاں شفقت کا مظہر تھے۔ آپؐ کو ہر حال میں فلاحِ انسانیت کی فکر دامن گیر تھی۔ کچھ اسی طرح کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ! میں دیکھتا ہوں کہ آپؐ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔؟" محسنِ انسانیت نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شَیَّبَتْنِی ھُوْدُ وَاَخَوَاتُھَا (مجھ کو سورہ ہود اور اس کی ہم مضمون سورتوں، نے بوڑھا کر دیا ہے۔)

درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات بھی ان ہی حالات کی شاہد ہیں جن کے ذریعہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے منکرینِ حق کو پھر ایک بار دعوتِ حق دی کہ وہ اس پیغامِ حق کو قبول کریں جو ختم الرسل دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے پیش فرما رہے تھے۔ ان آیات میں ایک طرف قومِ نوحؑ، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوطؑ، قومِ شعیب اور فرعونِ موسیٰ، کے واقعات کو اس طور پر پیش کیا گیا ہے کہ باطلانِ حق درسِ عبرت حاصل کریں اور اچھی طرح سمجھ جائیں کہ جب اللہ کی بارگاہ سے فیصلۂ آخر صادر ہو جاتا ہے تو پھر کسی رو رعایت کی گنجائش نہیں رہتی۔ ان ہی آیات کے ذریعہ بارگاہِ ربانی

اور اگر ایک بات آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی نہ طے کر دی گئی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا — اور یہ لوگ اس کی طرف سے شک کرکے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ بے شک سب ہی ایسے ہیں کہ آپ کا پروردگار انہیں ان کے اعمال کے (عوض) پورا پورا دے گا۔ بے شک جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کی وہ پوری خبر رکھتا ہے۔

(پس اے نبیؐ!) آپ قائم رہیئے جیساکہ آپ کو حکم ہوا ہے (اور وہ لوگ بھی) جو تائب ہو کر آپ کے ہمراہ ہیں — اور اے لوگو! سرکشی نہ کرو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (۱۱/۱۱۲ — ۱۱۰)

— اور (اے لوگو!) ان کی طرف مت جھکو جو ظالم ہیں اپنے حق میں ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ چھو جائے گی اور اس وقت اللہ کے سوا کوئی تمہارا رفیق نہ ہوگا۔ پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی۔

— اور آپ نماز کی پابندی رکھیئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں بدیوں کو۔ یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ اور صبر کرتے رہیئے بیشک اللہ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۱/۱۱۵ — ۱۱۰)

— اور (اے حبیبؐ!) یہ پیغمبروں کے قصّے جو ہم آپ کو سناتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

سے آپؐ کے قلبِ حزیں کو تقویت عطا ہوئی کہ آپؐ ان منکرین حق کی باتوں سے تنگ دل نہ ہوں۔ ایسی باتیں تو باطلانِ حق ہر دور اور ہر زمانے میں اللہ کے ہر نبی کے ساتھ ہی کرتے آئے ہیں لیکن نصرت آخر کار اللہ تعالےٰ کے نبیوں ہی کو ملی ہے۔

اور ان قصوں کے اندر آپ کے پاس حق پہنچا ہے اور اہلِ ایمان کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔

(اے حبیبؐ!!) اور آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہے ہیں۔ اور تم انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں ـــــ اور اللہ ہی کے لئے ہیں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور سارے امر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں ـــــ (اے حبیبؐ!!!) تو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر توکل کیجئے۔ اور آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

(۱۱/۱۲۳-۱۲۰)

کس قدر دشوار اور حوصلہ شکن تھی آپؐ کی منزل لیکن قربان جایئے اس مثالی صبر و تحمل کے جس میں تکان کے آثار تو نمایاں ہو جاتے تھے لیکن آپؐ کی ہمت اور آپؐ کا حوصلہ ایک چٹان کی مانند مستحکم اور بلند ہی رہتے تھے۔

(بحوالہ بخاری، مسلم، ابن کثیر، ابن ہشام، خزائن العرفان، تفہیم القرآن)

سورۃ یوسف (پ ۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓرٰ ! یہ ایک واضح کتاب کی آیات ہیں۔ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس کو قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم اسے سمجھو۔

(اے نبیؐ) ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے بہترین پیرائے میں واقعات اور حقائق آپ سے بیان کرتے ہیں۔ ورنہ اس کے قبل آپ اس سے بے خبر تھے۔

— (یہ ذکر ہے اس وقت کا) جب یوسف نے اپنے والد سے کہا۔ "اے ابا جان! میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں، سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔" اس کے باپ نے کہا۔ "اے میرے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا، ورنہ وہ تمہارے ساتھ کوئی چال چل کر رہیں گے — بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ اور اسی طرح تمہارا پروردگار تم کو (اپنے کام کے لئے) منتخب کرے گا اور تمہیں باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔ اور تمہارے اوپر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت اسی طرح پوری کرے گا جس طرح وہ اس سے پہلے تمہارے بزرگوں ابراہیم اور اسحاق پر کر چکا ہے۔ یقیناً تمہارا پروردگار علم و حکمت والا ہے۔ (۱۲/۶-۱)

آپؐ کے مخالفین میں یہودیوں کی شمولیت

حضور محسنِ انسانیت ختمی مرتبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق عام کئے دس برس سے اوپر کا زمانہ بیت چکا تھا۔ آپؐ کی شہرتِ نبوت سرزمین عرب کی حدود سے باہر یورپ اور افریقہ کے ملحقہ علاقوں کے شاہی درباروں، عیسائی راہبوں کی خانقاہوں اور علمائے یہود

؎ بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں بڑی نشانیاں ہیں ان سے پوچھنے والوں کے لیئے۔ (قابلِ ذکر ہے وہ وقت) جب اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا۔ "یوسف اور اس کا (حقیقی) بھائی ہمارے باپ کو ہم سے کہیں زیادہ پیارے ہیں۔ حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ بے شک ہمارے باپ تو بالکل بہک گئے ہیں۔ چلو یوسف کو قتل کر دو یا اسے کہیں زمین میں پھینک آؤ تاکہ تمہارے والد کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے۔ اور یہ کام کر لینے کے بعد پھر نیک ہو جانا۔" اُن میں سے ایک بولا۔ "یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو کہ اسے کوئی راہ گیر نکال لے جائے۔ اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو۔" (بعدہٗ اپنے باپ کے پاس جاکر) وہ بولے۔ "اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا ہے کہ یوسف کے معاملے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ (جنگل) بھیج دیجیئے کہ میوے کھائے اور کھیلے کودے۔ اور ہم اس کے محافظ تو ہیں ہی" (ان کے باپ یعقوبؑ نے) کہا۔ "مجھے بھی رنج ہو گا کہ تم اس کو لیئے جاتے ہو اور پھر مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس کی طرف سے بے خبر رہو۔" وہ کہنے لگے۔ "اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک پوری جماعت موجود ہوں تو ہم بالکل گئے گذرے ہی ہوئے۔"
(۱۲/۱۴-۷)

کی مجلسوں تک پہنچ گئی تھی۔ مشرکین تاجروں کے قافلے جب بیرونِ عرب جاتے تو وہ آپؐ کی مخالفت میں وہاں پر بھی سب ہی کچھ کہتے لیکن اصل حقیقت کا اظہار نہ کرتے۔ اس طرح سے آپؐ کی مخالفت جزیرۃ العرب کے اندر بھی کر رہے تھے اور باہر بھی۔ لیکن آپؐ کا عزم پیہم اسی استقامت کے ساتھ قدم بہ قدم منزلِ حق کی جانب رواں تھا۔ آپؐ کی طرف سے مسلسل حلم و ردا داری

— پھر جب وہ اس کو لے گئے اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں (تو جیسا طے کیا تھا ویسا ہی کیا) تو ہم نے یوسف کو وحی کی "ایک وقت آئے گا جب تم ان لوگوں کو ان کی یہ حرکت بتاؤ گے۔ اور اس وقت وہ جانتے بھی نہ ہوں گے۔"

— اور رات ہوئے وہ (برادرانِ یوسف) روتے پیٹتے اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا۔ "اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ اور آپ تو کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے گو ہم کیسے ہی سچے ہوں۔" اور وہ اس کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا لائے تھے۔ ان کے باپ نے کہا۔ "تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔ سو صبر ہی اچھا ہے۔ اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔"

— اور ادھر ایک قافلہ آنکلا۔ سو ان لوگوں نے پانی لانے کے لئے اپنا سقہ بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول ڈالا تو (یوسف کو دیکھ کر) پکار اٹھا۔ "واہ واہ یہ تو ایک لڑکا نکل آیا۔"

صبر و تحمل، ایثار و اعلیٰ ظرفی کا اظہار ہو رہا تھا اور اس کے برعکس مشرکین و منکرین کی طرف سے مکاری، عیاری اور نت نئی سازشوں کا سلسلہ جاری تھا۔

سرزمینِ عرب بالخصوص وادیٔ طیبہ میں آباد یہودیوں میں بھی آپؐ کے خلاف سرگوشیاں شروع ہو گئیں تھیں۔ خاص طور پر ان کے علماء اور سربرآوردہ لوگ گو ان سے آپؐ کا تعلق نہ تھا اور نہ کسی طرح کا ٹکراؤ لیکن پھر بھی وہ آپؐ کو مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے۔ آپؐ کے مخالفین سے اظہارِ ہمدردی بھی کرتے تھے اور ان کی مخالفانہ باتوں میں دلچسپی بھی لیتے تھے۔ یہ درحقیقت ان کا جذبۂ حسد تھا یا جذبۂ مخاصمت ورنہ آپؐ پیغام تو وہی پیش فرما رہے تھے جو توریت میں پیش

اور پھر ان لوگوں نے یوسف کو مالِ تجارت قرار دے کر چھپا لیا۔ اور اللہ خوب واقف تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ اور انہوں نے یوسف کو بہت کم قیمت پر گنتی کے چند درہم کے عوض فروخت کر دیا۔ اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔

۔ مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ "اس کو اچھی طرح رکھنا بعید نہیں کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے بیٹا بنالیں"۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سرزمین میں قدم جمانے کی صورت نکالی اور انہیں معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا۔ اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں قوتِ فیصلہ اور علم عطا کیا۔ اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں۔ (۱۲/ ۲۲-۱۵)

کیا گیا تھا۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ مشرکینِ قریش کے چند لوگ علمائے یہود کی محفل میں شریک تھے کہ دورانِ گفتگو یہود نے منکرینِ قریش کو ایک بات سجھائی کہ ذرا اپنے پیغمبر صاحب سے یہ سوال تو کرو کہ بنی اسرائیل تو بیت المقدس اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں آباد تھے یہ لوگ مصر کب اور کیوں چلے گئے جیسا کہ قرآن میں حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں کہا گیا ہے۔ اہلِ عرب بالخصوص قبائلِ قریش اس بات سے قطعی ناواقف تھے۔ اس کا تذکرہ نہ ان کی روایات میں تھا اور نہ حکایات میں۔ اور نہ کبھی اس بات کی وضاحت آپؐ کی زبانِ دُر فشاں سے ہوئی تھی۔

قریش یہودیوں کی اس تجویز پر بہت خوش ہوئے۔ انہیں یقین تھا کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ ہو گا۔ اور اس طرح وہ نہ صرف آپؐ کی، بلکہ کلامِ ربانی کی تکذیب کرنے میں بھی حق بجانب ہوں گے۔

— اور جس عورت (زلیخا) کے گھر میں وہ تھے وہ انہیں اپنا مطلب حاصل کرنے کو پھسلانے لگی ۔ اور ایک روز دروازے بند کر کے بولی کہ بس آجاؤ — یوسف نے کہا ۔ "اللہ کی پناہ ! وہ (زلیخا کا شوہر) تو میرا مربیّ ہے ۔ اس نے مجھے کیسی اچھی طرح رکھا ہے ۔ بے شک ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے ۔" اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور انہیں بھی اس کا خیال ہو چلا تھا اگر اپنے پروردگار کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا ۔ اسی طرح (ہم نے انہیں بچا دیا) تاکہ ہم ان سے بُرائی اور بے حیائی کو دور رکھیں — وہ بے شک ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے — اور پھر دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور اس نے ان کا کُرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا ۔ دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر کو موجود پایا ۔ اسے دیکھتے ہی عورت کہنے لگی ۔ "کیا سزا ہے اس کی جو تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے ۔ اس کے سوا اور سزا ہی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے سخت دکھ کی مار (دی جائے) (۱۲/۲۵-۲۳)

اور اگر آپؐ نے اس بات کا جواب معلوم کرنے کے لئے کسی یہودی سے مشورہ کیا تو ان کا سارا بھرم کھل جائے گا ۔ لہٰذا اسی سازش کے تحت ایک دن بھرے مجمع میں کفارِ قریش نے بڑی تمکنت کے ساتھ آپؐ سے سوال کیا ۔ "محمدؐ ! ذرا اپنے اللہ سے یہ پوچھ کر تو بتاؤ کہ بنی اسرائیل کب اور کیسے مصر جا کر آباد ہوئے کہ بعد میں حضرت موسیٰؑ نے انہیں نجات دلائی —" اللہ کے حبیبؐ احمد مختار نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ رب العالمین میں رجوع فرمایا ، اسی وقت آپؐ پر وحی کا نزول ہوا اور اسی مجمع کفار میں آپؐ کی زبان معجز بیان سے پورا قصہ یوسف اس طرح رواں ہوا کہ جیسے آپؐ کتاب سامنے رکھے ہوئے داستانِ یوسف کے ایک ایک جز کو بیان فرما رہے ہوں ۔ اور دشمنانِ حق حیران و پریشان بلکہ

یوسف بولے ۔ "یہی تو خود مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی ۔"
۔۔ اور (پھر) اس عورت کے خاندان سے ایک گواہ نے (منصفانہ) گواہی دی ۔ "اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو وہ جھوٹی اور یہ سچے ۔"
سو جب شوہر نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا دیکھا تو اس نے کہا ۔ "یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں ۔ واقعی بڑے غضب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں ۔ یوسف ! اس سے درگذر کرو ۔ اور اے عورت ! تو اپنے قصور کی معافی مانگ کہ تو ہی اصل میں خطاوار ہے ۔"
۔۔ اور شہر کی عورتیں آپس میں کہنے لگیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے پھسلاتی ہے اس کے عشق میں دیوانی ہو گئی ہے ۔ ہم تو اسے کھلی حماقت میں مبتلا پاتے ہیں ۔ جب اس عورت (زلیخا) نے ان عورتوں کی زبان درازی سنی تو انہیں بلا بھیجا ۔ اور ان کے واسطے مسندیں لگا دیں اور ضیافت میں ہر اک کے آگے (پھلوں کے ساتھ ہی) ایک ایک چھری رکھدی ۔ (پھر جب وہ پھل کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھیں) اس نے یوسف کو اشارہ کیا کہ ان کے سامنے نکل آئے ۔ جب ان عورتوں کی نگاہ یوسف پر پڑی تو وہ دنگ رہ گئیں اور (بجائے پھل کے) اپنے ہی ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور بے ساختہ بولیں ۔ "حاشا للہ ! یہ آدمی نہیں یہ تو کوئی فرشتہ ہے نورانی ۔" وہ (زلیخا) بولی ۔ "یہی وہ شخص ہے جس کے معاملے میں تم مجھ پر باتیں بناتی تھیں ۔ بے شک میں نے اسے رجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید کیا جائیگا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا ۔"
(۱۲/ ۳۲ ـ ۲۶)

مبہوت کہ محمدؐ ابن عبداللہ کے پاس یہ واقعات اس تفصیل اور تسلسل کے ساتھ

— یوسف نے عرض کیا "اے میرے پروردگار قید خانہ مجھے گوارا ہے بمقابلہ اس کام کے جس کی طرف مجھے یہ بلا رہی ہیں اور اگر تو ان کے مکر کو مجھ سے دفع نہ کرے گا تو میں ان کے جال میں پھنس جاؤں گا۔" پس ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کی چالیں ان سے دفع کر دیں۔ بے شک وہی ہے جو سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

— سو پھر ان لوگوں کو بعد اس کے کہ وہ ثبوت دیکھ چکے تھے یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو ایک مدت کے لئے قید میں رکھیں۔

— اور یوسف کے ساتھ دو اور جوان جیل خانہ میں داخل ہوئے۔ ایک روز ان میں سے ایک نے ان سے کہا۔ "میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں۔" دوسرے نے کہا۔ "میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور پرندے ان کو کھا رہے ہیں۔" دونوں نے کہا۔ "ہم کو اس کی تعبیر بتائیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نیک آدمی ہیں۔" (۱۲/ ۳۶ـ۳۳)

یوسف نے کہا۔ "یہاں جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔

کہاں سے چلے آرہے ہیں۔

اللہ اکبر آپؐ کی شانِ محبوبیت ادھر آپؐ سے سوال ہوا ادھر وحی کا نزول۔ لیکن جو لوگ حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ہی ایمان نہ رکھتے تھے وہ مقامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں کر سمجھ سکتے تھے۔

آپؐ کے ذریعہ قصۂ یوسف کی حقیقت ظاہر کی گئی یروشلم سے کم وبیش اٹھارہ میل جنوب مغرب میں وادی الخلیل ہے جس کو زمانہ قدیم میں وادی

یہ علم ان علوم میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے عطا کیئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، اپنے بزرگوں ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر (کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بندہ ہمیں نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے ساتھیو! (تم خود ہی سوچو) کہ جدا جدا معبود اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ لیئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیئے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔ حکم صرف اللہ ہی کا حق ہے۔

جبرون کہا جاتا تھا جو فلسطین کا ایک اچھا اور بابرکت علاقہ تھا ارضِ فلسطین کے اسی خطے کو حضرت ابراہیمؑ نے اپنی سکونت کے لیئے پسند فرمایا تھا اور اپنی دوسری بیوی سارہ کے ساتھ قیام کیا تھا۔ اسی وادی میں حضرت اسحٰقؑ مکین رہے اور یہی جگہ ان کے فرزند حضرت یعقوبؑ کا مسکن تھی۔ حضرت یعقوبؑ کی چار بیویاں تھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بارہ بیٹے عطا فرمائے۔ روبن، شمعون، لاوی یہودہ، اشکار اور زبولون۔ ان کی بیوی لیاہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور لیاہ لونڈی زلیفہ سے جد اور آشر تھے۔ جبکہ راخل کے بطن سے یوسف اور بن یمین تھے اور راخل کی لونڈی بلہا سے دان اور نفتالی پیدا ہوئے تھے۔

حضرت یوسفؑ کے برادر خورد بن یمین ان سے عمر میں کئی سال چھوٹے تھے اور صغیر سنی کے عالم ہی میں ان کی والدہ راخل کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس بنا پر حضرت یعقوبؑ ان دو کی خاص نگہداشت کرتے بلکہ ہمہ وقت اپنے ہی ساتھ

اسی نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو۔ یہی دینِ مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

اے زنداں کے ساتھیو! تمہارے خواب کی تعبیر یہ کہ تم میں سے ایک تو اپنے آقا (شاہ مصر) کو شراب پلایا کرے گا اور رہا دوسرا تو اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ وہ امر (اسی طرح) مقدر ہو چکا ہے جس کی بابت تم دونوں پوچھ رہے ہو۔"

(۱۲/ ۴۱ — ۳۷)

— اور دونوں میں سے جس شخص کے متعلق رہائی کا یقین تھا اس سے (یوسف نے) کہا۔ "میرا بھی ذکر اپنے آقا کے سامنے کر دینا۔" مگر شیطان نے اسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ (قیدی بعد رہائی) اپنے آقا (شاہ مصر) سے ذکر کرنا بھول گیا اور یوسف (اس طرح) کئی برس قید خانے میں پڑے رہے۔"

رکھتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کو حق تعالیٰ نے وہ حسن و جمال عطا فرمایا تھا کہ جو آج تک مثالی ہے۔ عہدِ طفولیت ہی سے ان کی عادات و خصائل عام بچوں سے مختلف اور احسن تھیں۔ حضرت یعقوبؑ کی دور بیں نظروں نے اپنے اس لختِ جگر میں رشد و سعادت اور ایثار و حق شناسی کی وہ صفات عالیہ دیکھ لی تھیں جو کہ اللہ تعالےٰ کے نبیوں اور برگزیدہ بندوں کا خاصّہ رہی ہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی آپ حضرت یوسفؑ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن حضرت یعقوبؑ کی یہی مخصوص شفقت حضرت یوسفؑ کے لئے گراں ثابت ہوئی چونکہ ان کے دوسرے بھائیوں نے جو کہ ان سے عمر میں کہیں زیادہ بڑے تھے اور گھر کے کام کاج میں بھی لگے رہتے تھے باپ کی اس خاص شفقت کو اپنی حق تلفی سمجھا۔ لہٰذا وہ لوگ حضرت یوسفؑ سے حسد کرنے لگے۔ ان کا رویہ معاندانہ

— اور (ایک روز) بادشاہ نے کہا۔ "میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں۔ اور دوسری سات سوکھی۔ اے اہلِ دربار! مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ اگر تم کو خواب کی تعبیر آتی ہے۔" وہ بولے "یہ تو پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر کے ماہر نہیں۔"

— اور وہ قیدی جو زنداں سے رہائی پایا تھا۔ بعد مدت دراز کے اسے اب بات یاد آئی تو اس نے اپنے آقا (شاہ مصر) سے کہا "میں ابھی اس کی تعبیر لائے دیتا ہوں۔ مجھے ذرا (زنداں میں یوسف کے پاس) جانے دیجئے۔" اس نے جا کر کہا "اے یوسف اے صدقِ مجسم! مجھے اس خواب کا مطلب بتایئے کہ سات گائیں ہیں۔۔۔" یوسف نے کہا۔ تم کھیتی کرو گے سات برس تک لگاتار۔ تو جو کاٹو اسے اس کی بالی ہی میں لگا رہنے دو بجز تھوڑی مقدار کے کہ اس کو کھاؤ۔

— پھر اس کے بعد سات سال سخت آئیں گے کہ اس (ذخیرہ) کو کھا جائیں گے جو تم نے فراہم کر رکھا ہے۔ بجز اس تھوڑی مقدار کے جو تم (بیج کے واسطے) رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے (خوب) بارش ہوگی۔ اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے۔"

(۱۲/۹۔۴۴۔۴۹)

ہو گیا۔ ان ہی دنوں جب کہ حضرت یوسفؑ نے جب کہ ان کی عمر کم و بیش سترہ سال رہی ہوگی ایک خواب دیکھا اور اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے عرض کیا۔ "اے ابا! میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے چاند اور سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔۔۔" حضرت یعقوبؑ اپنے اس لختِ جگر کی خوش بختی سے پہلے ہی واقف تھے۔ اس خواب کی تعبیر نے ان کے قیاس کو اور تقویت دی ساتھ ہی ان کے دل میں تشویش ہوئی چونکہ وہ اپنے دوسرے بیٹوں کے تیور

— اور بادشاہ نے (جب یہ تعبیر سنی تو) کہا۔ "اسے میرے پاس لاؤ۔"
مگر جب شاہی فرستادہ یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ "اپنے آقا
کے پاس جا اور اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے
اپنے ہاتھ زخمی کر لیے تھے۔ بے شک میرا پروردگار ان کی مکاری سے خوب
واقف ہے۔"

— اس پر بادشاہ نے ان عورتوں سے دریافت کیا۔ "تمہارا کیا
واقعہ ہے اس وقت کا جب تم نے یوسف کا جی لبھانا چاہا۔" وہ بولیں
حاشا اللہ! ہم نے ان میں کوئی بدی نہ پائی۔" عزیز کی بیوی بولی "اب
کہ سچی بات سب پر ظاہر ہو ہی چکی ہے۔ (دراصل) میں نے ہی ان کا جی
لبھانا چاہا تھا۔ اور وہ بے شک سچے ہیں — یوسف نے کہا۔ "یہ
میں نے اس لیے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی
خیانت نہ کی اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ اور
میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔ بے شک نفس تو برائی کا حکم
دینے والا ہے۔ بجز اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک
میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔" (۱۲/ ۵۳ — ۵۰)

پہچان رہے تھے۔ کہنے لگے۔ "اے میرے بیٹے! یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے
بیان نہ کرنا۔"

اسی خواب کے ذکر سے درج بالا سورۂ مبارکہ میں قصّہ یوسفؑ کی ابتدا کی گئی
ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ یہ قرآن
ایک واضح اور فصیح زبان میں نازل کیا جا رہا ہے تاکہ عام لوگ اس کو اچھی
طرح سمجھ سکیں۔ اور پھر حضور رسالت مآب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب
فرماتے ہوئے جمیع انسانوں کو بتا دیا گیا کہ جو قصّہ یوسف اب قرآن میں بیان کیا

ـــــ اور بادشاہ نے کہا۔ "ان کو میرے پاس لے آؤ۔ میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لیے رکھوں گا۔" پھر جب ان سے گفتگو کی تو اس نے کہا۔ "اب آپ ہمارے ہاں قدر و منزلت رکھتے ہیں اور آپ کی امانت پر پورا بھروسہ ہے۔" یوسف نے کہا۔ "ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔"

ـــ اور اس طرح ہم نے یوسف کو با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں۔ ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔ اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور آخرت کا اجر کہیں بڑھ کر ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کیے رہتے ہیں۔

ـــ اور پھر) یوسف کے (وہی سوتیلے) بھائی مصر آئے (کنعان میں قحط سالی کی وجہ سے) ۔ پھر ان کے پاس پہنچے تو اس (یوسف) نے ان کو پہچان لیا مگر وہ لوگ ان سے نا آشنا ہی رہے۔ پھر جب اس نے ان کا سامان تیار کرا دیا تو چلتے وقت ان سے (معلوم کر کے) کہا۔ "اپنے سوتیلے بھائی کو (بھی) میرے پاس لانا۔ دیکھتے نہیں ہو کہ میں کس طرح پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور کیسا اچھا مہمان نواز ہوں۔ اگر تم اسے نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی غلہ نہیں ہے بلکہ تم میرے قریب نہ پھٹکنا۔" (۱۲/ ۶۰-۵۴)

جا رہا ہے اس کی حقیقتوں سے تم لوگ بے خبر ہو۔ اسی بنا پر یہ قصہ ان تمام قصوں میں جو کہ تم پہلے سے جانتے ہو سب سے احسن یعنی مستند اور حقائق پر مبنی ہے۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے کہ قصۂ یوسفؑ قریشِ مکہ کے لیے قطعی اجنبی تھا چونکہ اس کا نہ ان کی روایت سے تعلق تھا اور نہ تاریخ سے۔ یہ تو درج تھا تورات میں جو کہ عبرانی، یونانی اور آرامی زبانوں میں تھی۔ جن سے علمائے

انہوں نے کہا۔ "ہم کوشش کریں گے کہ والد صاحب اسے بھیجنے پر راضی ہو جائیں۔ اور ہم ایسا ضرور کریں گے۔" یوسف نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا کہ ان لوگوں نے غلہ کے عوض جو مال دیا ہے وہ چپکے سے ان کے سامان ہی میں رکھدو۔ یہ یوسف نے اس امید پر کیا کہ گھر پہنچ کر وہ اپنا واپس پایا ہوا مال پہچان جائیں گے اور عجب نہیں کہ (اسی بنا پر) پھر آئیں۔

— جب وہ اپنے باپ (حضرت یعقوب) کے پاس پہنچے تو بولے۔ "اے ہمارے ابا جان! ہم کو غلہ دینے سے انکار کر دیا گیا ہے لہذا ہمارے بھائی کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ ہم غلہ لے کر آئیں۔ اور اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔" ان کے باپ نے کہا۔ "کیا میں اس کے معاملے میں تم پر ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے معاملے میں کر چکا ہوں۔ اللہ ہی بہتر محافظ ہے۔ اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔" (۱۲/۶۴-۶۱)

یہود اور عیسائی راہبوں کے علاوہ عام لوگ واقف نہ تھے۔ اور ان ہی حقائق کے پیش نظر علمائے یہود نے مشرکین قریش کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرایا تھا۔

آج بھی تورات کے مطالعہ سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ قرآن کا بیان کردہ قصۂ یوسف بلاشبہ احسن ہے۔ اس کے افادی پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے قبل ضروری ہے کہ تورات کے بیان کردہ واقعات کا سورۂ یوسف کے ساتھ تقابلی مطالعہ کر لیا جائے تاکہ اس امر کا بھی تعین ہو جائے کہ ہر دو میں کیا فرق ہے۔

— قرآن کے مطابق حضرت یوسفؑ نے اپنے خواب کا تذکرہ اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کیا تو انہوں نے فرمایا۔ "بیٹا! اپنا یہ خواب

ـــــ اور پھر جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کا مال بھی انہیں واپس کر دیا گیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ پکار اٹھے۔ "ابا جان! اور ہمیں کیا چاہیئے۔ دیکھیئے۔ یہ ہمارا مال بھی ہمیں واپس دے دیا گیا ہے۔ بس اب ہم جائیں گے اور اپنے اہل و عیال کے لیے رسد لے آئیں گے۔ اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور لائیں گے۔ یہ غلہ تو تھوڑا سا ہے۔" (۱۲/۶۵)

(یعقوب نے) کہا۔ "میں تو اسے تمہارے ساتھ ہرگز بھیجنے کا نہیں جب تک تم اللہ کی قسم کھا کر مجھے قول نہ دیدو گے کہ تم اسے واپس لے ہی آؤ گے۔ الّا یہ کہ کہیں تم گھیر ہی لیے جاؤ۔"

اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے درپۂ آزار ہو جائیں گے۔" (۱۲/۵)

تورات میں ایک خواب کا نہیں بلکہ دو خوابوں کا تذکرہ ہے۔ دوسرے خواب کے متعلق مرقوم ہے۔

"پھر اس نے دوسرا خواب دیکھا اور اپنے بھائیوں کو بتایا۔ اس نے کہا دیکھو مجھے ایک اور خواب دکھائی دیا ہے کہ سورج اور چاند اور گیارہ ستاروں نے مجھے سجدہ کیا۔ اور اس نے اپنے باپ اور بھائیوں دونوں کو بتایا۔ تب اس کے باپ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ خواب کیا ہے جو تو نے دیکھا ہے؟۔ کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے آگے زمین پر جھک کر تجھے سجدہ کریں گے۔ اور اس کے بھائیوں کو اس سے حسد ہو گیا۔ لیکن اس کے باپ نے یہ بات یاد رکھی۔ اور اس کے بھائی بھیڑ بکریاں چرانے سکم کو گئے۔ تب اسرائیل نے یوسف سے کہا۔ تیرے بھائی سکم میں بھیڑ بکریاں چرا رہے ہوں گے سو آ کہ میں تجھے ان کے پاس بھیجوں۔ اس نے کہا میں تیار ہوں۔"

(پیدائش باب ۳۷۔ آیات ۹-۱۳)

پھر جب وہ قسم کھا کر انہیں اپنا قول دے چکے تو یعقوب نے کہا۔
"ہمارے اس قول پر اللہ نگہبان ہے۔" پھر انہوں (یعقوب) نے کہا۔ "اے میرے بیٹو! مصر کے دارالسلطنت میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ مگر میں اللہ کی مشیت سے تم کو نہیں بچا سکتا۔ حکم اس کے سوا کسی کا بھی نہیں چلتا۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور جس کو بھی بھروسہ کرنا ہو اسی پر کرے۔" (۱۲:۶۷-۶۶)

قرآن اور تورات کے مذکورہ بالا واقعہ کو اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو قرآن کا بیان کردہ واقعہ حقیقت پر مبنی اور فطرت کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے۔
سورۂ یوسف کے مطابق حضرت یوسفؑ سے خواب سن کر حضرت یعقوبؑ کا انہیں بھائیوں کے سامنے بیان کرنے سے روکنا ایک فطری امر معلوم ہوتا ہے چونکہ حضرت یعقوبؑ اپنے دوسرے بیٹوں کے حاسدانہ رویہ سے آگاہ تھے لیکن تورات کے بیان کردہ واقعہ کے مطابق خواب سنتے ہوئے حضرت یعقوبؑ کا برہم ہو کر حضرت یوسفؑ سے یہ کہنا کہ کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی تیرے آگے زمین پر جھک کر تجھے سجدہ کریں گے؟ قطعی غیر فطری معلوم ہوتا ہے۔ خواب صحیح ہوں یا غلط، دوسروں کے لئے خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں۔ اور اگر حضرت یعقوبؑ نے اللہ کا پیغمبر ہوتے ہوئے خواب کی حقیقت کو پا لیا تھا تو پھر بھی اس طرح کا جملہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی ـــ دوئم یہ جانتے ہوئے کہ حضرت یوسفؑ سے ان کے بھائی حسد کرتے ہیں انہیں ان کے بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بھیجنا اُس محبت اور مخصوص شفقت کے منافی ہے جو کہ حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کے ساتھ تھی ـــ اس کے برخلاف قرآنِ حکیم فرقان المجید کے بیان کردہ واقعہ کے مطابق حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا سازش کے تحت باپ سے درخواست کرنا کہ وہ یوسفؑ کو اُن کے ہمراہ بھیج دیں اور باپ کا اس امر پر اظہارِ تشویش کرنا فطری

— اور جب وہ داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے انہیں حکم دیا تھا۔ اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی ان کے کام نہ آسکا۔ ہاں وہ تو ایک ارمان تھا یعقوب کے دل میں جو انہوں نے پورا کر لیا۔ اور بے شک وہ بڑے صاحبِ علم تھے اس لئے کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

— اور جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس الگ بلایا اور اسے بتا دیا کہ میں تیرا وہی بھائی ہوں (جو کھو دیا گیا تھا) اب تو ان باتوں کا غم نہ کر جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔

— جب یوسفؑ ان بھائیوں کا سامان لدوانے لگا تو اس نے اپنے بھائی کے سامان میں اپنا پیالہ رکھوا دیا۔ پھر ایک منادی کرنے والے نے آواز لگائی۔ "اے قافلے والو! تم لوگ چور ہو۔" (۱۲/۷۰-۶۸)

جذبات کے مطابق ہے۔

۲۔ قرآن حکیم کے مطابق جب برادرانِ یوسفؑ نے انہیں ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعہ تسلّی فرمائی کہ ایک وقت آئے گا جب تم ان لوگوں کو ان کی یہ حرکت بتاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے بھی نہ ہوں گے۔ (۱۲/۱۵)۔ اور پھر رات ہوئے برادرانِ یوسفؑ اپنی سازش کے مطابق روتے پیٹتے اپنے باپ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم دوڑتے ہوئے دور چلے گئے تھے۔ یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ لیکن اس کے مقابل اسی واقعہ کو توریت میں اس طور پر بیان کیا گیا ہے۔

"۔۔۔ اور اسے اٹھا کر گڑھے میں ڈال دیا۔ وہ گڑھا سوکھا تھا۔ اس میں ذرا بھی پانی نہ تھا اور وہ کھانا کھانے بیٹھے اور آنکھ اٹھائی تو دیکھا کہ اسمٰعیلیوں کا ایک قافلہ جلعاد سے آرہا ہے اور گرم مصالحہ اور روغنِ بلسان اور مُر اونٹوں

انہوں (برادرانِ یوسف) نے پلٹ کر پوچھا۔ "تمہاری کیا چیز کھو گئی"۔ وہ بولے۔ "ہم سے شاہی پیالہ گم ہوا ہے۔ اور جو کوئی اسے لا کر دیگا اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) انعام ہے۔ اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔" ان بھائیوں نے کہا۔ "بخدا! تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے ہیں۔ اور نہ ہم چور ہیں۔" وہ بولے۔ "اس چوری کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے نکلے۔" وہ (برادرانِ یوسف) بولے۔ "اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے وہ (پیالہ) مل جائے تو وہی شخص اپنی سزا میں رکھ لیا جائے۔ ہمارے ہاں تو ایسے ظالموں کو سزا دینے کا یہی طریقہ ہے۔" (۱۲/۵،۷—۱)

پر لادے ہوئے مصر کو لئے جا رہا ہے۔ تب یہوداہ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر ہم اپنے بھائی کو مار ڈالیں اور اس کا خون چھپائیں تو کیا نفع ہو گا؟ آؤ اسے اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں کہ ہمارا ہاتھ اس پر نہ اٹھے کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور ہمارا خون ہے۔ اس کے بھائیوں نے اس کی بات مان لی۔ پھر وہ سوداگر ادھر سے گذرے تب انہوں نے یوسفؑ کو کھینچ کر گڑھے سے باہر نکالا اور اسے اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیس روپے کو بیچ ڈالا اور وہ یوسفؑ کو مصر میں لے گئے۔

—— جب روبن گڑھے پر لوٹ کر آیا اور دیکھا کہ یوسفؑ اس میں نہیں ہے تو اپنا پیراہن چاک کیا —— اور اپنے بھائیوں کے پاس الٹا پھرا اور کہنے لگا کہ لڑکا تو وہاں نہیں ہے۔ اب میں کہاں جاؤں؟ ۔ پھر انہوں نے یوسفؑ کی قبا لے کر اور ایک بکرا ذبح کر کے اُسے اس کے خون میں تر کیا۔ اور انہوں نے اس بوقلمون قبا کو بھجوا دیا۔ سو وہ اسے ان کے باپ کے پاس لے آئے اور کہا کہ ہم کو یہ چیز پڑی ملی۔ اب تو پہچان کہ یہ تیرے بیٹے کی قبا ہے یا نہیں۔"

پیدائش باب ۳۷ (۲۳-۳۳)

پھر (یوسف) نے اپنے حقیقی بھائی کے تھیلے سے قبل دوسروں کے تھیلوں سے (تلاشی کی) ابتدا کی۔ پھر اس (پیالہ) کو اپنے حقیقی بھائی کے تھیلے سے برآمد کر لیا۔ اس طرح کی تدبیر ہم نے یوسف کی خاطر کر دی۔ (یوسف) اپنے بھائی کو شاہِ (مصر) کے قانون کے لحاظ سے نہیں لے سکتے تھے۔ مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا۔ ہم جس کے مرتبے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحبِ علم سے بالاتر ہے۔ (برادرانِ یوسف) نے کہا۔ "اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی (یوسف) بھی چوری کر چکا ہے۔" (یوسف) اُن کی یہ بات سن کر پی گیا حقیقت ان پر نہ کھولی۔ بس زیرِ لب اتنا کہا۔ "بڑے ہی بُرے ہو تم لوگ۔ جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔"
(۱۲/۷۷ — ۷۶)

قرآن کے بیان کردہ واقعہ میں نمایاں طور پر حقیقت جھلکتی ہے اور فطرت کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے جبکہ تورات کے مندرجہ بالا اقتباس کے اندر ہی تضاد ہے اور واقعہ حقیقت سے دور نظر آتا ہے کہ برادرانِ یوسفؑ چلے تو تھے حضرت یوسفؑ کو ٹھکانے لگانے لیکن گڑھے میں پھینک کر اطمینان سے کہیں قریب ہی کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ حالانکہ یہ فطری تقاضہ ہے کہ مجرم ضمیر اپنے جرم کو چھپانے کے لئے تدابیر کرتا ہے۔ دوئم جب اسمٰعیلیوں کے قافلے کو دیکھا تو پھر بھائی کی محبت عود کر آئی حالانکہ وہ حتی المقدور حضرت یوسفؑ کو گڑھے یا اندھے کنوئیں میں پھینک کر اپنے مجرم مقصد کی تکمیل کر چکے تھے۔ سوئم انہوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر قافلے والوں کو فروخت کر ڈالا اور سترہ سالہ یوسفؑ کچھ نہ بولے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ آگے کی آیت میں درج ہے کہ جب روبن (برادرِ یوسفؑ) گڑھے پر انہیں نکالنے آیا تو یوسفؑ اس میں نہ تھے — تو پھر فروخت کس کو کر ڈالا —؟

— وہ کہنے لگے "اے عزیز (سردار) اس کا باپ بہت بوڑھا ہے۔ سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو لے لیجئے — ہم تو آپ کو بہت نیک مزاج پاتے ہیں۔" یوسف نے کہا۔ "اللہ اس سے پناہ میں رکھے کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا ہم کسی اور کو پکڑ رکھیں اس حالت میں تو ہم ہی ظالم ہوں گے۔"

— پھر جب وہ ان کی طرف سے مایوس ہو گئے تو علیحدہ باہم مشورہ کرنے لگے۔ ان میں سب سے بڑے نے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے اللہ کی قسم کھلا کر قول لے چکے ہیں۔ اور اس کے قبل یوسف کے بارے میں جو زیادتی تم کر چکے ہو وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ سو میں تو اس سرزمین سے ٹلتا نہیں جب تک میرے باپ مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ ہی میرے حق میں فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۱۲/ ۸۰ — ۷۸)

اس ضمن میں ایک اور تضاد قابلِ غور ہے۔ توریت کی آیت ۳۶ میں لکھا ہے۔ "اور مدیانیوں (مدائن والوں) نے اسے مصر میں فوطیفار کے ہاتھ جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا سردار تھا بیچا۔"

اور آگے چل کر پیدائش کے باب ۳۹ کی اول آیت میں لکھا ہے "اور یوسفؑ کو مصر میں لائے اور فوطیفار مصری نے جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا ایک سردار تھا اسمٰعیلیوں کے ہاتھ سے جو اسے وہاں لے گئے تھے خرید لیا۔" چہ خوب مدائن والوں اور اسمٰعیلیوں میں کوئی فرق ہی نہ ہوا۔

تلمود میں اسی واقعہ کی بابت لکھا ہے کہ مدین کے سوداگروں نے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر اسے اپنا غلام بنا لیا۔ برادرانِ یوسفؑ نے جب انہیں

تم جاکر اپنے باپ سے کہو کہ اے ابا! آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے۔ ہم نے تو اس کو چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جو کچھ ہمیں معلوم ہوا ہے بس وہی ہم بیان کر رہے ہیں۔ اور غیب کے تو ہم جاننے والے نہ تھے۔ آپ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم تھے۔ اس قافلے سے دریافت کر لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔" (انہوں نے یہی کچھ داستان جاکر حضرت یعقوب سے کہی تو انہوں نے) کہا "بلکہ تمہارے لئے تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے۔

قافلے والوں کے قبضے میں دیکھا تو وہ انہیں حاصل کرنے کے لئے جھگڑے لیکن آخر کار بیس درہم کی قیمت کے عوض وہ یوسفؑ کو قافلے والوں کے پاس چھوڑ گئے۔

قرآن، تورات اور تلمود کے بیان کردہ اس واقعہ کو پڑھ کر ہر ذی فہم خود ہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ کونسا قصہ حقیقت کے مطابق ہے۔

۳۔ حضرت یوسفؑ کو قافلے والوں سے عزیز مصر یعنی مصر کے ایک سردار نے خرید لیا تو وہ اس کے گھر رہنے لگے جہاں زلیخا کا واقعہ ہوا۔ قرآن کے مطابق وہ عورت جس کے گھر میں آپ رہتے تھے آپ پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک دن جبکہ اس کا شوہر گھر میں نہیں تھا موقع غنیمت جانتے ہوئے اس نے دروازے بند کر لئے اور حضرت یوسفؑ کو دعوتِ مباشرت دی جس پر انہوں نے کہا۔ "اللہ کی پناہ! میرے آقا نے تو مجھے اچھی قدر و منزلت دی ہے اور میں ایسا کام کروں ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔" اس عورت نے جب اپنا وار خالی جاتے دیکھا تو وہ یکلخت ان کی طرف بڑھی یوسفؑ باہر کی جانب بھاگے۔ عورت کے ہاتھ میں ان کا دامن آیا اور پھٹ گیا سا سی بھاگ دوڑ میں دونوں دروازے تک پہنچ گئے۔ اتفاقاً اسی وقت اس عورت کا شوہر آگیا۔ اس کو دیکھتے ہی عورت نے سارا الزام حضرت یوسفؑ پر لگا دیا۔

میں صبر ہی کروں گا اور بخوبی کروں گا۔ کیا عجب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔" اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے۔ "ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر" اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جا رہا تھا۔

— بیٹوں نے کہا۔ "تم تو واللہ یوسف ہی کی یاد میں لگے رہو گے۔ یہاں تک کہ جاں بلب ہو جاؤ گے یا دم ہی نکل جائے گا۔" (یعقوب نے) کہا۔ "میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو۔ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس تو کافر لوگ ہی ہوتے ہیں۔"

— پھر جب وہ لوگ (برادرانِ یوسف) مصر جا کر یوسف کی پیشی میں داخل ہوئے تو عرض کیا۔ "اے سردار با اقتدار! ہم اور ہمارے اہل و عیال سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور ہم کچھ حقیر سی پونجی لے کر آئے ہیں۔ آپ ہمیں بھرپور غلہ عنایت فرمائیں — اور ہم کو خیرات دیں۔ اللہ خیرات دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔" (۱۲/۸۸ — ۸۱)

بعد میں قمیص کے دامن کی شہادت پر کہ وہ سامنے سے نہیں بلکہ پشت کی جانب سے پھٹا تھا عورت ہی خطاوار ثابت ہوئی۔ اس واقعہ کو تورات میں کس طرح پیش کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔

— "اور یوسفؑ خوبصورت اور حسین تھا۔ ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی بیوی کی آنکھ یوسفؑ پر لگی اور اس نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو لیکن اس نے انکار کیا اور اپنے آقا کی بیوی سے کہا کہ دیکھ میرے آقا کو خبر

—— (حضرت یوسف نے اب حقیقت کو ظاہر فرمانے کے لیئے) کہا۔ "وہ بھی تم لوگوں کو یاد ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے (برتاؤ) کیا تھا؟ جبکہ تم نادان تھے۔" وہ بولے۔ "ارے تو کیا تم یوسف ہی ہو ——؟" انہوں نے فرمایا۔ "ہاں! میں یوسف ہی ہوں اور یہ ہے میرا بھائی۔ واقعی اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے۔ سو اللہ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"
(۱۲/۹۰-۸۹)

بھی نہیں کہ اس گھر میں میرے پاس کیا کیا ہے اور اس نے اپنا سب کچھ میرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔ اس گھر میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں اور اس نے تیرے سوا مجھ سے کوئی چیز باز نہیں رکھی کیونکہ تو اس کی بیوی ہے سو بھلا میں کیوں ایسی بڑی بدی کروں اور خدا کا گنہگار بنوں۔ اور وہ ہر چند یوسفؑ کے سر ہوتی رہی پر اس نے اس کی بات نہ مانی کہ اس سے ہم بستر ہونے کے لیئے اس کے ساتھ لیٹے۔ اور ایک دن یوں ہوا کہ وہ اپنا کام کرنے کے لیئے گھر میں گیا اور گھر کے آدمیوں میں سے کوئی بھی اندر نہ تھا۔ تب اس عورت نے اس کا پیراہن پکڑ کر کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو۔ وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ چھوڑ کر بھاگا۔ اور باہر نکل گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ گیا تو اس نے اپنے گھر کے آدمیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ دیکھو وہ ایک عبری کو ہم سے مذاق کرنے کے لیئے ہمارے پاس لے آیا ہے۔ یہ مجھ سے ہم بستر ہونے کو اندر گھس آیا اور میں بلند آواز سے چلانے لگی۔ جب اس نے دیکھا کہ میں زور زور سے چلا رہی ہوں تو اپنا پیراہن میرے پاس چھوڑ بھاگا اور باہر نکل گیا۔ اور وہ اس کا پیراہن اس کے آقا کے گھر لوٹنے تک اپنے پاس رکھے رہی۔ تب اس نے یہ باتیں اس سے کہیں کہ یہ عبری غلام جو تو لایا ہے میرے پاس اندر گھس آیا کہ مجھ سے مذاق کرے۔ جب میں زور زور سے چلانے لگی تو وہ اپنا پیراہن میرے ہی پاس چھوڑ کر باہر بھاگ گیا۔

وہ بولے۔ "قسم ہے اللہ کی کہ اللہ نے تم کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے اور بے شک ہم ہی خطا وار رہے ہیں۔" (یوسف نے کہا)۔ "آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔ اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

— اب تم میرے اس پیراہن کو لے جاؤ اور اس کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو۔ (ان کی) آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی سب کو میرے پاس لے آؤ۔"

— اور جب یہ قافلہ (مصر سے کنعان کی جانب) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا۔ "اگر تم لوگ مجھے بالکل سٹھیایا ہوا نہ سمجھو تو مجھے یوسف کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔" گھر کے لوگ بولے۔ "واللہ آپ تو ابھی تک اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔" (۱۲/۹۵-۹۱)

جب اس کے آقا نے اپنی بیوی کی وہ باتیں جو اس نے اس سے کہیں سن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا تو اس کا غضب بھڑکا۔ اور یوسف کے آقا نے اس کو لے کر قید خانے میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے ڈال دیا۔ سو وہ وہاں قید خانے میں رہا۔"

(پیدائش باب ۳۹/۲۱-۷)

سورۂ یوسف اور تورات کے باب پیدائش کے بیان کردہ واقعات کا جائزہ لیجئے تو قرآن میں حقیقت خود بولتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ تورات میں تحریف کے نشانات عیاں ہیں۔ یہ کس قدر خلاف فطرت معلوم ہوتا ہے کہ عورت حضرت یوسفؑ کا دامن پکڑ کر دعوتِ گناہ دیتی ہے اور وہ اپنا پورا پیراہن اس کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ لیتے ہیں۔ جبکہ سورۂ یوسف کے مطابق عورت کی دست درازی پر حضرت یوسفؑ بھاگتے ہیں وہ تعاقب کرتی ہے اس کے ہاتھ میں پیچھے کا دامن آجاتا ہے اور پھٹ کر اس عورت کے ہاتھ میں رہ جاتا ہے۔

— پھر جب خوشخبری لانے والا آ پہنچا تو اس نے وہ پیراہن آپ کے منہ پر ڈال دیا تو آپکی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ (یعقوب نے) کہا۔ "میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم لوگ نہیں رکھتے۔"

بیٹے بولے۔ "اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت کی دعا کیجئے — بے شک ہم ہی خطاوار رہے ہیں۔" (حضرت یعقوب نے) فرمایا۔ "میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے معافی کی درخواست کروں گا۔ بے شک وہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔"

— پھر جب (وہ سب لوگ) یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا۔ "چلو اب شہر میں چلو۔ اللہ نے چاہا تو امن چین سے رہوگے۔" (۱۲/۹۹-۹۶)

اتفاقاً دروازے پر اس کا شوہر آجاتا ہے اور عورت فوری طور پر شوہر سے بہانے اور شکایت کرتی ہے۔ یہ تمام واقعہ حقیقت کے عین مطابق ہے — اگر تورات کے بیان کردہ واقع کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے تو حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی کا کوئی ثبوت نہیں رہتا اور الزام صحیح ہوجاتا ہے کہ وہ اپنا پیراہن اتار چکے تھے۔ اس کے برخلاف سورۂ یوسفؑ کا بیان کردہ واقعہ حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا ایک مدلل اور منطقی ثبوت پیش کرتا ہے۔

تلمود کے بیان کردہ واقعہ کے مطابق اس عورت کے شوہر فوطیفار نے اپنی بیوی کے شکایت کرنے پر حضرت یوسفؑ کو خوب پٹوایا پھر انہیں عدالت میں بحیثیت مجرم کے پیش کیا مقدمہ چلا لیکن جب عدالت نے حضرت یوسفؑ کی قمیص کا جائزہ لیا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی لہٰذا عدالت نے عورت کو قصوروار قرار دیا۔ تلمود کا یہ بیان کردہ واقعہ کسی قدر اختلاف کے باوجود

—— اور شہر میں داخل ہونے کے بعد یوسف نے) اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا۔ اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں کورنش بجا لائے۔ یوسف نے کہا۔ "اے ابا جان! یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے حقیقت بنا دیا۔ اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لاکر مجھ سے ملایا۔ حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔ بے شک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی تدبیر لطیف کر دیتا ہے۔ بے شک وہی علیم و حکیم ہے —— اے میرے پروردگار! بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا —— اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے!! تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں میرا خاتمہ اسلام پر فرما اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔ (۱۲/۱۰۱-۱۰۰)

حقیقت کے زیادہ نزدیک معلوم ہوتا ہے لیکن تورات کا قصہ اسی قدر حقیقت سے دور ہے۔

مذکورہ اقتباسات اور ان کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ تورات تحریفات کی دست درازیوں سے محفوظ نہ رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگ اپنی عقل و فہم کے مطابق ترمیمات و اضافے کرتے رہے اور اس طرح تورات کی اصل روح معدوم ہوتی چلی گئی۔ یہ بھی تحریفات ہی کا کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ تورات کے بیان کردہ قصوں میں کہانی کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ اس کے برعکس قرآن کے بیان کردہ قصائص میں تلقین کے پہلو کو اولیت حاصل ہے۔ خود سورۂ یوسف میں یہ بات نمایاں طور پر ملتی ہے۔ حضرت یوسفؑ جب زنداں میں جاتے ہیں اور ان کے دو ساتھی ان سے اپنے خوابوں کی تعبیر

(اے حبیبؐ!) یہ (قصہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جس کو ہم آپکی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ چالیں چل رہے تھے ___ اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں گو آپ کا کیسا ہی جی چاہے۔ اور آپ ان سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ تو نہیں مانگتے۔ یہ (قرآن) تو بس ایک نصیحت ہے دنیا جہان کے لئے ___ اور کتنی ہی نشانیاں آسمانوں اور زمین میں ہیں کہ جن پر یہ لوگ گذرتے ہیں اور ان کی طرف ذرا توجہ نہیں کرتے۔ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور پھر شرک بھی کئے جاتے ہیں۔ سو کیا اس کی طرف سے بے فکر ہیں کہ اللہ کا عذاب انہیں آ کر گھیر ے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو ___ (۱۲|۱۰۷-۱۰۲)

معلوم کرتے ہیں تو آپ تعبیر کے ساتھ انہیں تلقین بھی فرماتے ہیں۔

"یہاں جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ علم ان علوم میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے عطا کئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اپنے بزرگوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کا طریقہ اختیار کیا ہے ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں ___ درحقیقت یہ اللہ ہی کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر۔ مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ (۱۲|۳۹-۳۷)

اسی طرح قصہ کے اختتام پر حضرت یوسف علیہ السلام کہتے ہیں۔

(اے حبیبؐ!!) آپ کہدیجئے۔ "میرا طریق یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے قدموں پر چلنے والے دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

(اے حبیبؐ!!) آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب مرد ہی تھے اور ان ہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے اور ان ہی کی طرف وحی بھیجتے رہے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان قوموں کا انجام انہیں نظر نہ آیا جو ان سے پہلے گذر چکی ہیں۔ یقیناً آخرت کا گھر اُن لوگوں کے حق میں بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ سو کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ (پہلے بھی مہلتیں دی جا چکی ہیں) یہاں تک کہ پیغمبر مایوس ہو ہو گئے ہیں اور گمان کرنے لگے کہ ان سے غلطی ہوئی (کہ اتنے میں) انہیں ہماری مدد آ پہنچی۔

"واقعہ یہ ہے کہ میرا پروردگار غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے بے شک وہ علیم اور حکیم ہے۔ اے میرے پروردگار تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے میرا خاتمہ اسلام پر فرما اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔ (۱۲/۱۰۱-۱۰۰)

درحقیقت قصۂ یوسف کا ماحصل یہی آیات ربانی ہیں اور یہی باتیں تورات کے بیان کردہ قصے میں غائب ہیں۔

حق سبحانہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے۔ اور اپنے بندوں پر انتہائی شفیق کہ اس کے ہر فعل میں اس کے بندوں کی فلاح کا پہلو مضمر ہوتا ہے۔ مشرکین نے تو یہود کی شہ پر سوال کیا تھا کہ وہ اس طرح

— سو ہم نے جس کے لئے چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹتا نہیں۔

— (اگلے لوگوں کے) ان قصوں میں اہلِ فہم کے لئے بڑی عبرت ہے۔ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات تو ہے نہیں — یہ تو تصدیق ہے، ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آئی ہیں، اور ہر چیز کا مفصل بیان — اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت۔ (۱۲/۱۱۱ — ۱۰۸)

محمدؐ ابن عبداللہ کو ذبح کر دیں گے لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور لوحِ محفوظ سے ان حقائق کو وحی فرمایا کہ جن میں لوگوں کے لئے قصہ کی دلچسپی بھی ہے اور دعوتِ رشد و ہدایت بھی کہ اس کے فرمانبردار بندے راہ پائیں۔

(بحوالہ کتابِ مقدس مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

سورۃ الحجر (پ ۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الٓرٰ ! یہ کتاب (کامل) اور قرآنِ مبین کی آیات ہیں (ایک وقت ہوگا کہ) بہت آرزوئیں کریں گے کافر کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ آپ انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو کہ کھائیں، پئیں مزے کریں اور ان کی جھوٹی امید انہیں غفلت (ہی) میں ڈالے رہے۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

— اور ہم نے جو بھی بستی ہلاک کی ہے اس کے لیے ایک معین وقت کا نوشتہ تھا۔ کوئی قوم اپنی میعادِ مقرر سے نہ آگے نکل سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔

— اور یہ (منکرینِ حق) کہتے ہیں۔ "اے وہ شخص جس پر ذکر (قرآن) نازل ہوا ہے یقیناً تم مجنون ہو اور اگر تم سچے ہو تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتے۔"

(۱۵ / ۱-۷)

آپؐ کے مخالفین کے لیے ایک اور درسِ عبرت

حضور محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق کی تلقین فرماتے ہوئے اب تو قریب قریب گیارہ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ لیکن مکہ کا ماحول آپؐ کے لیے اور آپؐ کے رفقاء کے لیے تنگ سے تنگ تر ہی ہوتا جا رہا تھا۔ آپؐ نے اس مدت میں نہ صرف صبر و تحمل کا بے مثال مظاہرہ فرمایا تھا بلکہ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے ایثار کا وہ نمونۂ اکمل ظاہر ہو رہا تھا جس کی تاریخِ انسانیت میں مثال نہ تھی۔ ہمہ وقت پیغامِ حق کی تبلیغ کے لیے آمادہ۔ بلا امتیازِ دوست و دشمن ہر ایک کی فلاح کے لیے مضطرب۔ مستقل مزاجی اور پائے استحکام کا یہ عالم کہ دشمن بھی حیران و ششدر۔

— ہم فرشتوں کو یوں ہی نہیں اتار دیا کرتے۔ وہ جب اترتے ہیں تو حق کے ساتھ اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی — (اور) اس ذکر (قرآن) کو تو ہم ہی نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں —

(اے نبیؐ) اور بے شک ہم آپ کے قبل بھی بہت سی گذری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں — اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا کہ اس کے ساتھ انہوں نے ہنسی نہ کی ہو۔ اسی طرح ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں راہ دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ راہ اگلوں سے چلی آتی ہے۔

— اگر ہم ان کے لیے کوئی دروازہ (بھی) آسمان میں کھول دیں، پھر یہ دن کے وقت اس میں سے چڑھ جائیں، جب بھی یہی کہیں کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر تو جادو ہی کر دیا گیا ہے۔

(۱۵/۱۵-۸)

اوائل جوانی سے جو تجارت کا سلسلہ آپؐ نے شروع کیا تھا اور حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد جس میں نمایاں ترقی ہوئی تھی۔ گیارہ سالہ پر صعوبت مدت میں دم توڑنے لگا تھا لیکن یہ فکر آپؐ کو کہاں دامنگیر تھی۔ آپؐ تو اللہ کے پیغام کو عام کرنے میں محو تھے اور اللہ آپؐ کا کفیل تھا۔

اس وقت تک صحابۂ کرام کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں تھی اور ان میں بھی اکثریت کی معاشی حالت تباہ۔ ظالم منکرین حق نے تو جیسے ان کی معاشی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ دستکاروں سے کام کرا لیتے، تاجروں سے مال لے لیتے لیکن لین دین کے وقت اسلام کا بہانہ بنا کر رخ بدل جاتے۔ اور جو مسلمان ابھی تک کسی مشرک کے غلام یا موالی تھے ان کی پر اذیت زندگی کا تو ذکر ہی کیا۔

ایسے بد دیانت معاشرے اور جارحیت سے پُر ماحول میں دینِ حق کی مسلسل

—— اور بے شک ہم نے آسمان میں بڑے ستارے بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے ان سے آراستہ کر دیا۔ اور ہم نے اسے ہر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا۔ ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سُن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے۔

—— اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا۔ اس میں پہاڑ جمائے اور اس میں ہر قسم کی چیز ایک معیّن مقدار سے اُگائی۔

—— اور ہم نے معاش کے سامان تمہارے لیے بھی بنائے اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے۔

—— اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررِ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔
(۱۵/۲۱-۱۶)

تبلیغ کسی بھی انسان کے بس کا کام نہ ہو سکتی تھی۔ یہ تو حبیبِ ربّانی پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بے حساب عنایات تھیں جو قدم قدم پر آپؐ کی اعانت و محافظت فرما رہی تھیں کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ کا نزول ہوا۔ ابتداً ہی واشگاف الفاظ میں واضح کر دیا گیا کہ ایک وہ وقت بھی آئے گا جبکہ یہ منکرینِ حق اپنے کرتوتوں پر پچھتائیں گے اور اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش ہم نے دینِ حق کو قبول کر کے دامنِ الوہیت میں پناہ لے لی ہوتی۔ اور پھر آپؐ کی تسلّی و تشفّی کے لیے یہ بھی ارشادِ ربّانی ہوا کہ آپؐ ان کی طرف سے متفکر و پریشان نہ ہوں انہیں تو ان کی حالت پر چھوڑ دیں تاکہ ان کی جھوٹی امیدیں انہیں غفلت ہی میں ڈالے رہیں اور یہ اپنی سزا کے مستحق بن جائیں۔

آگے کی آیات میں ایک بار پھر فطری شواہد کی طرف انسان کی توجہ دلائی گئی اور ساتھ ہی حضرت آدم اور ابلیس کا ذکر کیا گیا کہ انسان اپنے اس ازلی دشمن کو پہچانے جس نے آدم کی نسل کو بہکانے اور غلط راہ پر ڈالنے کا عہد کیا ہوا ہے۔

— اور ہم ہی پانی سے لدی ہوئی ہواؤں کو بھیجتے ہیں، پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں اور اس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ اس دولت کے خزانچی تم نہیں ہو۔

— اور ہم ہی، ہاں ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث رہیں گے۔ اور بالیقین ہم تم میں سے اگلوں کو بھی خوب جانتے ہیں اور بالیقین ہم پچھلوں کو بھی خوب جانتے ہیں۔

— اور (اے نبیؐ!) بے شک آپ کا پروردگار ہی تو انہیں سب کو قیامت میں اٹھائے گا۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

— اور بالیقین ہم نے انسان کو سڑے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور جن کو ہم اس سے پہلے آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔

(اور اے نبیؐ! یاد کرو وہ وقت) جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا۔ "میں سڑے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ سو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو۔ (۱۵/ ۲۱ — ۳۱)

اس طرح یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ انسان اگر اپنی فلاح کا خواہاں ہے تو شیطان کی راہ پر نہ چلے بلکہ اس راہِ مستقیم کو اپنائے جس کو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم بحکمِ ربی پیش فرما رہے تھے۔

لیکن ان تمام توضیحات اور دلائل کے باوجود مشرکین کی ہٹ دھرمی اور دیدہ دلیری کا عالم وہی تھا۔ وہ تو اپنی دولت اور اپنے نسبی تفاخر کے نشے میں اس درجہ بہکے ہوئے تھے کہ ان باتوں کو سمجھنا تو درکنار اس پر غور کرتے

(اے حبیبؐ!) اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا جب وہ (فرشتے) ان کے پاس آئے اور کہا۔ "سلام ہو تم پر" ابراہیم بولے۔ "ہم کو تم سے ڈر لگ رہا ہے"۔ انہوں (فرشتوں) نے جواب دیا۔ "آپ ڈریئے نہیں ہم آپ کو بشارت دیتے ہیں ایک صاحب علم فرزند کی۔" (۱۵/۵۳-۵۱)

ابراہیم نے کہا۔ "کیا تم مجھے بشارت اس حال میں دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آچکا۔ سو بشارت کس چیز کی دیتے ہو۔" وہ بولے ہم آپ کو امرِ واقعی کی بشارت دیتے ہیں۔ سو آپ ناامید نہ ہوں"۔ ابراہیم نے کہا۔ "اپنے پروردگار کی رحمت سے ناامید ہوتا ہی کون ہے بجز گمراہوں کے۔" ابراہیم نے کہا۔ "اب تم کو (اور) کیا مہم درپیش ہے اے (اللہ کے) فرستادو!"

کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ از راہِ تمسخر آپؐ سے کہا کرتے تھے "اگر تم واقعی اللہ کے نبی ہو تو اپنے اللہ سے کہدو کہ وہ اپنے فرشتے تمہارے پاس بھیجدے۔"

لہٰذا اسی سورۂ مبارکہ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کی آمد کا تذکرہ فرمایا جبکہ وہ انہیں عہدِ پیری میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادتِ باسعادت کی بشارت دینے اور ایک مجرم قوم یعنی قومِ لوطؑ پر عذابِ الٰہی نازل کرنے کی غرض سے بھیجے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے اصحاب الایکہ اور اصحاب الحجر کا بھی تذکرہ فرمایا کہ وہ بھی مغضوب اقوام میں سے تھے۔ اس طور پر یہ بات واضح کردی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بلا مقصد یا کسی انسان کی فرمائش پر دنیا میں نہیں بھیجے جاتے بلکہ وہ جب بھی دنیا میں آتے ہیں تو فیصلۂ حق ہی لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور فیصلۂ حق اسی وقت نازل ہوتا ہے جبکہ انسان فہم و ادراک کی تمام حدود کو نظر انداز کرکے اپنے اعمالِ خبیثہ کے باعث اپنے کو مستحقِ عذاب بنا لیتا ہے۔ اور جب فیصلۂ حق نازل ہو جاتا ہے تو پھر کسی بھی سرکش اور نافرمانبردار انسان کو خواہ وہ کسی بھی حیثیت کا حامل ہو، مہلت نہیں دی جاتی۔

وہ بولے۔ "ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ صرف لوط کے گھر والے مستثنیٰ ہیں ان سب کو ہم بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے، جس کے لئے (اللہ فرماتا ہے کہ) ہم نے مقدر کر دیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہے گی۔"

پھر جب یہ فرستادے لوط کے یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا۔ "آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔ "نہیں بلکہ ہم وہی چیز لے کر آئے ہیں جس کے آنے میں یہ لوگ شک کر رہے تھے۔"

(۱۵/ ۶۳ـ ۵۷)

(اے حبیبؐ!) آپ کی جان کی قسم وہ (قوم لوط) اپنی مدہوشی میں (بالکل) بہکے ہوئے تھے۔ پس سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک سخت آواز نے پکڑ لیا۔ چنانچہ ہم نے اس (بستی) کا اوپر کا تختہ نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسا دی۔

بے شک اس واقعہ میں اہلِ بصیرت کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور وہ بستی تو گذرگاہِ عام پر واقع ہے۔ اس میں سامانِ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو صاحبِ ایمان ہیں۔

ـــ اور اصحاب الایکہ (قوم شعیب) ظالم تھے۔ تو دیکھ لو ہم نے ان سے بھی انتقام لیا۔ اور ان دونوں کے اجڑے ہوئے علاقے شاہراہ پر واقع ہیں۔

(۱۰۰/ ۷۹ـ ۷۲)

حق سبحانہ تعالیٰ چاہتا تو ان منکرینِ قریش پر بھی ویسا ہی غضب نازل کر دیتا لیکن حق تعالیٰ کو ان کی اصلاح منظور تھی۔ وہ تو ان کو دعوتِ حیات دے رہا تھا پیغامِ موت نہیں۔ اسی لئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کی روشنی میں مشرکینِ قریش کو عقل و بصیرت اور فکر و دانش سے کام لینے کی تلقین فرماتے تھے لیکن افسوس ان ظالموں کی عقلوں پر تو پردے پڑے ہوئے تھے اور ان کے ذہن زنگ

۔ حجر کے لوگ بھی رسولوں کی تکذیب کر چکے ہیں۔ ہم نے اپنی آیات ان کے پاس بھیجیں، اپنی نشانیاں ان کو دکھائیں۔ مگر وہ سب کو نظر انداز ہی کرتے رہے ۔ وہ پہاڑ تراش تراش کر مکان بناتے تھے۔ آخر کار ایک زبردست دھماکے نے ان کو صبح ہوتے آلیا اور ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے مقصد نہیں پیدا کر دیا ہے۔ اور قیامت ضرور آنے والی ہے۔ (پس اے نبیؐ!) آپ خوبی کے ساتھ درگذر کیجئے۔ یقیناً آپ کا رب سب کا خالق ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ اور بالیقین ہم نے آپ کو سات آیتیں (سورۂ فاتحہ) ایسی دے رکھی ہے جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔ (۱۵|۸۰۔۸۷)

آلود تھے۔ وہ اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے تھے۔

"ہم آپؐ کے لئے کافی ہیں"

منکرینِ حق کی طرف سے مذکورہ حالات کی مسلسل تکرار ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمت شکن ہو سکتی تھی لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ کی شفقت جس طرح منکرینِ حق کے لئے دعوتِ فکر بن کر ظاہر ہو رہی تھی اسی طرح آپؐ کی ہمت افزائی اور تسلّی کا سامان بھی تھی۔ لہٰذا درج بالا آیات میں مغضوب اقوام کے ذکر کے ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کر دی گئی کہ اگر یہ ظالم اور سرکش لوگ اپنی نافرمانی پر آمادہ ہیں تو ان کی خاطر انسانی حریت وعظمت کے اس دھارے کو تو نہیں بدلا جا سکتا جس کی یہ ظالم لوگ مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک متعین راہ ہے جو ایک متعین منزل کی طرف لے جاتی ہے۔

(اے نبیؐ!) آپ اس متاعِ دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔ اور نہ ان لوگوں پر غم کیجئے۔ اور ایمان لانے والوں کی طرف جھکئے اور کہہ دیجئے (منکرین حق سے) "میں تو صاف صاف (عذاب سے) متنبہ کرنے والا ہوں۔" یہ اسی طرح کی تنبیہ ہے جیسی ہم نے ان تفرقہ پردازوں کی طرف بھیجی تھی جنہوں نے کلامِ الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے۔ سو آپ کے پرودگار کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ (۱۵/ ۹۲-۸۸)

اور یہ اسی مقصد کے پیشِ نظر ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو پیدا کیا ہے۔ یہ سب چیزیں با مقصد ہیں اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں۔ لہٰذا اے حبیبؐ آپ ان ظالموں کی بے معنی باتوں کی چنداں فکر نہ کریں اور ان باتوں سے بے نیاز ہو کر اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف رہیں۔ اور ہم نے تو آپؐ کو اور آپؐ کے ذریعہ مؤمنین کو سات آیتوں والی سورۂ فاتحہ اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کی برکتیں اور اس کے فضائل بے شمار ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی یہ سورۂ مبارکہ بہت پسند تھی۔ بحکمِ ربی اس سورۂ مبارکہ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھا جاتا ہے۔ بہ روایت نسائی یہ سورت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ اور بندے کے تعلق کو استوار کرتی ہے۔ ایک مقام پر حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سورۂ مبارکہ کو اُمّ القرآن اور اُمّ الکتاب فرمایا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے یعنی سورۂ فاتحہ کے ہمثل، توراۃ، انجیل اور قرآن میں کوئی سورت نہیں ہے۔ اور یہی وہ سورت ہے سبع مثانی اور قرآن عظیم جو مجھے عطا ہوا ہے۔ اور یہی اشارہ درج بالا سورۂ مبارکہ

(پس اے نبیؐ!!) جس چیز کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اسے صاف سُنا دیجیے اور مشرکوں کی پروا نہ کیجیے۔ ہم آپ کے لیے تمسخر کرنے والوں کے مقابلہ میں کافی ہیں، وہ تمسخر کرنے والے جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بھی قرار دیتے ہیں۔ سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ اور بالیقین ہم کو معلوم ہے کہ (یہ لوگ) جو کچھ کہتے رہتے ہیں اس سے آپ کا دل تنگ ہوتا رہتا ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد کرتے رہیے اور سجدہ کرنے والوں میں رہیے۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیے اس آخری گھڑی تک جس کا آنا یقینی ہے۔ (۱۵/۹۹-۹۴)

کی آیت نمبر ۷۰ میں کیا گیا ہے۔

ان جیسی آیات ربانی کا حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر بڑا خوشگوار اثر ہوتا تھا۔ آپؐ کا قلب قوی سے قوی تر ہو جاتا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ جس کی پشت پناہی خدائے ذوالجلال کر رہا ہو وہ بندۂ حق باطل قوتوں سے کہاں مرعوب ہو سکتا تھا۔ آپؐ کا طریقہ تھا کہ جب مشرکین کی زیادہ یلغار ہوتی تو اور زیادہ حمد باری تعالیٰ کرتے اور بارگاہِ ربانی میں سربسجود رہتے۔

(بحوالہ بخاری، ترمذی، نسائی، ابن کثیر)

سُورَةُ الأَنعَام (پ)
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم (مکی)

تمام تر حمد اللہ ہی کے لیئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا۔ اس پر بھی کافر لوگ اپنے پروردگار کے برابر (دوسروں کو) ٹھہرا رہے ہیں۔ (اللہ) وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک وقت مقرر کیا اور معین وقت اسی کے علم میں ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ اور وہی ایک اللہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر سب حال جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اس سے بھی خوب واقف ہے۔ (۶/۳-۱)

آپ ؐ کے خلاف مشرکین کی مسلسل ہٹ دھرمی

گو اب تو آفتاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں مکہ کی بے برگ وگیاہ پہاڑیوں اور بنجر وادیوں سے دور طیبہ کے سبزہ زاروں کو منور کرنے لگی تھیں اور اطراف میں رہنے بسنے والے بھی ابھرتے ہوئے سورج کو پر شوق نظروں سے دیکھنے لگے تھے لیکن وادیٔ مکہ پر شرک و گمراہی کے وہی بادل چھائے ہوئے تھے۔ فضا اسی طرح تاریک اور مکدر تھی۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن نضر بن حارث، عبداللہ بن امیہ، نوفل بن خویلد اور چند دیگر سردارانِ قریش آپ ؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے آپ ؐ دینِ حق کی باتیں بیان فرمانے لگے آپ ؐ کا تو طریقہ ہی دعوت و تلقین تھا۔ ظالم مشرک سرداروں نے جب آپ ؐ کی حق نما و حق بیں باتوں کے سامنے اپنے کو بے بس اور لاجواب پایا تو ان میں سے کسی نے کہا۔ "محمدؐ! ہم سب آپ ؐ کا دین قبول کرنے کو تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے کو اللہ کا رسول اور پیغمبر ثابت کردو۔"

ــــ اور جو نشانی بھی ان (منکرین حق) کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے آتی ہے وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ سو انہوں نے کلام حق کو بھی جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا۔ سو عنقریب ہی انہیں خبر معلوم ہو جائے گی اس چیز کی جس کے بارہ میں وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان کے قبل کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جنہیں ہم نے روئے زمین پر وہ قوت دے رکھی تھی جو تمہیں نہیں دی ہے۔ اور ہم نے ان کے اوپر خوب کثرت سے بارش برسائی اور ہم نے ان کے نیچے نہریں بہائیں پھر ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث ہلاک کر ڈالا اور ہم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔ (اے حبیبؐ!) اور اگر ہم آپ پر کوئی کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی نازل کر دیتے اور اس کو یہ لوگ (منکرین حق) اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی جن لوگوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے یہی کہتے۔ "یہ تو بس ایک صریح جادو ہے۔" (۶/ ۷ ــ ۴)

جسؐ کے ظاہر و باطن سے وہ آگاہ۔ جسؐ کی صداقت اور امانت داری کے وہ قائل۔ جسؐ کے دلائل و براہین کے آگے وہ لاجواب تھے اور جسؐ کی زبانی وہ کلام انہوں نے بارہا سنا تھا جس کی مثال پیش کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ اور جسؐ نے بارہا عالم غیب کی ان باتوں کو ان کے سامنے بحکم ربانی بیان فرمایا تھا جو نہ کسی کتاب میں درج تھیں اور نہ کسی انسان کو معلوم تھیں۔ لیکن ان تمام حقائق کے باوجود وہ اسؐ سے اللہ کا رسول اور پیغمبر ہونے کا ثبوت طلب کر رہے تھے۔ اور مزید برآں کہہ رہے تھے۔ "ہمارے سامنے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی یک مکمل کتاب پیش کرو جس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں اور وہ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ کتاب اللہ کی ہے۔"

___ اور یہ (منکرینِ حق) کہتے ہیں۔ "ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔" اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کا قصہ ہی ختم ہو جاتا اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی۔ اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے۔ اور اس طرح انہیں (منکرینِ حق کو) اسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔ (اے حبیبؐ!) آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ مگر ان مذاق اڑانے والوں پر آخرکار وہی عذاب مسلط ہو کر رہا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ ان سے کہئے۔ "ذرا زمین پر چل پھر کے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔"

(اے حبیبؐ!!) آپ ان (منکرینِ حق) سے پوچھئے۔ "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے یہ سب کس کی ملک ہے؟" آپ (خود ہی) کہہ دیجئے "سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ اس نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (اسی لئے وہ نافرمانیوں اور سرکشیوں پر تمہاری جلد گرفت نہیں کرتا) قیامت کے دن وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود ہی نقصان میں مبتلا کر لیا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور اسی کی ملک ہے جو کوئی بھی رات اور دن میں بستا ہے۔ اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔" (۶/ ۸۔۱۳)

ایسی نہ جانے کتنی پُر حماقت اور معاندانہ باتیں مشرکینِ مکہ کا روزمرہ کا معمول بن چکی تھیں۔ لہٰذا درج بالا آیاتِ ربانی میں پھر ایک بار مشرکین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا جس کا مقصد ایک طرف تو منکرینِ حق اور مشرکین کو دعوتِ حق دینا مقصود تھا کہ وہ غور و فکر کریں اور اسلام کی حقانیت کو دل و دماغ سے قبول کرتے ہوئے ایمان لے آئیں۔ دوسری جانب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

(اے پیغمبرؐ!) آپ کہئے (ان منکرین حق سے) "کیا میں اللہ کے سوا، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو سب کو کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے، کسی اور کو کارساز قرار دے لوں؟"

(اے پیغمبرؐ!!) آپ کہدیجئے۔ "مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اس کے آگے سر تسلیم خم کروں (اور تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شرک کرتا ہے تو کرے) تم کہیں مشرکوں میں نہ ہو جانا۔

(اے پیغمبرؐ!!!) آپ کہدیجئے۔ "اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس دن جو سزا سے بچ گیا (تو جانو) اس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا۔ اور یہی نمایاں کامیابی ہے۔

(۶/۱۶-۱۴)

کی تسلی و تشفی فرمائی کہ آپؐ ان ظالم مشرکین کی باتوں سے غم زدہ نہ ہوں۔ اگر ہم ان کے کہنے کے بموجب ان کے سامنے فرشتے بھی بھیج دیتے تو وہ یقینی طور پر بصورت انسان ہی دنیا میں ظاہر ہوتے تو یہ ظالم ان کو تسلیم کرنے سے بھی گریزاں ہی رہتے اور اگر کسی اور شکل میں بھی ظاہر کرتے تب بھی یہ ان کی حقیقت کو تسلیم نہ کرتے لہٰذا آپؐ ان منکرین حق کی باتوں کی چنداں فکر نہ کریں۔ ہر دور اور ہر زمانے کے منکرین کا یہی طریقہ رہا ہے اور پہلے آنے والے نبیوں کے ساتھ بھی یہی باتیں کی گئی ہیں۔ چنانچہ ان ہی باتوں کی وجہ سے وہ ظالم اقوام ہلاکت و تباہی سے ہم آغوش ہوئیں۔ آگے کی آیات میں یہ بھی وضاحت فرمادی گئی کہ یہ محض ... بات نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے کہ جس کے نشانات آج بھی موجود ہیں لہٰذا دنیا میں چل پھر کر دیکھیں کہ مغضوب اقوام کے کھنڈرات آج بھی درس عبرت کا سامان بنے ہوئے ہیں۔

لیکن ان تمام دلائل و براہین کے باوجود مشرکین قریش کی ہٹ دھرمی کا سلسلہ اسی شدومد کے ساتھ جاری تھا۔ ان کے قلوب زنگ آلود تھے

اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے۔ اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے وہ بڑا صاحبِ حکمت اور بڑا باخبر ہے۔ (۶/۱۸-۱۷)

(اے نبیؐ!) آپ ان (منکرین) سے پوچھئے۔ "شہادت سب سے بڑھ کر کس چیز کی ہے؟" (یہ کیا جواب دیں گے) آپ کہہ دیجئے۔ "اللہ کی (شہادت) کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی بھیجا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے تمہیں ڈراؤں اور انہیں جس جس کو یہ پہنچے۔ تو (اے مشرکو!) کیا تم لوگ یہ شہادت دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی شریک ہیں؟"

اور آنکھیں حق ناآشنا تھیں۔

آپؐ کے حق میں اللہ کی شہادت

گو حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام تر پیغام دعوتِ توحید ہی تھا جس کو حضرت ابراہیمؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً پیش کیا تھا اور جس کی تائید و تصدیق زبور، توریت اور انجیل کے صفحات سے بھی ہو رہی تھی بالفاظِ دگر محسنِ انسانیت ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ اسی دین مبین کو پیش فرما رہے تھے جسکی تلقین مذکورہ بالا جملہ انبیاء علیہم السلام نے کی تھی لیکن ان نبیوں کے نام لیوا یہود و نصاریٰ میں آپؐ کی رسالت کے سورج کو حاسدانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جہاں کہیں موقعہ ملتا تو مشرکین قریش کے ایما پر یا از خود ان عقل کے اندھوں کو آپؐ کے خلاف اکساتے۔ آپؐ کی مخالفت میں ان کی ہمت افزائی فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کے علماء مشرکین مکہ کو ایسے سوالات بتاتے جو ان کی دانست میں ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نہ بتا سکتے تھے۔ لیکن جس کی حمایت رب تعالیٰ فرما رہا ہو۔

(اے نبیؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ "میں تو اس کی شہادت ہرگز نہیں دے سکتا۔"
(اے نبیؐ!!! آپ یہ بھی) کہہ دیجئے۔ "وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور
میں اس سے بری ہوں جو شرک تم کرتے ہو۔"

— جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم) کو پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔ مگر جنہوں
نے اپنے آپ کو خود ہی خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اسے نہیں مانتے

— اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو جھوٹ بہتان اللہ پر لگائے
اور اس کی نشانیوں کو جھٹلائے۔ بے شک وہ ظالموں کو پناہ نہیں دیتا
(۶/۲۱-۱۹)

(اے رسولؐ!) اور ان (منکرین) میں ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف
(بظاہر) کان لگاتے ہیں۔ مگر ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے
ہیں کہ وہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے۔

جس کا ہر فعل اور عمل حق تعالیٰ کی وحی کا مظہر ہو اور جس کے لئے غیب کے پردے
اٹھا دیئے جاتے ہوں اس پر وہ کیوں کر کامیابی حاصل کر سکتے تھے۔

مشرکین مکہ نے پہلے ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی نبوت اور
کلام الٰہی کے ثبوت میں فرشتوں کی آمد کا تقاضہ کیا تھا۔ اب یہود و نصاریٰ کی
شہ پر کہنے لگے تھے کہ اگر تم فرشتوں کو نہیں بلا سکتے تو اس امر کا کیا ثبوت ہے
کہ تم جو یہ قرآن ہمارے سامنے پیش کرتے ہو اللہ کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔
اور کہتے تھے کہ اگر تم پر اللہ کی طرف سے کتاب آئی ہوتی تو یہود و نصاریٰ جو کہ
پہلے سے اہلِ کتاب ہیں تم کو ضرور پہچانتے اور تمہاری تصدیق کرتے۔

حضور سرورِ کائنات حبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپؐ
لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ فرماتے بلکہ ان کے سامنے پیغام حق پیش

اور اگر وہ ساری (کی ساری) نشانیاں دیکھ لیں (جب بھی) ان پر ایمان نہ لائیں۔ حتیٰ کہ یہ (منکرین) آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں۔ "یہ (قرآن) ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں۔" وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے الگ رہتے ہیں۔ اور یہ (لوگ کسی اور کو نہیں) اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں۔ مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ (۶/۲۶-۲۵)

—— اور یہ (منکرین) کہتے ہیں۔ "زندگی تو بس ہماری اسی دنیا کی زندگی ہے اور ہم زندہ اٹھائے جانے والے نہیں۔" (۶/۲۹)

فرماتے "آیاتِ ربانی پڑھ کر سناتے اور ضرورت ہوتی تو اسی کی وضاحت فرما دیتے۔ مشرکین کے جن اعتراضات کا جواب جب خود حق تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا تو آپؐ وہی آیاتِ ربانی بھی انہیں سنا دیتے۔

درج بالا آیات میں بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کے مذکورہ اعتراضات کا جواب ہے۔ جہاں واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ جس شہادت کو تم طلب کر رہے ہو وہ شہادت تو خود اللہ کی ہے جس نے قرآن مجید بطور وحی نازل فرمایا ہے لیکن تم عقلوں کے اندھے ہو اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور جہاں تک کہ یہود و نصاریٰ کا آپؐ کی رسالت سے انکار کا سوال ہے تو یہ دونوں درحقیقت اللہ کے نبی احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ ایک باپ اپنے لڑکوں کو پہچانتا ہے۔ چونکہ ان کی کتابوں میں اللہ کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔

تمام تر تحریفات کے باوجود توریت اور انجیل کے موجودہ نسخے قرآن کے اس دعوے کی تصدیق کا آج بھی زندہ ثبوت ہیں۔ چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۔ یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں آ گئے جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا حتیٰ کہ وہ (مقررہ) گھڑی ان پر یک بیک آ پہنچے گی (تو اس وقت) بول اٹھیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم اس کے بارے میں کرتے تھے۔ اس حال میں (ہوں گے) کہ وہ اپنے گناہ اپنی پشتوں پر لادے ہوں گے۔ دیکھو تو کیا ہی برا بوجھ ہے جس کو یہ لادے پھر رہے ہوں گے۔ اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز کھیل تماشے کے۔ اور تقویٰ رکھنے والوں کے لیے آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۶/۳۲۔۳۱)

"۔۔۔ اور اسمٰعیل کے حق میں، میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔"
(توریت۔ باب پیدائش ۱۷ : ۲۱)

یہ متفقہ حقیقت ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے صرف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو منصب نبوت عطا ہوا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند حضرت اسحٰقؑ کی آل تھے۔ لہٰذا درج بالا اقتباس میں اشارۂ ربانی محسنِ انسانیت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہے۔ اسی طرح کے واضح اشارات انجیل میں بھی موجود ہیں۔

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔"
(انجیل یوحنا۔ ۱۴ : ۱۶)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔۔۔ اور

(اے حبیبؐ!) بے شک ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ (منکرین) جو کچھ کہتے ہیں۔ اس سے آپ کو رنج ہوتا ہے۔ یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ (ظالم تو) اللہ کی نشانیوں ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور آپ سے قبل بھی پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں۔ سو انہوں نے اس پر صبر کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور انہیں ایذا دی گئی یہاں تک کہ انہیں ہماری نصرت آپہنچی۔ اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور پیغمبروں کی خبریں تو آپ کو پہنچ ہی چکی ہیں۔ (۶/۳۴ — ۳۳)

وہ آکر دنیا کو گناہ، راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے۔" (۱۶: ۹ — ۷)

لیکن جب وہ مددگار آئے گا جسکو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔" (انجیل یوحنا۔ ۱۵: ۲۶)

لیکن توریت اور انجیل کی یہ واضح آیات صرف ان ہی لوگوں کے لئے نشانِ راہ تھیں جو حق کے متلاشی تھے اور انسانیت کا آفاقی تصور رکھنے والے اہلِ بصیرت کے لئے تو آج بھی مینارۂ نور ہیں۔ انسانیت کو گروہوں میں تقسیم کرنے والے اور حاسدانہ جذبات سے مغلوب لوگ مقامِ مصطفیٰ کو جانتے اور سمجھتے ہوئے جس طرح اُس دور میں انکار کے مرتکب ہو رہے تھے آج بھی منکرِ حق بنے ہوئے ہیں۔ کاش! وہ محسنِ انسانیت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیغام کو سمجھیں کہ اسی میں حرمتِ آدم ہے اور اسی میں انسانی عظمت کا راز مضمر ہے۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہی ابد تک کے لئے ہمارے ساتھ ہیں اور آپؐ ہی نے حضرت عیسیٰؑ کی گواہی دی ہے۔

(بحوالہ توریت، انجیل۔ کتابِ مقدس۔ بائبل سوسائٹی لاہور)

(اے نبیؐ!) اور آپ پر اگر ان کی بے رخی گراں گذرتی ہے تو آپ سے اگر ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لیں یا آسمان میں زینہ (اور) پھر ان (منکرین) کے لئے کوئی نشانی لے آئیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہٰذا نادانوں میں سے نہ ہو جائیے (دعوتِ حق تو) قبول بس وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔ رہے مردے تو انہیں تو اللہ بس قبروں ہی سے اٹھائے گا اور پھر وہ اس کی طرف لائے جائیں گے (جزا و سزا کے لئے)

(اے حبیبؐ!) اور یہ منکرین کہتے ہیں کہ ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر کوئی نشانی ان کے پروردگار کی طرف سے کیوں نہیں نازل کی گئی۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بے شک قادر ہے (ایسی) نشانی نازل کرنے پر لیکن ان (منکرین) میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جو خود ہی علم نہیں رکھتے۔ (۶/ ۳۵ تا ۳۷)

قوم کی اصلاح کے لئے آپؐ کا جذبۂ شدید

مشرکینِ قریش کی زندگی میں قدم قدم پر تضاد تھا۔ اُنکے اعمال اقوال کی تردید کرتے تھے اور اقوال اعمال کی تردید۔ غور کیا جائے تو یہ بات ہر اس قوم کے اندر پیدا ہو جاتی ہے جو صراطِ مستقیم سے دور ہوتی ہے۔ اور یہی بات اُس کی گمراہی اور بالآخر تباہی و ہلاکت کا سبب ہوا کرتی ہے۔ قریش اللہ تعالیٰ کو ربِ کعبہ بھی تسلیم کرتے تھے اور کعبہ ہی کے اندر انہوں نے سینکڑوں بت سجا رکھے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ کا نبی اور رسول بھی مانتے تھے اور ان کی تعلیمات کے منافی عمل بھی کرتے تھے۔ اسی طرح حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور امانتداری کے ابھی تک قائل تھے کہ اپنی بیش بہا امانتیں آپؐ کی سپردگی میں رکھ دیا کرتے تھے اور نجی طور پر نہ آپؐ کو کاذب کہا اور نہ آپؐ کو کبھی جھوٹا پایا۔ لیکن جب پیغام حق کا معاملہ آتا تو آپؐ کو کاذب اور مجنون تک کہنے سے باز نہ آتے تھے۔ اور

(اے نبیؐ!) آپ کہئے (منکرین سے) " اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آپڑے، یا تم پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) ؟ ۔ نہیں، بلکہ خاص اسی (اللہ) کو پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم سے ٹال دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔

(اے نبیؐ!) اور بلاشبہ ہم نے آپ سے قبل اور بھی اُمتوں کی طرف پیغمبر بھیجے پھر ہم نے ان (امتوں) کو تنگدستی اور تکلیف میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ساتھ جھک جائیں۔ پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی۔ مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے۔ اور جو کچھ وہ کرتے رہے شیطان اسے ان کی نظر میں خوشنما کر کے دکھاتا رہا پھر جب وہ اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی جھٹلاتے ہی رہے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

یہی بات آپؐ کے لئے کافی پریشان کن تھی۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن ابوجہل سے ملاقات ہو گئی تو آپؐ نے اس سے کہا۔ " تم لوگ مجھے جھوٹا کہتے ہو۔ لیکن میرا جھوٹ تو بتاؤ۔ ؟" ابوجہل نے جواب دیا۔ " انا لا نکذبک ولکن نکذب ما جئت بہ "

(ہم لوگ آپؐ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن جو آپؐ پیش کرتے ہو اسے جھوٹا کہتے ہیں)۔ یہی حال دیگر مشرکین قریش کا تھا کہ وہ آپؐ کو صادق اور امین سمجھتے ہوئے بھی آپؐ کی رسالت اور کلام ربانی کی حقانیت کو جھٹلایا کرتے تھے اور مضحکہ خیز مطالبے کرتے تھے۔

ان ہی باتوں سے حضور محسن انسانیت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال آنے لگا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ باری تعالیٰ ایک ایسی نشانی عطا فرمادیں کہ جسے دیکھ کر یہ مشرکین اپنی مضحکہ خیز باتوں سے باز آجائیں اور پیغام حق کو قبول کر لیں لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے وہ قلوب کے وسوسوں کو بھی جانتا ہے اور

یہاں تک کہ جب وہ ان بخششوں پر جو انہیں عطا کی گئی تھیں اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے ۔ اس طرح جڑ کاٹ دی گئی ان لوگوں کی جو ظلم کرتے تھے ۔ اور تمام تر حمد اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے ۔

(اے نبیؐ!!!) ان سے کہیئے "اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تمہاری سماعت اور بینائی تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کون خدا ہے جو یہ (نعمتیں) تمہیں واپس دلا سکتا ہے ۔"

(اے حبیبؐ!!) آپ دیکھیئے ہم کس کس طرح دلائل (توحید) بیان کرتے ہیں اور یہ منکرین پھر بھی بے رخی کئے ہوئے ہیں ۔ (۶/۴۶ - ۴۷)

(اے حبیبؐ!!) آپ کہدیجئے ۔ "اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے اوپر اللہ کا عذاب اچانک آجائے یا خبرداری (میں بھی) تو کون ہلاک ہوگا سوائے ظالموں کے ۔"

قلوب کے اندر پرورش پانے والی شرارتوں کی بنائے مخاصمت کو بھی ۔ لہٰذا یہ بات حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ جو بات ابوجہل نے آپؐ سے کہی تھی اس کے پس پردہ بھی کچھ اور تھا جس کو اس ظالم مشرک نے آپؐ پر ظاہر نہ کیا تھا ۔ جس کی تصدیق اس روایت سے ہو جاتی ہے کہ اسی ظالم ابوجہل نے منکرِ حق اخنس بن شریق سے ایک موقعہ پر کہا تھا ۔ "خداوند کی قسم! محمدؐ صادق ہیں ۔ عمر بھر کبھی جھوٹ بولتے نہ دیکھا اور نہ سُنا ۔ لیکن اصل بات تو یہی ہے کہ لواء، سقایت، نجابت اور کلید برداری سب ہی کچھ بنی قصیٰ کے پاس ہیں ۔ اب نبوت بھی ان کے حصے میں آجائے تو باقی قریش کے پاس کیا رہ گیا ۔"

اور یہی تھی وہ بنائے مخاصمت اور وجہ حسد جس نے ان دشمنانِ رسولؐ کو اندھا (بہرہ) بنا رکھا تھا کہ وہ حقیقت کو حقیقت سمجھتے ہوئے بھی

ـــــ اور ہم پیغمبروں کو تو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہی کی حیثیت سے بھیجتے ہیں۔ تو جو کوئی بھی ایمان لے آئے اور اپنی درستی کرے تو ان لوگوں کے لیئے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ یہ لوگ غمگین ہوں گے اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں ان ہی کو عذاب پہنچے گا۔ اس لیئے کہ وہ (حدِ عبودیت سے) تجاوز کرجاتے ہیں۔ (۶/ ۴۹ ــ ۴۷)
(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ "میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں آپ ہی غیب جان لیتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس آتی ہے۔"

حقیقت کہنے کے لیئے تیار نہ تھے۔ دوسری طرف آپؐ کے قلبِ حزیں میں اپنی قوم کی اصلاح کے لیئے وہ جذبہ شدید تھا کہ آپؐ ہمہ وقت سرگرداں رہتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ یہ ظالم کسی طرح پیغامِ حق پر ایمان لے آئیں۔ شرک آلود زندگی سے تائب ہو جائیں اور اسی جذبہ کے تحت آپؐ کے قلب میں مذکورہ بالا خیال آیا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ باری تعالیٰ کوئی ایسی نشانی عطا فرما دیں کہ یہ اس کو دیکھتے ہی دینِ حق کو قبول کرلیں۔ آیت نمبر ۳ درج بالا میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اے نبیؐ! آپ جو ان مشرکین کی طرف سے اس درجہ فکر مند ہیں تو اگر آپؐ کے بس میں ہو تو زمین میں کوئی سُرنگ تلاش کر کے یا آسمان پر زینہ لگا کر اُن کے لیئے نشانی لے آیئے ـــ ہم ان مشرکین کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں ـــ ہم چاہتے تو ان کو ہدایت پر جمع کر دیتے لیکن ان کی خواہشاتِ نفسانی نے تو ان کو اندھا اور بہرہ بنا رکھا ہے ـــ یہ تو اب روزِ قیامت ہی دوبارہ اُٹھائے جائیں گے جب کہ اُن کے اعمال کا حساب ہوگا۔

بعد کی آیات میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ کے ذریعہ دلائلِ توحید

کہد یجیے (اے حبیبؐ!) "اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟
دراصل تم لوگ غور ہی نہیں کرتے۔"

(اے نبیؐ!) اور آپ اس (قرآن) کے ذریعے انہیں ڈرایئے جو
خوف رکھتے ہوں اس امر کا کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس اس حال میں
جمع کیے جائیں گے کہ ان کے حق میں نہ کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی شفیع، اس
امید پر شاید کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

(اے نبیؐ!) اور ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کیجیے جو اپنے پروردگار
کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں۔ آپ کے ذمہ ان
کا حساب ذرا بھی نہیں۔ اور نہ ان کے ذمہ آپ کا ذرا بھی حساب ہے۔
پھر (بھی) اگر آپ انہیں دور کریں تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

—— اور اس طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے
آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ جس سے یہ لوگ کہیں گے کہ کیا یہی لوگ ہمارے
درمیان میں سے ہیں جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے۔ کیا اللہ شکر گذاروں
سے خوب واقف نہیں؟۔ (۶/ ۵۳ - ۵۰)

اس طور پر پیش فرمائیے کہ معمولی عقل و بصیرت رکھنے والے بھی حق آشنا ہو جائیں۔ لیکن
منکرین قریش تو اندھے تھے نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے اور نہ قلوب سے بصیرت
پا سکتے تھے۔ لہٰذا ارشادِ ربانی ہوا کہ اے حبیبؐ! آپؐ قرآن کے ذریعہ اُن ہی کو
ڈرایئے جو اپنے پروردگار کے حضور پیش ہونے پر ایمان رکھتے ہوں۔ اور منکرین
حق کی چنداں فکر نہ کیجیے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر۔ خزائن العرفان)

آپؐ کے خلاف ایک اور عیارانہ چال

منکرینِ قریش کے بڑے بڑے
سورماؤں اور سرداروں کے سینوں
میں جو بغض و حسد اور کینہ و نفرت کی آگ بھڑکتی رہتی تھی اس کے سبب ان کی

(اے نبیؐ!!!) اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے۔ "تم پر سلام ہو۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے کہ (اگر) تم میں سے جو کوئی (بھی) نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے، پھر وہ اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی حالت درست کرے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اسی طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔ (اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔" آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے۔ "میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہ کروں گا ورنہ میں بھی بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔" (۶/ ۵۶-۵۴)

اپنی زندگی میں بھی سکون نہ رہا تھا۔ لہٰذا یہ ظالم آپؐ کی ظاہری مخالفت پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ باطنی ایذا رسانی اور جویائے حق کی صفوں میں انتشار پھیلانے کے لئے خفیہ تدبیریں بھی کیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ان کی زندگی کا بس ایک ہی مقصد رہ گیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح آپؐ کو بے بس اور بے سہارا کر دیں یا پیغامِ حق اور آپؐ کی رسالت کی تکذیب کر کے اس کا خاتمہ کر ڈالیں۔

ایک دن مشرکینِ قریش میں پھر سرگوشیاں ہوئیں اور ایک منصوبے کے تحت چند سردارانِ قریش محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا ابو طالب کے پاس پہنچے۔ کچھ دیر گفت و شنید کے بعد کہنے لگے۔ "اے ابو طالب ہم کو دراصل تمہارے بھتیجے کے پاس جانے میں اور ان کا نیا دین سمجھنے میں کوئی عار نہیں۔ لیکن ایک بات ہم لوگوں کو بہت شاق گزرتی ہے کہ انؐ کے پاس ہمہ وقت ایسے لوگ جمع رہتے ہیں جو کہ ہم ہی لوگوں میں سے کسی کے غلام ہیں یا غلام رہ چکے ہیں یا خدمت گار ہیں۔ آپ اپنے بھتیجے سے کہہ دیں کہ جب ہم ان کے

(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے "میرے پاس تو دلیل ہے میرے پروردگار کی طرف سے اور تم اسی کو جھٹلاتے ہو۔ جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو میرے پاس نہیں۔ حکم کسی کا نہیں بجز اللہ کے۔ وہی حق کو بتلاتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے "اگر وہ چیز میرے پاس ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان قصہ فیصل ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔" (۶/۵۸-۵۷)

(اے پیغمبرؐ!) آپ ان سے پوچھیے۔ "کون تمہیں نجات دیتا ہے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے؟۔ اور کون ہے وہ جس سے تم (مصیبت کے وقت) عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟۔ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے تو نے ہم کو بچا لیا تو ہم ضرور شکر گذار ہوں گے؟"۔ آپ کہہ دیجئے۔ "اللہ ہی تمہیں نجات دیتا ہے ان سے اور ہر غم سے۔ اس کے بعد بھی تم شرک کرنے لگتے ہو۔"

(اے پیغمبرؐ!!) آپ کہہ دیجئے "وہ (اس پر بھی) قادر ہے کہ تمہارے اوپر کوئی عذاب مسلط کر دے۔ تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے۔ یا تمہیں گروہ گروہ کر کے بھڑا دے اور تمہیں ایک دوسرے کو لڑائی کا (مزا) چکھا دے

(اے پیغمبرؐ!!) آپ دیکھیے ہم کس کس طرح دلائل کو مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ لوگ سمجھ جائیں۔ اور آپ کی قوم نے اس کی تکذیب کی ہے۔ حالانکہ وہ برحق ہے۔ آپ کہہ دیجئے۔ "میں تمہارے اوپر داروغہ کی طرح تعینات تو نہیں کیا گیا ہوں۔" (۶/۶۶-۶۳)

پاس آئیں تو وہ ان پست اور کم درجہ لوگوں کو اپنے سے دور کر دیا کریں۔ تو ہم محمدؐ کی بات بھی سنیں گے" اطاعت اور تصدیق بھی کریں گے۔"

ہے۔ ہر چیز کے ظہور میں آنے کا ایک وقت معیّن ہے۔ عنقریب خود ہی تم کو انجام معلوم ہو جائے گا۔ (۶/۶۷)

(اے حبیبؐ!) ان سے پوچھئے۔ "کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو نہ ہمارا بھلا کرے نہ برا؟ اور کیا ہم الٹے پاؤں واپس پھر جائیں بعد اس کے کہ اللہ ہم کو ہدایت دے چکا ہے؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کرلیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو؟ اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو اور اسی حال میں اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں۔ "ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے۔"

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "راہ تو بس اللہ کی بتائی ہوئی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کے آگے سرِ اطاعت خم کردیں۔ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور وہ وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔" (۶/۷۲-۷۱)

(اے نبیؐ!) اور یہی کتاب (قرآن حکیم) ہے کہ ہم نے اس کو نازل کیا ہے۔ برکت والی ہے۔ تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے تھیں۔

حضور سرورِ کائنات نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل تو ہر شخص کے لئے تھی۔ جس میں مسلم غیر مسلم سب ہی آیا کرتے تھے۔ بلکہ جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کا ذوق و شوق اور حبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کی تڑپ تو دیدنی تھی۔ لوگ یہی کوشش کرتے کہ جلد سے جلد آپؐ کی مجلس میں پہنچیں اور آپؐ سے قریب تر ہو کے بیٹھیں۔ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابہ کرام کا یہ اظہارِ محبت و شفقت باعث مسرت و طمانیت ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔" یہی آپؐ کی تعلیم تھی اور یہی آپؐ کا

تاکہ آپ متنبہ کریں ام القریٰ (مکہ) اور اس کے گرد سارے جہاں میں رہنے والوں کو۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب (قرآن) پر بھی ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

— اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے جبکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔ یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلے میں کہے کہ میں بھی ایسا ہی (کلام) نازل کروں گا۔ کاش! (اے نبیؐ!) آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم (منکرین حق اور دعویٰ باطل کرنے والے) موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا کر (ان سے) کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں جلدی نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب ملے گا بہ سبب اس کے کہ تم اللہ پر جھوٹ اور اللہ کے ذمہ ناحق باتیں جوڑا کرتے تھے۔ اور تم اللہ کی نشانیوں کے مقابلہ میں تکبر کیا کرتے تھے۔

(۹۲-۹۳/۶)

عمل۔ اسی محفل میں حضرت خبابؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت سالم مولیٰؓ ابی حذیفہ اور حضرت عبداللہؓ ابن مسعود بھی شریک ہوا کرتے تھے جن میں آزاد کردہ غلام بھی تھے اور معاشی و معاشرتی اعتبار سے کم درجہ بھی اور اسی محفلِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابو بکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ ابن خطاب، حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ ابن عفان جیسے صاحبانِ عالی مقام اور ذی حیثیت لوگ بھی شریک ہوتے تھے لیکن کبھی نہ رنگ کا سوال پیدا ہوا نہ نسب کا نہ دولت کا اور نہ آقا و غلام کا۔

روایت ہے کہ ابوسفیان اسی مکی دور میں جب کہ مشرکینِ قریش کی صفوں میں پیش پیش تھے تجارتی سفر پر روم گئے۔ شاہ ہرقل کے دربار میں جب شرفِ حاضری ملا تو ہرقل نے بھرے دربار میں ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چند سوالات کئے تھے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا۔ ”کیا ان کی قوم

ـــ اور اب تو تم ہمارے پاس تنہا تنہا آئے جیسا کہ ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا۔ اور ہم تمہارے ہمراہ ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملے میں (ہمارے) شریک ہیں۔ اب تو تمہارے آپس کا تعلق ٹوٹ کر رہا۔ اور تم سے گئے گزرے ہوئے وہ دعوے جو تم کرتے رہتے تھے۔

(اے لوگو!) بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے۔ وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے وہی تمہارا اللہ ہے۔ سو تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ وہی صبح کا برآمد کرنے والا ہے۔ اسی نے رات کو راحت کی چیز بنایا۔ اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ (نظام ارضی و فلکی اور یہ کارخانۂ حیات) سب اسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں۔ وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ بے شک ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔ (۶/ ۹۷ــ ۹۴)

کے بڑے پیروی کرتے ہیں یا غریب لوگ۔؟" تو جواب میں ابو سفیان نے عرض کیا تھا۔ "ان کی پیروی تو صرف ضعفاء، غربا، ادنیٰ اور غلام ہی کرتے ہیں۔" یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا۔ "رسولوں کی پیروی ہمیشہ ایسے ہی لوگوں نے کی ہے۔"

لیکن یہ بات مشرکینِ قریش کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ ہرقل صاحبِ علم و عقل تھا اس نے نبیوں کے واقعات پڑھے تھے وہ جانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ اور دیگر

— اور وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے تم (انسانوں) کو پیدا کیا ایک ہی شخص سے۔ پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی اور ایک جگہ چند ے (کم مدت) رہنے کی۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

— اور وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی روئیدگی (پیداوار) کو نکالا۔ پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا کئے پھر ان سے تہ در تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے خوشوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے کی اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو۔ ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

— اور لوگوں نے اللہ کا شریک جنات کو قرار دے رکھا ہے حالانکہ اس (اللہ) نے انہیں پیدا کیا ہے — اور لوگوں نے اس کے لئے بیٹے بیٹیاں محض بے سند تراش رکھی ہیں۔ پاک اور بالاتر ہے وہ (اللہ) ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ (۶/ ۱۰۰ — ۹۸)

انبیاء علیہم السلام کا ابتداء میں پیروی کرنے والے کون لوگ تھے اور کس حیثیت کے حامل تھے۔ سرداران قریش ممکن ہے ان باتوں سے واقف بھی ہوں لیکن حقیقتاً ان کے دلوں میں تو عناد تھا وہ تو ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کے درمیان اختلاف کی خلیج حائل کر کے (۳۲) سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ بہر حال مشرکین سرداروں کی مذکورہ بالا تجویز کا ذکر ابو طالب نے رسول (قدس)

— موجد ہے (اللہ) آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے اولاد کہاں سے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں۔ اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

— یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ ہر شئے کا پیدا کرنے والا۔ پس اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔ نگاہیں اسے احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ بڑا باریک بیں اور بڑا باخبر ہے۔

— اب تمہارے پاس روشن دلائل تمہارے رب کے پاس سے پہنچ چکے ہیں۔ سو جو کوئی بصارت سے کام لے گا وہ اپنے ہی لئے اور جو کوئی اندھا رہے گا اسی پر وبال رہے گا۔ اور میں کوئی تمہارے اوپر نگہبان تو نہیں ہوں۔ (۶/۱۰۱-۱۰۴)

سے کیا۔ آپؐ نے خاموشی اختیار کی اور ان کا جواب نہ دیا۔ ممکن ہے کہ ابوطالب کا پاسِ ادب ملحوظِ خاطر رہا ہو۔ اس وقت حضرت عمرؓ ابن خطاب بھی تشریف فرما تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاموش پایا تو عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ایسا بھی کر دیکھئے کہ جب یہ اشرافِ قریش آئیں تو ایسے حضرات کو جن پر انہیں اعتراض ہے اپنے سے دور بٹھا دیجئے۔ معلوم ہو جائے گا کہ ان اشرافِ قریش کا کیا ارادہ ہے اور اس کے بعد وہ کیا کریں گے۔" محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے مشورے پر بھی خاموشی اختیار کی یعنی مشورہ سے اتفاق نہ فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ کو اپنے غلط مشورے کا احساس ہوا لہٰذا بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر معذرت پیش کی۔

آیت ۵۲۔ اور اس کے بعد کی آیات میں ان ہی باتوں کی طرف اشارۂ ربانی ہے۔ اور واضح طور پر بتادیا گیا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی نظر میں امیر و غریب اور

—— اور اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے ہیں جس سے یہ کافر یوں کہیں گے کہ آپ نے پڑھ لیا ہے (ان دلائل کو کسی اور شخص سے) اور اس لئے کہ ہم اس (قرآن) کو کھول دیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔
—— اسی کی پیروی کئے جایئے جو آپ کے پروردگار کی جانب سے وحی کیا گیا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
—— اور (اے حبیبؐ) مشرکوں کی جانب سے منہ پھیر لیجئے۔ اور اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔ اور ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگراں تو نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر مختار ہیں۔ (۱۰۷/۶—۱۰۵)

—— اگر ہم فرشتے بھی ان پر نازل کر دیتے اور ان سے مردے بھی باتیں کرنے لگتے اور دنیا بھر کی چیزوں کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن ان میں سے تو اکثر جہالت ہی سے کام لیتے ہیں۔
—— اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطانی انسانوں اور شیطانی جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے۔ جو ایک دوسرے پر خوش آیند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہتے ہیں۔
(اے نبیؐ!) اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو یہ ایسا نہ کر سکتے۔ سو آپ انہیں اور جو کچھ یہ اختراع کر رہے ہیں اس کو چھوڑ دیجئے۔ تاکہ اس (فریب آمیز بات) کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو یہ پسند کرنے لگیں اور تاکہ یہ مرتکب ہونے لگیں اس کے جس کے یہ مرتکب ہو رہے ہیں۔
(۱۱۳/۶—۱۱۱)

کبیر و صغیر میں کوئی فرق نہیں بلکہ اسی امتیاز کی بناء پر وہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے کہ آیا بندے اپنی اپنی حیثیتوں پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے

(اے پیغمبرؐ!) اور اگر آپ ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا کر ہی رہیں۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ درحقیقت آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون سیدھی راہ پر ہے۔

(اے مسلمانو!) سو اُس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تمہارے لئے آخر کیا وجہ ہے کہ تم ایسے (جانور) میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا جا چکا ہے، جب کہ اللہ نے تمہیں تفصیل بتا دی ہے ان (جانوروں) کی جنہیں اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی، جب تم کو سخت مجبوری ہو (تو قدرے ضرورت روا ہے)۔ اور یقیناً بہت سے لوگ اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کرتے رہتے ہیں بلا کسی علم کے۔ بے شک آپ کا پروردگار ہی خوب جانتا ہے ان حد سے گذر جانے والوں کو۔ (۶/۱۱۹-۱۱۶)

ہیں یا نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ بھی ارشاد ربانی ہوا کہ وہ بندے جو کہ اہل ایمان ہیں جب آپؐ کے پاس آئیں تو سلام و سلامتی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہیئے۔ اور تمہارے پروردگار نے تو اپنے اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے۔ بعد کی آیات میں حق تعالیٰ نے پھر ایک بار دل میں اتر جانے والے دلائل عطا فرمائے تاکہ لوگ پیغام حق کو سمجھیں اور اس پر ایمان لے آئیں کہ درحقیقت یہی پیغام انسانی مساوات، اخوت اور سربلندی کا علم بردار ہے۔

مشرکین فارس کی شہ پر آپؐ سے سوالات

حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ دلائل عقلی اور شواہد فطری کے باوجود مشرکین قریش کلامِ ربانی کی تکذیب اور ہادیِ مرسل نبی اکرمؐ

(اے مسلمانو!) تم کھلے گناہوں سے بھی بچو اور چھپے گناہوں سے بھی لوگ گناہ کما رہے ہیں انہیں عنقریب بدلہ مل جائے گا اُس کا جو کچھ کہ وہ کرتے رہتے ہیں۔

(اے مسلمانو!) اور اس جانور میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ بیشک یہ بے حکمی ہے اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو پٹی پڑھا رہے ہیں تاکہ وہ تم سے حجت کریں اور اگر تم اُن کا کہنا ماننے لگو تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ (۶/۱۲۱ ـ ۱۲۰)

کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ اس بیجا مخالفت میں جہاں روز بروز شدت ہوتی جا رہی تھی وہاں اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ان مشرکین ہی کے ذریعہ کلامِ حق اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جزیرۃ العرب سے باہر کے لوگوں میں بھی ہونے لگا تھا۔ گو ان میں بھی مخالفین کی اکثریت تھی لیکن ایسے بھی لوگوں کا وجود تھا جو بظاہر یا بہ باطن نئے دینِ حق کو دلچسپی کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جیساکہ صفحاتِ گزشتہ میں شاہِ حبشہ اور شاہِ روم کے درباروں کے تذکروں سے پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح فارس کے آتش پرستوں میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں چونکہ ان کی تمام تر ہمدردیاں مشرکینِ مکہ کے ساتھ تھیں۔ لہٰذا جب قریش کے تجارتی قافلے فارس کی منڈیوں میں جاتے تو لوگ نئے دین اور اس کے داعی رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات کرتے۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کے لئے مکہ کی معاشرتی زندگی میں ایک نیا مسئلہ سامنے آیا۔ مشرکینِ مکہ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے دیوتا "اوثان" کے نام پر جانور قربان کرتے تھے اور پھر وہی گوشت دوستوں اور احباب میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ چونکہ دامنِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہونے والوں میں تقریباً سب وہی لوگ تھے جن کے اعزا اقربا بلکہ اہلِ خانہ ابھی تک مشرک اور بت پرست تھے۔ آپس کا لین دین بھی قائم تھا۔ لہٰذا یہ بات ہادیٔ مرسل

— کیا جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا۔ اور ہم نے اس کے لئے ایک نور بنادیا کہ اس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ (کیا) وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہے (اور) ان سے نکلنے نہیں پاتا۔ اسی طرح کافروں کی نظر میں خوشنما کردیا گیا ہے جو کچھ وہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ وہاں چال چلا کریں۔ حالانکہ وہ چال بس اپنے ہی خلاف چلتے ہیں اور (اس کو بھی) نہیں سمجھتے۔ (۶/۱۲۳—۱۲۲)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے رفقائے حق کے دلوں میں کراہیت کا باعث ہوتی کہ جس دیوتا کو ہم معبود ہی نہیں مانتے تو اس کے نام پر ذبح کیا ہوا گوشت کیونکر کھائیں۔ بہت سے قریش بتوں کا نام لئے بغیر بھی جانور کاٹتے تھے۔ لہٰذا ایک مرتبہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نومسلم نے یہ سوال بھی کیا کہ یا رسول اللہ لوگ ہم کو گوشت کا تحفہ دیتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا یا نہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم خود اللہ کا نام لے لو اور کھالو۔

مشرکین قریش میں زمانہ جاہلیت سے ایک اور طریقہ تھا کہ انہوں نے بعض مویشی اپنے اوپر از خود حرام کر لئے تھے اور ان کی مختلف قسمیں بنا رکھی تھیں۔ مثلاً بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ۔ لہٰذا ان جانوروں کو مسلمان بھی ذبح نہ کرتے تھے۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ بارگاہِ ربّ العالمین سے قطعی حکم کا نزول ہوا جس کا درج بالا آیاتِ مبارکہ میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حرام اور حلال کی واضح نشاندہی کردی گئی۔ یہ حکم الٰہی نازل ہوا تو مشرکین میں بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں۔ فارس کے آتش پرست مشرکین کو بھی اس نئے حکمِ ربانی کا پتہ چلا تو انہوں نے مشرکین قریش کو پیغام بھیجا کہ تم محمدؐ سے یہ سوال کرو کہ جس جانور کو تم ذبح کرو تو وہ تمہارے لئے حلال ہے لیکن جس کو تمہارا اللہ اپنی سنہری تلوار سے مارے تو وہ تمہارے لئے مردار ہے اس کی وجہ بتاؤ۔

— اور اسی طرح ان کے دیوتاؤں نے بہت سے مشرکوں کی نظر میں اُن کی اولاد کے قتل کو خوشنما بنا رکھا ہے۔ جس سے وہ انہیں برباد کر ڈالیں اور اُن کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں — اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو آپ ان کو اور ان کی گڑھنت کو ان کے حال پر چھوڑے رہیں۔

— اور کہتے ہیں کہ اپنے خیال کے مطابق کہ یہ (فلاں فلاں) مواشی اور کھیت ممنوع ہیں انہیں کوئی نہیں کھا سکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں اور (فلاں) چوپائے ہیں کہ ان کی پشت حرام کر دی گئی ہے — اور (فلاں) چوپائے ہیں کہ ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے ہیں — یہ (سب) اللہ ہی پر بہتان باندھے ہوئے ہیں۔ عنقریب وہ (اللہ) انہیں بدلہ دے گا اس بہتان کا۔ (۶/۱۳۸—۱۳۷)

پُر ایذا اور رکیک باتیں بھی کہیں۔ ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ملعون کی طرف قطعی توجہ نہ دی۔ بک بکا کر چلا گیا۔ عبداللہ بن جدعان (بنی عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ) کی ایک لونڈی جو قریب ہی ایک مکان میں تھی اس نے ابوجہل کی تمام مغلظات کو سُنا اور آپؐ کی خاموشی کو بھی دیکھا کہ آپؐ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے اور پھر بغیر جواب دیئے وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپؐ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب گلے میں کمان ڈالے شکار سے واپس آتے ہوئے اسی مقام سے گذرے تو اس لونڈی نے جو آپؐ کی مظلومیت سے بڑی متاثر ہوئی تھی ان سے کہا۔ "اے ابو عمارة! (حضرت حمزہؓ کی کنیت) کاش آپ اس آفت کو دیکھتے جو آپ کے بھتیجے محمدؐ پر ابوالحکم (ابوجہل کی کنیت) کی جانب سے آئی۔ اس نے اُن کو یہاں بیٹھا ہوا تنہا پایا تو ایذا پہنچائی اور ناپسندیدہ گالیاں دیں۔ اور پھر چلتا بنا۔ محمدؐ نے اس سے کچھ بھی نہ کہا۔"

حضرت حمزہؓ گو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے لیکن بھتیجے کی مظلومیت

— اور اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کے قریب رکھیں گے بسبب ان اعمال کے جو وہ کرتے رہے تھے۔ (۶/۱۲۹)

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "اے میری قوم والو عمل کرتے رہو اپنے طریقہ پر میں اپنے طور پر عمل کر رہا ہوں۔ عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کے حق میں ہے۔ یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے۔

— اور ان لوگوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے جو اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں کچھ حصّہ اللہ کا مقرر کر رکھا ہے۔ اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ (حصّہ) اللہ کا ہے اور یہ (حصّہ) ہمارے دیوتاؤں کا۔ اور پھر جو حصّہ ان کے دیوتاؤں کے لئے ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پہنچتا نہیں اور جو حصّہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے دیوتاؤں کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ کیسی بری ہے ان کی تجویز۔ (۶/۱۳۶-۱۳۵)

لہٰذا مشرکینِ قریش نے اس بات کو موضوع بنا کر خوب خوب بحثیں کیں اور یہ تو ان کا معمول ہی بن گیا تھا کہ کلامِ ربانی کی تکذیب کرتے تھے اور ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنازعات پیدا کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے۔ اس کے برخلاف آپؐ مشرکین کی تمام شرارتوں اور سازشوں سے بے نیاز حق سبحانہٗ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے پیغامِ ربانی کی تبلیغ و تلقین میں مصروف رہا کرتے تھے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر)

حضرت حمزہؓ کا قبولِ ایمان ان ہی ایام کا تذکرہ ہے کہ ایک دن محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کے قریب تشریف فرما تھے — اتفاق سے ابوجہل کا اس طرف سے گذر ہوا۔ یہ دشمنِ رسولؐ تو آپؐ کی مخالفت میں ہمہ وقت ہی گھات میں لگا رہتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ موقع غنیمت ہے محمد ابنِ عبداللہ تنہا بیٹھے ہیں۔ آپؐ کو اشتعال دلانے کے لئے دشنام طرازی کرنے لگا۔ پیغامِ ربانی کے متعلق بھی دل کی بھڑاس نکالی اور آپؐ کو

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے مجھ پر جو وحی آئی ہے اس میں تو میں (اور) کچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس پر حرام ہو سوائے اس کے کہ (۱) وہ مردار ہو یا (۲) بہتا ہوا خون یا (۳) سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل گندہ ہے۔ یا (۴) وہ فسق ہو جس کے ذبح کرنے میں غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) اور طالبِ لذت نہ ہو، نہ حد سے تجاوز کرے تو بے شک آپ کا پروردگار درگذر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

______ اور جو لوگ یہودی ہوتے ان پر ہم نے کھروالے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اور گائے بکری میں سے ہم نے ان دونوں کی چربیاں حرام کیں بجز اس چربی کے جو ان کی پشتوں پر یا ان کی انتڑیوں میں لگی ہوئی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ یہ سزا دی تھی ہم نے ان کو ان کی شرارت پر۔ اور ہم ہی یقیناً سچے ہیں۔ (اے نبیؐ!) سو اگر یہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجئے "تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ٹل نہیں سکتا۔"

(۶/۱۴۵-۱۴۷)

کا حال سن کر تڑپ گئے اور تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے حرم کی طرف چل دیئے۔ حرم میں داخل ہوتے ہی ان کی نظریں ابوجہل پر پڑیں جو دیگر لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ لہٰذا آپ تیزی سے قدم اٹھائے اس کے قریب پہنچے اور اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری کہ وہ زخمی ہو گیا اور اسی عالم غیظ میں کہنے لگے۔ "کیا تو محمدؐ کو گالیاں دیتا ہے؟ میں بھی ان کے دین کو قبول کرتا ہوں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ـــ اب تجھ سے ہو سکے تو میرے ساتھ بھی وہی برتاؤ کر۔" بنی مخزوم کے لوگ جن کے درمیان ابوجہل بیٹھا تھا اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ ابوجہل اپنی زیادتی کو بھی جانتا تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس طرح حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب سے جھگڑا کرنا سخت خون خرابے کا باعث بن جائے گا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا "ابوعمارہ کو جانے دو کیونکہ میں نے واقعی ان کے بھتیجے کو بری بری گالیاں دی ہیں۔ یہ اس وقت حالت غیظ میں ہیں۔" یہ تنازعہ تو واقعی

— جو لوگ شرک کرتے ہیں اب کہیں گے: "اللہ اگر چاہتا تو شرک نہ ہم کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے۔"
— اسی طرح جھٹلایا تھا ان لوگوں نے بھی جو ان سے قبل ہوئے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کو چکھا۔
(اے نبی ﷺ!) آپ (ان مشرکین سے) کہیئے۔ "تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم تو نری گمان کی پیروی کرتے ہو اور محض اٹکل سے کام لیتے ہو۔" (۶/ ۱۴۸)

ختم ہو گیا۔ لیکن حضرت حمزہؓ کی زبان پر آیا ہوا کلمہ اُن کے قلب میں اس طرح پیوست ہوا کہ ان کا دل و دماغ نورِ ایمانی سے منور ہو گیا۔ بعدہٗ آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سرفروشانِ حق کی صف میں شامل ہو گئے۔ یہ خبر باطلانِ قریش کے لئے رنج و افسوس کا باعث ہوئی۔ دائرہ اسلام میں آپ کی شمولیت کا خوشگوار اثر ہوا کہ ظالم مشرکینِ قریش جو موقع پاتے ہی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایذا رسانی کرتے تھے اب کافی حد تک محتاط ہو گئے۔
بہ روایت حضرت عباسؓ درج بالا آیت نمبر ۱۲۲ میں حضرت امیر حمزہؓ کے قبولِ ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ (بحوالہ ابنِ ہشام۔ خزائن العرفان)

سورۂ انعام کا آپ پر نزول جس معاشرے میں ہٹ دھرمی اور خودسری کے عناصر جسقدر مستحکم ہوتے جاتے ہیں اسی قدر وہ معاشرہ حق بینی و حق شناسی سے محروم ہوتا جاتا ہے۔ اور اسی قدر اس معاشرے کے افراد معاشرتی اور اقتصادی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ یہی کیفیت ان مشرکین قریش کی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری وصدق گوئی کو تسلیم کرنے کے باوجود کلامِ ربانی کی حقانیت اور آپ کی رسالت سے مسلسل انکار کئے جا رہے تھے۔ آپ نے گذشتہ دس سالوں میں بحکم الٰہی جو نظریۂ توحید اور نظریۂ قیامت پیش کیا تھا یہ ظالم اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے

(اے نبیؐ!!) آپ کہہ دیجئے ۔" اللہ ہی کی حجت پوری ہے ۔ اور اگر (اللہ) چاہتا تو تم سب کو ضرور ہدایت دے دیتا ۔"
(اے نبیؐ!!!) آپ کہیئے کہ ۔ اپنے گواہ لاؤ جو اس پر گواہی دیں کہ اللہ نے ان (چیزوں) کو حرام کیا ہے ۔ اور اگر وہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں ۔ تو آپ نہ ان کے ساتھ گواہی دیجئے اور نہ ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کیجئے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے پروردگار کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں ۔ ۶/۱۵۰-۱۴۹
(اے حبیبؐ!) آپ (ان مشرکین سے) کہیئے ۔" آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو تم پر تمہارے پروردگار نے حرام کی ہیں ۔

اسی سلسلۂ تکفیر نے انہیں طرح طرح کی برائیوں میں پھنسا دیا تھا ۔ شرک تو ان کی زندگی کا جیسے ایک لازمی جزو تھا ۔ ان کی نفسانی خواہشات نے نہ جانے کتنے دیوی دیوتاؤں کو ان داتا اور کارساز بنا رکھا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اس کی جلالت و عظمت اور روزِ جزا دوبارہ زندہ کرنے کی قدرتِ کاملہ سے انکار نے انہیں بے ادب اور اس درجہ خود سر بنا دیا تھا کہ نہ باپ کے تقدس کا پاس تھا اور نہ ماں کی حرمت کا احساس ۔ جس فرد کو کمزور پاتے بہ زعمِ طاقت اسی کا حق غصب کر لیتے ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دولت صرف چند بدکردار سرداروں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو کر رہ گئی تھی ۔ صلح جو، امن پسند اور باکردار لوگ تنگ دست تھے ۔ عام اور بے سہارا لوگ نانِ شبینہ کے محتاج ۔ اقتصادی بدحالی اس درجہ ہو چلی تھی کہ لوگ مفلسی کے ڈر سے اپنی نوزائیدہ اولاد کو قتل کر دیتے ۔ بے حیائی و بے شرمی کا یہ عالم تھا کہ حیا و شرم کا تصور ہی ان کے یہاں نہ رہا تھا ۔ بدکاری اور اخلاق سوز حرکات علی الاعلان کرتے ۔ نہ کسی کا ادب و لحاظ اور نہ کسی کی حرمت کا احساس ۔ اسی طرح انسانی زندگی کی نہ کوئی قیمت تھی اور نہ وقعت ۔ وہ تو صرف قبیلہ اور

۱۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔
۲۔ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔
۳۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔
۴۔ بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ۔
۵۔ جس جان کو اللہ نے محترم کر رکھا ہے اسے قتل مت کرو بجز حق شرعی کے۔
ان سب باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دے رکھا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو اور
۶۔ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقہ پر جو مستحسن ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی تک پہنچ جائے۔
۷۔ ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو۔ ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بوجھ ڈالتے ہیں جتنا کہ اس کے امکان میں ہو۔
۸۔ جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔
۹۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان (سب باتوں) کا (اللہ نے) تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ (۶/۱۵۲-۱۵۱)

خاندان کی پشت پناہی تھی جو اہلِ قبیلہ کی جان کا تحفظ کرتی تھی۔ ورنہ تو بے سہارا غریب الدیار، غریب الوطن اور زر خرید غلام تو بار برداری کے جانوروں سے بھی بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ تجارتی لین دین کا تو ذکر ہی کیا آپس کے لین دین میں بھی انتہائی بے ایمانی اور بددیانتی روزمرہ کا معمول تھی۔ غرض زندگی کی ہر کروٹ میں کرب تھا، کراہت تھی، پستی تھی اور جبر تھا اور خودسری و خود فریبی کا ایک مصنوعی خول جس نے لوگوں کے شعور اور ان کی بصیرت کو ڈھانپ رکھا تھا۔ لوگ چلتے پھرتے انسان تو تھے لیکن ان میں انسانیت مفقود تھی۔ نہ انسانیت کا تصور تھا اور نہ اس کی حرمت و عظمت

(اے حبیبؐ !!) اور (یہ بھی کہہ دیجئے) کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ۔
— صراطِ مستقیم ہے۔ سو اسی پر چلو اور (دوسری) دوسری پگڈنڈیوں پر نہ چلو
کہ وہ تم کو (اللہ کی) راہ سے جدا کر دیں گی ۔
— (اسی (سب) کا (اللہ نے) حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ ۔
— پھر ہم نے موسیٰ کو (بھی) کتاب دی تھی جو بھلائی کی روش اختیار کرنے
والے (پر)، انسان پر نعمت کی تکمیل اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور سراسر
ہدایت و رحمت تھی (تاکہ) وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات پر یقین لائیں۔
— اور اسی طرح یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے ، برکت والی ہے ۔ سو اس کی
پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم کیا جائے — اب تم (لوگ) یہ نہیں
کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) کو دی گئی تھی اور
ہم کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے ۔ اور اب تم یہ بھی نہیں کہہ
سکتے کہ اگر کتاب ہم پر نازل کی گئی ہوتی تو ہم ان (یہود و نصاریٰ) سے زیادہ
راہِ راست پر ہوتے (جیسا کہ پہلے کہا کرتے تھے) ۔

کا احساس — اور اس تاریک ، ہمت شکن اور حوصلہ سوز ماحول میں ہادی مرسل
نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نورِ حق کی شمع لئے در در پیغامِ حق پہنچا رہے تھے — یہی
شب و روز تھے کہ ایک دن غالباً آپؐ مکہ کے کسی نواحی علاقے میں دعوتِ توحید دے
کر اونٹنی پر تشریف لا رہے تھے ۔ سورج غروب ہو چکا تھا ۔ شب کی تاریکی ہر سو
قدم جما چکی تھی ۔ جونہی آپؐ گھر کے قریب پہنچے تو حضرت معاذؓ بن جبل کی چچازاد بہن
اسماء بنت یزید نے دفورِ شوق سے آگے بڑھ کر آپؐ کی اونٹنی کی نکیل تھام لی ۔
آپ سرزمین طیبہ کی رہنے والی تھیں ، گو ابھی دائرہ اسلام میں داخل بھی نہ
ہوئی تھیں لیکن جستجوئے حق کشاں کشاں مدینہ سے مکہ لے آئی تھی ۔ آپؐ کے
درِ اقدس پر بیٹھی آپؐ کی منتظر ہوں گی ۔ آپؐ کو جو اونٹنی پر سوار پایا تو بے اختیار اونٹنی

ــــ سو اب تو آچکی تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل ۔ اور (جو) ہدایت ہے رحمت ہے ۔ سو اس سے بڑھکر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے اور اس سے (دوسروں کو) روکے ۔ ہم عنقریب بڑے عذاب کے ساتھ ان لوگوں کو سزا دیں گے جو (دوسروں) کو روکتے ہیں پاداش میں اسی روگردانی کی ۔ (۶/۱۵۷-۱۵۴)

(اے نبی!) یہ لوگ (منکرین حق) صرف اس کے منتظر ہیں کہ (گویا) ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کا پروردگار خود آئے یا ان کے پروردگار کی کوئی بڑی نشانی آجائے ۔ حالانکہ جس روز آپ کے پروردگار کی بڑی نشانی آپہنچے گی (تب) کسی شخص کو ایمان لانا کام نہ دے گا (تا وقتیکہ) جو پہلے سے ایمان نہ لاچکا ہو یا اپنے ایمان کے ذریعہ سے اس نے کوئی نیکی نہ کرلی ہو ۔ آپ کہہ دیجئے ۔ "تم انتظار کئے جاؤ ہم بھی منتظر ہیں ۔"
(۶/۱۵۸-۱۵۳)

کی تکمیل تھام لی ۔ ان کے لئے یہی کیا کم سعادت تھی کہ کرم بالائے کرم اسی لمحے اللہ کے حبیبؐ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا ۔ آپؐ نے تو بارگاہِ الٰہی میں سرِ تسلیم خم کر دیا لیکن اونٹنی مارے بوجھ کے جیسے دبی جارہی تھی ۔ جو نزولِ وحی کے آثار دیکھ چکے تھے وہ دل ہی دل میں مسرور تھے کہ اللہ کے تازہ کلام سے نوازے جارہے ہیں جو ناواقف تھے اپنی جگہ متحیر لیکن مطمئن ۔ سننے والے کان سُن رہے تھے کہ زمین و آسمان کی پوری فضا حمد باری تعالےٰ کی تسبیح سے معمور ہے اور ہر سو ملائک کا ہجوم ہے ۔ یوں ہی درج بالا سورۃ انعام کا نزول ہوتا رہا ۔ ایک طویل سورۃ اللہ کا بھاری کلام ۔ اونٹنی جیسے زمین پر بچھی جارہی ہو کبھی اپنے کو سنبھالتی کبھی اپنے سوار کو ۔ مارے بوجھ کے اس کی ہڈیاں جیسے شکستہ ہوئی جاتی تھیں ۔ یہ تو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر اور جسم مقدس ہی تھا کہ جو وحی کے بوجھ کو سنبھالنے اور اس کی امانت داری کا عادی ہو چکا تھا ۔

— بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ پر ان کی کچھ بھی (ذمہ داری) نہیں۔ ان کا معاملہ بس اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر وہی انہیں جتلادے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔ جو کوئی نیکی لے کر آئیگا اس کو اس کے مثل دس (نیکیاں) ملیں گی، اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا اس کو بس اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے پروردگار نے ایک سیدھا راستہ بتادیا ہے۔ ایک دینِ مستحکم۔ طریقہ ابراہیم راست رو کا۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے۔ میری نماز اور میری (ساری) عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ (۶/۱۶۳—۱۵۱)

سورۂ مبارکہ کا نزول اختتام کو پہنچا تو سرورِ کائنات ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے اتر کر نیچے تشریف لے آئے۔ آپؐ کی زبانِ اقدس پر حق سبحانہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس تھی۔ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ۔ پھر آپؐ نے اپنے ان رفقائے کرام کو جو آپؐ کی خدمت میں حاضر تھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "یہ سورۃ (درج بالا سورۂ انعام) حق سبحانہ تعالیٰ نے پوری کی پوری ابھی نازل فرمائی ہے۔" اور پھر اس کے تقدس اور اس کی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ "یہ سورۃ ستر ہزار فرشتوں کی تسبیح و تحمید کے ساتھ اتری ہے۔"

روایات میں آیا ہے کہ اسی شب محسنِ انسانیت حبیبِ ربانی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبینِ وحی کو طلب فرمایا اور پوری سورۂ مبارکہ قلم بند کرائی۔

جیسا کہ صفحاتِ گزشتہ میں مذکور ہو چکا ہے اس سورۂ مبارکہ میں منکرینِ حق و

(اے نبیؐ!) آپ کہیئے "کیا اللہ کے سوا کسی کو بطور پروردگار تلاش کروں جبکہ وہی پروردگار ہے ہر چیز کا۔ اور جو شخص کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ پھر تم سب کی واپسی تمہارے پروردگار ہی کے پاس ہے سو وہی تم کو جتلائیگا جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک کے درجات دوسرے پر بلند کیے تاکہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں دے رکھی ہیں۔ بے شک آپ کا پروردگار بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ بے شک وہ بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔ (۶/۱۶۵ - ۱۶۴)

رسالت کے اعتراضات کا جواب بھی بارگاہِ الوہیت سے دیا گیا اور پھر ایک بار عقلی و منطقی دلائل اور فطری شواہد کے ساتھ دعوتِ حق دی گئی۔ اور آخر میں ان رہنما اصولوں کی پھر ایک بار تلقین کی گئی جن کا سورۂ بنی اسرائیل میں واقعۂ اسریٰ کے ساتھ ذکر کیا جا چکا تھا۔ تاریخ انسانیت میں یہ اصول آج بھی سنگِ میل ہیں ان کی افادیت آج بھی اسی طرح مسلّمہ ہے جس طرح منکرینِ قریش کے لئے تھی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اصول ہر ایسے ترقی پسند اور تعمیری معاشرے کے لئے ناگزیر ہیں جس کا مقصود انسان کی حرمت، عظمت اور سربلندی ہو۔ یہی انسانیت کا وقار ہیں اور یہی انسانی حرمت کے ضامن ہیں۔

(بہ روایت حضرت عباس، ابن کثیر، جلالین)

سُورۃ الصّٰفّٰت (پ ۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے ان کی جو قطار در قطار صف باندھیں پھر قسم ہے ان کی جو بندش کرنے والے ہیں، پھر قسم ہے ان کی جو ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ بیشک تمہارا معبود بس ایک ہی ہے۔ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا اور پروردگار ہے مشارق کا۔

— بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے بارونق بنا دیا ہے اور ہر شیطان سرکش سے اس کو محفوظ کر دیا ہے۔ وہ عالمِ بالا کی (باتوں کی) طرف کان بھی نہیں لگا سکتے۔ ہر طرف سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو کوئی (شیطان) ایک آدھ بات اچک کر بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔

(اے پیغمبرؐ!) تو آپ ان (منکرینِ حق) سے پوچھئے کہ خلقت میں یہ لوگ زیادہ مضبوط ہیں یا ہماری اور مخلوق (آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ کی) ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے بنایا ہے۔ (۳۷/۱۱-۱)

آپؐ کی ذات اطاعتِ ربّانی کا نمونۂ اکمل ہے۔

حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس عمل کا مظاہرہ فرما رہے تھے اور جس طرح آپؐ نے کلامِ الٰہی کو پیش کیا وہ آپؐ کی اطاعتِ ربّانی کا ایک نمونۂ اکمل تھا۔ غارِ حرا کی تنہائیوں میں فرشتے کا ظہور، کلامِ ربانی کا نزول اور فرشتہ کے ذریعہ طریقۂ عبادت کا حصول غرض آپؐ نے ابتداء ہی سے ہر حکمِ ربّی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ نہ کبھی شہادت کی فکر دامن گیر ہوئی اور نہ مخالفین کی ہرزہ سرائیوں کا خوف دل میں آیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اے نبیؐ! کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ بیٹا اور نہ کوئی

(اے پیغمبرؐ!!) آپ تو (اللہ کی قدرت کے کرشموں پہ) حیران ہیں اور یہ (منکرینِ حق) اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اور جب انہیں سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اور جب کوئی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ "یہ تو صریح جادو ہے۔ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر سے اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔؟"
(اے پیغمبرؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ "ہاں ہاں (تم ضرور اٹھائے جاؤ گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے۔" (۳۷/۱۲-۱۸)

سورہ (سب کے سب) اس روز عذاب میں شریک رہیں گے۔ ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ لوگ تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ "کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں گے۔"
(۳۷/۳۶-۳۳)

اس کا ہمسر۔ تو آپؐ نے اسی طرح بہ بانگ دہل اعلانِ توحید فرما دیا۔ حکم ربی ہوا تو آپؐ نے اسی طرح بلا خوف و خطر کہہ دیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اللہ کا رسول ہوں اور اسی طرح جب حکم باری تعالیٰ آیا کہ اے نبیؐ ڈراؤ ان منکرینِ حق کو روزِ قیامت سے کہ جب یہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو آپؐ کے دل میں نہ شک آیا اور نہ شبہ۔ آپؐ نے اسی طرح لوگوں کو روزِ قیامت کی بشارت دی۔ اس دن جزا و سزا کا حال بتایا۔ لوگوں نے آپؐ کو مجنون کہا شاعر و کاہن کہا لیکن آپؐ ان تمام تہمتوں سے بے نیاز اللہ کے حکم کی تعمیل ہی کرتے رہے۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبیؐ! ان لوگوں کو ابراہیمؑ کا قصہ سناؤ، موسیٰؑ کے واقعات یاد دلاؤ، ان کے سامنے مغضوب اقوام کے تذکرے کرو۔ لہٰذا آپؐ اسی طرح حکم الٰہی کے مطابق آیات ربانی کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور مغضوب اقوام کے تذکرے فرماتے رہے۔ شب معراج حق سبحانہ تعالیٰ نے

— بلکہ (اے لوگو!) وہ تو حق لائے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔

— (لہٰذا) تم (سب) کو عذابِ دردناک چکھنا پڑے گا اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔

— مگر جو اللہ کے مخلص برگزیدہ بندے ہیں، ان کے لئے وہ روزی ہے جو ہمارے علم میں ہے۔ ہر طرح کے میوے اور نعمت بھری جنتیں جن میں وہ عزت کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ (۳۷/۳۴-۴۲)

(اے نبیؐ!) انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تھا سو یہ بھی انہیں کے نقشِ قدم پر تیزی سے چل پڑے۔ اور بے شک ان سے پہلے (بھی) بہت سے اگلے گمراہ ہوئے۔ اور بے شک ہم نے ان میں بھی تنبیہ کرنے والے رسول بھیجے تھے۔ سو دیکھ لیجئے ان کا کیسا برا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔ بس اللہ کے وہی بندے بچے جو خالص اور برگزیدہ بندے تھے۔

(۳۷/۶۹-۷۴)

اپنی نشانیاں دکھائیں اور ان رفعتوں کو آپؐ کے قدموں تلے کر دیا جہاں جبرئیلؑ کے بھی پر جلتے تھے۔ شب اسریٰ کی صبح آپؐ کی چچازاد بہن اُمّ ہانی بنت ابوطالب نے آپؐ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ آپ یہ باتیں قریش کو نہ بتائیں وہ مذاق اڑائیں گے۔ لیکن حکمِ ربی تھا لہٰذا آپؐ نے آنکھوں دیکھے واقعات کا اظہار کیا اور برملا اظہار فرمایا۔ حکمِ ربی کے آگے نہ آپؐ کو کبھی پس و پیش ہوا اور نہ کسی طرح کا خوف و خطر۔ آپؐ کی یہی باتیں تو منشائے الٰہی کے مطابق اور مقصودِ عبادت تھیں۔ انہی باتوں پر عمل پیرا تھے اور ان ہی باتوں کا آپؐ لوگوں کو درس دے رہے تھے۔

عبادت تو بتوں کی حجر و شجر کی، دہکتی ہوئی آگ اور دریا کی آغوش میں مچلتے ہوئے سیلِ آب کی بھی کی جاتی ہے لیکن نہ ایسے خداؤں کا کوئی حکم ہوتا ہے اور نہ

— اور بیشک ہمیں نوح نے پکارا۔ اور ہم خوب فریاد کے سننے والے ہیں۔ اور ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑے بھاری غم سے نجات دی اور ہم نے انہی کی ذریت کو رہنے دیا اور بعد کے لوگوں میں ان کی تعریف و توصیف باقی رکھی۔ سلام ہو نوح پر تمام جہان والوں میں۔ بے شک ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں ہیں پھر ہم نے دوسروں کو غرق آب کر دیا۔

— اور بے شک انہی کے طریقہ والوں سے ابراہیم بھی ہیں۔ جب کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف قلب سلیم کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ (یاد کیجئے ان کا قصہ) جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا۔ "تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کرتے ہو۔ کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور خدا بنانا چاہتے ہو۔ تمہارا پروردگار عالم کے متعلق کیا خیال ہے —؟" پھر ابراہیم نے ستاروں کو نگاہ بھر کے دیکھا اور کہدیا۔ "میری طبیعت مضمحل ہے" غرض وہ لوگ (مشرکین) انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر وہ (ابراہیم) ان کے معبودوں کے مندر میں جا گھسے (جہاں بتوں کے سامنے چڑھاوے رکھے تھے) اور کہنے لگے۔ "کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ تمہیں کیا ہوا۔ تم بولتے بھی نہیں ہو" اس کے بعد وہ ان پر پل پڑے اور سیدھے ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں۔ پھر وہ لوگ (مشرکین) ان (ابراہیم) کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔
(۳۷/۷۵-۹۴)

ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا سوال — اسی لئے جہاں بتوں کی پوجا پاٹ یا عبادت ہوا کرتی ہے وہاں بندہ اپنے نفس کے حکم کا تابع ہوا کرتا ہے۔ جس طرح کہ مشرکین قریش تھے کہ حضرت ابراہیمؑ سے اپنے نسبی تعلق پر نازاں بھی تھے اور ان کی تعلیمات اور ان کے طریقہ کے منافی بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ نتیجتاً اپنے نفس کے غلام تھے اور اللہ کی بندگی کے منکر۔

حق تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رضا ہی بندہ کی سرخروئی کا ذریعہ ہوا کرتی ہے

ابراہیم نے (ان سے) کہا۔ "کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں (خود ہی) تراشتے ہو۔ حالانکہ تم کو اور جو کچھ تم بناتے ہو ان سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔"

— وہ لوگ (مشرکین آپس میں) بولے۔ "اس کے لئے ایک آتشکدہ تیار کرو اور اس دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو" (کہ اس نے ہمارے خداؤں کی بے حرمتی کی ہے) غرض ان لوگوں نے اس کے ساتھ برائی کرنا چاہی سو ہم نے انہیں کو نیچا دکھا دیا۔ اور ابراہیم نے کہا۔ "میں اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا ہوں۔ سو وہ مجھے پہنچا ہی دے گا۔"

— "اے میرے پروردگار! مجھے ایک صالح فرزند عطا فرما" (ابراہیم نے دعا کی) سو ہم نے انہیں ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی۔ سو جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو انہوں نے (حضرت اسمٰعیل سے) کہا۔ "بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے۔" وہ (اسمٰعیل) بولے "اے میرے باپ! آپ کر ڈالئے جو کچھ آپ کو (اللہ کا) حکم ملا ہے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔"

— پھر جب دونوں نے حکم کو تسلیم کر لیا اور (باپ نے بیٹے کو) کروٹ سے لٹا دیا۔ اور (دیکھو) ہم نے انہیں آواز دی۔ "اے ابراہیم! تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا (وہ وقت ہی عجیب تھا)۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

(۳۷/۱۰۵-۹۵)

اور غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری بندہ کی ذلت و ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ درج بالا سورہ مبارکہ میں اسی نکتے کی وضاحت اور اسی رمز کو آشکار فرمایا گیا ہے۔

سورہ مبارکہ کی ابتدا لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے، قسم سے کی گئی ہے لیکن موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قسم ان ہستیوں کی لی گئی جو اپنی

ــــ بے شک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان ۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا ۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ سلام ہو ابراہیم پر ــ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۔

ــــ بے شک وہ ہمارے کامل الایمان بندوں میں سے ۔

ــــ اور ہم نے انہیں بشارت دی اسحٰق کی کہ نبی اور نیک بندوں میں ہونگے ۔

ــــ اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحٰق پر برکتیں نازل کیں ۔ اور ان دونوں کی نسل میں بعض اچھے بھی ہیں ۔ اور بعض صریحاً اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں ۔

(۳۷/۱۱۳ ــ ۱۰۶)

اطاعت و فرمانبرداری کے سبب حق سبحانہٗ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حامل ہیں ۔ صف در صف کھڑے رہنے والے فرشتے جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں ، حکمِ ربی کے تابع وہ فرشتے جو طاغوتی طاقتوں کو جھڑکتے رہتے ہیں اور وہ مومنین اور صالح بندے جو کلامِ ربانی کی تلاوت کر کے حق تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں ۔ خود بھی حکمِ ربی پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی دعوتِ عمل دیتے ہیں ۔ اور پھر واشگاف الفاظ میں کہہ دیا گیا کہ اے لوگو! تمہارا معبود بس ایک ہی ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور تمام چیزوں کا جو شمالاً جنوباً شرق تا غرب پھیلی ہوئی ہیں ۔ اور پھر یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ان طاغوتی طاقتوں کی طرف نہ جاؤ اگر ان سے ایک آدھ اچھی بات کا پتہ ملتا ہے تو وہ ہماری ہی بات کو چوری چھپے اچک لیتے ہیں لیکن ہم نے ان کے پیچھے ایک دہکتا ہوا شعلہ بھی لگا دیا ہے ۔ اور پھر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ ذرا ان منکرینِ قیامت سے دریافت کیجئے کہ تم لوگ جو اپنی دوبارہ تخلیق پر ایمان نہیں لاتے ذرا یہ تو بتاؤ کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان چیزوں کی تخلیق زیادہ مضبوط حیثیت کی حامل ہے یا تمہاری تخلیق جو کہ محض لیسدار گارے سے کی گئی ہے ؟ اور پھر اللہ جل جلالہٗ نے واضح طور پر فرمایا کہ اے نبی تم ان منکرینِ حق کی طرف سے فکر مند نہ ہو یہ تو مجرم ہیں یہ حق پر ایمان نہ لائیں گے ۔ لہٰذا ان

— اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی۔ اور ہم نے ان سب کی مدد کی سو یہی لوگ غالب رہے۔ اور ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب دی اور ہم نے انہیں سیدھے راستے پر قائم رکھا۔ اور پیچھے آنے والی نسلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

— بے شک وہ دونوں ہمارے کامل الایمان بندوں میں تھے۔

— اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ (اس وقت کا ذکر کیجئے) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (اللہ) سے ڈرتے نہیں ہو۔؟ کیا تم بعل (بت) کو پکارا کرتے ہو اور اسے چھوڑے ہوئے ہو جو احسن الخالقین ہے۔ اللہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار۔

(۳۷/۶ ۱۱ - ۱۱۴)

سے کہہ دیجئے کہ تم اگر روزِ قیامت پر ایمان نہیں لاتے نہ لاؤ لیکن یہ حقیقت ہے کہ روزِ قیامت تم یقینی طور پر دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور پھر اپنے اعمالِ بد کے سبب ذلیل ہو گے۔ اور تم کو عذابِ دردناک ملے گا۔

آگے کی آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کا تفصیلی ذکر فرمایا کہ لوگ ڈریں اور اعمالِ بد سے باز آجائیں۔ لیکن ان مشرکینِ قریش کے تو قلوب اس درجہ سیاہ ہو چکے تھے کہ بجائے ڈرنے کے یہ ظالم ہر بات کا مذاق اڑاتے تھے۔ جہنم کے ضمن میں جب شجرِ زقوم کا ذکر آیا تو یہ بات ان منکرینِ قیامت کے لئے ہنسی مذاق کرنے کا ایک اور ذریعہ بن گئی۔ ایک دوسرے سے کہتے۔ " لو اور سنو! یہ نبیؐ کہتے ہیں کہ آگ میں درخت ہو گا۔ آگ تو درخت کو جلا دینے والی ہے۔ " ابوجہل جو کہ از خود اپنے کو ہدایت یافتہ کہتا پھرتا تھا کہنے لگا۔ " لوگو! ڈرو مت۔ زقوم سے مراد کھجور اور مکھن ہے

—— سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس وہ لوگ پکڑے جائینگے مگر ہاں جو اللہ کے مخلص بندے ہیں۔ اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ سلام ہو آلِ یاسین پر۔

—— ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

—— بے شک وہ ہمارے کامل الایمان بندوں میں سے تھے۔

—— اور بے شک لوط بھی پیغمبروں میں ہوئے ہیں۔

(اے نبیؐ! ذکر کیجئے اس وقت کا) جب ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں سب کو نجات دی تھی بجز ایک بوڑھی کے (کہ) وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر مارا ــــ اور تم تو (اے اہلِ قریش) ان پر صبح و شام (تجارتی قافلوں کے ساتھ علاقہ سدوم سے) گزرا کرتے ہو۔ تو کیا پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔؟ (۱۲۷-۱۳۸/۳۷)

لہٰذا میں تو جہنم میں رہ کر بھی کھجور اور مکھن کھاؤں گا۔"

حق سبحانہٗ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر انتہائی شفیق ہے اور ہر حال میں بندوں کی فلاح کا خواہاں رہتا ہے تا وقتیکہ بندے خود ہی حدودِ بندگی سے نہ گزر جائیں وہ نہ جبر کرتا ہے اور نہ کسی طرح کے جبر کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا درج بالا آیات میں پھر ایک بار حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت الیاسؑ اور حضرت لوطؑ کا تذکرہ فرمایا گیا کہ منکرینِ حق درس حاصل کریں۔ ان تمام انبیاء علیہم السلام کی متعلقہ اقوام نے بھی ان کے ساتھ مظالم کیے تھے ان کے پیغام کو جھٹلایا تھا اور نتیجتاً وہ اقوام ہی ہلاک و غارت ہوئیں۔ اللہ کی نصرت اس کے برگزیدہ نبیوں کے لئے آئی چونکہ وہ مخلصین تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ فرماتے ہوئے خاص طور پر ان واقعات کو پیش کیا گیا جہاں کہ اللہ کے اس برگزیدہ نبی نے اللہ کے ہر حکم کے آگے

—— اور بے شک یونس (بھی) پیغمبروں میں تھے۔
(اے نبیؐ! یاد کیجئے اس وقت کا قصہ) جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ پھر وہ بھی شریکِ قرعہ ہوئے تو وہ مجرم قرار پائے۔ انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اسی کے پیٹ میں قیامت تک رہتے۔
(۳۷/۱۴۴-۱۳۹)

سرِ تسلیم خم کیا حتیٰ کہ اپنے بیٹے کی قربانی بھی پیش فرمائی۔ اور یہ ان کے خلوص اور اطاعتِ ربانی کا ہی فیض تھا کہ انہیں "ذبحِ عظیم" عطا ہوئی کہ آج ہزاروں برس گذرنے کے بعد بھی حضرتِ ابراہیمؑ کی سُنّت جاری ہے۔

اس واقعہ میں منکرینِ قریش کے لئے خاص پیغام تھا چونکہ وہ ایک طرف تو حضرت ابراہیمؑ سے نسبی تعلق پر نازاں تھے اور دوسری طرف طریقہ ابراہیمؑ کی نفی کرتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہیں واضح طور پر بتایا گیا کہ ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی ان کی قوموں نے بھی نافرمانی کی تھی۔ اور تم بھی نافرمانی کر رہے ہو لہٰذا تمہارا بھی وہی انجام ہو سکتا ہے جو ان مغضوب اقوام کا ہوا۔ اور محض تمہارا نسبی تعلق تم کو عذابِ الٰہی سے نہیں بچا سکتا تا وقتیکہ تم حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے پیغام پر عمل پیرا نہ ہو جاؤ۔

حق تعالیٰ نے آپؐ کی تسلّی و تشفّی فرمائی

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے درج بالا آیات میں جہاں حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا وہاں ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حضرت یونسؑ کے واقعات کی طرف بھی دلائی گئی ہے۔

حضرت یونسؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں ایک بات امتیازی حیثیت کی حامل ہے کہ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کے مسلسل ظلم اور احکامِ ربانی کی نافرمانیوں سے

پھر ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار و مضمحل تھے۔ اور ہمنے ان پر ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا (کہ وہ سایہ میں رہیں)

— اور ہم نے انہیں لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا تھا بلکہ اور بھی زیادہ (کی طرف)۔ سو وہ لوگ ایمان لائے سو ہم نے انہیں ایک زمانے تک عیش دیا۔

(اے نبیؐ!) اب آپ لوگوں سے پوچھئے۔ "کیا تمہارے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور اُن کے لئے بیٹے؟" — کیا ہم نے فرشتوں کو عورت پیدا کیا اور وہ (مشرکین) دیکھ رہے تھے؟ — خوب سن لو! کہ وہ لوگ (مشرکین) اپنے بہتان سے کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہے — اور بیشک یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔

کیا اللہ نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ — تمہیں کیا ہوا؟ تم کیسا (لغو) حکم لگاتے ہو۔ کیا تم سوچ سے ذرا کام نہیں لیتے۔؟ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل بھی موجود ہے؟ (اگر ہے) تو اپنی وہ کتاب پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ (۳۷/ ۱۵۷ — ۱٤۵)

ناراض ہو کر ہجرت کی جبکہ باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ہجرت کا حکم نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا آپ کا یہ فعل باری تعالیٰ کی نظر میں وجۂ ناراضگی ہوا۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام میں سے جس نے بھی ہجرت کی حق تعالیٰ کا حکم آنے پر ہی کی۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ سورہ قلم کے تحت جلد اول صفحہ ۳۰ پر مذکور ہوا ہے۔ المختصر آپ سرزمین عراق پر نینوا کے علاقہ میں لوگوں کو ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے یہ لوگ بھی کفر و شرک کی تاریکیوں میں غرق تھے۔ آپ نے جب ان کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے آپ کی سختی سے مخالفت کی۔ آپ پر ہر طرح کا ظلم و جبر کیا۔ ان کی مسلسل ہٹ دھرمی کے بعد

— اور ان لوگوں (مشرکین) نے اللہ اور جنات کے درمیان رشتہ قرار دیدیا ہے۔ حالانکہ جنات خوب سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ عذاب میں گرفتہ رہوں گے۔ اللہ پاک ہے اس (شرک) سے جو یہ (لوگ) بیان کرتے ہیں۔
(۳۷/۱۵۹-۱۵۸)

آپ نے ان سے کہا کہ اب بھی سنبھل جاؤ نہیں تو تین یوم کے اندر عذاب الہٰی نازل ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے اس تنبیہ کی بھی پروا نہ کی۔ ادھر آپ کو یقین تھا کہ عذاب الہٰی نازل ہوگا لہٰذا آپ تین یوم پورے ہونے سے قبل ہی نینوا سے نکل پڑے۔ دریائے فرات کے کنارے مسافروں سے بھری کشتی تیار تھی اسی میں سوار ہو گئے۔ کشتی جب بیچ دریا میں پہنچی تو طوفان میں پھنس گئی اس دور کی روایات کے مطابق مسافر کہنے لگے کہ ہمارے درمیان اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے اسے دریا میں ڈال دو تو طوفان ختم ہو جائے گا۔ حضرت یونسؑ کو اپنی غلطی کا احساس ہو چلا تھا کہ آپ بغیر اللہ تعالےٰ کی اجازت کے روانہ ہوئے ہیں۔ لہٰذا اہلِ کشتی سے کہنے لگے کہ میں ہی وہ غلام ہوں مجھے کشتی سے باہر دریا میں ڈال دو۔ مسافروں نے آپ کی بات کو تسلیم نہ کیا۔ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونسؑ ہی کا نام آیا۔ لہٰذا آپ کو دریا کی مچلتی ہوئی لہروں میں ڈال دیا گیا۔ جہاں ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ چونکہ حضرت یونسؑ اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں تھے۔ آپ کو غلطی کا بھی احساس ہو چکا تھا لہٰذا مچھلی کے شکم میں بھی بارگاہِ رب العالمین میں تسبیح کرنے لگے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

مچھلی بحکمِ الہٰی کنارے پر آگئی اور اس نے حضرت یونسؑ کو اگل دیا۔

ادھر حضرت یونس کی قوم نے تیسرے دن جب عذاب الہٰی کو اپنے سروں پر منڈلاتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھاگے کہ آپ کی مدد طلب کریں اور تائب ہو جائیں۔ جب آپ نہ ملے تو ساری قوم صحرا میں نکل گئی اور اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی گمراہیوں اور نافرمانیوں پر شرمندہ و نادم ہوئی جس کی بناء پر اُن سے عذاب الہٰی ٹل گیا۔

— مگر ہاں جو اللہ کے چنیدہ بندے ہیں (وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے)۔
لیکن (اے مشرکو!) تم اور تمہارے معبود (سب مل کر بھی) کسی کو اللہ سے
نہیں پھیر سکتے مگر ہاں اسی کو جو جہنم میں گرنے والا ہی ہے۔
— اور (فرشتے کہتے ہیں) "ہم میں سے ہر ایک کا ایک معیّن مقام ہے۔ اور
ہم (سب) صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں — اور ہم (سب) بے شک اس کی
تسبیح کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ (۳۷/۱۶۶ — ۱۶۰)

بعض حضرات کے لئے یہ واقعہ حقیقت سے دور ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرتِ
کاملہ پر یقین رکھنے والوں کے لئے حقیقت کے عین مطابق ہے۔ ان جیسے واقعات تو ہر دور
اور ہر زمانے میں رونما ہوتے ہی رہتے ہیں کہ اہلِ بصیرت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو
سمجھیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ لاہور کے موقر جریدہ اردو ڈائجسٹ فروری ۱۹۶۴ء میں
شائع کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق اگست سنہ ۱۸۹۱ء میں چند مچھیرے Star of the East
نامی جہاز پر انگلستان کے ساحل کے قریب وہیل مچھلی کے شکار میں مصروف تھے۔ اسی جستجو
میں گہرے سمندر میں پہنچ گئے جہاں ایک بڑی وہیل مچھلی سے مقابلہ ہوا جس کو انہوں نے
زخمی تو کر دیا لیکن وہ ان کی نظروں کے سامنے ان کے ساتھی ایک مچھیرے کو دیکھتے ہی دیکھتے
ہڑپ کر گئی۔ دوسرے دن اتفاق سے وہی مچھلی ان کو مردہ حالت میں مل گئی۔ بیس فٹ لمبی
پانچ فٹ چوڑی اور تقریباً سو ٹن وزنی تھی۔ کسی نہ کسی طرح انہوں نے اس کو جہاز پر چڑھا
لیا اور جب اس کا پیٹ چاک کیا تو ان کا ساتھی مچھیرا اندر سے زندہ برآمد ہوا۔ اسی کو
کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کو کون مار سکتا ہے۔ حضرت یونسؑ
کو بھی اللہ تعالےٰ نے زندہ رکھنا چاہا تو مچھلی سے کنارے پر اگلوا دیا۔
درج بالا سورۃ مبارکہ میں حضرت یونسؑ کے تذکرے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ایک
طرف تو منکرینِ حق اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لے آئیں دوسری طرف حضور
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی و تشفّی مقصود تھی کہ آپ ان منکرین کے ظلم و ستم اور

— اور یہ لوگ (مشرکین) کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی طرح آتی تو ہم اللہ کے چنیدہ بندے ہوتے دیگر جب وہ کلام حق آگیا) تو یہ لوگ اس کے منکر ہوئے۔ تو عنقریب دیہ اپنے کفر کا انجام) جان لیں گے۔

— اور بے شک ہمارا دیہ) قول ہمارے بندگانِ مرسل کے لیے پہلے سے مقرر ہو چکا ہے کہ بے شک غالب وہی کیے جائیں گے۔ اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔

— پس (اے حبیبؐ!) ذرا کچھ مدت تک انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور دیکھتے رہیئے۔ عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے۔ کیا یہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟ (۳۷/۱۶۶ — ۱۶۷)

جبر و استبداد سے ہمت نہ ہاریں۔ لیکن ان ظالم مشرکین کی دیہ ریت تھی وہ کسی طور پر نہ تو اللہ کی قدرتِ کاملہ کو تسلیم کرتے تھے اور نہ مشرکانہ خیالات کی تصحیح پر آمادہ تھے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ مشرکین کے ساتھ کہیں تشریف فرما تھے اور یہی توحید د شرک کا موضوع زیرِ بحث تھا۔ مشرک کہہ رہے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ آپ انہیں سمجھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں وہ اس سے پاک اور منزہ ہے لیکن مشرک اپنی ضد پر قائم تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے سوال کیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں — ؟"

مشرک پہلے تو چکرائے پھر کہنے لگے — "جن سرداروں کی بیٹیاں فرشتوں کی مائیں ہیں —" اب اس ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کا کیا جواب ہو سکتا ہے — کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اللہ تعالیٰ اور جنوں کا رشتہ قائم کر ڈالا۔

ایسے حوصلہ شکن حالات تھے اور اس پر آپؐ کے نادار، مسکین اور بے سہارا رفقائے کرام کے ساتھ ایذا رسانیاں۔ جبر و تشدد اور ہٹ دھرمی کا ایک ایسا ماحول

— جب وہ ان (مشرکین) کے صحن میں ان کے روبرو آ نازل ہوگا تو وہ دن ان (مشرکین) کے لئے بہت برا ہوگا جنہیں ڈرایا گیا ہے۔

پس (اے حبیبؐ!!) انہیں ذرا کچھ مدت کے لئے (ان کے حال پر) چھوڑ دیجئے اور دیکھتے رہیئے۔ عنقریب یہ خود ہی دیکھ لیں گے۔

(اے حبیبؐ!!!) پاک ہے آپ کا پروردگار بڑی عظمت والا ان چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

— اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ اور ساری خوبیاں اللہ پروردگارِ عالم کے لئے ہیں۔ (۳۷/۱۸۲ا۔ ۱۷۷)

کہ زندہ رہنا بھی دشوار ہوگیا تھا۔ اسی لئے درج بالا سورۂ مبارکہ کی آخری آیات میں جہاں مشرکین کو تنبیہہ فرمائی گئی وہاں یہ بشارت بھی دے دی گئی کہ غلبہ آخرکار اللہ کے نبیؐ اور ان کے رفقائے عظام ہی کو حاصل ہوگا اور آپؐ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہہ دیا کہ آپؐ ان مشرکین کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے۔ کچھ ہی وقت جاتا ہے کہ عنقریب یہ خود ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ فتح و نصرت کس کا مقدر ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر، انوار الانبیاء)

سُورۃ لقمٰن (پ ۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ! یہ آیات ہیں ایک پُر حکمت کتاب کی جو ہدایت ورحمت ہے نیک لوگوں کے لئے۔ جو نماز کو قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے راہِ ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (۳۱/۵-۱)

دشمنانِ اسلام کی ایک لغو تحریک

مشرکین اور دشمنانِ اسلام کی تمام تر مخالفتوں سازشوں اور جھوٹے پروپیگنڈے کے باوجود ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق نیک اور صالح قلوب پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ گو دشمنانِ حق کی کثرت، ان کا غلبہ ودبدبہ لوگوں کے کھل کر دینِ حق قبول کرنے میں مانع تھا لیکن پھر بھی لوگ رازدارانہ طور پر دینِ حق کی طرف مائل تھے اور کلامِ ربانی کو دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ لیکن یہ بات بھی مشرکین سرداروں کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ چونکہ ان کے لئے یہ حقیقت ہی کیا کم سوہانِ روح تھی کہ ان کی تمام تر کاوشوں کے باوجود دینِ حق قائم تھا۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن حسبِ معمول سردارانِ قریش کی انجمن آرائی تھی۔ پیغامِ حق اور سیدِ عالم احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر افشانیاں ہو رہی تھیں۔ مشرک سردار نضر بن حا[illegible] بھی شریکِ محفل تھا کہنے لگا۔ "تم لوگ کہتے ہو کہ محمدؐ ساحر ہے، شاعر ہے، مجنون ہے اور کبھی کاہن بھی کہتے ہو لیکن تمہاری یہ تمام آوازیں بے اثر ہی ثابت ہوئی ہیں محض اس لئے کہ محمدؐ ابن عبد اللہ اسی وادیٔ مکہ میں اس عمر کو پہنچے ہیں۔ ان کی صداقت اور امانت داری بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ان کے اس کلام کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں جو وہ لوگوں کو سناتے ہیں اور لوگ اسے سنتے ہی ساکت ہو جاتے ہیں جیسے ان پر جادو کر دیا گیا ہو۔ لہٰذا میں نے ایک

ـــ اور انسانوں میں ہی کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں خرید کر لاتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے (دوسروں کو) گمراہ کرے اور اس راہ کی ہنسی اڑائے ۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے ۔ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں ۔ گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں ۔ سو (اے حبیب !) آپ اسے خبر سنا دیجئے عذابِ دردناک کی ۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام بھی انہوں نے کئے (تو) ان کے لئے راحت کی جنتیں ہیں ۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۔ (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے ۔ (۳۱/۹-۶)

ترکیب سوچی ہے ۔ " دیگر سردارانِ قریش نے بڑے تجسس کے ساتھ اس کی ترکیب کو دریافت کیا تو کہنے لگا ۔ " میں ابھی تو عراق کے سفر پر روانہ ہو رہا ہوں واپس آکر بتاؤں گا ۔ "

اور جب وہ دشمنِ حق عراق سے واپس ہوا تو اپنے ہمراہ شاہانِ عجم کی پُر لطف اور پُر اسرار داستانوں کے پلندے لے آیا ۔ ساتھ ہی وہاں سے چند گانے والی لونڈیاں بھی خرید لایا ۔ لہٰذا مکہ میں قصہ گوئی کی محفلیں جمنے لگیں جہاں شاہانِ عجم کے قصے چٹخارے لے کر بیان کئے جاتے اور گلو کار لونڈیاں اپنے نغموں سے سامعین کے دل لبھاتیں ۔ لوگ جوق در جوق ان محفلوں میں جاتے اور دادِ عیش دیتے ۔ دن بھر ان ہی کے چرچے رہتے ۔ اس تمام تر ذوق و شوق کے باوجود منکرینِ حق کی یہ ترکیب بھی کارگر ثابت نہ ہوئی چونکہ جن لوگوں کے قلوب حق آشنا ہو چکے تھے وہ تو کلامِ الٰہی سن کر ہی راحت و سکون پاتے تھے ۔ لہٰذا ایک طرف تو یہ مشرکین اپنی لہو و لعب کی انجمن آرائی میں مصروف رہتے اور ادھر شمعِ توحید کے پروانے ہادیِ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو جاتے ۔ درج بالا آیاتِ ربانی میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے بارگاہِ ربوبیت سے پھر ایک بار شرک کی تردید کی گئی ، دعوتِ توحید پیش کرتے ہوئے دل نشین دلائل دیئے گئے اور فطری شواہد

—— (اسی نے) آسمانوں کو بلا ستون بنایا ہے تم ان کو دیکھ رہے ہو۔ اور زمین پر لنگر (بلند پہاڑوں کے) ڈال رکھے ہیں کہ تمہیں لے کر ڈانوا ڈول نہ ہونے لگے۔ اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں۔ اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر (اس) زمین میں عمدہ اقسام کے (نباتات) اگائے۔ یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ (اب) مجھے وہ دکھاؤ جو اس (اللہ) کے سوا اوروں نے بنایا ہے۔ مگر اصل (بات تو) یہ ہے کہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

—— اور بے شک ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی (اور یہ حکم) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے۔ اور جو کوئی ناشکری کرے سو اللہ بے نیاز ہے اور سب تعریفوں والا۔

(اے نبیؐ!) اور اس وقت کا ذکر کیجئے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ "اے بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔" (۳۱/۱۳-۹)

کی طرف توجہ دلائی گئی کہ مشرکین اور منکرینِ حق اپنی عقل و فہم کو کام میں لاتے ہوئے راہِ حق کو پہچانیں۔

(بحوالہ ابن ہشام جلد اول، خزائن العرفان)

مشرکین کی اخلاقی شکست

ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ حضرت سعدؓ بن مالک جاں نثارِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو گئے۔ ہر طرف ایک ہل چل مچ گئی کہ مالک کے بیٹے سعدؓ نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا اور محمدؐ ابن عبداللہ کے نئے دین میں شامل ہو گیا۔ حضرت سعدؓ ابتدا ہی سے نیک سیرت و نیک خصلت تھے اور اپنی والدہ کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے۔ ان کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔ لیکن ان کی ماں مشرکہ تھی اور دینِ حق اور حضور محسنِ انسانیت حبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم

— اور ہم نے انسان کو تاکید کی اس کے ماں باپ سے متعلق (کہ) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (لہٰذا اے انسان!) تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔ (چونکہ میری ہی طرف تجھے واپس ہونا ہے۔ اور اگر وہ دونوں (والدین) تجھ پر اس کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کئے جانا اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کئے ہو۔ پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہتے تھے میں تمہیں سب جتلا دوں گا۔ (۳۱/۱۵-۱۴)

کی سخت مخالف تھی اس نے جو اپنے بیٹے کے متعلق یہ خبر سنی تو بہت برہم ہوئی۔ اور حضرت سعدؓ سے کہنے لگی۔ "سعدؓ! یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ تو اس نئے دین کو فوری طور پر چھوڑ دے ورنہ میں نہ تو کچھ کھاؤنگی اور نہ پیوں گی اور اسی طرح جان دے دوں گی کہ لوگ تجھے ماں کا قاتل اور ظالم کہیں۔"

حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کو ہر طرح سمجھایا۔ نئے دین کی باتیں بتائیں۔ بت پرستی اور شرک کی لعنتوں کا ذکر کیا۔ لیکن ان باتوں کا اس مشرکہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ بوڑھی اپنی ضد پر اسی طرح قائم رہی۔ حضرت سعدؓ تو بغیر کسی دباؤ یا لالچ کے رضاکارانہ طور پر ایمان لائے تھے۔ ان کا قلب توحید کی عظمت اور حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے منور ہو چکا تھا۔ اب وہ شرک کی تاریکیوں کو کیوں کر قبول کر سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے دامنِ اسلام سے علیحدگی کو کسی طرح گوارا نہ کیا۔ ادھر بوڑھی ماں کے فاقوں پر فاقے ہونے لگے۔ گھر کی بات گلی کوچوں کا تذکرہ بن گئی۔ مشرک حضرت سعدؓ کو آتے جاتے دیکھتے تو آوازے

(اور لقمان نے کہا تھا) بیٹا!! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور کسی پتھر میں، یا آسمانوں میں، یا زمین میں کہیں بھی چھپا ہو۔ اللہ اسے نکال ہی لائے گا۔ بے شک اللہ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔
(اور لقمان نے یہ بھی کہا تھا) بیٹا!! نماز کو قائم رکھ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بدی سے منع کر اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل۔ بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ۔ بے شک سب سے بری آواز گدھے کی ہوتی ہے۔ (۱۳۱۹-۱۶)

کہتے " ماں کا قاتل ہے۔ " " ماں کا قاتل ہے۔ " حضرت سعد انتہائی پریشان، نہ تو دامنِ مصطفٰے سے علیحدگی کے لئے تیار اور نہ ماں کی بھوک اور پیاس گوارا اور اس پر دوست احباب کے طنزیہ اور نفرت بھرے آوازے۔ بار بار ماں کی منت اور سماجت کرتے۔ ہر طرح سمجھانے کی کوشش کرتے لیکن وہ مشرکہ اپنی ضد پر اسی طرح قائم رہتی۔ اسی طرح تین یوم گذر گئے۔ بوڑھی پر نقاہت طاری ہونے لگی غشی کے دورے پڑنے لگے۔ حضرت سعدؓ کے لئے انتہائی نازک وقت سامنے آگیا۔ ایک طرف ایمانِ محکم اور دوسری طرف ماں کی غلط اور بے جا ضد۔ آخر کار انہوں نے قطعی اور آخری فیصلہ کر لیا اور ماں کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ " میری پیاری امی جان! تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو۔ میں نے ہمیشہ تمہارا کہنا مانا ہے تمہارے ہر حکم کی اطاعت کی ہے۔ لیکن میرا نیا دین تم سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اب بھی تمہارا ہر کہنا ماننے کو تیار ہوں لیکن اس نورانی راہ کو چھوڑ کر ظلمتوں کی جانب اب نہیں جا سکتا۔ تمہاری ایک جان تو کیا اگر سو جانیں بھی جاتی رہیں تب بھی میں دینِ حق کو نہیں چھوڑوں گا۔ سن لو! یہ میرا قطعی اور آخری فیصلہ ہے۔ "

— کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔ بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔ کیا یہ جب بھی (اپنے بڑوں کی پیروی کریں گے) جبکہ شیطان ان (کے بڑوں) کو عذابِ دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔؟

— اور جو کوئی اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور ہو بھی وہ مخلص تو بیشک اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔ سو (اے نبیؐ!) کافروں کے کفر سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ آخر ان سب کا لوٹنا تو ہماری ہی جانب ہے۔ اس وقت ان کے کئے کو تک سے اللہ انہیں خبردار کرے گا۔ وہ تو دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔
(۲۱/۳۱-۲۳)

بوڑھی نے جو بیٹے کے لہجے میں استحکام اور اس کے ارادے کی پختگی پائی تو مایوس ہو گئی اور آخر کار کھانا پینا شروع کر دیا۔ یہ ایک گھر کا واقعہ تھا لیکن اس نے سب مشرکین کو سیخ پا کر دیا۔ چونکہ ہر مشرک کی ہمدردیاں بوڑھی مشرکہ کے ساتھ تھیں۔ اسی لئے بوڑھی کی شکست ہر ایک مشرک کی شکست بن گئی اور جس کا ردِ عمل مسلمانوں سے شدید نفرت کے طور پر ظاہر ہونے لگا۔ حضور سرورِ کائنات رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاءِ کرام کے لئے نئی نئی دشواریاں سامنے آنے لگیں۔ لیکن آپؐ کی ہمت اسی طرح بلند تھی اور آپؐ کے رفقائے کار کے عزائم اسی طرح مستحکم تھے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

تذکرہ حکیم لقمان کا اللہ اکبر کس قدر عظیم ہے حق تعالیٰ کی شفقت اپنے بندوں پر کہ ایک طرف مشرکین اور منکرینِ حق کی بے جا ضد یا جبر اور

— ہم انہیں چند روزہ عیش دیئے ہوئے ہیں۔ پھر ان کو سخت عذاب کی طرف کشاں کشاں پہنچا دیں گے۔

اور (اے پیغمبرؐ!) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ "اللہ نے۔" آپ کہیئے "الحمدللہ"— لیکن ان میں سے اکثر تو (اتنی بات بھی) نہیں جانتے۔ اللہ کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ بے شک اللہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا۔

— اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں سب قلم بن جائیں اور اس سمندر کے علاوہ سات سمندر اور (روشنائی) ہو جائیں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے۔

— تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھانا بس ایسا ہی ہے جیسا شخصِ واحد کا۔ بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے۔ (۳۱|۲۸-۲۴)

— (اے لوگو!) کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں؟ اسی نے سورج اور چاند کو (ان کے عمل میں) لگا رکھا ہے۔ ہر ایک، ایک مقررہ میعاد تک چلتا رہے گا۔ اور (کیا تم نہیں جانتے) کہ اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے۔ اور اسے چھوڑ کر جن دوسری چیزوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

ظلم کا سلسلہ لامتناہی جاری تھا کہ رکتا ہی نظر نہ آتا تھا اور دوسری جانب اس کی طرف سے قرآن سمجھنے کی مسلسل دعوتِ تفہیم اور اس کے حبیبؐ کی سعیٔ مسلسل۔ گذشتہ سورتوں میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور مغضوب اقوام کے تذکرے کئے گئے کہ عقلوں کے اندھے مشرکین راہ پائیں۔ اب درج بالا آیات میں ایک ایسے حکیم و دانا بندے

اور اس لئے اللہ ہی بلند شان والا اور بڑائی والا ہے۔
— (اے لوگو!!) کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ ہی کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو صبر اور شکر کرنے والا ہے۔ (۳۱/۳۱–۲۹)

کا تذکرہ کیا گیا جس کو اہلِ عرب ہی نہیں بلکہ باہر کی دنیا کے لوگ بھی حکیم لقمان کے نام سے جانتے تھے۔

حکیم لقمان کی شخصیت کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات میں ان کو قومِ عاد کا ایک فرد اور یمن کا بادشاہ بتایا گیا ہے۔ حضرت عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے ان کو ایک حبشی غلام کہا ہے۔ حضرت جابرؓ انصاری کی رائے میں وہ مصر اور سوڈان کے درمیان واقع شہر نوبہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت سعید بن مسیّب نے بھی ان کو مصر کے سیاہ فام لوگوں میں سے بتایا ہے۔ بہر حال اکثر روایات کے مطابق حکیم لقمان سیاہ فام افریقی تھے اور اس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے جہاں کے لوگ عربی بولتے تھے۔ یہ نبی نہ تھے بلکہ ان کا شمار نیک اور صالح لوگوں میں ہوتا تھا۔

اس عظیم دانشور کی ناصحانہ باتوں کا عرب میں خاصا چرچا تھا لوگ لقمان کا نام عزت و احترام سے لیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب شعراء امراؤ القیس، لبید، اعشیٰ اور طرفہ وغیرہ نے اپنے کلام میں حکیم لقمان اور ان کی ناصحانہ باتوں کا تذکرہ کیا تھا اور خواص و عوام بھی ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ لہٰذا درج بالا آیات میں حکیم لقمان کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف دلائی گئی کہ جس شخص کی حکمت اور فراست کے تم قائل ہو اس نے تو خود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کیا تھا اور شرک سے بچنے کی تلقین فرمائی تھی۔ اور اس طرح پھر ایک بار فطری شواہد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہیں دعوتِ حق دی گئی — انہی ایام کا ذکر ہے

— اور جب موجیں انہیں سائبانوں کی طرح گھیرے میں لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔ پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں کے منکر تو وہی ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہیں۔

اے لوگو!!! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف رکھو جب نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو نفع پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا ہی اپنے باپ کو ذرا سا بھی نفع پہنچا سکے گا۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سو دنیوی زندگی تمہیں کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کہیں وہ بڑا فریبی (شیطان) تمہیں اللہ کے باب میں دھوکے میں رکھے۔

— بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے، اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے — اور کوئی بھی نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا۔ اور نہ کوئی یہ جان سکتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ ہی علیم و خبیر ہے (۳۱/ ۳۴ - ۳۲)

کہ مدینہ منورہ کا ایک دانشور سوید بن صامت حج کے موقعہ پر مکہ آیا۔ منیٰ کے مقام پر آپؐ کی اس سے ملاقات ہو گئی۔ آپؐ نے حسبِ معمول اس کو بھی دعوتِ حق دی جس سے وہ بہت متاثر ہوا کہنے لگا۔ "میرے پاس" مجلّہ لقمان "ہے اس میں بھی اسی طرح کی ناصحانہ باتیں ہیں۔" پھر آپؐ کی فرمائش پر اس نے "مجلّہ لقمان" سے کچھ حصے پڑھ کر سنائے۔ آپؐ نے بھی کلامِ ربانی کی آیات اس کو پڑھ کر سنائیں جس سے وہ بیحد متاثر ہوا اور اس نے قرآن کی عظمت کو تسلیم کر لیا۔ حج سے واپسی پر سوید بن صامت ایک جنگ کے دوران مارا گیا لیکن بعد میں اس کے قبیلہ والوں نے تصدیق کی کہ وہ مسلمان ہو چکا تھا لیکن افسوس ان مشرکین پر جو ہر طرح کی تفہیم و تلقین کے باوجود اپنی ضدوں پر قائم تھے اگر وہ کھلے دل سے کلامِ ربانی پر غور کرتے تو یقیناً سوید بن صامت کی طرح ایمان لے آتے اور آپؐ کو نبی برحق مان لیتے۔ (بحوالہ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ - ابنِ کثیر)

سورۃ سبا (پ ۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد (تمام) اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور اسی کی حمد ہے آخرت میں بھی۔ وہی حکمت والا اور باخبر ہے۔ وہ سب جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہی رحیم و غفور ہے۔

—— اور کافر کہتے ہیں۔ "ہم پر قیامت نہ آئے گی۔"

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "قسم ہے میرے پروردگار عالم الغیب کی کہ وہ (قیامت) ضرور آئے گی۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے ذرہ برابر بھی نہ آسمانوں اور نہ زمین میں۔ نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ بڑی سب ہی کچھ کتاب مبین میں درج ہے۔

—— (قیامت آئے گی اس لئے) کہ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے رہے ہیں۔ انہی کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم۔

—— اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لئے زور لگایا ہے ان کے لئے بدترین قسم کا عذاب دردناک ہے۔ (۳۴/۵-۱)

آپؐ اطاعتِ ربانی کے پیکرِ مجسم حق تعالیٰ کی جانب سے دلائل کی بار بار تکرار اور محسنِ انسانیت رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آیاتِ ربانی کی روشنی میں بار بار تلقینِ توحید و آخرت اس امر کا واضح ثبوت تھیں کہ انسان پر جبر نہیں بلکہ اس کے ذہن و فکر کی خوابیدہ طاقتوں کو بیدار کرنا ہی منشائے الٰہی تھا۔ قیامت کا بار بار ذکر کیا گیا، اس کے حق میں منطقی اور عقلی دلائل دیئے گئے، فطری شواہد کی طرف توجہ دلائی گئی لیکن ان مشرکینِ قریش پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چونکہ ان کے ذہن و فکر پر زنگ کی دبیز چادر چڑھی ہوئی تھی اور اس زنگ کو دور کرنے کے لئے انسان

(اے نبیؐ!) علم رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ سراسر حق ہے اور راستہ دکھاتا ہے اللہ کا جو عزیز و حمید ہے۔

(اے نبیؐ!!) اور منکرین (آپس میں) کہتے ہیں۔ "ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتائیں جو خبر دیتا ہے کہ جب تمہارے جسم کا ذرہ ذرہ منتشر ہو چکا ہوگا تو اس وقت تم ضرورنئے سرے سے پیدا کر دیئے جاؤ گے۔ اس (شخص) نے یا تو خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو جنون ہے۔"

—— بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی عذاب اور دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی ہم اگر چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لئے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

کو خارجی جبر کی نہیں بلکہ داخلی سعی مسلسل کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ خارجی دباؤ یا جبر انسان کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتا ہے جبکہ اس کی اپنی سعیٔ مسلسل اس کی پوشیدہ صلاحیتوں اور خوابیدہ طاقتوں کو بروئے کار لاتی ہے۔ غور کیا جائے تو قرآنی تعلیمات میں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔

منکرینِ قریش جن وجوہ کی بنا پر روزِ قیامت سے مسلسل انکار کر رہے تھے ان میں تین باتیں خاص تھیں۔ اول تو یہ کہ وہ روزِ جزا کسی طرح کے محاسبے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ دویم یہ کہ وہ مر کر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے جبکہ وہ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے اور سوئم یہ کہ مرنے کے بعد ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی ان تینوں باتوں کے پس منظر میں دیکھا جائے تو مشرکین قریش کی نفس پروری صاف نظر آتی ہے۔ یہ ان کا نفس ہی تو تھا جس نے ان کے اعمالِ بد کو ان کی نظروں میں خوشنما بنا

ـــ اور بالیقین ہم نے (ایسے ہی ایک بندے) داؤد کو اپنے ہاں سے بڑا فضل عطا کیا تھا۔ (کہ ہم نے حکم دیا تھا) : اے پہاڑو! اُن (داؤد) کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے میں ہم آہنگی کرو" اور یہی حکم دیا تھا پرندوں کو بھی۔ اور ان کے واسطے لوہے کو نرم کر دیا کہ وسیع زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو۔ اور تم سب نیک عمل کرو۔ بے شک تمہارے عمل دیکھ رہا ہوں۔ (۳۴/۱۱-۱۰)

ـــ اور ہم نے (اسی طرح اپنے بندے) سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا۔ صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک (تھا)۔ ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ اور ایسے جن اس کے تابع کر دیئے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے۔ ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔

رکھا تھا۔ لہٰذا بایں وجہ یہ ظالم پیغامِ حق کو قبول کرنے سے مسلسل انکار کیے جا رہے تھے چونکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اور حکیم و بصیر ہے لہٰذا وہ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ وہی دوا دے رہا تھا جو ان جیسے مریضوں کے مرض کا مداوا ہو سکتی تھی۔ اور یہ ہادی برحق نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعتِ ربانی کا جذبۂ اکمل تھا کہ جو حکمِ الٰہی آتا آپؐ اسی کے مطابق تلقین فرمانے لگتے نہ آپؐ دلائل کی تکرار سے گھبرائے اور نہ مشرکین کی مسلسل تکذیب آپؐ کے قدم ڈگمگا سکی۔

کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ درج بالا آیاتِ ربانی کا آپؐ پر نزول ہوا جن میں مشرکین کی طرف سے روزِ قیامت کی تکذیب اور آپؐ کے خلاف تہمت آمیز باتوں کا تذکرہ کیا گیا۔ اور واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ اے حبیبؐ! ان مشرکین سے کہہ دو کہ قیامت کے آنے میں شبہ نہ کریں۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی جب کہ مجرمین

وہ (جن) اس (سلیمان) کے لئے وہی بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا اونچے اونچے محل، اور تصویریں اور بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور بڑی بڑی لنگردار دیگیں۔ اے آلِ داؤد! عمل کرو بطور شکر۔ میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔

— پھر ہم نے جب ان (سلیمان) پر موت کا حکم جاری کر دیا، تو کسی چیز نے ان کی موت کا پتہ نہ بتایا سوائے اس گھن کے کیڑے کے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا۔ اس طرح جب سلیمان گر پڑے تو جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ رہتے۔

— بے شک (قوم) سبا کے لئے ان کے اپنے مسکن ہی میں نشانی موجود تھی دو (دو طرف) باغ۔ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے پروردگار کا دیا ہوا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا۔ عمدہ اور پاکیزہ ملک اور پروردگار مغفرت والا۔ مگر انہوں نے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا۔ اور ہم نے ان کے دو رویہ باغوں کے عوض دو باغ اور دیئے جو بدمزہ پھل، جھاؤ اور قدرے قلیل بیری والے تھے۔ انہیں ہم نے یہ سزا ان کی ناسپاسی کے سبب دی۔ اور ہم ایسی سزا بڑے نافرمان (لوگوں) ہی کو دیا کرتے ہیں۔ (۳۴/۱۲-۱۷)

کو ان کے اعمالِ بد کی سزا دی جائے گی اور ان کو جزائے خیر سے نوازا جائے گا جنہوں نے اعمالِ صالحہ انجام دیئے ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم اپنے ان بندوں کو جو ہماری طرف رجوع کرنے والے ہیں اور جو ہمارے دلائل کو اپنی عقل و فہم سے سمجھتے ہوئے اعمالِ صالحہ انجام دیتے ہیں انعام و اکرام سے ہی نوازا کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ بھی فرمایا گیا جن پر حق تعالیٰ کی عنایاتِ بے پایاں تھیں۔ اسی طرح قوم سبا والوں کا تذکرہ کیا گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا اور اس کے حکم کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے تو ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔

(اے حبیبؐ!) آپ (منکرینِ حق سے) کہیئے۔ ذرا تم انہیں پکارو تو جنہیں تم اللہ کے سوا (شریکِ خدائی) سمجھ رہے ہو۔ وہ ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ اور نہ ان کی ان دونوں میں شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار ہے۔ اور نہ اس کے حضور میں کوئی سفارش کام آتی ہے مگر ہاں اس کے حق میں جس کے لئے وہی اجازت دیدے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا؟۔ وہ کہتے ہیں کہ حق (بات کا حکم فرمایا) اور وہی ہے عالی شان والا اور سب سے بڑا۔ (۲۲ – ۲۳/۳۴)

قصہ حضرت داؤدؑ کا

حضرت داؤدؑ علاقہ بیت اللحم کے ایک اوسط درجے کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا بھیڑ بکریوں کا گلہ تھا لہٰذا ان کے ہمراہ آپ بھی گلہ بانی کرتے تھے۔ ابتدا ہی سے صحت مند، تندرست و توانا تھے۔ شکل و صورت بھی اچھی تھی اور سیرت و اخلاق بھی نمایاں۔ صاحبِ ادب اور باتمیز انسان تھے۔ بربط بجانے میں خاص مہارت حاصل تھی۔۔۔ ان ہی دنوں بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو بربط بجانے میں مسلّمہ حیثیت کا حامل ہو لہٰذا اسی بناء پر طالوت کے دربار میں رسائی ہوئی اور ایک اچھا مقام مل گیا۔ اُن ہی دنوں فلسطینیوں کی فوجوں اور اسرائیلیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فلسطینیوں کی طرف سے ان کا مشہور و معروف جنگجو جالوت اپنے ہتھیاروں سے مسلح میدان میں آیا اور مبارزت حاصل کی۔ جالوت کا اس درجہ رعب تھا کہ اسرائیلیوں میں سے کوئی مقابل نہ آسکا۔ جالوت نے للکارا تو حضرت داؤد ہاتھ میں لاٹھی اور فلاخن (گوپھن) لئے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ حضرت داؤدؑ فلاخن چلانے میں اس زمانہ سے خاص مہارت رکھتے تھے جبکہ گلہ بانی ان کا شغل تھا اور فلاخن کے ذریعہ شیر اور ریچھ کو جان سے مار چکے تھے۔ جالوت نے آپ کے ہاتھ میں ڈنڈا دیکھا تو کہنے لگا۔ "کیا میں

(اے حبیبؐ!!) (ان مشرکین سے) آپ پوچھئے۔ "تم کو آسمانوں اور زمین میں کون روزی دیتا ہے۔" (یہ مشرکین تو اس کا کیا جواب دیں گے) آپ خود ہی فرمایئے۔ "اللہ"۔ (اور یہ بھی کہہ دیجئے) "ہم یا تم کوئی ایک ہی راہِ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں۔"

(اے حبیبؐ!!!) آپ کہہ دیجئے۔ "ہم نے اگر تمہارے گمان میں کوئی جرم کیا ہے تو اس کی بابت تم سے سوال نہ ہوگا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کا سوال ہوگا۔"

اور کہئے۔ "ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ وہ ایسا زبردست فیصلہ کرنے والا ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔" (۳۴/۲۶-۲۴)

کتا ہوں جو تو مجھے مارنے آیا ہے۔" اور پھر اپنے دیوتاؤں کے نام کا نعرہ لگا کر کہنے لگا "میرے سامنے آ میں ابھی چیل کوؤں کو تیرا گوشت کھلادوں گا۔" حضرت داودؑ نے اپنی فلاخن میں پتھر رکھا اور توکل اللہ جالوت کی طرف بڑھتے ہوئے جو فلاخن چلائی تو پتھر جالوت کی پیشانی پر لگا اور سر کے اندر تک گھستا چلا گیا۔ جالوت زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ آپ نے اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کی گردن جدا کر ڈالی۔ فلسطینیوں نے جو یہ عالم دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح اسرائیلیوں کو فتح نصیب ہوگئی۔

حضرت داودؑ کی اس شجاعت سے انہیں بنی اسرائیلیوں میں بڑی مقبولیت ہوئی۔ طالوت نے آپ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردی۔ اور جب اس کا انتقال ہوا تو اسرائیلیوں نے انہیں اپنا بادشاہ بنالیا۔

حضرت داودؑ کی بادشاہت کا مقصد صرف بندگانِ خدا کی خدمت تھا لہٰذا ہر طرف راحت و آسائش، امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگیا۔ آپ کی

(اے نبیؐ!) آپ ان سے کہیئے۔ "ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون ہستیاں ہیں جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے؟" نہیں (دکھا سکتے یہ ان تمام نہاد شریکوں کو لہٰذا آپ کہہ دیجئے) بلکہ وہ (صرف) اللہ ہی ہے زبردست حکمت والا۔

(اے پیغمبرؐ!) اور ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

— اور یہ (مشرکین) لوگ کہتے ہیں۔ "وعدۂ قیامت کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو۔"

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔"

— اور کافر کہتے ہیں۔ "ہم نہ اس قرآن کو مانیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں کو۔" (اے نبیؐ!) کاش آپ دیکھیں ان کا حال اس وقت جب یہ ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اس وقت یہ ایک دوسرے پر (اپنا) الزام دھریں گے۔ ضعفار (ادنیٰ درجہ کے لوگ) بڑے لوگوں سے کہہ رہے ہوں گے "اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔" (اس پر یہ بڑے لوگ ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہہ رہے ہوں گے۔ "کیا ہم نے تمہیں اس ہدایت سے روکا تھا جو تمہارے پاس آئی تھی۔ نہیں، بلکہ تم خود ہی مجرمین میں سے تھے۔"

(۳۴/۲۲-۲۷)

حدودِ سلطنت خلیجِ عقبہ سے لے کر دریائے فرات کے مغربی کنارے تک تھیں۔ اور آپ کا یہ عالم تھا کہ خود زرہ سازی کر کے اپنی روزی کماتے تھے اور اسی پر گذارہ کرتے تھے۔ یہ تقویٰ اور پرہیزگاری درحقیقت اس احساسِ بندگی کا نتیجہ تھا جو آپ کے دل میں ابتلاً ہی سے موجود تھا حق سبحانہٗ تعالیٰ پر توکل اور اس کی خوشنودی کا حصول آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ اور یہی آپ کی وہ اعلیٰ خصوصیات تھیں جن کی بنا پر حق تعالیٰ نے حکومت اور

— اور وہ ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے۔ "نہیں بلکہ تمہاری ہی رات دن کی تدبیروں نے (ہمیں روکا تھا) جبکہ تم ہم کو آمادہ کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر اختیار کریں اور اس کے لئے شرک قرار دیں۔"

— اور وہ لوگ اپنی پشیمانی کو مخفی رکھیں گے جب کہ عذاب دیکھ لیں گے۔ اور ہم کافروں کی گردن میں طوق ڈالیں گے۔ جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھر پایا۔

ہر دلعزیزی عطا فرمائی تھی۔ دنیوی طاقت اور عظمت کے باوجود آپ ہمہ وقت بارگاہِ الٰہی میں رجوع رہتے۔ آپ خوش الحان تھے "آواز انتہائی سریلی تھی" صبح و شام جب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے تو جیسے ساری کائنات جھوم اٹھتی۔ یہ بھی حق تعالیٰ کا زبردست انعام و اکرام تھا کہ جب آپ تسبیحِ الٰہی میں مصروف ہوتے تو پہاڑ جیسی جامد مخلوق اور انسان سے دور رہنے والے پرندے بھی ذکرِ الٰہی میں آپ کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ کرم بالائے کرم کے مصداق آپ نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپ کو زبور بھی عطا ہوئی لیکن شجرِ ثمر دار کی طرح ہمیشہ اللہ کے حضور ہی جھکے رہے۔ نہ تکبر نہ غرور۔ نہ طاقت کا زعم، نہ بادشاہت کا گھمنڈ۔ اور ایک مشرکین قریش تھے کہ نسبی تفاخر اور غلط احساسِ برتری کے سبب عقل و فہم کھو بیٹھے تھے۔

قصہ حضرت سلیمانؑ کا

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ بچپن ہی سے انتہائی ذہین، سلیم الطبع، متحمل اور بردبار تھے۔ بلکہ وہ تمام صفاتِ عالیہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں جو نبیوں اور پیغمبروں کا خاصہ رہی ہیں۔ ان ہی وجوہ کی بنا پر حضرت داؤدؑ ان کی کم سنی کے باوجود امورِ سلطنت میں ان کے مشوروں کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ ۱۰۱۵ ق م جب حضرت داؤدؑ نے اپنے مالکِ حقیقی کی طرف رجعت فرمائی تو حضرت سلیمانؑ کو ان کی جگہ بادشاہ بنایا گیا حالانکہ اس وقت ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔

حضرت سلیمانؑ بھی اپنے والد کی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے تھے۔ باری تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر گذاری میں مصروف رہتے۔ حق پر عمل کرتے اور حق ہی کی لوگوں کو تلقین فرماتے اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ہوا اور پرندوں کو آپ کا مسخر بنا دیا۔ آپ کو

— اور ہم نے جب کبھی کسی بستی میں ڈر سنانے والا بھیجا (تو) وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اور بولے "ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم پر عذاب نہیں ہونا۔"

(اے نبیؐ!!!) آپ کہہ دیجئے۔ "میرا پروردگار رزق وسیع کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اس کا) علم نہیں رکھتے۔

— تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کوئی بھی) ایسی چیز نہیں جو تم کو کسی درجہ میں ہمارا مقرب بنا دے۔ مگر ہاں جو کوئی ایمان لائے اور نیک عمل کرے سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے عمل کا کہیں بڑھا ہوا صلہ ہے اور وہ بالاخانوں میں امن وامان سے ہوں گے۔ (۳۴/ ۳۷ — ۳۳)

پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی خصوصیت بھی عطا کی گئی تھی۔ جنات بھی آپ کے تابع تھے۔ بیت المقدس جس کو یہودیوں نے ہیکل کا نام دیا تھا آپ ہی کے زمانے میں تعمیر ہوا۔ سبا کی ملکہ بلقیس کو جو ایک وسیع و عریض علاقہ پر حکمران تھی آپ نے دعوتِ حق ارسال کی۔

حضرت سلیمانؑ کا دور انتہائی خوش حالی کا دور تھا۔ آپ ہمہ وقت حق تعالیٰ کی طرف رجوع رہتے اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف۔ آپ کے دور میں تانبے کی صنعت کو حیرت انگیز نمایاں ترقی ہوئی تھی ہر سو تانبہ پگھلانے کی بھٹیاں روشن رہتیں ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے تانبے کے چشمے بہہ رہے ہوں۔

حضرت سلیمانؑ کی حکومت کی طرف سے غریب الدیار، مفلوک الحال اور بے سہارا لوگوں کے لئے بڑے بڑے لنگر خانے قائم تھے جہاں ان کی مہمان نوازی کے لئے بڑی بڑی دیگیں اور بڑے بڑے حوض جیسے لگن تھے۔ جن میں کھانا پکایا اور تقسیم کیا جاتا تھا غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت اور عظمت و طاقت مثالی تھی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نہ آپ کو تکبر تھا اور نہ غرور، نہ نسبی تفاخر اور نہ شاہانہ کبریائی کا گھمنڈ۔

— اور جو لوگ ہماری آیتوں کے باب میں کوشش کر رہے ہیں (نبی اکرم صلعم کو) ہرانے کے لئے، تو وہی لوگ عذاب میں دھر لئے جائیں گے۔

(اے پیغمبرؐ!) آپ کہہ دیجئے۔" میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وسیع رزق دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دیتا ہے۔ اور جو چیز بھی تم خرچ کروگے سو وہ اس کا عوض دے گا اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

— اور (وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب اللہ ان سب کو جمع کرے گا۔ پھر فرشتوں سے پوچھے گا کہ (کیا) یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے رہے ہیں؟ وہ (فرشتے) عرض کریں گے کہ پاک ہے تو۔ ہمارا تعلق تو صرف تجھ سے ہے نہ کہ ان (مشرکین) سے۔ اصل (بات) یہ ہے کہ یہ لوگ جنّات کی پوجا کرتے تھے ان میں سے اکثر اعتقاد بھی انہیں پر رکھتے تھے۔ (۳۴/۴۱-۳۸)

بلکہ آپ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور بندگی کو ہمہ وقت ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ اپنے لوگوں کے لئے بھی نمونہ تھے اور آنے والے زمانے کے لوگوں کے لئے بھی قابلِ عمل مثال۔

قصہ قوم سبا کا

جزیرۃ العرب کے جنوب مغربی کونہ میں زمانہ قدیم سے ایک قوم آباد تھی جس کو تاریخ نے سبا کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس کی صحیح تاریخ اور عہد کا پتہ چلانا تو دشوار ہے لیکن ۲۵۰۰ ق م میں اُور کے کتبات میں اس کا ذکر ملتا ہے گو وہاں پر اس کا نام سابوم لکھا گیا ہے۔ اسی طرح بابل اور آشور (اسیریا) کے [illegible]ات میں ذکر آیا ہے۔ بائبل میں بھی اس قوم کا تذکرہ ملتا ہے۔ ملکہ سبا بلقیس کا تعلق بھی اسی قوم سے تھا جس کا ذکر سورہ کے تحت کیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ سبا عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے دس قبیلے ہوئے جن کے نام کندہ۔ حمیر۔ ازد۔ اشعریین۔ مذحج۔ انمار۔ عاملہ۔ جذام۔ لخم

— سو آج تم میں سے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا — اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب اس کا مزا چکھو۔

— اور جب انہیں ہماری صاف صاف آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کا تو بس منشا اتنا ہے کہ تم کو ان چیزوں سے باز رکھے جن کی پرستش تمہارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں (یہ مشرکین) کہ یہ (قرآن) ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے۔ اور کافر امرِ حق کی نسبت کہتے ہیں جب وہ ان کے پاس پہنچا کہ یہ (قرآن) تو بس ایک کھلا ہوا جادو ہے۔ (۳۴ - ۴۳)

— اور ہم نے انہیں نہ (آسمانی) کتابیں دی تھیں جنہیں وہ پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں۔ اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا۔ اور نہ ان سے پہلے جو لوگ ہوئے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی اور یہ (کافر) تو اس (سامان) کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے انہیں دے رکھا تھا، پھر انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ سو میرا کیسا عذاب ہوا۔

اور غسان تھے بعد میں قبیلہ انمار کی دو شاخیں ہو گئیں خثعم اور بجیلہ۔

یہی بات درست ہے اور اس دور کی تاریخی روایات کے عین مطابق۔ بہر حال یہی قبائل اپنے جدِ اعلیٰ کے نام پر قومِ سبا کہلائے۔ جنوبی عرب کا وہی علاقہ آج یمن کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قوم بڑے زیر و بم حالات سے گذری۔ ابتداً میں یہ لوگ آفتاب پرست تھے حضرت سلیمانؑ کے عہد میں اس کی اکثریت نے توحید کو اپنایا اور صاحبانِ ایمان ہوئے۔ لیکن آنے والی صدیوں میں پھر شرک و گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک گئے — سنہ ۳ء سے اس قوم کی تباہی اور زوال کے عہد کا آغاز ہوا جو آغازِ اسلام تک رہا۔ اس دور میں خانہ جنگیاں، بیرونی اقوام کی مداخلت، خلفشار اور انتشار کا دور دورہ رہا۔ درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات ۱۵ تا ۲۱ میں جن واقعات کی طرف اشارہ ہے وہ اسی

(اے نبیؐ!) ان سے کہیئے۔ "میں تمہیں ایک نصیحت کی بات کہتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو کہ تمہارے ساتھی (نبی اکرمؐ) میں آخر ایسی کونسی بات ہے جو جنون کی ہو؟ وہ تو ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تم کو متنبہ کرنے والے ہیں۔"

(اے پیغمبرؐ!) ان سے کہیئے۔ "اگر میں نے تم سے کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔ معاوضہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے"

(اے نبیؐ!) آپ کہدیجئے۔ "میرا پروردگار حق کو غالب کرتا ہے۔ وہی غیوب کا جاننے والا ہے۔"

(اے نبیؐ!) آپ کہدیجئے۔ "حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔" (اے نبیؐ!!!) آپ کہدیجئے۔ "اگر میں گمراہ ہوگیا تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر بھار ہے گا۔ اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو یہ اس وحی کی بدولت ہے جو میرا پروردگار مجھے کرتا رہتا ہے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا بہت قریب ہے۔"

(۳۴/۵۰-۴۴)

آخری دور کی سبق آموز داستان ہے۔

مذکورہ آخری دور تمام ترخانہ جنگیوں اور خلفشار کے باوجود قومِ سبا کا انتہائی خوشحالی کا دور تھا۔ جو کہ نتیجہ تھا ان کی زراعتی پیداوار اور بین الاقوامی تجارت کا۔ ان لوگوں نے جگہ جگہ برساتی پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے بند باندھ کر بڑے بڑے تالاب بنا رکھے تھے۔ جن میں ایک عظیم ذخیرۂ آب تمام سال جمع رہتا تھا۔ اور ان تالابوں یا جھیلوں سے ان لوگوں نے نہریں نکالی تھیں جو پورے ملک کو سیراب کرتی رہتی تھیں۔ جس کی بنا پر نہروں کے دونوں جانب بڑے بڑے باغات تھے اور سرسبز لہلہاتے ہوئے کھیت، پھلوں کی کثرت اور زراعت بے شمار۔ اپنی اس کثیر پیداوار کو بحری اور بری راستوں سے دور دراز منڈیوں تک پہنچاتے اور کثیر دولت کماتے تھے۔

لیکن اسی خوشحالی اور دولت کی فراوانی نے انہیں حق تعالےٰ اور راہِ اعتدال سے بھٹکا

(اے حبیبؐ!) اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ (کافر) گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے۔ پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور پاس کے پاس ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ اور (تب) کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور اب وہ اسے کیونکر پائیں (گے) اتنی دور جگہ سے کہ پہلے تو اس (حق) سے کفر (انکار) کرتے رہے اور بے تحقیق باتیں دور ہی سے ہانکا کرتے تھے۔

دیا تھا۔ معاشرے میں ہر طرح کی برائیاں جڑ پکڑ گئیں تھیں اور وہی حالات پیدا ہو گئے تھے جو کہ مغضوب اقوام کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب قوم سبا والے کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوئے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے ان کی گرفت ہوئی۔ پانچویں صدی عیسوی میں ان کا سب سے عظیم بند ٹوٹ گیا اور اس سے جو سیل آب چلا ہے تو راہ کے تمام بندوں کو توڑتا اور نہروں کو مسمار کرتا چلا گیا۔ سارا نظامِ آب پاشی تباہ ہو کر رہ گیا۔ بڑے بڑے باغات زمین بوس ہو گئے۔ کھیت دلدل بن گئے۔ ہر سو تباہی و بربادی کا دور دورہ ہو گیا۔ نظام آبپاشی ہی ختم نہ ہوا زمین بھی اپنی پیداواری صلاحیت سے محروم ہو گئی۔ تتر بتر قوم نے جب دوبارہ کاشت کی کوشش کی تو جھاؤ اور چھوٹی چھوٹی بیریوں کے علاوہ کچھ نہ اگا۔ یہ بھی خودرو درخت تھے ورنہ ان کی کاشت تو بے سود ہی رہی۔ درحقیقت یہ بھی ایک قیامت کا منظر تھا جو کہ قوم سبا والوں کو دکھایا گیا۔ جس دولت اور خوشحالی پر تکبر اور غرور کرتے تھے وہ ایسی پامال ہوئی کہ اس کو واپس لانا ان کے امکان میں نہ رہا۔

اور یہ سب کچھ سزا تھی قوم سبا کے لئے ان کی ناسپاسی اور نافرمانی کے باعث کہ انہوں نے نہ تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور نہ اپنے اعمال بد سے باز آئے۔

مذکورہ بالا تینوں واقعات میں مشرکین کے لئے واضح تنبیہ تھی کہ وہ درس عبرت پائیں، اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغامِ حق پیش فرما رہے تھے اس کو اپنی عقل و فہم سے سمجھتے ہوئے

— اور ان میں اور ان کی آرزوؤں کے درمیان ایک آڑ حائل کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے قبل والے ان کے ہم مشربوں سے بھی کیا جائے گا۔ یہ (سب) بڑے شک میں تھے تذبذب میں پڑے ہوئے۔ (۳۴/۵۴-۵۱)

قبول کرلیں۔ اپنے بیجا غرور و تکبر اور بداعمالیوں سے باز آجائیں۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو دیکھیں کہ وہ اپنی تمام تر عظمت، قوت اور شان و شوکت کے باوجود مغرور و متکبر نہ تھے۔ بلکہ ہمیشہ اللہ کے حضور رجوع رہتے تھے۔ اسی کی حمد و ثنا کرتے تھے اور اسی کی کبریائی کے آگے سر تسلیم خم کئے رہتے تھے۔ اور اس کے برخلاف قوم سبا والے مغرور و سرکش تھے سو تباہی و ہلاکت ان کا مقدر بنی۔

اسی طرح آپؐ کی ذات والاصفات اطاعت و فرمانبرداری کی پیکرِ مجسم تھی کہ جس میں عظمتِ داؤدی بھی نمایاں تھی اور حرمتِ سلیمانی بھی اور دوسری طرف مشرکینِ قریش نافرمانی و ناسپاسی کے مسلسل مرتکب ہو رہے تھے۔

(بحوالہ امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ترمذی، ابن کثیر انوار الانبیاء)

سورۃ الزمر (پ ۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ نازل کی گئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو عزیز و حکیم ہے۔

(اے نبیؐ!) بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے لہٰذا آپ اللہ ہی کی بندگی کیجیے خالصتاً اسی کے بندے ہو کر۔ ہاں بندگی خالص اللہ ہی کی ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے علاوہ اور والی بنا لیے ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو انہیں اتنی سی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔ بیشک اللہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو ناشکرا ہو۔
___ اگر اللہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا۔ وہ پاک ہے، وہی ہے اللہ واحد اور سب پر غالب۔ آسمان اور زمین اسی نے حکمت سے پیدا کیے ہیں۔ وہی دن پر رات کو اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک وقتِ مقررہ پر چلتا رہے گا۔ یاد رکھو وہی زبردست ہے اور درگذر کرنے والا ہے۔
(۳۹/۵ — ۱)

آپؐ کی بے مثال مستقل مزاجی

قربان جائیے حضور محسنِ انسانیت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل مزاجی اور سعی پیہم کے کہ مشرکین کی مسلسل مخالفت اور جارحیت کے باوجود آپؐ دینِ حق کی تلقین میں اسی عزمِ صمیم کے ساتھ مصروف رہتے۔ نہ کبھی آپؐ کے قدم لڑکھڑائے اور نہ آپؐ کے ہاتھ سے ہمت کا دامن چھوٹا۔ صبح سے سورج غروب ہونے تک حرمِ کعبہ میں، مکے کی گلی کوچوں میں اور نواحی علاقوں میں جہاں کہیں بھی ممکن ہوتا آپؐ بلا خوف و خطر پہنچ جاتے اور لوگوں کو دعوتِ حق کی تلقین فرماتے۔ موسم حج میں تو آپؐ کی مصروفیات اور زیادہ بڑھ جاتیں۔ رات کی تاریکی میں دور دراز سے آئے ہوئے قبائل کے خیموں میں آپ تشریف لے جاتے انہیں

— اسی (اللہ) نے تم کو ایک جان (حضرت آدمؑ) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا (حضرت حواؑ کو) بنایا اور اسی نے تمہارے لئے مویشیوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ وہ تمہاری ماؤں کے شکم میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ سو تم کہاں پھرے چلے جا رہے ہو۔

— اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے۔ اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے۔ اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔ بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ (۳۹/ ۷-۶)

کلام ربانی سناتے، شرک کی لعنتوں سے انہیں آگاہ فرماتے اور لاتعداد خداؤں کے مقابل ایک ہی خدا کی بندگی کے فوائد بتاتے۔ لیکن افسوس ان مشرکین کی حالت پر جو گیارہ سال سے کہیں زیادہ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اپنی اسی ہٹ دھرمی پر قائم تھے۔ در حقیقت بت پرستی اور مشرکانہ رسوم ان لوگوں میں اس درجہ رچ بس گئی تھیں کہ یہ اپنی پرانی ڈگر سے کسی طور ہٹنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی مشرکین قریش کے درمیان بت پرستی کے خلاف کاوشیں ہوئی تھیں۔ لیکن وہ تمام افراد شرک کے تند و تیز دھارے کا مقابلہ نہ کر سکے اور خس و خاشاک کی طرح نیست و نابود ہو گئے۔ اس کے برخلاف آپؐ کی کاوشیں اسی دھارے کا رخ موڑنے میں مسلسل صرف ہو رہی تھیں۔ لہٰذا آپؐ کی اس جہدِ مسلسل کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کاوشوں کا بھی جائزہ لیا جائے جو آپؐ کی بعثت سے قبل اسی خطۂ ارض پر ان ہی لوگوں کے

— اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اسی کی طرف رجوع ہو کر۔ پھر جب اللہ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا کر دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا۔ اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے جس سے وہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو بھی) گمراہ کرتا ہے۔ (سواے نبیؐ!) اس سے کہدیجئے۔ "اپنے کفر کا مزہ کچھ دن اور اٹھالے یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔" (کیا یہ شخص بہتر ہے یا وہ شخص) جو رات کی گھڑیوں میں قیام و سجود کی حالتوں میں مصروفِ عبادت ہو، آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو۔

(اے نبیؐ!!) ان سے پوچھئے۔ "کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں؟" نصیحت تو بس وہی حاصل کرتے ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں۔

(اے حبیبؐ!) آپ فرمایئے۔ "اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو۔ جنہوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ "مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی بندگی کروں اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا حکم بردار بن جاؤں۔" (اور) فرمایئے۔ "اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی اپنے پروردگار سے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔"

(۳۹/ ۱۳—۸)

درمیان کی گئیں۔

ابن ہشام نے بر روایت ابنِ اسحاق لکھا ہے کہ مکہ کے نواحی علاقہ میں ایک سالانہ عید ہوا کرتی تھی جہاں تمام قبائلِ قریش بڑے تزک و احتشام کے ساتھ جاتے اور ایک بڑے بت کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ اس کے حضور قربانیاں پیش کرتے، معتکف

(اے حبیبؐ!!!) کہدیجئے۔" میں تو اپنے دین کو اللہ ہی کے لئے خالص کر کے اسی کی بندگی کرتا ہوں۔ تم اس کے سوا جس جس کی بندگی کرنا چاہو کرتے رہو۔" (اور) کہئے۔" اصل خسارے میں وہی لوگ ہیں جنہوں نے روزِ قیامت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈال دیا۔" یاد رکھو! یہی صریح خسارہ ہے۔ ان (لوگوں) کے لئے اوپر سے بھی محیط شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی محیط شعلے ہوں گے۔ یہ وہی عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے (کہ) اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو۔ ـــــ اور جو لوگ اس سے بچے رہتے ہیں کہ شیطان کی پرستش کریں اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں ان کے لئے بشارت ہے۔ سو (اے نبیؐ!) آپ بشارت دیجئے میرے ان بندوں کو جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی صاحبانِ عقل و دانش ہیں۔

ـــــ تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی نجات والوں کے برابر ہو جائے گا؟ تو کیا آپ ہدایت دے کر آگ کے (اس) مستحق کو بچا لیں گے؟۔ البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے بنے ہوئے ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

(۳۹/ ۱۴-۲۰)

ہو کر پوجا پاٹ کرتے اور اس بت کے گرد چکر بھی لگاتے تھے۔ اسی ایک موقع پر ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث اور زید بن عمرو بن نفیل بھی شریکِ عید تھے۔ یہ حضرات عام لوگوں کی بت پرستی سے مطمئن نہ تھے اور اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کسی نے کہا۔" ہم سب لوگ اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین کو بھول گئے ہیں۔" دوسرے نے کہا۔" یہ پتھر جس سے بت تراشا گیا ہے اس کی حیثیت ہی کیا ہے کہ اس پر ہم نجاست

— (اے انسان!) کیا تو نے اس پر نظر نہیں ڈالی کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے۔ پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت کی۔ پھر دیکھ کر، سوکھ جاتی ہے پھر دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئی۔
— پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں سبق ہے صاحبانِ عقل و دانش کے لئے۔

— تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہو۔ تو کیا وہ اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے۔ تباہی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

— اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، ایسی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے، جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔ اسے سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہِ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لئے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔ (۳۹|۲۳-۲۱)

ڈر لیتے ہیں۔" تیسرا کہنے لگا۔ "نہ یہ دیکھ سکتا ہے نہ ہماری سنتا ہے اور نہ کسی نفع نقصان کا مالک ہے۔" چوتھے نے کہا۔ "ہم کو اپنے باپ ابراہیمؑ کا دین تلاش کرنا چاہیے۔"
اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی بالآخر چاروں نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھانے کا فیصلہ کیا اور وہاں سے چلے گئے۔ بعدہٗ ان حضرات نے فرداً فرداً راہِ حق کی تلاش جاری رکھی لیکن بت پرستی اور شرک کے خلاف آواز صرف زید بن عمرو نے اٹھائی۔

ورقہ بن نوفل | یہ وہی بزرگ ہیں جن کا تذکرہ سورۂ علق کے تحت جلد اوّل میں کیا جا چکا ہے۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ طبعاً نیک خو،

— اس شخص کی بدحالی کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو قیامت کے روز عذاب کی سخت مار اپنے منہ پر لے گا۔ ایسے ظالموں سے تو کہہ دیا جائے گا کہ اب چکھو مزہ اس کمائی کا جو تم کرتے رہے تھے۔

— ان سے قبل والوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تو ان پر عذاب ایسے رُخ سے آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ جا سکتا تھا۔ پھر اللہ نے ان کو دنیا ہی کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے شدید تر ہے۔ کاش! یہ لوگ سمجھ جاتے۔

— اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے لیے ہر قسم کے مضمون بیان کر دیئے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کرتے رہیں۔ قرآن واضح (ہے) جس میں کوئی کجی نہیں۔ تاکہ لوگ ڈرتے رہیں۔

— (اے لوگو!) اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک غلام میں کئی بدخو آقا شریک ہیں اور دوسرا غلام پورا ہی ایک شخص کی (ملک) ہے تو کیا دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ — الحمدللہ۔ مگر اکثر لوگ نادانی میں پڑے ہیں۔

— بے شک تمہیں بھی مرنا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم (دونوں فریق) اپنے پروردگار کے روبرو اپنا اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔

(۳۹/ ۲۴—۳۱)

حق گو اور حق پسند۔ مذکورہ بالا واقعہ کے بعد انہوں نے بت پرستی کو قطعی ترک کر دیا اور تلاشِ حق میں یہود و نصاریٰ کی طرف رجوع کیا۔ اور آخر کار عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ قریش کی جارحانہ خصوصیات کے پیشِ نظر یا طبعی تقاضوں کی بنا پر گوشہ نشیں ہو گئے اور زندگی بھر توریت اور انجیل کا مطالعہ کرتے رہے۔ نہ یہ قریش کے راستے میں آئے اور نہ قریش نے ان کے مذہب تبدیل کرنے کو کوئی اہمیت دی۔

پہلی نزولِ وحی کے بعد جب حضرت خدیجہؓ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس لے گئیں تو انہوں نے آپؐ کی زبانِ اقدس سے نزولِ وحی کے واقعات

— سو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے۔ کیا جہنم میں (ایسے) کافروں کا ٹھکانا نہ ہوگا۔ اور وہ جو سچی بات لے کر آئے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی تو یہی لوگ تو پرہیزگار (متقی) ہیں۔ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ صلہ ہے نیک کاروں کا۔ تاکہ اللہ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے۔

— کیا اللہ اپنے بندے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے کافی نہیں؟ اور (اے پیغمبرؐ) یہ لوگ (مشرکین) آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ زبردست انتقام لینے والا نہیں ہے۔ (۳۹/ ۳۲-۳۷)

سن کر فرمایا تھا۔ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آپؐ اس امت کے نبی ہیں۔ بے شک آپؐ کے پاس وہ ناموسِ اکبر آگیا جو موسیٰ کے پاس آیا تھا۔ اب آپؐ کو جھٹلایا جائے گا اور تکلیف پہنچائی جائے گی۔ آپؐ کو مکہ شہر سے خارج کر دیا جائے گا۔ اور آپؐ کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو ضرور اللہ تعالیٰ کے دینِ حق کی مدد کروں گا۔" ورقہ بن نوفل نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے وسط میں بوسہ بھی دیا۔ اور کچھ ہی عرصہ کے بعد انتقال کر گئے۔

عبیداللہ بن جحش طبعاً شکی تھے جس کی بنا پر ان کے اندر مستقل مزاجی کا فقدان تھا اور اس بنا پر صبر و تحمل سے محروم تھے۔ مذکورہ سالانہ عید کے واقعہ کے بعد بت پرستی سے تو اجتناب کیا لیکن اپنی قوم کے خوف سے کوئی مہم نہ چلا سکے۔ اسی کشمکش میں زندگی گذار رہے تھے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی

(اے نبیؐ!) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو (یہی) کہیں گے کہ اللہ نے۔ (تو) کہیئے۔ "بھلا پھر یہ تو بتاؤ کہ اللہ کے سوا تم جن کو پوجتے ہو، اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ (معبودانِ باطل) اس کی دی ہوئی تکلیف ٹال دیں گے؟ یا وہ (اللہ) مجھ پر عنایت فرمانا چاہے تو کیا وہ (بت) اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں؟"

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے۔ "میرے لیے تو اللہ کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔"

(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے۔ "اے میری قوم والو! تم اپنی حالت پر عمل کیے جاؤ۔ میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ سو عنقریب تم جان لو گے کہ کون شخص ہے جس پر اسے رسوا کرنے والا عذاب آیا چاہتا ہے اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔"

(اے حبیبؐ!) ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے لیے اتاری ہے حق کے ساتھ۔ سو جو کوئی راہِ ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی بے راہ ہوگا تو اس کی بے راہی اسی پر پڑے گی۔ اور آپ ان کے ذمہ دار (تو) نہیں (ہیں) (۳۸ — ۴۱/۳۹)

کا نزول شروع ہوا۔ پھر کسی موقع پر آیاتِ ربانی آپؐ کی زبانی سن کر ایمان لے آئے۔ ابو سفیان کی بیٹی امِ حبیبہ ان کی زوجہ تھیں وہ بھی ایمان لے آئیں۔ اسی بنا پر دونوں میاں بیوی پر مشرکین نے سخت ظلم کیا۔ لہٰذا حبشہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ یہ بھی حبشہ چلے گئے۔ ہجرت کی زندگی پر صعوبت رہی ہوگی۔ ناموافق حالات نے شکی طبیعت کو اور تقویت دی لہٰذا مکہ میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی مسلسل خبروں اور طبیعت کی غیر مستقل مزاجی نے عیسائیت کی طرف راغب کر دیا لہٰذا عیسائی ہو گئے اور اسی حالت میں انتقال ہوا۔ ان کی بیوی امِ حبیبہؓ دینِ اسلام پر ہی قائم رہیں اور مشرکین قریش کے خوف سے حبشہ ہی میں سکونت اختیار کی حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

— اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور اُن (جانوں) کو بھی جن کی موت نہیں آئی ہو ان کے سوتے میں۔ پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک لیتا ہے اور دوسری کو ایک میعادِ مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس (عمل) میں نشانیاں ہیں ان کے لئے جو (بھی) دھیان کریں۔

— اچھا تو ان لوگوں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔ (تو اے نبیؐ!) آپ ان سے کہیئے۔ "کیا وہ سفارش کریں گے خواہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ سوجھتے بوجھتے ہوں۔"

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "سفارش تو تمام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔"

(۳۹/۴۴-۴۲)

مدینہ ہجرت فرما گئے۔ کئی سال بعد شاہ حبش نے آپ کا پیغامِ عقد ان کو دیا۔ جس کو انہوں نے بخوشی منظور کر لیا۔ بعدہٗ آپ کے ساتھ ان کا عقد کر کے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

عثمان بن الحویرث انہوں نے مذکورہ سالانہ عید کے موقع پر کیئے گئے عہد کے مطابق بت پرستی اور شرک کے خلاف آواز اٹھائی لیکن مشرکینِ قریش کی جارحیت سے جلد ہی گھبرا گئے اور وادیٔ مکہ کو چھوڑ کر روم کی طرف چلے گئے۔ وہیں پر عیسائی مذہب قبول کر لیا جس کی بنا پر شاہِ روم کے دربار میں رسائی ہوئی۔ بڑی قدر و منزلت سے نوازے گئے اور بھول گئے کہ مشرک قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اسی حالتِ نصرانیت میں انتقال ہوا۔

زید بن عمرو بن نفیل مذکورہ چاروں افراد میں زید بن عمرو بن نفیل واحد شخص تھے جنہوں نے بت پرستی کے خلاف صدائے حق بلند کی، اس راہ میں مشرکین کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں اور اسی راہ میں مارے گئے۔ زید بن عمرو حضرت عمرؓ کے والد الخطاب بن نفیل کے حقیقی بھتیجے تھے۔ حق پرستی و حق گوئی کے

— جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان (لوگوں) کے دل سمٹ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اور جب اس (اللہ) کے سوا اوروں (بتوں) کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت یہ لوگ (مشرکین) خوش ہو جاتے ہیں۔

(اے نبیؐ!!) آپ دعا کیجئے۔ " اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے باطن اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن امور میں یہ اختلاف کرتے رہے ہیں " (۳۹|۴۶-۴۵)

جرم میں انہوں نے اپنے چچا ہی کے ہاتھوں سب سے زیادہ ظلم اٹھائے۔ زید بن عمرو کی بیوی صفیہ بھی مشرکہ تھی لہٰذا وہ ان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان کے دشمن چچا سے ملی ہوئی تھی اور خفیہ طور پر ان کی باتیں پہنچا دیا کرتی تھی۔ ان حالات سے مجبور ہو کر زید بن عمرو نے چاہا کہ وہ حق کی تلقین کرنے کے لئے مکہ سے باہر چلے جائیں اور مختلف مقامات پر سفر کر کے لوگوں کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ صفیہ نے یہ بات بھی ان کے چچا کو بتا دی جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہی طبیعت کی گھٹن اشعار بن کر ظاہر ہوئی

لَا تَحْبِسِيْنِیْ فِی الْهَوَا ... نِ صَفِیَّ مَا دَابِیْ وَدَابُهٗ

اے صفیہ مجھے ذلت میں نہ روک ... میری حالت کو اس حالت سے کیا نسبت ہے۔

اِنِّیْ اِذَا خِفْتُ الْهَوَا ... نِ مُشَیَّعٌ ذُلُلٌ رِکَابُهٗ

(مجھے کسی ذلت کا خوف ہو تو میں پیچھا کرنے والا ہوں اور اس کے لئے سواریاں آسانی سے مل جانے والی موجود ہیں)

اور اپنے مشرک چچا کے متعلق کہا۔

وَاِذَا یُعَاتِبُنِیْ بِسُوْ ... ءٍ قُلْتُ اَعْیَانِیْ جَوَابُهٗ

(اور جب وہ بری طرح مجھ پر غصے ہوتا ہے تو میں اس کا جواب نہیں دیتا)

وَلَوْ اَشَاءُ لَقُلْتُ مَا ... عِنْدِیْ مَفَاتِحُهٗ وَبَابُهٗ

(اگر میں چاہوں تو ایسی ایسی باتیں کہوں جن کی کنجیاں اور دروازے میرے پاس ہیں)

— اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے ان کو دینے لگیں۔ اور خدا کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔

— پھر جس وقت آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو تدبیر سے ملی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ بلکہ ان کی بداعمالیاں ان پر آپڑیں۔ اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بداعمالیاں ابھی آپڑنے والی ہیں۔ اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے۔

— کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔ (۳۹ | ۵۲ — ۴۷)

زید بن عمرو کا طریقہ تھا کہ جب حرم کعبہ جاتے تو کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے۔

لبیک حقاً حقاً تعبدا ورقا عذت بما عاذ بہ ابراہیم مستقبل الکعبۃ وھو قائم

(عجز و انکسار سے اور غلامانہ ذلت کے ساتھ حاضر ہوں۔ واقعی تیرے ہی دربار کی حاضری ہے۔ میں اسی ذات کی پناہ کا طالب ہوں جس کی پناہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ابراہیم نے طلب کی تھی۔)

زید بن عمرو پر جوں جوں ان کے رشتے دار اور اہل مکہ ظلم کرتے گئے وہ اپنے موحدانہ خیالات کا اظہار اپنی شاعری کے ذریعہ کرتے رہے۔ چند اور اشعار درج ذیل ہیں۔

(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے کہ اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور رجوع کرو اپنے پروردگار کی طرف اور اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (یہ حکم اسی لئے ہے کہ) کہیں کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ افسوس میری کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کی، اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا۔ یا عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش مجھے ایک موقع اور مل جائے اور میں بھی نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ (اور اس وقت انہیں یہ جواب ملے گا کہ) "ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا۔"

(اے نبیؐ!) اور آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا۔ کیا ان تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے یہاں تقویٰ کیا ہے ان کو کامیابی کے ساتھ نجات دے گا ان کو نہ کوئی تکلیف ہوگی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۳۹/ ۶۱-۵۳)

وَاَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَهُ الْاَرْضُ تَحْمِلُ صَخْرًا ثِقَالًا

(میں نے اپنی گردن اس ذات کے آگے جھکا دی جس کے آگے بھاری چٹانوں کو اٹھانے والی زمین نے سر خم کیا)

وَاِيَّاكَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهُ فَاِنَّ سَبِيْلَ الرُّشْدِ اَصْبَحَ بَادِيًا

(اے انسان) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرنے سے اپنے کو بچا کہ سیدھی راہ تو نمایاں ہو چکی ہے)

رَضِيْتُ بِكَ اللّٰهُمَّ رَبًّا فَلَنْ اُرٰى اَدِيْنُ اِلٰهًا غَيْرَكَ اللّٰهُ ثَانِيًا

(یا اللہ! میں تیری ربوبیت سے راضی ہوں۔ تیرے سوا کسی دوسرے معبود کو پرستش کے لائق کبھی نہ سمجھوں گا)

—— اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا مختار ہے۔ اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں۔

(اے نبیؐ!!!) آپ کہہ دیجئے۔ "اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ سے غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو۔"

—— اور بے شک وحی کی گئی آپ کی طرف اور آپ سے اگلوں کی طرف بھی کہ (اے انسان!) اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام غارت ہو جائے گا اور تو خسارے میں رہے گا۔ بلکہ اللہ ہی کی بندگی کر اور شکر گذاروں میں سے ہو۔
(۳۹/۶۶-۶۲)

لیکن ان موحدانہ خیالات کا اظہار اور حق گوئی و حق بینی کی تلقین ان کے لئے روز بروز گراں ہوتی گئی۔ مشرکین نے اپنے ظلم و جبر سے ان کا حلقۂ حیات تنگ کر دیا۔ حتیٰ کہ ایک دن ان کو شہر بدر کر ڈالا اور نوجوانوں کو تعینات کر دیا کہ انہیں کسی طور پر مکہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ لہٰذا زید بن عمرو نے تلاشِ حق میں دور دراز مقامات کے سفر کئے۔ موصل اور الجزیرہ تک گئے۔ یہود و نصاریٰ کے علماء سے ملے لیکن ان کی باتوں سے مطمئن نہ ہوئے۔

ابن ہشام کی روایت کے مطابق سرزمینِ بلقاء میں ایک عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی اس سے دینِ ابراہیم کے متعلق معلومات کیں تو اس نے ان کے موحدانہ تجسس کو دیکھتے ہوئے کہا کہ تم ایک ایسے دین کی تلاش میں ہو جس پر آج کوئی عمل پیرا نہیں۔ لیکن ایک نبی کا زمانہ قریب آ چکا ہے اور ان کا ظہور ان ہی علاقوں میں ہو گا جہاں سے تم آئے ہو۔ لہٰذا زید بن عمرو اپنے وطن مکہ کی جانب روانہ ہو گئے کہ باقی زندگی وہیں گذار دیں لیکن جب بنی لخم کی بستیوں میں پہنچے تو ان مشرکین نے انہیں قتل کر ڈالا۔ مکہ میں جب یہ خبر پہنچی تو مشرکین نے اطمینان کا اظہار کیا۔ ورقہ بن نوفل ابھی زندہ تھے انہوں نے مرثیہ کہا جس کا ایک شعر ان کے خیالات کا عکاس ہے۔

رَشَدْتَ وَاَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو وَاِنَّمَا ‏ ‏ ‏ ‏ تَجَنَّبْتَ تَنُّوْرًا مِنَ النَّارِ حَامِيَا

(اے ابن عمرو! تو نے سیدھی راہ اختیار کی اور یہ راہ تو نے بڑی سوچ بچار کے بعد اختیار کی، اور تو بھڑکتی ہوئی آگ کے تنور سے بچ گیا۔)

— اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی قدر کرنا چاہیئے تھی ۔ اور وہ (اپنی قدرتِ کاملہ سے) قیامت کے دن ساری زمین سمیٹ دے گا ۔ اور سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے ۔ وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے ۔
— اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے ۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے ۔
— اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا ۔ انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیئے جائیں گے ۔ لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا ۔ اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا ۔ اور ہر جان کو جو کچھ بھی اس نے عمل کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائیگا ۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے ۔ (۳۹/۷۰-۶۷)

مذکورہ بالا واقعات پر نظرِ غائر ڈالنے سے ان حالات کا واضح طور پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ جن میں رہتے ہوئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ گیارہ سالوں سے تلقین فرماتے رہے تھے ۔ اور یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ مشرکینِ عرب کے قلوب میں شرک کس درجہ پیوستہ تھا ۔ ان ہی مشرکین میں بنی عامر، بنی کنانہ اور بنی سلمہ بھی تھے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور ساتھ ہی اپنی حق پرستی جتانے کے لئے کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کی بارگاہ میں باریابی کے لئے ان بتوں کو وسیلہ بناتے ہیں ۔ ان ظالم مشرکوں کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ الٹا ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ” اے محمدؐ ! تم بتوں کو برا نہ کہا کرو ورنہ یہ تم کو نقصان پہنچائیں گے ۔“ اور کبھی کہتے ” اے محمدؐ ! بت پرستی تو تمہارے اجداد سے چلی آ رہی ہے تو کیا تم اپنے اجداد کو گمراہ کہتے ہو ۔“ قرآن حکیم کو تو وہ اللہ کی کتاب تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے ۔ نہ صرف آپؐ کی مسلسل تکذیب کی جا رہی تھی بلکہ آپؐ کا اور آپؐ کے رفقاءِ کرام کا حلقۂ حیات روز بروز تنگ کیا جا رہا تھا ۔ ان حالات میں آپؐ کا

— اور حق سے انکار کرنے والے جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ در گروہ۔ یہاں تک جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور پھر اس کے کارندے ان سے کہیں گے۔ "کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں سناتے تھے اور تمہیں اس بات سے ڈراتے تھے کہ ایک وقت تمہیں یہ بھی دیکھنا ہوگا" وہ جواب دیں گے "ہاں" لیکن (ان کے اعمالِ بد کے سبب) عذاب کا وعدہ حق سے انکار کرنے والوں پر پورا ہو کر رہا۔ (پھر) کہا جائے گا "داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں یہاں اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔" تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔

— اور جو لوگ (دنیوی زندگی میں) اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی سے (ان کے لئے) کھولے جا چکے ہوں گے اور وہاں کے منتظمین ان سے کہیں گے۔ "سلام ہو تم پر کہ تم خوب رہے، داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ کے لئے۔" اور وہ (لوگ) کہیں گے۔ "سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا اب ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔" تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔ (۳۹/۷۴-۷۱)

ورقہ بن نوفل کی طرح گوشہ نشین ہو جانا فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہو سکتا تھا لیکن آپ کا ہر فعل اور عمل تابع تھا منشائے الٰہی کے اور منشائے باری تعالیٰ تھی کہ آپ کے ذریعہ انسانیت کی تطہیر کی جائے اور اس نسخۂ کیمیا کی افادیت کو اچھی طرح واضح کر دیا جائے جس میں انسانی عظمت، انسانی حرمت اور انسانی سربلندی کا راز مضمر ہے۔ لہٰذا درج بالا آیات کے ذریعہ ایک بار پھر مدلل اور پرکشش طریقے سے انسان کو دعوتِ فکر دی گئی کہ وہ اپنی غلط روش سے باز آئے اور صحیح راہ کو اپنائے۔ ہر دو راہ کے برے اور اچھے نتائج سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اور واضح طور پر بتا دیا گیا کہ انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرے اسی کی

— اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد اور تسبیح کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ کہ ساری خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (۳۹/۷۵)

اطاعت و فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا مقصود سمجھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے محسنِ انسانیت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو جھٹلایا اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کی، ذلت کی موت مرے اور جہنم رسید ہوئے۔ اور ان کے ہاتھوں ظلم و جبر اٹھانے والے رضائے ربانی سے نوازے گئے۔ اور یہ سب کچھ صدقہ تھا آپؐ کی بے مثال مستقل مزاجی کا جس کا مظاہرہ شب و روز اطاعتِ ربانی کی شکل میں آپؐ کی ذاتِ اقدس سے ہو رہا تھا۔

(بحوالہ ابنِ ہشام، جلالین اور ابنِ کثیر)

سُورۃ المؤمن (پ ۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ! اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے، علم والا، گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ اللہ کی (ان) آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو منکرین (حق) ہیں سو ان لوگوں کی شہروں میں چلت پھرت آپ کو کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔
ان (منکرین) سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دوسرے جتھوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ اور ہر امت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں۔ اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھائیں۔ مگر آخرکار میں نے ان کو پکڑ لیا۔ پھر دیکھ لو کہ میری سزا (گرفت) کیسی سخت تھی۔

اور اسی طرح (اے نبی!) آپ کے پروردگار کی بات تمام (کافروں) پر پوری ہو چکی کہ وہ دوزخی ہوں گے۔ (۴۰/۱-۶)

آپؐ کی راہ چلنے والوں کا مقام

مشرکین کی جانب سے حضور پُرنور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور قرآنِ حکیم کی تکذیب کا وہی سلسلہ پورے زور و شور کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ مسلمان مجبورِ محض اور مظلوم ولاچار تھے۔ منکرینِ حق تعداد میں بھی کثیر اور جاہ و مال میں بھی کبیر۔ اسی گھمنڈ میں مسلمانوں کی مفلسی کا مذاق اڑاتے اور آتے جاتے طعنہ زنی بھی کرتے تھے۔ جارحیت ایسی کہ بعض اوقات تو مومنین کے قدم بھی ڈگمگانے لگتے اور وہ ہراساں و پریشاں ہو کر ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے۔ "یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔؟" آپؐ ان کی تسلی و تشفی کے لئے آیاتِ ربانی کی تلاوت فرماتے پھر ان ہی آیات کی روشنی میں رموزِ الٰہی بیان فرماتے۔

— جو فرشتے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ (تمام) اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ — اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے رستے پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے۔ اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو لائق ہوں ان کو بھی (بہشتوں) میں داخل کر دیجئے۔ بے شک آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اور (اے پروردگار!!) انہیں گناہوں کی شامت سے بچا لیجئے اور آپ نے جس کو اس دن گناہوں کی شامت سے بچا لیا تو اس پر آپ نے مہربانی فرمائی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (۴۰/۹-۷)

آپؐ کے رفقائے کرام کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دراصل ان کے مصائب ہی کی آئینہ دار تھی بلکہ اس تنگ وتاریک ماحول کی عکاس تھی جو کہ مشرکینِ قریش کی عیاریوں سے مکہ اور اس کے گردونواح میں پیدا ہو چکا تھا۔ یہ کم بخت جہاں کہیں بھی جاتے عام لوگوں میں آپؐ کے خلاف بدگمانی اور کلامِ الٰہی کے خلاف شبہات پھیلا دیتے تھے۔ ایک طوفانِ کذب وعناد تھا کہ امڈا ہی چلا آ رہا تھا۔ کچھ اسی طرح کے حالات تھے کہ درج بالا آیاتِ ربانی کا نزول ہوا اور پھر ایک بار بارگاہِ الٰہی سے واضح طور پر بتایا گیا کہ قرآن کی تکذیب کرنے اور اس کی آیات میں شبہات پیدا کرنے سے باز آ جاؤ چونکہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے نازل کی جا رہی ہے جو کہ زبردست وغالب ہے اور ہر چیز اس کے دائرہ علم کے اندر ہے۔ اس خیال میں بھی نہ رہو کہ تمہاری لغو اور بے بنیاد باتیں اس کے احاطۂ علم سے باہر رہ سکتی ہیں۔ لہٰذا اپنی باطلانہ باتوں

بے شک جنہوں نے حق سے انکار کیا ان کو ندا کی جائے گی۔ "جیسی تم کو (آج) اپنے سے بیزاری ہے اس سے بڑھ کر اللہ کو (تم سے) بیزاری تھی جب کہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم انکارِ حق کرتے تھے۔" (پھر) وہ لوگ کہیں گے۔ "اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دو بار مردہ رکھا اور دو بار زندگی دی اب ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں۔ کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے؟" (انہیں جواب دیا جائے گا کہ) یہ حالت جس میں تم مبتلا ہو اس وجہ سے ہے کہ جب ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور جب اس (اللہ) کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔ اب فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے جو سب سے زیادہ برتر و بلند اور کبیر ہے۔ وہی ہے کہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے روزی اتارتا ہے۔ مگر (ان باتوں سے) نصیحت صرف وہی شخص قبول کرتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہے۔ سو اللہ کی بندگی کرو خالص اسی کے ہو کر خواہ کافروں کو ناگوار ہو۔ (۴۰/۱۴-۱۰)

سے تائب ہو کر اس کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لے آؤ۔ اور وہ تو ایسا صاحبِ فضل ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرما کر تم کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرما دے گا۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاءِ کرام کی تسلی و تشفی فرماتے ہوئے یہ بھی واضح فرما دیا کہ کلامِ ربانی کی آیات میں تو صرف وہی لوگ جھگڑے نکالتے رہتے ہیں جو باطل نواز اور باطل پرست ہوتے ہیں۔ اور ان منکرینِ حق کی دنیوی امارت و ثروت سے بھی آپؐ فریب نہ کھائیں چونکہ یہ چلت پھرت اور عیش و عشرت تو ان کے لئے باعثِ لعنت ہے کہ ان ہی وجوہ کی بناء پر یہ اپنے کو مستحق عذاب بنا رہے ہیں۔ ان کے پیش رو منکرین بھی ان ہی کی طرح حضرت نوحؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کر چکے ہیں۔ انہوں نے بھی آیاتِ ربانی کو جھٹلایا تھا اور ان میں جھگڑے نکالے تھے اور نبیوں کے خلاف سازشیں کی تھیں کہ انہیں قید

ـــــ وہی رفیع الدرجات ہے، عرش کا مالک ہے۔ وہی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح نازل کر دیتا ہے تاکہ وہ اجتماع کے دن سے خبردار کر دے۔ اس دن سے، جس دن سب لوگ سامنے آموجود ہوں گے۔ ان کی کوئی بات اللہ سے چھپی نہ رہے گی۔ (اس دن پھر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (اور پھر سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ کی جو واحد ہے اور قہار۔ (پھر ندا بلند ہوگی) "آج ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لے ڈالنے والا ہے۔

(۳۹/۱۷-۱۵)

کریں یا قتل کر ڈالیں۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہلاکت و تباہی ان منکرین حق کا مقدر بنی اور راہِ حق پر چلنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے نوازے گئے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں مومن بندوں کا مقام کیا ہے؟ اس حقیقت کی بھی ایک جھلک دکھا دی گئی کہ بندۂ مومن کا تو وہ مرتبہ عالی ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کے لئے بارگاہِ الٰہی میں سفارش وہ فرشتے کرتے رہتے ہیں جو کہ حاملانِ عرش ہیں اور عرشِ الٰہی کے گرد وپیش ہمہ وقت پروردگار عالم کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں۔ یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا اور اس کی طاعت و فرمانبرداری کرنا ہی وہ جوہرِ عظیم ہے جو نہ صرف عرش کی نوری مخلوق کو فرش کی خاکی مخلوق سے ہمکنار کر دیتا ہے بلکہ بندے کے تعلق الی اللہ کو مستحکم کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بندہ وہ مقامِ محبوبیت پا لیتا ہے کہ جہاں باری تعالیٰ اس کی خوشنودیٔ دل کی خاطر اس کے ماں باپ اس کی بیویوں اور اولادوں کو اس کے ساتھ جمع کر دیتا ہے خواہ وہ نیکی و بھلائی کے لحاظ سے اس مرتبے کے مستحق نہ بھی ہوں جو کہ بارگاہِ الوہیت سے بندۂ مومن کو عطا ہوا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ہے کہ مومن کو جب جنت عطا کی جائے گی اور وہ وہاں پر اپنے مقربین کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا۔ "میرے ماں باپ، بھائی اور میری اولاد کہاں ہیں؟" اس کو جواب ملے گا "ان کی نیکیاں اتنی نہ تھیں کہ انہیں یہ درجہ ملتا" مومن

(اے نبیؐ!) اور آپ انہیں اس دن سے ڈرا دیجئے جو قریب آلگا ہے،
جب کلیجے منہ کو آجائیں گے، (غم سے) گھٹ گھٹ جائیں گے۔ (اس وقت)
ظالموں کا نہ کوئی ولی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مان لی جائے۔
اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوری کو اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے اس کو بھی۔
اور اللہ ٹھیک ٹھیک بے لاگ فیصلہ کر دے گا اور رہے وہ جن کو یہ (مشرکین)
اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بے شک اللہ ہی سب
کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔
___ کیا یہ لوگ (منکرینِ حق) زمین پر چلے پھرے نہیں جو یہ دیکھ لیتے کہ ان سے
قبل والوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور ان سے زیادہ
زبردست آثار زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔ مگر اللہ نے ان کی گرفت کی بسبب اُن
کے گناہوں کے۔ اور اُن کو اللہ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ
(ان کا انجام) اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلیلیں لاتے رہے،
اس پر بھی وہ کفر ہی کیے گئے سو اللہ نے ان کی گرفت کی۔ بے شک وہ بڑی
قوت والا اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ (۴۰/۲۲-۱۸)

کہے گا "میں نے اپنے لئے اور ان سب کے لیے اعمالِ صالحہ کیے تھے۔" اور پھر حق تعالیٰ
ان کو بھی مومن کے ساتھ مقامِ جنت میں داخل فرما دے گا۔

اللہ اکبر کیا مقام ہے بندۂ مومن کا اور یہ صدقہ ہے حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ
علیہ وسلم کا کہ آپؐ کی راہ چلنے والے ہی مومن بنے۔ آگے کی آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے
اُن بندوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جو اپنے اعمالِ بد کی بناء پر مستحقِ سزا بن جاتے ہیں اور
پھر دوزخ ان کا ٹھکانا بنتی ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپؐ کی راہ سے اجتناب کیا
ہے اور کرتے آئے ہیں۔

آپؐ کے رفقائے کرام کی ہمت افزائی حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

— اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو۔ اور کافروں کی یہ تدبیر محض ناکام رہی۔

— اور فرعون بولا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں۔ اور یہ اپنے پروردگار کو پکار دیکھے مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا یہ کہ ملک میں فساد پھیلا دے گا۔ اور موسیٰ نے کہا۔ "میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر شخص سے جو روزِ قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔" (۴۰/۲۷-۲۳)

— اور ایک مردِ مومن نے "جو فرعون کے خاندان سے تھے اور جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے، کہا "کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔ اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر پڑے گا۔

کی تکذیب جس طرح قریش کر رہے تھے کم و بیش ہر نبی کی تکذیب اسی طرح ان لوگوں نے کی تھی جن کی رہنمائی کے لئے انہیں مبعوث فرمایا گیا تھا۔ اسی لئے قرآن میں بار بار مختلف انبیاء علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد ایک طرف تو اللہ کے نبی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی تھا دوسری طرف مشرکین و منکرین کو تنبیہ کہ وہ ان مغضوب اقوام کی تباہی و ہلاکت سے عبرت پائیں جو ان ہی کی طرح ہٹ دھرم ضدی اور باطل پرست تھے۔

یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ وہ جس مقام پر جس واقعہ کو بیان کرتا ہے وہ اسی کے مطابق اور بامقصد ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا تذکرہ اس سے قبل بھی کئی مقامات پر کیا جا چکا ہے۔

یقیناً اللہ تعالٰے ایسے شخص کو راہ نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میری قوم! آج تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو لیکن اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا اگر وہ ہم پر آپڑا۔" فرعون نے کہا، "میں تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔" اور اس مومن نے کہا۔" صاحبو! مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی وہ دن نہ آجائے جو اس سے پہلے بہت سے گروہوں پر آچکا ہے۔

جیسا قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا تھا۔ اور اللہ تعالٰے تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اے صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس دن پکار مچے گی۔ جس دن پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ تم کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا۔ اور جس کو اللہ ہی گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ (۴۰|۲۳-۲۸)

لیکن درج بالا آیات میں جن واقعات کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے ان میں کچھ ایسے ہی حالات کی جھلک ہے جن سے حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دور میں گذر رہے تھے۔ یہاں پر تذکرہ ہے حضرت موسیٰؑ کے ان واقعات کا جب کہ آپؑ بحکمِ باری تعالیٰ فرعون کے دربار میں پیغامِ حق کی تلقین کے لئے پہنچے اور بھرے دربار میں آپ نے دعوتِ حق کی تلقین فرمائی۔ فرعون اور اس کی قوم کے عمائدین اور امرائے دربار نے آپ کو جھٹلایا۔ آپ کو ساحر اور کذّاب کہا گیا۔ اور جب حضرت موسیٰؑ نے اپنے معجزات دکھلائے تو وہ بجائے حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لانے کے آپ کے قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ فرعون نے اس سلسلے میں جب اپنے امرائے دربار سے مشورہ کیا تو ان ہی میں ایک بندۂ مومن بھی تھا جو حضرت موسیٰؑ کی زبانی دعوتِ حق سن کر ایمان تو لے آیا تھا لیکن اب تک ظاہر نہ کیا تھا۔ لہٰذا جب حضرت موسیٰؑ کے قتل کی سازشیں

اور اس کے قبل تمہارے پاس یوسف دلائل (حق) لے کر آ چکے ہیں سو تم ان باتوں میں بھی شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ بس اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اُسے جو حد سے بڑھنے والا شک میں گرفتار رہنے والا ہے۔ جو بلا کسی سند کے، کہ ان کے پاس موجود ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتا ہے۔ اِس سے اللہ کو بھی سخت بیزاری ہے اور ایمان والوں کو بھی۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور و جابر کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔"

— اور فرعون نے کہا "اے ہامان! میرے لئے ایک بلند عمارت بنواؤ کہ شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں (بھالوں) اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں" اور اسی طرح فرعون کی بداعمالیاں اس کے لئے خوشنما بنا دی گئیں اور وہ راہِ راست سے روک دیا گیا اور فرعون کی ساری تدبیر غارت ہی گئی۔ (۴۰/ ۳۷۔۴۴)

اور مشورے ہونے لگے تو اس نے بلا خوف و خطر بھرے دربار میں تقریر کی۔ جو آیات ۲۸ تا ۴۴ میں درج ہے۔ فرعون اور اس کے لوگ اس مومن کے بھی دشمن ہو گئے۔ لیکن آخر کار فرعون اور اس کی سرکش قوم والے ہی مبتلائے عذاب ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور بندۂ مومن کو ان ظالموں کی سازشوں سے محفوظ رکھا۔

مشرکینِ قریش بھی حضور پُرنور ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدِ طفولیت سے اسی طرح جانتے تھے جس طرح فرعون اور اس کی قوم والے حضرت موسیٰؑ سے واقف تھے۔

آپؐ جو دعوتِ حق مشرکینِ قریش کے سامنے پیش فرما رہے تھے وہی دعوتِ توحید حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کی قوم والوں کے سامنے پیش کی تھی۔ جس طرح مشرکینِ قریش آپؐ کی زبانی کلامِ ربانی سن کر اپنے کو عاجز پاتے تھے اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں اللہ

— اور اس مومن نے کہا " اے میری قوم! تم میری راہ چلو میں تم کو ٹھیک ٹھیک راہ بتاتا ہوں ۔ اے قوم کے لوگو! یہ دنیوی زندگی تھوڑی چند روزہ ہے اور دارالقرار (ہمیشہ کے قیام کی جگہ) تو آخرت ہی ہے ۔ جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی ۔ اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو ، ایسے سب لوگ جنّت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا ۔ اے قوم! آخر یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ سے کفر کروں اور اس کے ساتھ ان ہستیوں کو شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں ۔ اور میں تم کو بلاتا ہوں اس کی طرف جو زبردست اور مغفرت کرنے والا ہے ۔ نہیں ، حق یہ ہے اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا کہ جن کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو ان کے لئے نہ دنیا میں کوئی دعوت ہے نہ آخرت میں ۔ اور ہم سب کو جانا اللہ ہی کی طرف ہے اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں ۔ آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ، عنقریب وہ وقت آئے گا جب تم اسے یاد کروگے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی اپنے بندوں کا نگہبان ہے " (۴۰/۴۴-۳۸)

کی نشانیاں دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم والوں نے اپنے کو عاجز پایا تھا ۔ جس طرح اب ظالم قریشی آپؐ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے تھے اسی طرح کے منصوبے فرعون نے حضرت موسٰیؑ کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لئے بنائے تھے ۔

جس طرح اہلِ قریش میں سے معدودے چند ختم الرسل مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے اسی طرح فرعون کے امرائے دربار میں سے ایک بندۂ مومن حضرت موسٰیؑ کی پیش کردہ دعوتِ حق پر ایمان لے آیا تھا ۔ لہٰذا باری تعالیٰ نے

۔۔۔ پھر اللہ نے اس (مومن) کو ان لوگوں کی پُر مکر برائیوں سے محفوظ رکھا اور اہلِ فرعون کو موذی عذاب نے گھیر لیا۔ وہ لوگ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (کہا جائیگا)۔ "اہلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔" اور جب (منکرینِ حق) دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑینگے تو جو لوگ دنیا میں ضعیف (کمزور) تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے۔ "ہم تمہارے تابع تھے اب کیا تم یہاں نارِ جہنم کی تکلیف کا کوئی حصّہ (بھی) ہٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے۔ "ہم سب ہی دوزخ میں ہیں۔ اللہ تو اب بندوں کے درمیان قطعی فیصلہ کر چکا۔" اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے اہل کاروں سے کہیں گے۔ "اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے اوپر عذاب کا ایک روز (ہی) ہلکا کر دے۔" وہ کہیں گے پھر تم ہی دعا کرو اور منکرینِ حق کی دعا اکارت ہی جانے والی ہے۔ (۴۰/۴۵-۵۰)

حضرت موسیٰؑ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرما کر مشرکین کو دعوتِ فکر دی کہ وہ راہِ حق کو پہچانیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقائے کرام پر ظلم کرنے سے باز آئیں ورنہ بصورتِ دیگر وہ بھی فرعون اور اس کی قوم والوں کی طرح مبتلائے عذاب ہو جائینگے۔

درج بالا آیات میں مردِ مومن کے جن خیالات کو پیش کیا گیا ہے ان میں درحقیقت نورِ حق کا وہی عکس نمایاں ہے جو آپؐ کی ذاتِ اقدس سے ظاہر ہو رہا تھا۔ لہٰذا ان حالات میں ان آیاتِ ربانی کا نزول حضور پُر نور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقائے کرام کے لئے باعثِ طمانیت تھا۔ اور بارگاہِ احدیت سے مظلوم رفقائے مصطفٰےؐ کے لئے ہمت افزائی بھی تھی کہ ظلم کے اس طوفان سے جو مشرکین آئے دن بپا کرتے رہتے ہیں نہ گھبراؤ حق کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو کہ تم ہی حق پر ہو اور بالآخر حق ہی کامیاب ہوگا۔

ـــ بے شک ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ اور ان کے لیے لعنت ہے اور بدترین ٹھکانا ان کے حصّے میں آئے گا۔ آخر دیکھ لو کہ ہم نے موسیٰ کی رہنمائی کی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا جو عقل و دانش رکھنے والوں کے لئے ہدایت و نصیحت تھی۔

(پس اے حبیبؐ!) صبر کیجیے۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور صبح و شام اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو۔

ـــ وہ لوگ جو کسی سند و حجّت کے بغیر جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیات میں جھگڑے کر رہے ہیں ان کے دلوں میں درحقیقت کبر بھرا ہوا ہے۔ مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ پس تم اللہ کی پناہ مانگو بےشک وہی سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

ـــ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا کام انسانوں کو پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۴۰: ۵۱-۵۷)

آپؐ کو جھٹلانے والے مغرور تھے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیاتِ ربانی کا نزول ہمیشہ اطمینان و مسرت کا پیش خیمہ ہوا کرتا تھا لہٰذا نزولِ آیات کے ساتھ ہی آپؐ کے چہرۂ اقدس پر بشاشت کے آثار نمایاں ہونے لگتے تھے۔ صحابۂ کرام ایک دوسرے کو اسی جذبۂ مسرت کے ساتھ نئی نازل شدہ آیات سناتے اور ایک ایک لفظ پر آمنّا وصدقنا کہتے تھے۔ حضور سرورِ کائنات نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلامِ الٰہی کی تلاوت فرماتے تو آپؐ پر ایک ایسی والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی گویا جیسے ایک غلام اپنے آقا کے حضور بچھا جا رہا ہو۔ صحابہ کرام بھی پروانہ وار آپؐ کے گرد

— اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اور نہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور بدکار (لوگ) برابر ہو سکتے ہیں۔ تم لوگ بہت کم دھیان کرتے ہو۔ — بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ نہیں مانتے۔ اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

— اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو روشن بنایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ وہی تو اللہ ہے تمہارا پالن ہار، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، تو کہاں اوندھے چلے جا رہے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اوندھے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

— اللہ ہی ہے جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ دی اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ بنائی اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں۔ وہی اللہ تمہارا پالن ہار ہے، سو بڑی برکت والا ہے اللہ اور پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔ وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کو پکارو اسی کے خالص بندے ہو کر۔ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ (۴۰/ ۶۵-۵۸)

سنڈلانے لگتے تھے۔ ہمہ تن محو اور آنکھیں اشک بار۔ جیسے ساری فضا کیف میں ڈوب گئی ہو۔ حتیٰ کہ مشرکین بھی جب اس عالم جذب و کیف کو دیکھ لیتے تو دم بخود رہ جاتے تھے۔ لیکن یہی ظالم مشرک جب آپس میں ملتے تو وہی سلسلۂ تکذیب، وہی طوفانِ بدتمیزی اور وہی سیلِ ظلم و ستم، بغض و حسد اور کینہ و عناد۔ ایک دلچسپ بات یہ تھی کہ جب محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم فرداً فرداً ان مشرکین کو کلامِ ربانی سناتے تو یہ اللہ کی وحدانیت کے

(اے نبیؐ) آپ کہدیجیئے۔ "مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آ چکیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں صرف ربّ العالمین کے آگے گردن جھکاؤں۔

— وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے۔ پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی وفات پا جاتا ہے۔ اور تاکہ تم سب وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم لوگ سمجھ لو۔

(اے پیغمبرؐ!) کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔ یہ کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں؟ جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور ان کو بھی جنہیں دے کر ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا تھا سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لے جایا جائے گا۔ پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ (۴۰/ ۷۲-۶۶)

آگے بھی سر جھکا دیتے تھے لیکن بعد میں ان ہی آیات الٰہی کو جادو اور شاعری کہتے پھرتے تھے

درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۶۹ میں مشرکین کے اسی تضاد کی حقیقت کو بے نقاب کیا گیا اور واضح طور پر کہدیا کہ اے حبیبؐ! تم ان مشرکین کی چنداں فکر نہ کرو۔ یہ جو مسلسل بغیر کسی سند اور حجت کے ہماری آیات کو جھٹلائے چلے جا رہے ہیں تو درحقیقت اس کی وجہ عزتِ نفس کا وہ غلط تصور ہے جس نے ان کے قلوب میں کبر و غرور بھر دیا ہے اور اسی بنا پر ان کو گھمنڈ ہے کہ ان سے بڑا کوئی نہیں اور یہ ان کا خیالِ خام ہے۔

غور کیا جائے تو زندگی کا یہی وہ سراب ہے جس کے فریب میں آ کر بندہ اپنے نفس کے ہاتھوں خود اپنی ہلاکت و تباہی سے ہمکنار ہوتا چلا جاتا ہے۔ نفس ہی انسان کو خود فریبی

—— پھر ان سے پوچھا جائے گا۔ "وہ غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے؟" وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو کسی کو بھی اس کے قبل نہیں پکارتے تھے۔ اللہ اسی طرح کافروں کو گمراہی میں رکھتا ہے۔ (پھر ان منکرین سے کہا جائے گا) "یہ تمہارا انجام اس لئے ہوا کہ تم زمین میں ناحق مگن تھے اور پھر اس پر اترایا کرتے تھے۔ اب جاؤ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ تم کو ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔"

(اے حبیبؐ!) سو آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اب خواہ ہم آپ کے سامنے ہی ان کو ان برے نتائج کا کوئی حصہ دکھا دیں جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں یا آپ کو پہلے ہی وفات دے دیں بہر حال انہیں ہماری ہی طرف تو آنا ہے۔

(اے پیغمبرؐ!) اور ہم نے آپ سے پیشتر بہت سے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے نہیں بیان کیا ہے اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے۔ اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر ظاہر کر سکے۔ پھر جس وقت اللہ کا حکم آ پہنچے گا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جائے گا۔ اور اس وقت اہلِ باطل بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔
(۴۰/ ۷۸ — ۷۳)

میں مبتلا کرتا ہے نفس ہی انسان کے قلب کو کبر و غرور، بغض و حسد اور کینہ و عناد کی لعنتوں سے کثیف بناتا ہے۔ ایسے لوگوں کی کیفیت اندھوں کی سی ہوتی ہے جو نہ خود دیکھتے ہیں اور نہ دوسروں کو دکھا سکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ زندگی کے اس سراب کی حقیقت کو پا لیتے ہیں ان کے قلوب میں اطاعتِ ربانی، مخلوقِ خدا سے شفقت اور احترامِ انسانیت جیسی اعلیٰ اقدار پروان چڑھتی ہیں۔ یہ لوگ ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے بینا ہوتے ہیں خود بھی نورِ حق کو دیکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی دکھلاتے ہیں۔

دراصل آدمی کی اپنی حقیقت ہی کیا ہے۔ ایک مشتِ خاک۔ نطفہ اور خون کا

(اے لوگو!) اللہ ہی نے تمہارے لئے یہ مویشی جانور بنائے ہیں تاکہ ان میں سے تم کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔ ان کے اندر تمہارے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں تاکہ تم ان پر (سوار ہو کر) اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور ان پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے ہو۔

اور (اللہ) تم کو اپنی اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے سو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں سے انکار کروگے۔ کیا ان (منکرینِ حق) نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ وہ لوگ ان سے زیادہ تھے۔ اور ان کی قوت اور زمین میں ان کی نشانیاں ان سے زیادہ تھیں۔ سو ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی۔ (۴۰/۸۲-۷۹)

لوتھڑا ــــ لیکن جب لاشعور سے شعور کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ مجبوری و لاچارگی سے مختار بن کر ابھرتا ہے تو اس عظیم طاقت اور اس مختارِ کل ہستی کو بھول جاتا ہے جس کے حکم پر وہ وجود میں آیا تھا اور پھر اس کی یہی ناحق شناسی اسے باطل طاقتوں میں الجھا دیتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر مشرکین گمراہی کی دلدل میں پھنسے رہتے ہیں ــــ اور جب انہیں حق کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اپنے علم اور اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتے ہیں اور اسی کبر و غرور کی بنا پر ہلاکت و تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

درج بالا آیتِ ربانی میں اسی سرابِ حیات کو بے نقاب کیا گیا اور بطور مثال ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو حق سے منکر ہوئے، کبر و غرور کی راہ چلے اور عذابِ خداوندی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہو گئے۔

قربان جلیئے حق سبحانہٗ تعالےٰ کی اس شفقت کے جو کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ رکھتا ہے کہ اس نے ان ہی کی فلاح کے لئے کیسی کیسی دلیلیں

ـــ غرض جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تو وہ لوگ اسی علم پر نازاں رہے جو انہیں (پہلے سے) حاصل تھا۔ اور (پھر) ان پر وہ (عذاب) آپڑا جس کا وہ تمسخر کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے "ہم ایمان لے آئے اللہ وحدہٗ لاشریک پر اور منکر ہوئے ان سب سے جنہیں ہم شریک ٹھہراتے تھے۔" مگر ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا یہ ایمان لانا کچھ نفع نہ پہنچا سکا کیونکہ یہی اللہ کا مقرر ضابطہ ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری رہا ہے۔ اور اس وقت منکرین خسارے میں رہ گئے۔ (۴۰/۸۵ـ۸۳)

دیں۔ کاش! مشرکینِ قریش ان کو سمجھتے۔ لیکن وہ تو آیاتِ الٰہی کو جھٹلائے جا رہے تھے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لاتے تھے اور نہ آپؐ کی رسالت کو تسلیم کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں تو کبر و غرور بھرا ہوا تھا۔

سُورۂ حٰمٓ (پ ۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ! یہ (کلام) رحمٰن و رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کر دی گئی ہیں۔ عربی زبان کا قرآن ہے ان لوگوں کے لئے جو دانشمند ہیں۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔ مگر ان لوگوں میں سے اکثر نے روگردانی کی اور وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں۔ "ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں اس بات کے لئے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا ہے۔ سو تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔"

(اے نبیؐ!) آپ فرما دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں (البتہ) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اسی طرف سیدھے باندھے رہو اور اسی سے معافی چاہتے رہو۔ اور بڑی خرابی ہے مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ (۴۱/۸-۱)

آپؐ کا طریقۂ تلقین گو حضرت امیر حمزہؓ کے ایمان لے آنے کے بعد مسلمانوں کی صفوں میں کسی قدر اضافہ بھی ہوا تھا اور حضرت عمرؓ کی دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی بھی تقویت کا باعث ہوئی تھی لیکن مشرکینِ قریش اور ان کے مغرور و متکبر سرداروں کی طرف سے اسلام اور داعیٔ اسلام ہر دو کی مخالفت اسی طرح چلی آ رہی تھی۔ وہی جبر و ظلم کی کہانی تھی اور مسلمانوں کے لئے وہی مظلومیت کے شب و روز۔ ظالمانِ قریش اسی طرح مفلوک الحال اور غریب صحابۂ کرام کو لعن طعن کرتے رہتے تھے۔ جہاں کہیں موقع ملتا ہر طرح انہیں دبانے کی کوشش کرتے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دل ہی دل میں آگ بگولہ ہو جاتے۔ جہاں کہیں بھی بیٹھتے آپؐ کے خلاف

(اے نبیؐ!!) آپ کہیئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو یوم کے اندر پیدا کر دیا اور تم اسی کے شریک ٹھہراتے ہو۔ وہی تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اسی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکتیں رکھ دیں۔ اور اس کے اندر سب مانگنے والوں کے لیئے ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو کہ اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا "وجود میں آجاؤ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو" دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ سو دو روز میں اس نے سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیج دیئے۔ اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔

(اے نبیؐ!!!) پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر آفت آئی تھی۔ (۴۱: ۱۳-۹)

منصوبے بناتے۔ اور جب کچھ نہ کر پاتے تو دل مسوس کر رہ جاتے۔ دراصل انہیں آپؐ کے چچا ابو طالب کا بڑا پاس تھا۔ گو وہ ایمان تو نہ لائے تھے لیکن بہر صورت ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سرپرستی حاصل تھی ان کے بیٹوں میں حضرت علیؓ تو اکثر و بیشتر آپؐ کی معیت میں رہا کرتے تھے۔ ان ہی ایام کا تذکرہ ہے کہ ایک دن حرم کعبہ میں سردارانِ قریش کی محفل جمی ہوئی تھی۔ زیرِ بحث بات وہی آپؐ کی ذاتِ اقدس تھی۔ کچھ فاصلے پر آپؐ بھی تنہا بیٹھے بارگاہِ ربّ العزت میں رجوع تھے۔ گروہ مشرکین میں دیگر دشمنانِ حق کے علاوہ عُتبہ بن ربیعہ بھی تھا۔ ابو سفیان کا خُسر اور ہندہ کا باپ۔ پیر کہنہ سال، جہاں دیدہ اور انتہائی مکّار و عیّار۔ دوسرے یارانِ قریش سے کہنے لگا "تم

جبکہ ان کے پیغمبر ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے (کہتے ہوئے) کہ بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ تو انہوں نے کہا (تھا) کہ ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیجتا لہٰذا ہم اس بات کو نہیں مانتے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہو۔ پھر جو عاد کے لوگ تھے ناحق تکبر کرنے لگے اور بولے کہ ہم سے کون قوت میں بڑھ کر ہے۔ ان کی نظر اس پر نہ گئی کہ ان سے قوت میں بڑھ کر اللہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہی رہے۔ سو ہم نے ان پر تیز آندھی بھیجی ایسے دنوں میں جو منحوس تھے تاکہ انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزا چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے۔ وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔ (۴۱/۱۶-۱۴)

لوگ جس طرح کے منصوبے بناتے ہو ان سے اب تک نہ کوئی فائدہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ خون خرابے کی نوبت آگئی تو بنو ہاشم ہمارے خلاف متحد ہو جائیں گے اور اس طرح قریش آپس میں لڑ مریں گے۔ اگر تم لوگ پسند کرو تو میں محمدؐ ابنِ عبداللہ سے گفتگو کروں اور کچھ ایسی باتیں پیش کروں کہ وہ ان کو مان جائے۔"

عُتبہ بن ربیعہ کی ہوشیاری اور عیاری سے سب ہی اچھی طرح واقف تھے کہنے لگے۔ "اگر تمہارے پاس ایسی تجاویز ہیں تو خوشی سے جاؤ اور بات چیت کرو۔" عُتبہ فوری اٹھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا بیٹھا۔ آپؐ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس کی ضعیفی اور امارت کے مطابق اظہارِ ادب بھی کیا کہ آپؐ کا اخلاقِ حمیدہ ہی تھا۔ آپؐ اپنے دشمنوں سے بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور ان کی عمر اور مرتبے کو ملحوظِ خاطر رکھا کرتے تھے۔

بعد اظہارِ خیر و عافیت عُتبہ نے بڑے مشفقانہ لہجے میں کہا۔ "بھتیجے! یہ تم کو معلوم ہی ہے کہ ہم لوگ باعتبارِ خاندان اور نسب تمہاری عظمت مانتے ہیں اور قوم نے

___ اور رہے ثمود و عاد تو ہم نے ان کو راہِ راست دکھلائی مگر انہوں نے گمراہی کو ہی پسند کیا ہدایت کے مقابلے میں، تو انہیں، ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا (بطور) سزا ان کے کرتوتوں کی۔ اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے اور گمراہی و بدعملی سے پرہیز کرتے تھے۔

اور (اے نبیؐ! یاد دلایئے انہیں وہ وقت) جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس خدا نے قوتِ گویائی عطا کی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔ اسی نے تمہیں اوّل مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ (۴۱/۲۱-۱۷)

تمہارے اوپر جو اعتماد کیا ہے (یعنی لوگ الامین اور الصادق کہتے آئے ہیں) اس کو بھی جانتے ہیں۔ لیکن تم نے جو نئے دین کا مسئلہ کھڑا کر رکھا ہے وہی ہمارے اور تمہارے درمیان بنائے تنازعہ ہے۔ اسی کی وجہ سے ہماری پوری قوم پر مصیبت آگئی ہے۔ گھر گھر میں تفرقہ ہے۔ تم اپنی باتوں کے آگے ساری قوم کو بیوقوف سمجھتے ہو۔ ہمارے معبودوں کو باطل کہتے ہو اور یہی باتیں ہمارے اور تمہارے درمیان اختلافات کو شدید سے شدید تر بنائے جا رہی ہیں۔ اب اگر تم مناسب سمجھو تو میں تمہارے ہی بھلے کے لیے ایسی تجاویز رکھوں جس کی بنا پر یہ آئے دن کا تنازعہ بھی ختم ہو جائے۔"

حضورِ محسنِ انسانیتؐ تو خود ہی امن کے علمبردار تھے۔ اب آپؐ کی عمر مبارک بھی پچاس سے تجاوز کر چکی تھی اور ان برسوں میں ان منکرینِ حق نے آپؐ کی امن پسندی اور امن دوستی کا عملی مظاہرہ بھی متعدد بار دیکھا تھا اور اس امن و سلامتی کے رویئے کے باوجود آپؐ اُن مشرکین کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے عتبہ بن ربیعہ کو اُسکی کنیت

تم اپنی بداعمالیاں کچھ پوشیدہ تو رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی۔ ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے اللہ تمہارے بہت سے اعمال نہیں جانتا۔ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں رہ گئے۔ اب اگر یہ لوگ صبر کریں تو بھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں تو بھی ان کی معذرت قبول نہ ہوگی۔
اور ہم نے ان پر ان کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے اُن کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے۔ اور ان کے حق میں بھی قولِ خدا ان اُمتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کی گذر چکی ہیں۔ یقیناً وہ زیاں کار ثابت ہوئے۔ (۴۱/۲۵-۲۲)

کے ساتھ مخاطب کرتے ہوا سی مشفقانہ لہجے میں کہا۔ "اے ابوالولید! اپنی تجاویز کو ضرور بتاؤ"۔ کہنہ حال عتبہ نے کہنا شروع کیا۔ "بھتیجے! تمہارے نئے دین کا مقصد اگر قوم کے اندر سب سے اعلیٰ مرتبہ ہی حاصل کرنا ہے تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم سب سردارانِ قریش مل کر تم کو اپنا سردار تسلیم کئے لیتے ہیں۔ کسی بھی معاملے کا فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں گے۔ ہر معاملہ میں تمہاری رائے کو افضلیت ہوگی۔ ہم تمہارے لئے مال و دولت بھی اتنا جمع کئے دیتے ہیں کہ قریش میں تم سے زیادہ صاحبِ ثروت کوئی نہ ہوگا۔ لیکن یہ اپنے دین کا معاملہ ختم کرنا ہوگا۔ اور اگر اس نئے دین کے معاملے میں کوئی رئی (جن یا بدروح) تم پر غالب ہے جس کو تم دیکھتے تو ہو لیکن اپنے سے دور نہیں کر سکتے تو ہم اپنے خرچ پر کسی کاہن یا کاہن سے اس کا بھی علاج کرائے دیتے ہیں تاکہ تم اپنے ہوش و حواس میں آجاؤ۔۔۔۔"
بوڑھا عتبہ بڑے رازدارانہ لہجے میں آپؐ سے یہ باتیں کہتا چلا گیا جیسے وہ واقعی آپؐ کا بڑا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ اس نے آپؐ کے قومی تفاخر اور نسبی عظمت کا بھی ذکر کیا کہ اس طرح آپؐ کی قومی و نسبی حمیت کی رگ ہی بھڑک جائے اور آپؐ کے دل میں بھی وہ کبر و غرور

— اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور اس کے درمیان میں غل مچادیا کرو شاید (اسی طرح) تم غالب آجاؤ۔ سو ہم (ان) کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور جو بری بری حرکتیں یہ کرتے رہے ہیں ان کی سزا دے کر رہیں گے۔ یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ۔ وہاں ان کے لئے ہمیشہ رہنے کا مقام ہوگا اس کی سزا میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہتے تھے۔

— اور کافر (اس وقت) کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہمیں وہ شیطان اور انسان دونوں دکھا دیجئے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے مل ڈالیں کہ وہ خوب ذلیل ہوں۔

— بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو۔ خوش رہو جنّت کے ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور تمہارے واسطے اس جنّت میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے۔ اور تمہارے واسطے موجود ہے جو کچھ بھی تم مانگو۔ (یہ) بطور مہمانی کے (خدائے) غفور ورحیم کی طرف سے (ہے)۔

— اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں تو (اللہ کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

— اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیکی سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے پھر آپ کا دشمن (بھی) ایسا ہو جائے گا جیسے کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

(۲۶—۳۴/۴۱)

آجائے جس نے ان مشرکین قریش کو اندھا کر رکھا تھا۔ لیکن آپؐ تو ان باتوں سے بے نیاز تھے اور نہ آپؐ بلاوجہ کسی سے بحث وحجت کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ انتہائی

اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے رہتے ہیں اور اسی کو ملتی ہے جو بڑا صاحبِ نصیب ہوتا ہے۔
— اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کر لیا کرو یقیناً وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔
— اور اسی کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند پس سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو۔ اور اللہ (ہی) کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم واقعی اس کے پرستار ہو۔
— پھر بھی اگر یہ (منکرین حق) تکبر کریں تو (اللہ بے نیاز ہے) فرشتے جو آپ کے پروردگار کے مقرب ہیں وہ رات اور دن اسی کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ (کسی وقت) نہیں اکتاتے۔ (سجدہ) (۳۵-۳۸ ۴۱)

صبر و سکون کے ساتھ عتبہ کی باتیں سنتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔
"اے ابوالولید! آپ جو کچھ کہنا چاہتے تھے کہہ چکے؟" اس پر کہنہ سال نے جواب دیا۔ "ہاں میں تو اپنی بات ختم کر چکا اب آپ سے اچھا جواب چاہتا ہوں۔"
آپ نے فرمایا۔ "اچھا سنو! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ ......"
اور اس طرح آپ نے درج بالا سورۂ مبارکہ کی تلاوت شروع کر دی۔ عتبہ نے حیرت سے آپ کو بار بار دیکھا۔ وہ تو اپنی تجاویز کا جواب اپنی منشا کے مطابق چاہتا تھا اور آپ کلامِ ربانی کی تلاوت فرما رہے تھے۔ الفاظ آپ کی زبانِ اقدس سے فصاحت و بلاغت کے پھول بن کر نکل رہے تھے۔ قرآن کا اعجاز کہ عتبہ اسی عالمِ تحیر میں بیٹھا آپ کی زبانی کلامِ الٰہی سنتا رہا اور مداخلت کرنے کی اس میں جرأت نہ ہوئی۔ جب آپ آیتِ سجدہ (۳۸) پر پہنچے تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ سر اٹھایا تو عتبہ اسی طرح بیٹھا تھا۔ آپ اب اس کی طرف مخاطب ہوئے "جو کچھ ہم سے سنا تم نے اے ابوالولید! وہ

ـــــ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم (لوگ) دیکھتے ہو کہ زمین دبی دبائی (سی) پڑی (رہتی) ہے لیکن جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے۔ تو جو اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے وہی مردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ـــــ بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں ہیں۔ (اب خود ہی سوچ لو) کہ آیا وہ شخص اچھا ہے جو آگ میں جھونکا جائے گا یا وہ جو قیامت کے روز امن و امان سے آئے گا۔ جو جی چاہے کر لو وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

ـــــ جو لوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں (ان میں خود تدبر کی کمی ہے) اور یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے۔ اس پر باطل (جھوٹ) کا دخل نہیں نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔ یہ نازل کی گئی ہے خدائے حکیم محمود کی طرف سے۔

(اے نبیؐ!) آپ سے وہی باتیں (منکرین حق کی جانب سے) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے (بھی) رسولوں کو کہی گئی ہیں۔ بیشک آپ کا پروردگار بڑا درگزر کرنے والا ہے اور دردناک سزا دینے والا (بھی) ہے۔ (۴۱/۴۳-۳۹)

تو سن ہی لیا (یعنی تم تک وہ پیغام پہنچ گیا) اب تم جانو اور وہ۔" عتبہ پر ایسی کیفیت طاری ہو چکی تھی کہ وہ بغیر بولے ہوئے واپس چلا گیا۔

آپؐ کو عتبہ کی موجودگی میں قرآن حکیم پڑھتے ہوئے دیکھ کر کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے تھے کسی نے کہا۔ "قسم ہے اللہ کی اے ابوالقاسمؐ! ابوالولید کا تمہارے پاس آنا اس انداز کا نہیں تھا جس طرح کہ اب وہ واپس گیا ہے۔" آپؐ کے چہرۂ اقدس پر اطمینان تھا اور اظہارِ تشکر۔ عتبہ جونہی اپنے لوگوں میں پہنچا تو انہوں نے بے تابی سے پوچھا۔

"اے ابوالولید! کیا خبر ہے۔" مشرکین کے پیرِ کہنہ نے جواب دیا۔ "خبر

— اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو یہ لوگ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں، کیا عجب بات ہے کہ کتاب عجمی اور نبی عربی۔ (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے "یہ (قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت و شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ اور ان کے حق میں اندھا پن ہے۔" ان کا حال تو ایسا ہے جیسے ان کو دور سے پکارا جا رہا ہو۔ اس سے پہلے ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا۔ اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے طے ہو چکی ہے تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے انہیں تردد میں ڈال رکھا ہے۔ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ کا پروردگار اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔

— قیامت کے علم کا حوالہ اسی (اللہ) کی طرف دیا جا سکتا ہے۔ وہی ان سارے پھلوں کو جانتا ہے جو اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں، اسی کو معلوم ہے کہ کونسی مادہ حاملہ ہوئی ہے اور کس نے بچہ جنا ہے۔ اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا "کہاں ہیں میرے وہ شریک" یہ کہیں گے کہ ہم عرض کر چکے ہیں، آج ہم میں سے کوئی اسکی گواہی دینے والا نہیں ہے۔

— اس وقت وہ سارے معبود گم ہو جائیں گے جنہیں یہ اس سے پہلے پکارتے تھے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔
(۴۱/۴۸-۴۴)

یہ ہے کہ میں نے ایسی بات سُنی ہے کہ واللہ اس سے پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ واللہ وہ نہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ کہانت۔ اے گروہ قریش! میری بات سنو اور اس کام کو میری رائے کے مطابق کرو کہ اُس شخص کو اُسی کی حالت پر چھوڑ دو اور اُس سے بالکل الگ رہو۔ کیونکہ جو بات میں نے اُس کی زبانی سُنی ہے اسے بڑی اہمیت حاصل ہو گی۔ لہٰذا اُس کی مخالفت

— انسان بھلائی کی دعا مانگنے سے نہیں اکتاتا اور جب کوئی آفت پہنچتی ہے تو ناامید اور آس ٹوٹا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اسے اپنی رحمت کا مزا دیتے ہیں اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ میں تو اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی۔ اور اگر میں رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو وہاں بھی مزے کروں گا۔ حالانکہ کفر کرنے والوں کو ہم لازماً بتا کر رہیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں اور انہیں ہم غلیظ عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

— اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

(اے حبیبؐ!) آپ فرمایئے: "بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کے ہاں سے آیا ہوا ہو اور پھر تم اس سے انکار کر رہے ہو تو اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا جو اسی ضد میں دور نکل گیا ہو۔"

(۴۱/۵۲-۴۹)

میں اگر عرب کے دوسرے قبائل نے اس کا خاتمہ کر دیا تو تم اس مصیبت سے خود بخود ہی بچ جاؤ گے اور اگر اس شخص نے عرب کے تمام لوگوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو وہ تمہارا ہی بھائی قریشی ہے اس کی حکومت تمہاری حکومت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور تم اس شخص کے طفیل عرب کے تمام لوگوں میں زیادہ خوش حال ہو جاؤ گے۔"

مشرکین سرداروں نے جو بوڑھے عُتبہ کی زبان سے یہ باتیں سُنیں تو حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا کہ یہ کہہ کر کیا گیا تھا اور اب ہمارے لئے کیا خبر لایا ہے۔ کسی نے کہا۔ "اُمّیؐ نے تو اس پر بھی جادو کر دیا۔" غرض لوگ اسی طرح کی باتیں بناتے ہوئے عُتبہ سے دل برداشتہ اور ناامید و نامراد وہاں سے منتشر ہو گئے۔ حضور محسنِ انسانیت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم اسی صبر و سکون کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں (اسی) دنیا میں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک یہ (قرآن) حق ہے۔
— کیا تمہارے پروردگار کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ہے۔؟
— یاد رکھو یہ لوگ اپنے پروردگار کے روبرو جانے سے شک میں پڑے ہیں۔
— یاد رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۴۱/۵۳ - ۴۷)

مشرکین سرداروں کی افراتفری دیکھتے رہے ۔ یہ اعجاز تھا کلام ربانی کا اور آپؐ کے طریقۂ تلقین کا۔ آپؐ تو صرف آیاتِ ربانی کو ان کے گوش گذار کر دیا کرتے تھے۔ آپؐ کی گفتگو میں نہ تیزی کی جھلک تھی اور نہ کسی طرح کی ضد بلکہ ہمہ گیر محبت اور انکساری کا بے ساختہ اظہار۔
(بحوالہ ابن ہشام حصہ اوّل)

سورۃ الشوریٰ (پ ۲۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حٰمٓ ۚ عٓسٓقٓ ! اسی طرح اللہ غالب و حکیم آپ کی طرف اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان (رسولوں) پر وحی فرماتا رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔ اور فرشتے اپنے پروردگار کی تسبیح حمد کے ساتھ کر رہے ہیں اور اہلِ زمین کے لئے درگذر کئے جانے کی درخواستیں کئے جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو یقیناً اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

(اے نبیؐ!) اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں وہ (سب) اللہ کی نگاہ میں ہیں۔ اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔

(اے نبیؐ!) اور ہم نے اسی طرح آپ پر قرآنِ عربی وحی کیا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (شہر مکہ) اور اس کے گرد و پیش رہنے والوں کو خبردار کریں اور جمع کئے جانے کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کچھ شک نہیں (جبکہ) ایک گروہ کو جنت میں جانا ہے اور دوسرے گروہ کو دوزخ میں۔
(۴۲/۷-۱)

آپؐ سے مشرکین کے مطالبات

حضور محسنِ انسانیت نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین جو بھی منصوبے بناتے تھے حق سبحانہٗ تعالیٰ انہیں ناکام بنا دیا کرتا تھا۔ اور وہی ناکامی اُن کے آپس میں اختلافات کی شکل اختیار کر جاتی تھی۔ عتبہ بن ربیعہ کی مکارانہ گفتگو سے ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تو کچھ اثر نہ ہوا تھا لیکن اب گلی گلی کوچہ کوچہ دشمنانِ مصطفیٰؐ کے درمیان یہی چرچا تھا۔ کچھ مشرکین سردار، عتبہ کی رائے سے متفق تھے کہ محمدؐ ابن عبداللہ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور کچھ مشرکین سردار، عتبہ پر سخت تنقید کرتے پھرتے تھے اور برملا کہہ رہے تھے کہ عتبہ پر محمدؐ بن عبداللہ کے جادو کا اثر ہو گیا تھا۔

—— اور اللہ چاہتا تو وہ ان سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔ —— کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں؟ سو والی (کارساز) تو بس اللہ ہی ہے، اور وہی مُردوں کو زندہ کر دے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ اے لوگو!) "تمہارے درمیان جس معاملے میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔ وہی اللہ میرا پروردگار ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ (وہی) پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ (اسی نے) تمہارے لئے جنس کے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے جوڑے بنائے اور اسی طریقے سے وہ تمہاری نسل پھیلاتا ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تنگی دیتا ہے یقیناً اسے ہر چیز کا علم ہے۔" (۴۲/ ۱۲-۸)

غرض اسی طرح کی چہ میگوئیاں کئی دن تک ہوتی رہیں۔ بالآخر قریش کے بڑے بڑے سرداروں کا ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا گیا۔ غروب آفتاب کے بعد کعبۃ اللہ کے عقب میں ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار شریک ہوا۔ شرکاء میں عُتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، الاسود بن عبدالمطلب بن اسد، زمعہ بن الاسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی اُمیہ، العاص بن وائل اور امیہ بن خلف وغیرہ سب ہی تھے۔ پہلے تو ہر ایک نے ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خوب زہر افشانی کر کے اپنے دلوں کا غبار نکالا، پھر متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ اسی اجلاس میں محمدؐ ابن عبداللہ کو بلایا جائے اور گفتگو کر کے قائل کر دیا جائے تاکہ

— اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا۔ اور جس کو ہم نے (اب اے نبیؐ!) آپ کے پاس وحی کیا ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (مگر) مشرکین پر یہی بات بہت گراں ہے جس طرف (اے نبیؐ!!) آپ انہیں بلا رہے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

— اور تفرقے تو اس وقت سے ان لوگوں نے پیدا کئے جب ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا آپس کی ضد اضدی سے۔ اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات ایک وقتِ معین تک کے لئے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کی طرف سے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

پس (اے نبیؐ!!) آپ لوگوں کو اسی طرف بلائے جایئے اور قائم رہیئے (دینِ حق پر) جس طرح آپ کو حکم ملا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیئے۔ اور کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل کی ہیں میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اپنے اور تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل۔ ہماری تمہاری کوئی بحث نہیں۔ اللہ ہی ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے۔ (۴۲/۱۵-۱۳)

بعد میں ہمارے اوپر کوئی ذمہ داری نہ رہے۔ لہٰذا ایک شخص آپؐ کی خدمت میں بھیجا گیا اس نے سردارانِ قریش کی محفل میں شرکت کے لئے آپؐ کو دعوت دی تو آپؐ نے فوری قبول فرمائی اور اسی وقت اس نمائندے کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ آپؐ کے دل میں یہ خیال بھی گذرا کہ چند یوم قبل عقبہ بن ربیعہ کے ذریعہ جو دعوت دی ہے شاید اس

__ اور جو لوگ اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں اس کے بعد کہ مخلوق اسے مان چکی، ان کی کٹ حجتی ان کے پروردگار کے نزدیک باطل اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

__ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان (انصاف) نازل فرمایا۔ اور آپ کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔ اس کی جلدی وہ مچا رہے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ یاد رکھو (اے لوگو!) جو قیامت میں شک کرتے ہیں وہ ضرور دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

(۴۲/۱۸-۱۶)

کا اچھا اثر ہوا ہے۔ یوں بھی آپؐ نہ کبھی مشرکین کی کثرت سے مرعوب ہوئے اور نہ ان کی مخالفت سے گھبرائے تھے۔ لہٰذا اس وقت بھی آپؐ بلا خوف و خطر ان کے درمیان پہنچ گئے۔

مشرکین سرداران قریش میں سے کسی ایک نے کہنا شروع کیا۔ "اے محمدؐ! ہم نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ آج باہم گفتگو کریں اور ان اختلافات کو ختم کر دیں جو ہم سب پر مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ بات بھی یہی ہے کہ ہم نے تو پورے عرب میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس نے اپنی قوم پر آفت ڈھا دی ہو جو آفت تم نے ہمارے اوپر ڈھائی ہے۔" مشرکین کی گفتگو کا انداز اور ان کے تیور ان کے غیظ و غضب کی نشاندہی کر رہے تھے لیکن جسے اللہ تعالیٰ کی قوت پر بھروسہ اور اعتماد ہو وہ کیوں کر غیر اللہ کے غیظ و غضب کو خاطر میں لا سکتا ہے۔ لہٰذا آپؐ بھی بغیر یہ خیال کئے ہوئے کہ رات کا وقت ہے اور آپؐ دشمنوں کے نرغے میں تن تنہا ہیں خاموشی سے بیٹھے ان کی گفتگو سنتے رہے۔ کہنے والا مشرک سردار کہہ رہا تھا۔ "تم نے ہمارے باپ دادا کو برا کہا۔ ہمارے دین پر عیب لگایا۔ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں۔ عقلمندوں کو احمق بنایا اور ہماری پوری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ اب یہ باتیں انتہا کو

— اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے جس طرح چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت والا زبردست ہے۔

— جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہے ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اسے کچھ دنیا میں سے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔ (۴۲/۲۰-۱۹)

— کیا یہ لوگ (مشرکین) ایسے خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ اگر ایک بات فیصلہ کی مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ ظالم اس وقت اپنے کئے کے انجام سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر آ کر رہیگا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے۔

پہنچ چکی ہیں لہٰذا ہم ایک بار پھر تم سے کہتے ہیں کہ اگر تمہاری یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ تم دولت چاہتے ہو تو ہم سب تمہارے لئے دولت کے انبار لگائے دیتے ہیں کہ تم قریش کے امیر ترین فرد ہو جاؤ گے۔ اگر حکومت کے خواہاں ہو تو ہم سب قبائل قریش تم کو اپنا بادشاہ تسلیم کئے لیتے ہیں اور اگر تم پر کسی جن وغیرہ کا اثر ہو گیا ہے تو ہم اپنے خرچ پر اس کا بھی علاج کرا دیں گے۔"

اور جب مشرکین کے سردار نے اپنی بات ختم کر لی تو آپؐ نے انتہائی اطمینان کے ساتھ نرم لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "مجھے ان چیزوں میں سے کچھ نہیں چاہئے جو تم کہتے ہو۔ جو کچھ بھی میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں وہ اس لئے نہیں کہ میں اس کے عوض تمہارے مال حاصل کروں۔ نہ میں اعلیٰ مرتبہ چاہتا ہوں اور نہ حکومت۔ اللہ نے مجھے تمہاری طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے۔ مجھے حکم ہے کہ میں تم کو اچھی باتوں کی

وہ جو کچھ بھی چاہیں گے اپنے رب کے ہاں پائیں گے۔ یہی بڑا فضل ہے۔ یہی ہے وہ (بات) جس کی خوشخبری اللہ نے اپنے ان بندوں کو دی ہے جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے۔ (اے پیغمبرؐ!) آپ (ان مشرکین سے) کہہ دیجئے کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔ (اس طرح) جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اس کے لئے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔ بے شک اللہ بڑا درگذر کرنے والا اور قدردان ہے۔

(۴۲/۲۳-۲۱)

بشارت دوں اور برائیوں کے انجام سے ڈراؤں۔ میں نے وہ پیغام بھی تم کو پیش کر دیا اگر تم اس کو قبول کر لو گے تو آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہوگی اور اگر تم نے یہ پیغام میری ہی طرف لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی آنے تک صبر کروں گا کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔"

مشرکین نے آپؐ کی زبانی یہ الفاظ سنے تو ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ کچھ دیر سکوت رہا پھر کوئی دوسرا سردار بولا۔" اچھا مت مانو ہماری باتوں کو۔ تم کہتے ہو کہ تم اللہ کے پیغمبر ہو، اس کے بھیجے ہوئے نبی ہو اور اس کا پیغام تمہارے پاس آتا ہے تو تم اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کرو کہ یہ بنجر پہاڑ جو ہماری تنگی کا سبب بنے ہوئے ہیں اللہ ان کو پیچھے ہٹا دے کہ ہمارا شہر کشادہ ہو جائے۔ ہمارے لئے یہاں شام و عراق کی سی ندیاں جاری ہو جائیں۔ اور تم جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات کرتے ہو تو ہمارے وہ بزرگ جو گزر چکے ہیں انہیں زندہ کرا دو اور ان میں قصیّ بن کلاب ضرور شامل ہوں چونکہ ہمارے بزرگوں میں وہ بڑے سچے بزرگ تھے لہٰذا جو کچھ تم کہتے ہو ہم ان سے دریافت کریں گے اور اگر انہوں نے تمہاری تصدیق کر دی تو ہم بھی تم کو اللہ کا رسول مان لیں گے۔"

آپؐ نے پھر اسی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا —— "اے لوگو! میں نے وہ چیز تم کو پہنچا دی ہے جو میں دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو یقین جانو وہ چیز دنیا اور آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ثابت ہوگی۔

(اے نبیؐ!) کیا یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ انہوں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑ لیا ہے۔؟ (اگر ایسا ہوتا تو اس کو قدرت حاصل ہے کہ) اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر کر دے (مگر) وہ (تو) باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے فرمانوں سے حق کر دکھاتا ہے۔ وہ سینوں کے چھپے ہوئے راز جانتا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگذر کرتا ہے۔ حالانکہ تم لوگوں کے سب افعال کا اسے علم ہے۔ وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دیتا ہے۔ رہے انکارِ حق کرنیوالے تو ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ — اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے۔ لیکن وہ اندازے سے اتارتا ہے جتنا چاہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے انہیں دیکھتا ہے۔ اور وہی ہے کہ مینہ برساتا ہے لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے۔ اور وہی بڑا کارساز ہے اور (ہر طرح) قابلِ حمد ہے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے پیدا کرنا ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اسی نے دونوں جگہ پھیلا رکھے ہیں اور وہ ان کے جمع کر لینے پر جب کہ وہ چاہے قادر ہے۔ (۴۲/۲۹-۲۴)

اور اگر تم نے اس کو میری طرف لوٹا دیا تو میں حکمِ الٰہی آنے تک صبر ہی کرتا رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے"۔

تیسرا مشرک کہنے لگا۔ "اچھا یہ بات بھی چھوڑو۔ تم ہماری خاطر کچھ نہیں کرتے تو اپنی ذات ہی کے لئے تم اللہ سے کہو کہ وہ تمہارے پاس ایک فرشتہ روانہ کر دے کہ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے اور ہم سے وہی بات کہہ دے جو تم کہا کرتے ہو۔ اور تمہارے لئے محل، باغات اور سونے چاندی کے خزانے آجائیں تاکہ ہم یقین کر لیں

— اور جب مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے سے آتی ہے۔ اور (اللہ) بہت کچھ تو معاف کر دیتا ہے۔ اور تم زمین (کے کسی حصہ میں بھی) قابو سے نہیں نکل سکتے۔ اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی بھی نہ کارساز ہے نہ مددگار۔

— اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں چلتے ہوئے پہاڑ جیسے جہاز۔ اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ اس کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر کے لیے۔ یا (چاہے تو) تباہ کر دے ان جہازوں کو بسبب ان لوگوں کے کرتوتوں کے، اور بہت لوگوں سے درگذر بھی کر جائے۔ اور ان لوگوں کو معلوم ہو جائے جو ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں کہ اب ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

— غرض جو کچھ بھی تم کو دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے۔ اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ (بدرجہا) اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار۔ وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (۳۶/۴۲ـ۳۰)

کہ تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہاری بڑی قدر و منزلت ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی بیزاری یا گھبراہٹ کا اظہار کئے پھر اسی متانت کے ساتھ فرمایا۔ "میں تو ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ اور نہ میں ایسا شخص ہوں جو اپنے پروردگار سے ان باتوں کی استدعا کروں۔ حق تعالیٰ نے تو مجھے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس اگر تم میرے پیش کردہ پیغام کو قبول کر لوگے تو یقین جانو دنیا و آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہو گی بصورتِ دیگر میں اللہ کا حکم آنے تک صبر ہی کروں گا تاکہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے کہ کون حق پر ہے۔"

— اور جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب غصّہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں۔ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ بھی انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں (حد سے نہیں گذرتے)۔
— برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے لیکن جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمّہ ہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔
— اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (حد سے گذرے بغیر) بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین پر ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگذر کرے تو یہ بڑی ہمت والے کاموں میں سے ہے۔
— اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی چارہ ساز نہیں اور (اے نبیؐ!) آپ کافروں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو کہتے ہوں گے کہ کیا اب (یہاں سے) پلٹنے کی بھی کوئی راہ ہے؟ (۴۲/۴۴-۳۷)

ایک اور مشرک بول اٹھا۔ ”اپنے اللہ سے کہو کہ ہمارے اوپر آسمان کا ٹکڑا ہی گرا دے۔ ہم تو بغیر اس کے تم پر ایمان لانے والے نہیں۔“ آپ نے فرمایا ”یہ اللہ کی مرضی پر ہے۔ اگر اس نے یہی کرنا چاہا تو یقین جانو وہ یہ ضرور کر دے گا۔“

حضور سرورِ کائناتؐ کی زبانِ اقدس سے یہ جواب سُنا اور اسی طرح آپ کو مستحکم پایا تو بڑے چیں بجبیں ہوئے۔ کوئی اور بات سمجھ میں نہ آئی تو کہنے لگے۔ ”تم کہتے ہو کہ تمہارا پروردگار علیم و خبیر ہے تو کیا اس کو یہ خبر نہ ہوئی کہ ہم یہاں تم سے یہ سوالات کریں گے تاکہ وہ تم کو آگاہ کر دیتا — ہم کو معلوم ہے کہ تم جو اللہ کا کلام کہہ کر ہمارے سامنے من گھڑت

— اور (پھر) (اے نبیؐ!) آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جائیں گے ذلت سے جھکے ہوئے، چھپی چھپی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے۔ اور ایمان والے (اس وقت) کہیں گے کہ اصل خسارہ والے تو وہی لوگ ہیں جو اپنی ذات سے اور اپنے متعلقین سے روزِ قیامت خسارہ میں پڑے۔ یاد رکھو کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہوں گے۔ اور ان کے کوئی چارہ ساز نہ ہوں گے جو اللہ سے الگ ہو کر ان کی مدد کر سکیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسکے لئے کوئی راہ نہیں۔

— (اے لوگو!) مان لو کہنا اپنے پروردگار کا قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی اور نہ کوئی تمہارے حال کو بدلنے کی کوشش کرنے والا ہوگا۔ (۴۲/۴۷-۴۵)

باتیں کرتے ہو یہ تم کو یمامہ کا ایک شخص بتایا کرتا ہے۔" اس بات کے ساتھ ہی مشرکین کے رویئے میں سختی آگئی جیسے وہ جھگڑا کرنے کے لیے پہلے ہی سے آمادہ تھے۔ مشرکین میں سے کوئی بولا۔" ہم تو تمہیں چھوڑیں گے نہیں خواہ تم ہم پر کچھ بھی اثر ڈالو۔ آج ہم یا تو تم کو مٹا دیں گے یا تم ہم کو مٹا دو۔" آپؐ تو طبعاً امن پسند اور صلح جو تھے۔ آپؐ کے مشتعل ہونے کا سوال ہی نہ تھا گو مشرکین کی یہی کوشش تھی کہ آپؐ کسی طرح مشتعل ہو کر کسی جارحیت کا ارتکاب کردیں اور ان کو آپؐ کے اوپر حملے کا جواز مل جائے تاکہ بنی ہاشم کو وہ اپنی صفائی پیش کر سکیں۔ ایسے جارحیت سے پر ماحول میں بھی آپؐ اسی طرح مطمئن اور ساکت رہے اور پھر بغیر جواب دیئے وہاں سے اٹھ گئے۔ مشرکین نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا لیکن دست درازی کی جرأت نہ ہوئی۔ مشرکین میں اس وقت آپؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ بھی شامل تھا وہ بھی آپؐ کے ساتھ ہی اٹھ گیا اور راہ میں چلتے ہوئے بڑے ہمدردانہ لہجہ میں کہنے لگا۔" محمدؐ! قوم نے آپؐ کے سامنے بہت سی باتیں پیش کیں لیکن آپؐ نے ایک بات نہیں مانی۔ آپؐ ان کی بات مان جاتے تو میں بھی آپؐ کی تصدیق

— اگر یہ لوگ (مشرکین) پھر بھی منہ موڑتے ہیں تو (اے نبی!!!) ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔ آپ پر تو صرف بات (حق) پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ انسان کا حال تو یہ ہے کہ جب ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو اس پر پھول جاتا ہے۔ اور اگر اس کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا کسی مصیبت کی شکل میں اس پر الٹ پڑتا ہے تو سخت ناشکرا بن جاتا ہے۔

— اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔

— اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر ہاں یا تو وحی کے طور پر، یا پردے کی آڑ سے یا پھر وہ کوئی پیغامبر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ بے شک وہ برتر و حکیم ہے۔ (۴۲/ ۵۱ - ۴۸)

کر دیتا۔،، آپؐ نے اس مکّار کی بات کا بھی کوئی جواب نہ دیا اور اسی تاریک فضا میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ تھا آپؐ کا عزم و حوصلہ، معتدل طریقہ اور پر امن رویہ۔

یہ کچھ ہی شب و روز تھے کہ حضور سرورِ کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درج بالا سورہ کی آیاتِ ربّانی کا نزول ہوا۔ اور واشگاف الفاظ میں بارگاہِ احدیت سے بتا دیا گیا کہ یہ وحی جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جا رہی ہے یہی وحی دوسرے رسولوں پر بھی آتی رہی ہے لہٰذا اس کلامِ الٰہی کے متعلق کسی شک و شبہ میں نہ رہو۔ اس کا مقصد یہی یہ ہے کہ اس مرکزی مقام اور اس کے ارد گرد بسنے والے خبردار ہو جائیں اُس یومِ آخرت سے جبکہ اللہ کی راہ چلنے والوں اور

___ اور (اے حبیبؐ!) اسی طرح ہم نے آپ کے پاس اپنے حکم سے ایک (روح پرور) وحی بھیجی ہے۔ آپ تو اس سے پہلے نہ کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل۔ ہم نے اس (قرآن) کو نور بنا دیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم ہدایت کرتے ہیں بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صراطِ مستقیم (سیدھی راہ) بتلاتے ہیں یعنی راہ اس اللہ کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔

یاد رکھو! سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
(۴۲/۵۲ــ۵۳)

اس سے انحراف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ توحید اور آخرت کے دلائل کو پھر ایک بار بڑے دل کش انداز میں پیش کیا گیا۔ دنیا پرستی اور افعال خبیثہ کے نتائج اور آخرت کی سزا سے ڈرایا گیا کہ لوگ انسانی تقدس کو سمجھیں اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ پیغام حق کو قبول کریں کہ اسی میں انسانیت کی سربلندی اور عظمت کا راز مضمر ہے۔

لیکن افسوس مشرکین تنگ نظر، ہٹ دھرم اور رجعت پسند تھے وہ نہ انسانیت کی فلاح کو سمجھتے تھے اور نہ معاشرہ انسانی کی ترقی کے خواہاں تھے۔

(بحوالہ ابن ہشام حصہ اول)

سورۃ الزخرف (پ ۲۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ! قسم ہے اس روشن کتاب کی کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم اسے سمجھو۔ اور یہ بے شک اُمّ الکتاب (لوحِ محفوظ) میں ہمارے پاس ہے، بلند مرتبہ اور حکمت سے بھری ہوئی ہے۔

کیا ہم تم سے اس نصیحت (قرآن) کو اس بنا پر ہٹالیں کہ تم حد سے گذر جانے والے لوگ ہو۔؟ اور ہم پہلے (بھی) لوگوں کے درمیان بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں۔ اور جو نبی ان کے پاس آیا انہوں نے اسی کا مذاق اڑایا۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان (منکرینِ حق) سے زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا۔ اور پہلے لوگوں کی یہ حالت گذر چکی ہے۔

(اے نبی!) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ یقیناً یہی کہیں گے کہ انہیں اسی زبردست اور علیم ہستی نے پیدا کیا ہے۔ (۴۳/۹-۱)

آپؐ صراطِ مستقیم پر ہیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقائے کرام کے لئے مکّہ کی ہر صبح مخالفت و مخاصمت کا ایک نیا پیغام لے کر نمودار ہو رہی تھی۔ وہی سیلِ بغض و حسد اور ظلم و ستم تھا کہ ہر طرف سے اُمڈا چلا آرہا تھا۔ مشرکینِ قریش توحید کے پروانوں کے خلاف نت نئی سازشیں کرتے تھے اور نئے نئے منصوبے بناتے تھے۔ ابو سُفیان تو اب آپؐ کے خلاف کُھلّم کُھلا عصبیت پھیلانے پر اُتر آیا تھا۔ وہ اور اس کے لواحقین کہتے پھرتے تھے کہ محمدؐ کا دعویٰ نبوت دراصل بنی اُمیہ اور ان کے حلیفوں کے خلاف بنی ہاشم کی سازش ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ چونکہ جاں نثارانِ مصطفےٰؐ میں حضرت عثمانؓ ابنِ عفان اور دیگر ایسے لوگ بھی تھے جن کا تعلق بنی اُمیہ اور اُن کے حلیف قبائل سے تھا۔ اسی طرح آپؐ کے دشمنوں کی صفِ اوّل میں

___ وہی (تو اللہ ہے) جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں تمہارے لیے اس نے راستے بنا دیئے تاکہ تم راہ پاتے رہو۔ اور جس نے آسمان سے پانی ایک خاص مقدار میں برسایا، پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح تم بھی (اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

___ اور جس نے یہ تمام (اقسام) جوڑے پیدا کیے اور جس نے تمہارے لیے کشتیوں اور جانوروں کو سواری بنایا تاکہ تم ان کی پشت پر بیٹھو اور جب اُن پر بیٹھو تو اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور ایک روز ہم کو اپنے پروردگار کی طرف ہی پلٹنا ہے۔

___ (لیکن پھر بھی) ان لوگوں (مشرکین) نے اسی کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جز بنا ڈالا۔ بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔ (۴۳|۱۵-۱۰)

خود آپؐ کا چچا ابولہب ابن عبدالمطلب بھی تھا۔ اور بھی متعدد بنی ہاشم مشرکین میں سے تھے۔

درحقیقت اس عصبیت کے پسِ پردہ مشرکین کی چال یہ تھی کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کی دیرینہ دشمنی کے جذبات اُبھار کر ایک ایسی فضا قائم کر دی جائے کہ جس سے ڈر کر بنی ہاشم کے لوگ یا تو آپؐ کو نئے دین کی تلقین سے باز رہنے پر مجبور کر دیں یا بنی ہاشم مکہ چھوڑ کر کسی ویران جگہ چلے جائیں۔

عصبیت دینی ہو یا علاقائی، لسانی ہو یا قبائلی ہمیشہ تنگ نظری، کج فہمی اور خود غرضی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ اور عام لوگوں کو بے وقوف بنانے اور ان کا استحصال کرنے میں ہمیشہ کارگر رہی ہے۔ لہٰذا ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے لیے یہ حربہ بڑا کامیاب ثابت ہو رہا تھا چونکہ وہ لوگ جو کہ آپؐ کی زبانی کلامِ ربانی سُن کر اپنے دلوں میں آپؐ کی طرف رغبت محسوس کرنے لگے تھے وہ بھی اس قبائلی عصبیت کے تحت

ـــ کیا اس (اللہ) نے تو مخلوق میں سے اپنے لئے بیٹیاں پسند کر لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا؟ حالانکہ جب تم میں سے کسی کو اس چیز (لڑکی) کے (پیدا) ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اس کا چہرہ دن بھر اداس رہتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔ کیا اللہ کے حصے میں وہ اولاد آئی جو زیوروں میں پروان چڑھے اور بحث و حجت میں اپنا مدعا بھی پوری طرح ادا نہ کر سکے۔

ـــ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدائے رحمان کے بندے ہیں عورتیں قرار دے رکھا ہے۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ ان کا دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہو گی۔ (۴۳/۱۹-۱۶)

اب آپؐ کی کھلے بندوں مخالفت کرنے لگے تھے۔ ان حالات کا عکس ان اشعار میں بھی ملتا ہے جو آپؐ کے چچا ابو طالب نے اسی عصبیت سے پیدا ہونے والے واقعات سے متاثر ہو کر کہے تھے۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نَتْرُكُ مَكَّةً ۔۔۔ وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

(بیت اللہ کی قسم تم نے جھوٹ کہا کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں سے سفر کر جائیں گے یہ تمہارے خیالی وسوسے ہیں)

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْزٰى مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

(تم غلط سمجھے بیت اللہ کی قسم کہ ہم محمدؐ کو مغلوب ہونے دیں گے حالانکہ ابھی تک ہم نے اپنے بچاؤ کے لئے نہ نیزہ زنی کی ہے اور نہ ہی تیر اندازی)

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ ۔۔۔ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

(تم نے غلط خیال کیا کہ ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ ہرگز نہیں حتیٰ کہ ہم ان کے اطراف میں بچھڑ جائیں گے اور اپنے بیوی بچوں کو بھول جائیں گے۔)

پھر ابو طالب آپؐ کے دشمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وَسَائِلْ اَبَا الْوَلِيْدِ مَاذَا حَبَوْتَنَا ۔۔۔ بِسَعْيِكَ فِيْنَا مُعْرِضًا كَالْمُخَاتِلِ

— اور یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ اگر خدائے رحمان کو یہی منظور ہوتا تو ہم فرشتوں کی عبادت (ہی) نہ کرتے۔ انہیں اس بات کی حقیقت کچھ معلوم نہیں محض اٹکل سے کام لے رہے ہیں۔

— ہم نے کیا اس سے قبل (انہیں) کوئی اور کتاب دے رکھی ہے جس سے یہ سند لاتے ہیں؟ نہیں، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک خاص طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔

— اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب کسی بستی میں کوئی متنبہ کرنے والا (پیغمبر) بھیجا تو وہاں کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ ہر نبی نے ان سے پوچھا کیا تم اسی لکیر پر چلے جاؤ گے خواہ میں اس سے زیادہ سیدھی راہ تم کو بتاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انہوں نے سارے رسولوں کو یہی جواب دیا کہ جس دین کی طرف بلانے کے لئے تم بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا (ان کی تکذیب کا۔) سو دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (۲۰-۲۵/۴۳)

(ابوالولید سے دریافت کرو کہ دغا بازوں کی طرح منہ پھیر کر ہمارے خلاف ہی کوشش کر کے تو نے ہمیں کیا نقصان پہنچایا؟)

وَكُنتَ امْرَأً مِمَّن يُعَاشُ بِدَائِهِ ۔۔۔ دَرَحمَةُ فِينَا وَكُنتَ بِجَاهِلِ

(تو اس بات سے ناواقف نہیں کہ ہم سے متعلقہ معاملات میں تیری حالت اس شخص کی سی ہو گئی ہے جو خودرائی اور جذبات کے تحت زندگی گذارتا ہے)

فَعُتبَةُ لَا تَسمَعْ بِنَا قَولَ كَاشِحٍ ۔۔۔ حَسُودٍ كَذُوبٍ مُبغِضٍ ذِي دَغَاوِلِ

(اے عتبہ! ہمارے متعلق ایسے لوگوں کی بات کی جانب توجہ نہ کر جو حاسد جھوٹے دشمنی رکھنے والے اور فسادی ہیں۔)

— اور (وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے) جب ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ ہاں البتہ میں پرستش اس کی کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ (ابراہیم) یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں۔

— اصل یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں (مشرکین) کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے بہت سے فائدے دیئے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس حق (قرآن) اور صاف صاف بتلانے والا رسول بھی آگیا۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آگیا تو وہ بولے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔

— اور کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) کیوں نازل نہ کیا گیا ان دو بڑی بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر۔

— تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمت وہ (مشرکین) بانٹتے ہیں؟ ہم نے تو ان کے درمیان دنیوی زندگی میں بھی ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کے درجے دوسرے سے بلند کر رکھے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جسے یہ لوگ سمیٹتے رہتے ہیں۔ (۴۳/۲۶-۳۲)

وَمَرَّ اَبُو سُفْیَانَ عَنِّی مُعْرِضًا — كَمَا مَرَّ قَیْلٌ مِنْ عِظَامِ الْمَقَاوِلِ

(اور ابو سفیان میرے پاس سے منہ پھیر کر اس طرح گذر گیا جس طرح بڑے نوابوں میں سے کوئی نواب)

یَفِرُّ اِلٰی نَجْدٍ وَبَرْدِ مِیَاهِهِمْ — وَیَزْعُمُ اَنِّیْ لَسْتُ عَنْكُمْ بِغَافِلِ

(اور اونچے مقامات اور سرد پانی کی جگہوں کی جانب بھاگ جاتا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ میں تم سے غافل نہیں)

وَیُخْبِرُنَا فِعْلَ الْمُنَاصِحِ اَنَّهُ — شَفِیقٌ وَیُخْفِی عَارِمَاتِ الدَّوَاخِلِ

(اور خیر خواہوں کی طرح ہمیں بتاتا ہے کہ وہ مہربان ہے اور سخت فسادوں کو چھپائے رکھتا ہے)

— اور اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک طریقہ (کفر) پر ہو جائینگے تو ہم ضرور (خدائے) رحمٰن کے منکروں کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر یہ چڑھا کرتے (ہیں) اور ان کے مکانوں کے دروازے اور وہ تخت بھی جس پر یہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہ تمام چیزیں) سونے کی بھی کر دیتے۔ لیکن یہ سب سامان صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے۔ اور آخرت (کا بیش بہا انعام) آپ کے پروردگار کے ہاں صرف متقین کے لئے ہے۔

— اور جو کوئی آنکھیں چرائے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ (شیطان) ان (جیسے لوگوں) کو روکتے رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں۔ (یہ غفلت قائم رہتی ہے) حتیٰ کہ وہ شخص ہمارے پاس آجاتا ہے تو (اس وقت وہ شیطان سے) کہتا ہے کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، تو کیسا برا ساتھی ہے۔ (۳۳-۳۸:۴۳)

لَقَدْ عَلِمُوٓا اَنَّ اَبْنَنَا لَامُکَذِّبٌ   لَدَیْنَا وَلَا یُعْنیٰ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

(سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (محمدؐ) پر جھوٹ کا الزام لگانے والا ہم میں کوئی نہیں اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں کی جا سکتی۔)

یہ تھے جارحیت سے پُر حالات جن میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم شرک و گمراہی میں پھنسی ہوئی انسانیت کو دعوتِ حق دے رہے تھے۔ آپؐ کی پیش کردہ دعوتِ حق نہ تو آپؐ کے کسی ذاتی فائدے کے لئے تھی اور نہ بنی ہاشم کے لئے مخصوص تھی۔ آپؐ تو بلا امتیاز رنگ و نسل، قبیلہ و خاندان ہر ایک کو وہی دعوت توحید پیش کر رہے تھے جو کہ حضرتِ ابراہیمؑ نے پیش فرمائی تھی۔ اور یہ ظالم دشمنانِ رسولؐ جو اپنے کو آلِ ابراہیمؑ کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے اسی دعوتِ حق کے منافی عمل کر رہے تھے۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ

— اور (اس وقت ان لوگوں سے کہا جائے گا) ہرگز تمہارا آج اس (ندامت) سے بھلا نہ ہوگا جب کہ تم ظلم کر چکے ہو تم سب عذاب میں شریک ہو۔

— تو (اے نبی!) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں؟ یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں رستہ دکھا سکتے ہیں۔ پھر اگر ہم انہیں وہی دکھلا دیں جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے تو ہم اس پر بھی قادر ہیں۔ بہر حال آپ اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہیے جو آپ پر وحی کی گئی ہے۔ یقیناً آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

— اور (اے حبیبؐ!) یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے بڑے شرف کی چیز ہے۔ اور عنقریب تم سب لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنا ہوگی۔

— اور (اے حبیبؐ!) آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں ان سب سے پوچھ دیکھو کہ کیا ہم نے (خدائے) رحمٰن کے سوا دوسرے خدا ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے؟ (۴۲/۴۵-۳۹)

کی بیٹیاں کہتے تھے۔ کعبہ کے اندر خود ساختہ بتوں کی پوری فوج سجا رکھی تھی اور آپؐ کی رسالت کو جھٹلانے کے لیے کہا کرتے تھے کہ کیا اللہ کو تمہارے علاوہ مکہ اور طائف کے سرداروں میں سے کوئی نہ ملا جس کو وہ نبی بناتا۔ یہ تھی وہ رجعت پسندانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت جو مسلسل آپؐ کے خلاف آمادۂ پیکار تھی اور جس کو آپؐ کے پیش کردہ پیغامِ حق میں اپنی موت نظر آ رہی تھی۔

کچھ یہی شب و روز تھے کہ درج بالا آیاتِ ربانی کا نزول ہوا اور ابتدا ہی میں واضح کر دیا گیا کہ مشرکین اپنی ظالمانہ حرکات میں کسی بھی حد تک چلے جائیں یہ ناممکن ہے کہ تنزیلِ قرآن کا سلسلہ رک جائے چونکہ یہ منشائے الٰہی ہے اور یہ قرآن نصیحت ہے جملہ انسانیت کے لیے۔ لہٰذا اگر مشرکین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا حشر بھی وہی

____ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے امراء کی طرف بھیجا اور اس نے جا کر کہا "میں رب العالمین کا رسول ہوں"۔ پھر جب اس نے ہماری نشانیاں ان کے سامنے پیش کیں تو وہ ان پر ہنسنے لگے۔ ہم ان کو جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑی ہوتی تھی۔ اور ہم نے انہیں عذاب میں دھر لیا تاکہ وہ اپنی روش سے باز آئیں۔ (ہر عذاب کے موقع پر) وہ کہتے "اے ساحر! ہمارے لیے اپنے پروردگار سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے اب ہم ضرور راہِ راست پر آجائیں گے"۔ مگر جوں ہی ہم ان سے عذاب ہٹا دیتے تو وہ اپنی بات سے پھر جاتے تھے۔

(۴۳/۵۰-۴۶)

ہوگا جو ان سے پہلے والوں کا ہو چکا ہے۔ اللہ رب شانِ ربوبیت اس ربّ العالمین کی کہ تنبیہ کے ساتھ ہی پھر دعوتِ تفہیم بھی ہے۔ مشرکین کے اعتراضات کا جواب بھی ہے اور توحید و آخرت کی وضاحت میں مزید دلائل بھی کہ شرک و گمراہی میں بھٹکی ہوئی انسانیت اپنی منزل کو پالے اور اس حقیقت کو سمجھ لے کہ اللہ کے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ پیغام ہی صراطِ مستقیم ہے۔ انسانیت کی فلاح کا ضامن اور انسانی سربلندی و عظمت کا نقیب ہے۔ (بحوالہ ابنِ ہشام۔ ابنِ کثیر)

آپؐ کی پُر خلوص کاوشیں

حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقائے کرام جس مظلومیت کے دور سے گذر رہے تھے اور جس طرح مشرکینِ قریش دعوتِ حق کی تکذیب مسلسل کیے جا رہے تھے ان حالات کا جائزہ لینے سے تو یہی بات واضح ہوتی ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو اپنے حبیبؐ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اصلاح ہی مقصود تھی سزا مطلوب نہ تھی۔ ورنہ مشرکینِ قریش کی کونسی بات تھی جو انہیں عذابِ الٰہی کا مستحق نہ بنا رہی ہو۔ وہ ظالم تو خود تقاضہ کر رہے تھے کہ اے محمدؐ اپنے خدا سے کہو کہ ہم پر عذاب بھیج دے۔ یہ ظالم اپنے غرور کے نشہ میں تو اس درجہ غرق تھے کہ آئے دن آپؐ کی باتوں کا مذاق اڑاتے۔ آپؐ کی شان میں گستاخیاں کرتے۔ ہر طور کلام

— ایک روز فرعون نے اپنی قوم کے درمیان منادی کرائی اور کہا کہ اے میری قوم والو کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے؟۔ اور یہ نہریں میرے تحت نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم سب یہ نہیں دیکھتے ہو؟ تو (بھلا بتاؤ) کہ کیا میں افضل نہیں ہوں اس شخص سے جو بے وقعت ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن (اللہ کی طرف سے) اتارے گئے؟ یا اس کے ساتھ فرشتوں کا ایک دستہ آتا کہ اس کے ساتھ رہتا۔

— غرض اس (فرعون) نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا اور انہوں نے اس کا کہا مان لیا۔ درحقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ۔ آخر کار جب انہوں نے غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور ان سب کو غرق کر دیا اور ہم نے ان کو بعد والوں کے لیے پیشرو اور نمونہ عبرت بنا کر رکھ دیا۔

— اور جب ابنِ مریم کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا تو آپ کی قوم والے یہ سن کر (خوشی سے) اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ اچھا تو بہتر ہمارے معبود ہوئے یا وہ؟۔ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے آپ کے سامنے یہ (مثال) محض کٹ حجتی کے طور پر پیش کی ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔

— وہ (ابنِ مریم) تو بس ہمارے ایک بندہ تھے کہ ان پر ہم نے اپنا فضل کیا تھا۔ اور انہیں بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنایا تھا۔ (۴۳/۵۹-۵۱)

ربانی کی تکذیب کرنے پر آمادہ رہتے اور غریب، بے سہارا اور مغلوک الحال مسلمانوں پر تو کسی بھی طرح کی ایذا رسانی سے نہ چوکتے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن پھر مشرکین سرداروں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محفل میں بلا لیا۔ آپؐ کی جرارت اور بے باکی تو بے مثال تھی۔ آپؐ نہ کبھی ان کی کثرت سے گھبرائے اور نہ ان کی بے سروپا باتوں سے اکتائے۔ لہٰذا آپؐ پھر ان کے درمیان تنِ تنہا پہنچ گئے۔ ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، تقریباً سب ہی دشمنانِ رسولؐ جمع تھے۔ مشرکین سرداروں کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان کی طرف سے کوئی آپؐ کے ساتھ بحث

— اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے۔

— اور بے شک وہ (عیسیٰؑ) قیامت کی خبر ہے، تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرا کہا مانو کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور شیطان تمہیں ہرگز رد کئے نہ پائے وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے۔

— اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے فرمایا "میں تمہارے پاس حکمت کی باتیں لے کر آیا ہوں اور اس لیے تاکہ تم پر واضح کردوں وہ بعض باتیں جن میں اختلاف کر رہے ہو۔ سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو کہ یہی راہِ مستقیم ہے۔ پھر بھی مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے۔

— کیا یہ لوگ روزِ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں؟ کہ وہ بس ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۴۳/۶۶-۶۰)

و مباحثہ کرتا تو دیگر خاموش رہتے لیکن اپنے نمائندہ کی حمایت بھی اس طرح جاری رکھتے کہ جب ان کا نمائندہ کوئی بات کہتا تو واہ واہ ہو جاتی اور جب ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی دلائل پیش فرماتے یا آیاتِ ربانی پڑھ کر سناتے تو اس طرح گم سم ہو جاتے کہ جیسے کچھ سنا ہی نہیں یا ٹھٹھہ مار کر ہنستے کہ جیسے آپؐ کا مذاق اڑا رہے ہوں۔

بہرحال اس مرتبہ نضر بن حارث نے آپؐ سے سوالات شروع کئے آپؐ اطمینان و سکون کے ساتھ اسے جوابات دیتے رہے پھر اس نے اپنے آباء و اجداد کے دین کی باتیں شروع کر دیں۔ آپؐ پُرسکوت بیٹھے سنتے رہے۔ جب وہ رک گیا تو آپؐ نے پھر ان مشرکین کے سامنے دعوتِ توحید پیش کی۔ روزِ آخرت سے متعلق قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں۔ لیکن وہ ظالم تو آپؐ کی ہر بات کی نفی کرنے کے لیے جمع تھے۔ آپؐ کی ہدایت قبول کرنے کے

ــــ (وہ دن جب آجائے گا تو) اس روز (دنیادار) جگری دوست (بھی) ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (نہیں)۔

ــــ (اس روزِ قیامت پرہیزگاروں سے کہا جائے گا) "اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (تم وہ لوگ ہو) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے (فرمانبردار تھے)۔ تم اور تمہاری بیویاں خوش خوش جنت میں داخل ہو جاؤ"۔ ان کے پاس سونے کے قاب لائے جائیں گے اور گلاس بھی۔ اور وہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کا جی چاہے گا اور جس سے آنکھوں کو لذت ملے گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا) "تم اب یہاں ہمیشہ رہو گے تم اس جنت کے وارث ہوئے اپنے اعمال کی وجہ سے جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن سے تم کھا رہے ہو"۔ (۴۳/۶۷-۷۳)

لئے تو نہیں بیٹھے تھے۔ نضر بن حارث نے پھر اپنے بتوں اور نام نہاد خداؤں کا تذکرہ شروع کر دیا۔ مزے لے لے کر زمین آسمان کے قلابے ملاتا رہا۔ آپؐ اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ جب وہ اپنی کہانیاں ختم کر چکا تو آپؐ نے فرمایا۔ "میرے پاس تو وحدہٗ لاشریک کا ہی پیغام ہے جو میں نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اور اسی میں ہماری تمہاری فلاح ہے۔ اور یہی وہ پیغام ہے جو کہ مجھ سے قبل آنے والے انبیاء بھی پیش کرتے آئے ہیں۔ اور بت پرستی کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ (۲۱/۹۸-۱۰۱)

(بے شک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے رہے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ اس میں تم سب کو داخل ہونا ہو گا۔ اگر یہ لوگ واقعی خدا ہوتے تو اس میں کیوں جاتے لیکن اب تو سب کو ہمیشہ کے لئے اس میں رہنا ہو گا۔ اس میں

—— یقیناً نافرمان لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ۔ وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے ۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی (اپنے حق میں) ظالم رہے ہیں ۔ اور یہ (نافرمان) لوگ (اس وقت) پکاریں گے ۔ "اے مالک (داروغہ جہنم) تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے تو اچھا ہے ۔" وہ جواب دے گا ۔ "تم یوں ہی پڑے رہوگے" ۔ بالیقین ہم نے سچا دین تم تک پہنچا دیا (تھا) مگر تم میں سے اکثر کو حق (صراط مستقیم) ہی ناگوار تھا ۔ (۴۳/۷۸-۷۴)

ان کا شور ہوگا اور اس میں سنیں گے نہیں ۔ بے شک جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے ۔)

آپؐ نے کچھ دیر توقف فرمایا اور پھر مجلس سے تشریف لے گئے ۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ مشرکین کی اس مجلس میں ایک اور مشرک عبداللہ بن زبعری تمیمی بھی پہنچ گیا ۔ یہ ظالم بھی اپنے کو بڑا عقلمند سمجھتا تھا اور دنیا جہان کے قلابے ملایا کرتا تھا ۔ ولید بن مغیرہ نے اس کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا ۔ "آج نضر بن حارث تو ابنِ عبدالمطلب (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہار گیا ۔ اور بالآخر وہ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہہ کر چلدیئے ۔" مشرک تمیمی کہنے لگا "اگر میں ہوتا تو انؐ ہی کو لاجواب کر دیتا ۔ انؐ سے جا کر ذرا یہ تو پوچھو کہ اگر ہم اور ہمارے سارے معبود دوزخی ہیں تو لازم ہے کہ حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ بھی دوزخ میں جائیں گے چونکہ جس طرح ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح یہودی حضرت عزیرؑ کی اور نصرانی حضرت عیسٰیؑ کی پرستش کرتے ہیں ۔" تمیمی کی زبان سے یہ جملے سن کر مشرکین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ واقعی یہ بڑی مدلل اور معقول بات ہے ۔ لہذا ایک دوسرے مقام پر ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین نے یہی سوال کیا تو آپؐ نے جواباً فرمایا ۔ "ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی سے کرائے تو یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں ۔ فرشتوں نے

— کیا ان لوگوں نے (ہمارے نبیؐ کے خلاف) کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ اچھا تو پھر ہم بھی ایک فیصلہ کیے لیتے ہیں۔
— کیا ان (مشرکین) کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کے رازوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سُن رہے ہیں۔ ہم سب کچھ سُن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔ (۴۳/۸۰-۷۹)

یا نبیوں نے نہ کبھی اپنی عبادت کا حکم دیا اور نہ وہ ایسے شرکانہ فعل سے خوش ہو سکتے ہیں۔ ان کے نام سے دراصل لوگ شیطان کی پوجا کرتے ہیں، وہی انہیں شرک کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ اس پر عمل کرتے ہیں۔" مشرک کہنے لگے "پھر آپؐ ابن مریمؑ کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ کیا عیسائی ان کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپؐ حضرت عیسیٰ کو خدا کا نبی اور اس کا برگزیدہ بندہ نہیں کہتے؟ پھر آپؐ کے کہنے کا کیا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا جس کسی کی بھی عبادت کی جائے وہ بھی جہنمی اور خیر سے خالی ہے۔"

ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرماتے ہوئے پھر کہا "حضرت عیسیٰؑ تو اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ انہوں نے تو خود ایک اللہ کی عبادت کی اور اسی بات کی دوسروں کو دعوت دی تو وہ کیوں کر اپنی عبادت سے خوش ہو سکتے ہیں۔ یہ سراسر شیطانی فعل ہے۔" مشرکین آپؐ کے اس جواب سے اور مشتعل ہو گئے اور پھر آپس میں کہنے لگے۔ "یہ تو بس اتنا چاہتے ہیں کہ ہم بھی ان کو خدا مان لیں جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا مان لیا ہے۔" اب اس کٹ حجتی اور بے سروپا باتوں کا کیا جواب ہو سکتا تھا بس یہی کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہو جاتے تھے۔

اسی طرح کے حالات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے آیات ۴۵ تا ۶۵ میں پھر ایک بار حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعات کا تذکرہ فرمایا۔ جس کے ذریعہ مشرکین پر واضح کر دیا گیا کہ تم جو ہمارے نبی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدری کرتے ہوئے طرح طرح کی حماقتیں کر رہے ہو ایسی ہی حماقتیں فرعون اور اس کی قوم والوں نے بھی

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "اگر واقعی رحمٰن کے اولاد ہوتی تو سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہوتا۔"

— پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار، عرش کا پروردگار ان ساری باتوں سے جو یہ (مشرکین) لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تو (اے نبیؐ!) آپ انہیں چھوڑ دیجئے کہ یہی بیہودہ باتیں کریں اور کھیل کھیلیں یہاں تک کہ اس دن (قیامت) کو دیکھ لیں جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے۔

— اور وہ وہی ذات ہے جو آسمانوں میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا ہے۔ اور وہی حکیم کامل ہے علیم کل ہے۔ وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کی ملک ہیں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کو قیامت کی خبر ہے اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ (۴۳/۸۵-۸۱)

حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کی تھیں، جس طرح تم ہمارے نبی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہو اسی طرح فرعون والوں نے بھی حضرت موسیٰؑ کی رسالت سے انکار کیا تھا اور جس طرح تم اپنے غرور و کبر میں مبتلا ہو اسی طرح فرعون بھی اپنی بادشاہت، قوت اور عظمت پر نازاں تھا لیکن آخر کار ان کا انجام کیا ہوا؟ وہ سب غرقِ آب ہوئے اور دوسروں کے لئے نمونۂ عبرت۔

آیات ۵۷ تا ۶۵ میں حضرت عیسیٰؑ سے متعلق مشرکین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ ابنِ مریم (حضرت عیسیٰؑ) بھی ہمارا ایک بندہ ہی تھا اور انہیں بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمیوں کے پیشِ نظر اپنی قدرتِ کاملہ کا ایک نمونہ بنا کر بھیجا گیا تھا کہ اللہ کی قدرتِ کاملہ سے انکار کرنے والے اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو ایسی قدرتِ کاملہ ہے کہ اس نے اپنے بندے عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور وہی اللہ قیامت کے روز تم سب کو دوبارہ پیدا کر دے گا۔

آگے کی آیات میں روزِ قیامت سے متعلق دلائل دیئے گئے۔ ان ہی آیات

—— اور جن کو یہ (مشرکین) اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں تو شفاعت (سفارش) تک کا اختیار نہیں۔ ہاں جن لوگوں نے حق کا اقرار کیا اور وہ تصدیق بھی کرتے رہے انہیں شفاعت کا اختیار ہے۔

—— (اے نبیؐ!) اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر آخر یہ کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں۔ قسم ہے رسول کے (بار بار) اس طرح کہنے کی کہ "اے میرے پروردگار! یہ وہ لوگ ہیں جو مان کر نہیں دیتے۔"

تو (اے نبیؐ) ان سے درگذر کیجئے اور کہہ دیجئے۔ "سلام ہو تمہیں" کہ انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ (۴۳/ ۸۹-۸۶)

کی روشنی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو دعوت حق دیتے ہوئے کہا کہ تم لوگ جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو یا یہود و نصاریٰ جس طرح حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا سمجھتے ہیں یہ سب غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ اگر اللہ کے واقعتاً اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا اور پھر تم سے کہتا لیکن حقیقتاً اس کے کوئی اولاد نہیں وہ بے نیاز ہے ان تمام باتوں سے

لیکن ان تمام دلائل و براہین کے باوجود ظالم مشرکین اپنی ہٹ دھرمیوں پر اسی طرح قائم تھے جب آپؐ ان ظالموں کو دعوتِ حق دیتے دیتے تھک جاتے تو بارگاہِ ربوبیت میں عرض کرتے۔ "اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو مان کر ہی نہیں دیتے۔" رحمتِ باری تعالیٰ سے پھر آیاتِ ربانی کا نزول ہوتا اور آپؐ پھر پیغامِ حق کی تلقین میں مصروف ہو جاتے۔

اللہ اکبر! کیسا خلوص تھا آپؐ کی عرضداشت میں اور کس درجہ سنجیدہ تھیں آپؐ کی کاوشیں۔ (بحوالہ ابن ہشام، ابن کثیر، خزائن العرفان، شاہ عبدالقادر)

سُورَۃُ الدُّخَان (پ ۲۵)
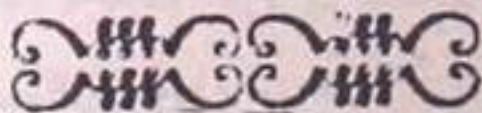
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ! قسم ہے اس روشن کتاب کی۔ بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا ہے۔ کیونکہ ہم بندوں کو آگاہ کر دینے والے تھے۔ یہ وہ رات تھی جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے کر دیا جاتا ہے۔ ہم (آپ کو پیغمبر بنا کر) بھیجنے والے تھے بسبب اس رحمت کے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔
(۴۴/ ۶-۱)

آپؐ کو انتظار کی تلقین

مشرکینِ قریش کی مسلسل مخالفت اور آئے دن کے مظالم سے مسلمانوں کا دائرۂ حیات تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا تھا لیکن اس کے برعکس حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت جزیرۃ العرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل رہی تھی۔ یہی مشرکینِ قریش جب کہیں جاتے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر برے طور پر وہاں کے لوگوں کے سامنے کرتے مگر ان علاقوں کے رہنے والے جب مکہ میں زیارتِ کعبہ کر کے واپس جاتے تو اپنے ہمراہ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے متعلق اپنے ذاتی تجربات بھی لے جاتے۔ کچھ لوگ کلامِ ربانی کے نمونے بھی لے جاتے تھے۔ موسمِ حج پر آئے ہوئے قبائل کے درمیان جا کر تبلیغ کرنا تو آپؐ کا مستقل طریقہ بن گیا تھا۔ لہٰذا اس طرح مشرکین کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کے ساتھ ساتھ آپؐ کی تعلیمات اور آیاتِ ربانی بھی دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی تھیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مشرکینِ قریش کی شدید مخالفت کی وجہ سے لوگ اسلام کو قبول کرنے سے گریزاں تھے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ عرب کا ایک بڑا معروف شاعر اعشیٰ آپؐ کے حالات اور آپؐ کا پیغام سُن کر بہت زیادہ متاثر ہوا۔

اعشیٰ زمانۂ جاہلیت کے ان سات شعراء میں سے تھا جن کے قصیدوں کو عکاظ کے مقام پر منعقد ہونے والے سالانہ میلوں میں بہترین قرار دیا گیا تھا۔ اس ضمن میں

پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان
ہر چیز کا اگر تم یقین لانا چاہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی عطا
کرتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ پروردگار تمہارا بھی ہے اور پروردگار تمہارے
ان باپ داداؤں کا بھی جو پہلے گذر چکے ہیں۔ لیکن یہ لوگ تو شک میں
پڑے کھیل رہے ہیں۔
— اچھا انتظار کرو اس دن کا جب آسمان صریح دھواں لیے ہوئے ہوگا
اور وہ لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ ایک عذابِ دردناک ہوگا۔
— (اور اب کہہ رہے ہیں) "اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب
کو دور کر دیجیے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے" (مگر) ان کو کہاں (اس سے)
نصیحت ہوتی ہے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ ان کے پاس رسولِ مبین (نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آ گئے پھر بھی یہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے سرتابی
کرتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ تو سکھلایا پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔
(۴۴/۱۴-۷)

بیان کردہ روایات کے مطابق ان ساتوں قصیدوں کو آبِ زر سے لکھا گیا اور بطور
شاہکار خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکایا گیا تھا۔ غرض اعشیٰ بطور شاعر ایک مسلمہ
حیثیت کا حامل تھا۔

اعشیٰ کی عمر گو کافی ہو چکی تھی لیکن اس کے جذبۂ شوق نے اس کو حضور سرورِ کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے اور آپؐ کے ہاتھوں دینِ اسلام قبول کرنے پر آمادہ
کیا۔ اس نے بطور نذرانہ ایک قصیدہ بھی آپؐ کی مدح میں کہا۔ اس قصیدے کے
ابتدائی چند اشعار جو بطور تشبیب کہے گئے اس کی شاعرانہ عظمت کا پتہ دیتے ہیں۔

الم تغتمض عیناک لیلۃ ارمدا — وبت کما بات السلیم مسھدا

(کیا اس بے خواب رات کو تیری آنکھیں نہیں جھپکیں اور کیا تو نے ایک مار گزیدہ کی طرح
بے چینی پوری رات نہیں گزار دی)

— ہم ذرا عذاب ہٹائے دیتے ہیں۔ (مگر) تم لوگ پھر وہی کچھ کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔

— (مگر یاد رکھو) جس روز ہم بڑی ضرب لگائیں گے وہ دن ہو گا جب ہم تم سے (اس نافرمانی کا) انتقام لیں گے۔ (۴۴/۱۶-۱۵)

وما ذاک من عشق النساء وانما تناسیت قبل الیوم خلۃ مھددا

(یہ جو کچھ ہوا عورتوں کے عشق میں نہیں ہوا۔ لیلاؤں کا عشق تو کب کے بھول چکے)

ولکن اری الدھر الذی ھو خائن اذا اصلحت کفای عاد فافسدا

(بات یہ ہے کہ زمانہ بڑا بے وفا ہے۔ جب میری حالت سدھری اس نے بگاڑ دیا)

شباب وشیب وانتقار وثروۃ فللّٰہ ھذا الدھر کیف ترددا

(جوانی، بڑھاپا، تنگی خوشحالی کیسے کیسے پلٹے یہ زمانہ کھاتا ہے)

آگے کے اشعار میں وہ حبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فآلیت لا ارثی لھا من کلالۃ ولا من وجی حتی تزور محمدا

(میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی) کی کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہ کرونگا جب تک کہ افتاں وخیزاں کسی حال میں وہ مجھے محمدؐ تک نہ پہنچا دے)

نبی یری مالا ترون وذکرہ اغار لعمری فی البلاد وانجدا

(وہ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے اور میری قسم ان کی شہرت ملک ملک پھیل چکی ہے)

لہ صدقات ماتغب ونائل ولیس عطاء الیوم مانعہ غدا

(اللہ کے احسانات مسلسل ہوتے ہیں جن میں ناغہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے یہاں سے بٹنے والی خیرات کم نہیں ہوتی۔ کسی عنایت میں کمی اس لئے نہیں ہوتی کہ گذشتہ روز وہ کی جا چکی ہے)

متی ما تناخی عند باب ابن ھاشم تراحی وتلقی من فواضلہ ندی

(جب تم (اپنی اونٹنی کو) ابن ہاشم کے در پر بٹھاؤ گے تو تمام کلفت بھول جائے گی۔ آرام پائے گی اور

— اور ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اسی آزمائش میں ڈال چکے ہیں۔ ان کے پاس (بھی) ایک کریم (معزز و معتبر) رسول آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا۔ "اللہ کے ان بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو، میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے سامنے واضح دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور میں پناہ چاہتا ہوں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم میری باتوں پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے باز رہو۔"

(۴۴ / ۲۱ — ۱۷)

ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقات تم کو سیراب کر دیں گے)

لیکن ان تمام تیاریوں کے بعد اعشیٰ جوں ہی مکہ کے لئے روانہ ہوا تو اس کی روانگی کی خبر پہلے ہی سے مشرکین قریش کو ہو گئی۔ ہر طرف ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ سرداران قریش کا ایک اجتماع ہوا۔ ہر ایک اپنی اپنی تشویش کا اظہار کر رہا تھا۔ ابو سفیان نے کہا۔ "بخدا اعشیٰ اگر محمدؐ کے پاس پہنچ گیا یا کہیں ان کا اتباع کر لیا تو وہ اپنے اشعار سے سارے عرب کی آگ تمہارے خلاف بھڑکا دے گا۔"

المختصر طے شدہ فیصلہ کے مطابق سو اونٹ دے کر ابو سفیان کو روانہ کیا گیا کہ وہ اعشیٰ کو یہ تحفہ دے کر اسے مکہ آنے سے باز رکھے۔ اعشیٰ مکہ کی جانب روانہ ہو ہی چکا تھا لیکن ابو سفیان نے بڑی تیز رفتاری سے سفر کیا اور اسے نجد و حجاز کے درمیان حفعہ کے مقام پر جا لیا۔ سرداران قریش کی جانب سے گرانقدر سو اونٹوں کا تحفہ پیش کیا اور نہ جانے کیا کیا باتیں بنائیں کہ اعشیٰ نے مکہ آنے اور حبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا ارادہ بدل ڈالا اور اسی مقام سے واپس ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اٹھے ہوئے قدموں سے انحراف اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کا انجام بھی دیکھئے کہ دنیوی مال و متاع کے لالچی اعشیٰ کو ان ہی سو اونٹوں میں سے ایک اونٹنی نے جس پر وہ سوار ہو کر واپس جا رہا تھا راہ میں گرا دیا اور اس کو سینے کے بل رگڑ رگڑ کر ہلاک

—— تب (موسیٰ نے) اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔ ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو تم راتوں رات لے کر نکل جاؤ تمہارا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑنا۔ ان لوگوں کا لشکر غرق ہو کر رہیگا۔

—— پھر باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جن میں وہ رہا کرتے تھے، چھوڑ گئے۔ یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین۔ اور ذرا سی مہلت بھی ان کو نہ دی گئی۔ اور (اس طرح) بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے سخت ذلت والے عذاب سے نجات دی۔ واقعی وہ بڑا سرکش حد سے نکل جانے والوں میں تھا۔ ہم نے بنی اسرائیل کو دنیا جہان والوں پر فضیلت (اپنے) علم کے تحت ہی دی تھی۔ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں کھلا ہوا انعام تھا۔

—— یہ (مشرکین) لوگ کہتے ہیں۔ "بس یہی موت (ہمارا آخری انجام) ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ سو لے آؤ ہمارے باپ دادا کو (دوبارہ زندہ کرکے) اگر تم سچے ہو۔"

—— یہ (منکرین) بہتر ہیں یا تبعؑ کی قوم والے، اور (وہ) جو ان سے بھی پیشتر ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کو اسی بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ وہ مجرم ہو گئے تھے۔
(۲۲ - ۳۷/۴۴)

کر ڈالا۔

یہ واقعہ بذاتِ خود دشمنانِ مصطفےٰ کے لئے ایک درسِ عبرت ہو سکتا تھا لیکن وہ ظالم تو خود فریبی میں مبتلا تھے نہ قرآن کو اللہ کا کلام مانتے تھے اور نہ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ بلکہ اس کے برخلاف مشرکین قریش آپؐ کے خلاف بہتان طرازیاں کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اس شخصؐ کو یہ باتیں کوئی دوسرا شخص سکھا دیتا ہے اور یہ ان ہی باتوں کو اللہ کا کلام کہہ کر ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ رد ز

—— اور آسمان اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے یہ سب (کچھ) ہم نے یوں ہی خواہ مخواہ نہیں بنا ڈالے۔ ہم نے ان کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کا وقتِ مقرر ہے، جس دن کوئی تعلق والا کسی تعلق والے کے کام نہ آئے گا اور نہ ان کی حمایت ہی کی جائے گی مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ بے شک وہی عزت والا مہربان ہے۔

—— بے شک زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہو گا۔ تیل کے تلچھٹ کی طرح پیٹ میں کھولے گا جیسے تیز گرم پانی جوش کھاتا ہے۔ (پھر جہنم کے فرشتوں کو حکم ہو گا) "پکڑو اسے، بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو۔" (اور کہا جائیگا) "چکھ اس کا مزا۔ ہاں ہاں تو ہی بڑا زبردست عزت دار آدمی ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کے آنے میں تم لوگ شک رکھتے تھے۔" (۴۴/۵۰-۳۸)

قیامت دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات تو کسی طور قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ آخرت اور روز جزا کا طرح طرح سے مذاق اڑایا کرتے تھے۔ یہی شب و روز تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات کا نزول ہوا۔ قربان جائیے اس رب العالمین کی شانِ عطا پر کہ مشرکین تو خطاؤں پر خطائیں کر رہے تھے، انکارِ حق کے مرتکب ہو رہے تھے، نزولِ عذاب طلب کر رہے تھے لیکن حق سبحانہٗ تعالےٰ کی بارگاہِ ربوبیت سے عطاؤں کا سلسلہ بھی جاری تھا انہیں بار بار سمجھایا جا رہا تھا۔ اور صدقے اس پیکرِ تسلیم و رضا اور اطاعتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ہر حکم ربی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے۔ جو حکم بھی بارگاہِ الوہیت سے ملتا بجا لاتے۔ جو پیغام آتا اس کو جوں کا توں لوگوں کے سامنے پیش فرما دیتے۔ نہ ان کے جھٹلانے کا خیال راہ میں حائل ہوتا اور نہ مشرکین کے ہاتھوں کسی طرح کے تمسخر کا احساس پیغامِ ربانی کو پیش کرنے سے روک پاتا۔ لہٰذا درج بالا آیاتِ ربانی

——— اللہ سے ڈرنے والے بے شک امن کی جگہ میں ہوں گے، باغوں میں اور نہروں میں۔ لباس پہنے ہوں گے باریک اور دبیز ریشم کے، آمنے سامنے بیٹھے ہوئے۔ یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کی زوجیت میں دیدیں گے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں۔ (۴۴/۵۴-۵۱)

کو بھی محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے پیش فرمایا۔

اس سورۂ مبارکہ کے ابتدا ہی میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنے حبیب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صاف صاف کہدیا کہ جس کتاب کو یہ لوگ اللہ کا کلام ماننے سے انکار کر رہے ہیں یہ تو ایسی بابرکت رات میں نازل کی گئی ہے جبکہ بارگاہِ ربوبیت میں ہر معاملہ کا فیصلہ پہلے ہی سے کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی حقانیت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ تو اُسی شبِ قدر میں انسانیت کی فلاح اور عظمت کی ضامن قرار دی جا چکی ہے۔ تمہارے سامنے اس کا تھوڑا تھوڑا نازل کیا جانا درحقیقت تم لوگوں کی اپنی سہولت کے لئے ہے کہ تم اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔ لہٰذا اس کو کلامِ ربانی سمجھ کر اس پر ایمان لے آؤ۔ اور یہ بھی صاف طور پر بتادیا گیا کہ تم لوگ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نہ جھٹلاؤ۔ ان کو یہ منصبِ نبوت ہماری بارگاہ سے عطا ہوا ہے اُس رحمتِ خاصّہ کی وجہ سے جو کہ آپ صلعم کو پروردگار کی طرف سے رہی ہے۔ لہٰذا قدر کرو قرآن کی اور ہمارے نبی کی اور اس دعوتِ توحید کو قبول کر لو جسے یہ پیش کر رہے ہیں چونکہ وہی معبودِ حقیقی اور لائقِ عبادت ہے۔ روزِ قیامت اسی کے حضور پیش کئے جاؤ گے۔

آگے کی آیات میں یہ بھی کہدیا گیا کہ یہ منکرینِ حق اگر اسی طرح شک وشبہ میں پڑے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ قیامت قریب آ لگے گی۔ جب کہ آسمان پر دھواں ہی دھواں ایک عذابِ دردناک بن کر چھا جائے گا۔

حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ لوگوں کو قرآنی

وہ وہاں ہر قسم کے میوے منگائیں گے اطمینان سے۔ وہ وہاں موت کا مزہ بھی نہ چکھیں گے ہاں بجز اس پہلی موت کے۔ اور اللہ انہیں دوزخ سے بچائے گا۔
—— یہ (سب کچھ) آپ کے پروردگار کے فضل سے ہوگا۔ یہی بڑی کامیابی ہے
—— سو ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ تو آپ بھی منتظر رہیے یہ لوگ بھی کسی انتظار میں ہیں۔
(۴۴/ ۵۹-۵۵)

آیات پڑھ کر سُناتے اور ان ہی کی روشنی میں تلقینِ حق فرماتے تھے۔ ایسے ہی کسی موقعہ پر آپؐ نے دھوئیں کو قربِ قیامت کی علامات میں سے بتایا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جب دھواں ہر سو چھا جائیگا تو منکرینِ حق کی نس نس میں بھر جائے گا اور یہ ان کے لئے ایک عذابِ شدید ہوگا لیکن اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار مومن بندوں پر اس کا اثر اتنا ہی ہوگا جیسے زکام کا ہوا کرتا ہے۔ ان ہی آیات کی روشنی میں آپؐ لوگوں کو آخرت کے عذاب سے بھی ڈراتے تھے اور اس کے انجام سے بھی باخبر کرتے تھے لیکن وہ ظالم مشرکینِ قریش تو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم تھے۔ وہ نہ آپؐ کی طرف توجہ کرتے تھے اور نہ قرآنی دلائل سے قائل ہوتے تھے۔ ان حالات میں آپؐ کی طبعِ مبارک پر اثر ہونا فطری امر تھا لہٰذا اسی سورہ مبارکہ کے آخر میں بارگاہِ ربوبیت سے کہدیا گیا کہ اگر یہ لوگ سمجھانے کے طریقوں سے بھی نہیں سمجھتے تو آپؐ ان کی فکر نہ کریں۔ اگر یہ اپنا بُرا انجام ہی دیکھنا چاہتے ہیں تو انتظار کریں ان کے سامنے آجائے گا اور آپؐ بھی منتظر رہیے۔ جن جن باتوں کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سب ظاہر ہو کر رہیں گی۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، مسلم، عربی میں نعتیہ کلام)

سُورۃُ الجَاثیۃ (پ ۲۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ! یہ کتاب نازل ہوئی ہے اللہ کی طرف سے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔ اور خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح رات اور دن کے فرق و اختلاف میں اور اس رزق میں جسے اللہ آسمان سے نازل فرماتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو جلا دیتا ہے اور ہواؤں کی گردش میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

(اے حبیب ؐ!) یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کر رہے ہیں۔ تو پھر اللہ اور اس کی نشانیوں کے بعد اور کون سی بات ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ (۴۵/۶-۱)

آپ ؐ کے رفقائے خاص پر مظالم

مشرکینِ قریش کی ریشہ دوانیاں اب انتہا کو پہنچ رہی تھیں۔ پہلے مفلوک الحال، غریب الوطن اور بے سہارا مسلمانوں کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا تھا اب ان ظالموں کی جرأت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے باوقار اور صاحبِ حیثیت قریشی بھی ان کے ظلم کا براہِ راست نشانہ بن رہے تھے۔ صرف وہی لوگ کسی قدر امن میں تھے جنہوں نے عرب کے رسم و رواج کے مطابق کسی ذی حیثیت سردار کی پناہ لے رکھی تھی جس طرح کہ خود حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ؐ کے چچا ابو طالب کی پناہ حاصل تھی۔ حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے ہوئے چند مسلمانوں کا بھی یہی عالم تھا۔ وہ لوگ حبشہ سے تو یہ خبر سن کر کہ مشرکین ایمان لے آئے ہیں مکہ واپس چلے آئے تھے لیکن جب مکہ پہنچے تھے تو وہی ظلم و ستم کا بازار گرم پایا تھا حالات پہلے سے بھی زیادہ بدتر

— تباہی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہے، نافرمان ہے۔ جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جب اس کے روبرو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی تکبر کرتا ہوا اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے سنا ہی نہیں۔ سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی (آیت) کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے۔ جو کچھ بھی انہوں نے دنیا میں کمایا ہے اس میں سے کوئی چیز ان کے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھا تھا۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

— یہ (قرآن) سراسر ہدایت ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے بلا کا دردناک عذاب ہے جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات کو ماننے سے انکار کیا۔

— وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گذار رہو۔ اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنایا۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں۔ (۴۵/ ۱۳-۷)

تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، ابو حذیفہؓ بن عقبہ اور ان کی اہلیہ سہلہ بنت سہیل، حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عبداللہؓ بن مسعود وغیرہ ان ہی مظلومین میں شامل تھے اور اب کسی نہ کسی کی پناہ میں رہتے ہوئے مکہ میں زندگی گذار رہے تھے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ کہیں سے سرراہ گذر رہے تھے کہ بنی غفار کے ایک شخص نے آپ کو گالی دی۔ حضرت عمرؓ کو جلال آگیا۔ جس شخص کے نام سے لوگ کانپتے تھے اب انہی میں کے ایک عام آدمی کی یہ جرأت ہو گئی تھی کہ آپ کو سرراہ

(اے نبیؐ) آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں کو درگذر کریں جو اللہ تعالیٰ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کے عمل کا صلہ دے۔ جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے (ذاتی نفع کے) لئے۔ اور جو شخص بُرا کام کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر (پڑتا) ہے۔ پھر تم کو اپنے پروردگار (ہی) کی طرف واپس جانا ہے۔

— اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکمت اور نبوت دی تھی اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔ اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں سو انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضدا ضدی کے۔ بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے روز ان معاملات کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ (۴۵/۱۴-۱۷)

گالی دے رہا تھا۔ آپ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اس کو ٹھکانے لگائیں لیکن حضور نبی اکرمؐ کی تعلیمات آڑے آگئیں۔ یہی فرق تھا حق اور باطل کا۔ حق صبر کا تقاضہ کر رہا تھا اور باطل شر پر آمادہ تھا۔ اسی طرح کے ظلم وستم سے پریشان ہو کر ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بے بسی کا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ فرمایا اور کچھ دنوں کے لئے مکہ کی حدود سے باہر چلے جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ خود صاحب حیثیت تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ آپ کے تقریباً سب ہی رشتہ دار مشرکین تھے۔ لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت عطا فرما دی۔ حضرت ابوبکرؓ مکہ کے در و دیوار کو خدا حافظ کہہ کر تنِ تنہا مکہ سے روانہ ہو گئے۔ ایک دو روز کی مسافت طے کر چکے تھے کہ راہ میں ایک مشرک سردار بنی الحارث بن بکر ابن دغنہ سے ملاقات ہو گئی کہنے لگا۔ "ابوبکرؓ، کہاں کا ارادہ ہے؟" آپ نے فرمایا۔ "میری قوم نے مجھے نکال دیا، تکلیفیں دیں حتیٰ کہ وہاں رہنا مشکل کر ڈالا"۔ وہ تھا تو مشرک لیکن اس کے دل میں نرمی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی حالت

— پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور ان جہلا کی خواہشوں پر نہ چلئے۔ یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے ذرا کام نہیں آ سکتے۔ اور ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔ اور اللہ دوست ہے اہلِ تقویٰ کا۔

— یہ (قرآن) عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین لائیں۔ (۴۵/۲۰-۱۴)

— کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اُن جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے۔ کیا ہی برا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اللہ نے آسمان اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے۔ اور اُن پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۴۵/۲۲-۱۸)

زار دیکھ کر مغموم ہوا کہنے لگا۔ "واللہ تم تو پورے خاندان کی زینت ہو۔ نیکی تمہارا شیوہ ہے آفتوں میں تم مدد کرتے ہو اور ناداروں کو سہارا دیتے ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔" لہٰذا وہ شخص حضرت ابوبکرؓ کو مکہ واپس لے آیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر اعلان کیا "اے گروہِ قریش! سُن لو میں نے ابنِ ابی قحافہ (ابوبکرؓ) کو پناہ دی ہے پس بھلائی کے علاوہ کوئی شخص ان کی راہ میں حائل نہ ہو۔"

اس دن کے بعد سے حضرت ابوبکرؓ نے کسی قدر تنہائی اختیار کر لی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیتے اور بیشتر وقت اپنے گھر کے دروازے کے قریب ہی ایک جگہ پر قیام فرماتے، وہیں نماز پڑھتے اور قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے رہتے۔ آپ انتہائی رقیق القلب تھے، جب قرآن مجید پڑھتے تو ایک والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر راہ چلتے

(اے نبیؐ!) کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے اور (اسی لیئے) اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ تو ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون راہ دکھائے۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

—— اور یہ لوگ (مشرکین) کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ ہم (ایک ہی بار) مرتے اور (ایک ہی بار) زندگی پاتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔ اور انہیں اس کا علم (ہی) نہیں یہ تو محض گمان دوڑاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی حجت بس یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ تم اگر سچے ہو۔ (۴۵/۲۵-۲۳)

رک جاتے تھے اس طرح وہ کلامِ ربانی بھی سنتے اور آپ کی کیفیت سے متاثر بھی ہوتے۔ مشرکینِ قریش کو یہ بات بھی بہت زیادہ شاق گذری۔ لہٰذا ان میں سے چند سربرآوردہ لوگ ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ "اے ابن الدغنہ! کیا تو نے اس (حضرت ابوبکرؓ) شخص کو اس لیئے پناہ دی ہے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ اپنی نماز میں وہ کلام پڑھتا ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لایا ہے تو اس کا دل بھر آتا ہے اور وہ روتا ہے۔ بچے عورتیں اور دوسرے کمزور لوگ اس کو اس طرح جب دیکھتے ہیں تو وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ یہ شخص ان سب کو فتنے میں ڈال دیگا۔ لہٰذا تو اس کو حکم دے کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی رہے یا پھر اس طرح عبادت نہ کرے۔" ابن الدغنہ اپنی قوم والوں کی بات کیونکر ٹال سکتا تھا وہ تو خود ہی مشرک تھا لہٰذا اس نے یہی حکم حضرت ابوبکرؓ کو دیا۔ آپ نے اس سے اتفاق نہ کیا اور اس کی دی ہوئی پناہ اسے لوٹا دی۔ اس نے جا کر مشرکینِ قریش

(اے نبیؐ!) آپ کہدیجیے۔ اللہ (ہی) تم کو زندہ رکھتا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں ذرا شبہ نہیں۔ لیکن اکثر لوگ (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے۔ بس اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل بڑے خسارے میں ہوں گے۔ اور آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ زانو کے بل گر پڑیں گے۔ ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ (اور ان سے کہا جائے گا) "آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ ہمارا تیار کرایا ہوا اعمال نامہ ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے۔ جو کچھ بھی تم کرتے رہتے تھے ہم سب لکھواتے جاتے تھے۔"

___ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے تو ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ یہی تو صریح کامیابی ہے۔

___ اور جن لوگوں نے کفر (انکارِ حق) کیا تھا (ان سے کہا جائے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سُنائی جاتی تھیں؟ لیکن تم اکڑے رہے اور تم لوگ بڑے مجرم تھے۔ اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت ہے کیا چیز، ہاں ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم اس پر یقین کرنے والے نہیں۔ (۴۵/۳۲ - ۲۶)

کے سامنے اعلان کر دیا کہ ابنِ ابی قحافہ (حضرت ابو بکرؓ) نے میری پناہ مجھے واپس کر دی ہے اب تم اپنے آدمی سے جو چاہو کرو۔

حالات اس درجہ تاریک اور پریشان کن ہو چلے تھے کہ مسلمانوں کے لیے اپنے قبیلے، اپنے خاندان حتیٰ کہ اپنے گھروں میں بھی رہنا دشوار ہو گیا تھا۔ ابو طالب نے انہی حالات کا رخ دیکھتے ہوئے چند اشعار کہے جن کے ذریعہ ایک طرف تو یہ کوشش کی کہ ابو لہب آپؐ کی مخالفت سے باز آ کر اپنے قبیلہ بنی ہاشم کے ساتھ ہو جائے۔ دوسری

—— اس وقت (یوم قیامت) ان پر ان کے اعمال کی برائیاں کھل جائیں گی اور وہ اسی چیز کے پھیر میں آجائیں گے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔
(۴۵/۳۳)

طرف آپؐ کے دشمنوں کو بھی واضح طور پر بتا دیا گیا کہ اگر تم اس خیال میں ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دستبردار ہو جائیں گے تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

إِنَّ امْرَأً أَبُو عُتَيْبَةَ عَمُّهُ ۔۔۔ لَفِي رَوْضَةٍ مَا إِنْ يُسَامُ الْمَظَالِمَا

(جس شخص کا چچا ابو عتیبہ ہے بے شبہ وہ شخص (محمدؐ) ایسی روش پر ہے جس کے ساتھ ظلم کا برتاؤ نہیں کیا جاسکتا۔)

أَقُولُ لَهُ وَأَيْنَ مِنْهُ نَصِيحَتِي ۔۔۔ أَبَا مُعْتِبٍ ثَبِّتْ سَوَادَكَ قَائِمَا

(میں اس سے کہتا ہوں کہ اے ابو معتب! (ابو لہب) اپنی قوم کا جتھا استقلال سے مستحکم بنا۔ لیکن میری نصیحت کہاں اور وہ کہاں)

وَكَيْفَ وَلَمْ يَجْنُوا عَلَيْكَ عَظِيمَةً ۔۔۔ وَلَمْ يَخْذُلُوكَ غَانِمًا أَوْ مُغَارِمَا

(تو (ابو لہب!) اپنی قوم سے کس طرح الگ ہوتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی بڑی غلطی کرکے تجھ پر اس کا بار نہیں ڈالا۔ اور نہ انہوں نے تیری مدد سے کنارہ کشی کی خواہ تو غنیمت حاصل کرنے والا رہا یا ڈنڈ بھرنے والا۔)

جَزَى اللَّهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَنَوْفَلًا ۔۔۔ وَتَيْمًا وَمَخْزُومًا عُقُوقًا وَمَآثِمَا

(اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بنی عبد شمس، بنی نوفل، بنی تیم اور بنی مخزوم کو ان کی سرکشیوں اور غلطیوں کا بدلہ دے۔)

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللَّهِ نُبْزَى مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَلَمَّا تَرَوْا يَوْمًا لَدَى الشِّعْبِ قَاتِمَا

(بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا ہم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھین لیا جائے گا۔ حالانکہ ابھی تو تم نے راستے کے پاس تاریک دن (دھواں دھار گرد و غبار) دیکھا ہی نہیں)
جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین قریش اب یہ بھی منصوبے بنا رہے

اور (ان سے) کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔ تمہارا ٹھکانا اب دوزخ ہے اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو ہنسی بنا رکھا تھا اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ لہٰذا آج یہ لوگ نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے کہا جائیگا کہ معافی مانگ کر اپنے رب کو راضی کرو۔ (۴۵/ ۳۵-۳۴)

تھے کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردستی اغوا کر لیا جائے کہ ابو طالب اور ان کے دیگر اہلِ خاندان کو پتہ بھی نہ چلے۔ یہ تاریک اور بھیانک ماحول تھا کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا جس کے ذریعہ منکرینِ حق کو پھر ایک بار دعوتِ توحید دیتے ہوئے پوری کائنات میں پھیلی ہوئی بے شمار نشانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی کہ انسان ان فطری شواہد کی طرف توجہ کرے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لے آئے۔

آگے کی آیات میں منکرینِ حق کو ان کی ہٹ دھرمی، غرور اور ظالمانہ باتوں کی تنبیہ کرتے ہوئے انہیں پھر خبردار کیا گیا کہ وہ قرآن کی عظمت اور ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پہچانیں کیونکہ یہ وہی نعمت ہے جو حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دی گئی تھی جس کی بنا پر انہیں قوت، عظمت اور عزت ملی لیکن جب انہوں نے اس کی بے حرمتی کی تو ذلیل و خوار ہوئے۔ ساتھ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظلوم رفقائے کرام کی تسلی و تشفی فرماتے ہوئے کہا گیا کہ درگذر اور صبر سے کام لیں شکستہ دل نہ ہوں چونکہ تمہارے نیک اعمال کے عوض تم کو اجرِ عظیم عطا کیا جائے گا۔ اور غور کیا جائے تو یہی بڑی کامیابی ہے۔ پھر آپؐ کی ہمت افزائی فرماتے ہوئے ارشادِ ربانی ہوا کہ ہم نے تو آپؐ کو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا ہے لہٰذا آپؐ اسی طریقے پر چلے جائیے اور ان ظالم مشرکین کی چنداں فکر نہ کیجئے نہ ان کی اس مخالفت سے گھبرائیے۔ ظالم تو ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں لیکن

پس تمام تعریف اللہ ہی کے لئے جو پروردگار ہے آسمانوں کا، اور پروردگار ہے زمین کا اور پروردگار ہے سارے جہان کا۔ اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(۴۵/۳۷-۳۶)

اللہ صرف انہی کا دوست ہوتا ہے جو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم تمہارے دوست ہیں۔ اور تمہاری اُمت کے ان لوگوں کے بھی جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں تمہاری راہ اختیار کرتے ہیں۔

(بحوالہ ابن ہشام)

سورۃ الاحقاف (پ ۲۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ! (یہ) کتاب نازل ہوئی ہے اللہ کی طرف سے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حکمت ہی کے ساتھ اور ایک مقرر میعاد کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر جو لوگ منکرینِ حق ہیں اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے انہیں خبردار کیا گیا ہے۔ (۴۶/۳-۱)

شعبِ ابی طالب میں محصوری اور اس سے نجات

جملہ مشرکینِ قریش بالخصوص بنی عبدِ شمس، بنی نوفل، بنی تیم، بنی مخذوم، بنی لوئی، بنی کعب اور ان کے حلیف اس بات سے بڑے چراغ پا تھے کہ ان کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین نہ صرف اب تک قائم تھا بلکہ اس میں ترقی ہو رہی تھی۔ قرب وجوار کے قبائل ہی نہیں بلکہ دور دراز علاقوں اور مدینہ کے رہنے والے بھی اس نئے دین میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ حبشہ سے واپس آجانے والے کچھ مسلمان تو ضرور مکہ میں کسمپرسی کی زندگی گذار رہے تھے لیکن حبشہ میں رہ جانے والے امن و سکون سے تھے۔ لہٰذا یہ بات بھی مشرکین کے لئے غصہ کا سبب بنی ہوئی تھی ان ظالموں کا سب سے زیادہ غصہ بنی ہاشم پر تھا جو کہ ابو طالب کی قیادت میں حضور محسن انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفظ دیئے ہوئے تھے۔ لہٰذا ایک دن جملہ مشرکینِ قبائل کا ایک نمائندہ اجلاس ہوا۔ ابوجہل، ابوسفیان، نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ، منصور بن عکرمہ غرض سب ہی دشمنانِ رسولؐ جمع تھے۔ آپس کے صلاح و مشورے کے بعد متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔ شادی بیاہ، خرید و فروخت، ملنا جلنا غرض کسی طرح کا بھی تعلق نہ رکھا جائے۔ لہٰذا فوری طور پر ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں تمام مذکورہ باتیں درج کی گئیں اور پھر ہر قبیلے

(اے حبیبؐ!) آپ کہیئے (ان مشرکین سے) یہ تو بتاؤ کہ جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (وہ ہیں کیا؟) ذرا مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا ذرہ بنایا یا آسمان (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ اس سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم ہو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

— اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہ ہو۔

— اور جب سب لوگ جمع کئے جائیں گے اس وقت وہ (جھوٹے معبود) اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی پوجا سے منکر ہو جائیں گے۔

(۴۶/۶-۴)

اور خاندان کے سربراہ نے اس پر دستخط کئے۔ بعدہٗ اس معاہدہ کو کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا تاکہ بطور سند قائم رہے اور کوئی بھی شخص اس کی مندرجہ باتوں کے خلاف ورزی نہ کر سکے۔

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو جب اپنے خلاف اس معاہدہ کا علم ہوا تو سب ابوطالب کے پاس جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ وہ سب محمدؐ ابنِ عبداللہ کا ہی ساتھ دیں گے۔ لہٰذا ان کے جملہ افراد خواہ کہیں بھی رہائش پذیر تھے شعبِ ابی طالب میں منتقل ہو گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔

یہ جگہ آج بھی شعب علی کے نام سے موسوم ہے۔ حرمِ کعبہ سے تقریباً ڈھائی میل پر ہے۔ محلہ جیاد اور صفا پہاڑی کے درمیان سے جو سڑک محلہ عزہ کی طرف جاتی ہے اسی پر واقع ہے یہیں پر وہ مقام مقدسہ ہے جہاں محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ ہوئی تھی۔ اس مکان کو محفوظ کر کے اس میں مکتب خانہ بنا دیا گیا ہے۔

بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب ہی وہ بدبخت انسان تھا جس نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیا اور مشرکین کے ساتھ رہا۔ یہ ظالم فخریہ کہتا تھا۔ "میں نے

—— اور جب ان لوگوں کے روبرو ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ کافر ہیں، وہ اس سچائی کی بابت جب وہ ان تک پہنچتی ہے، کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

—— تو کیا یہ لوگ (مشرکین) یہ کہتے ہیں کہ انہوں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن جی سے بنالیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے۔ "اگر میں نے اسے جی سے بنالیا ہو تو تم لوگ مجھے اللہ سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے۔ وہ خوب جانتا ہے جو جو باتیں تم قرآن کی بابت بنا رہے ہو۔ وہی میرے تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور وہ بڑا مغفرت والا بڑا رحیم ہے۔

—— آپ کہہ دیجئے۔ "میں کوئی انوکھا رسول تو نہیں ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے۔ اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ (۴۶/۹-۷)

لات و عزیٰ کی مدد کی اور ان کو چھوڑ دیا جنہوں نے لات و عزیٰ کو چھوڑا۔"

ابو طالب نے قریش کے اس ظالمانہ معاہدے کے خلاف اپنے اشعار میں برملا آپؐ کی حمایت کا اعلان کیا۔

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي عَلَى ذَاتِ بَيْنِنَا — لُؤَيًّا وَخُصَّا مِنْ لُؤَيٍّ بَنِي كَعْبِ

(سن لو ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت بنی لوی کو یہ پیام پہنچا دو اور بنی لوی میں سے خاص طور پر بنی کعب کو یہ سنا دو۔)

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا — نَبِيًّا كَمُوسَى خُطَّ فِي أَوَّلِ الْكُتُبِ

(کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم نے محمدؐ کو ایسا نبی پایا ہے کہ موسیٰ کی طرح اگلی کتابوں میں اس کا حال لکھا ہے)

وَأَنَّ الَّذِي أَلْصَقْتُمُ مِنْ كِتَابِكُمْ — لَكُمْ كَائِنٌ نَحْسًا كَرَاغِيَةِ السَّقْبِ

(اے نبیؐ!) آپ کہیے۔ "اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور پھر تم اس سے کفر کر رہے ہو (تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟)۔ اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ تو اس جیسی کتاب پر گواہی دے اور ایمان لے آئے اور تم تکبّر ہی میں رہو۔ (خود سوچو یہ کیسا انصاف ہے) بے شک اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۱۰/۴۶)

(اور تمہارا وہ نوشتہ جسے تم نے چھپا رکھا ہے وہ تمہارے ہی واسطے منحوس ثابت ہوگا جس طرح (نوحؑ کی) اونٹنی کے بچے کی آواز)

اِفِیقُوا اِفِیقُوا قَبلَ ان یُحفَرَ الثّریٰ ‌ ‌ وَیُصبِحَ مَن لم یَجنِ ذَنباً کَذِی الذَّنبِ

(تم مٹی (قبر) کھودے جانے سے پہلے اور جنہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا وہ گنہگاروں کی طرح ہو جانے سے پہلے ہوش میں آجائیں اور بیدار ہو جائیں)

فَلَسنَا وَرَبِّ البَیتِ نُسلِمُ اَحمَداً ‌ ‌ لِعَزّاءَ مِن عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَربِ

(رب البیت کی قسم ہم وہ لوگ نہیں جو زمانے کی کسی صبر طلب سختی یا کسی تنگی کے سبب سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد سے ہاتھ اٹھالیں)

یہ دور بنی ہاشم پر انتہائی سخت گیری، مفلوک الحالی اور اذیت کا تھا۔ ان ظالموں نے نہ صرف معاشرتی تعلقات منقطع کر لیے تھے بلکہ شعبِ ابی طالب کا اس قدر سخت محاصرہ کر رکھا تھا کہ کھانے پینے اور استعمال کی کوئی چیز بھی ان کے پاس نہ جانے دیتے تھے۔ اگر بنی ہاشم کا کوئی فرد کچھ ضروریات کا سامان خریدنے مکہ کے بازاروں میں آجاتا تو دکاندار ہی اسے سامان نہ دیتے اور اگر کوئی دکاندار کسی نہ کسی طرح سودا دینے پر آمادہ ہو جاتا تو مشرکین کے نمائندے اس دکاندار کو منع کر دیتے تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ شعبِ ابی طالب سے معصوم بچّوں کے رونے کی آوازیں آیا کرتی تھیں جو بھوک کی شدت سے بلکتے تھے۔ ان ہی حالات سے متاثر ہو کر کچھ مشرکین رحم دلی کی وجہ سے یا بنی ہاشم کے ساتھ کسی نہ کسی رشتہ کی بنا پر چوری چھپے کھانے کا سامان اور غلّہ وغیرہ شعب ابی طالب پہنچا دیا کرتے

— اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر یہ (قرآن) کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ (اہلِ ایمان) اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جا سکتے تھے۔ اور جب ان لوگوں کو ہدایت نصیب نہ ہوئی تو کہتے ہیں یہ وہی پرانا جھوٹ ہے۔ حالانکہ اس کے قبل موسیٰ کی کتاب بھی رہنما اور رحمت تھی اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیک لوگوں کے حق میں بشارت ہے۔ (۴۶/۱۲-۱۱)

تھے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا بھتیجا حکیم بن حزام بن خویلد ایک لڑکے کے دوش پر کچھ گیہوں لیے ہوئے شعب ابی طالب کی طرف جا رہا تھا کہ راہ میں ابوجہل بن ہشام ٹکرا گیا۔ کہنے لگا۔ "اے ابنِ حزام! کیا تو یہ کھانا لے کر بنی ہاشم کے پاس جا رہا ہے میں تجھے یہاں سے ہلنے نہ دوں گا جب تک کہ سارے قبائل کے سامنے تجھے رسوا نہ کر دوں کہ تو معاہدے کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔" ابنِ حزام نے کہا۔ "یہ میں اپنی پھوپھی کے لئے لے جا رہا ہوں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے میری پھوپھی بھوکوں مر جائے۔" یہ سلسلہ جاری تھا کہ دوسرا مشرک ابوالبختری بھی آ گیا لیکن اس نے بھی ابنِ حزام کی حمایت کی۔ ابوجہل اپنی سختی پر آمادہ اسی طرح شور و غل کرتا رہا۔ ابوالبختری کو غصہ آیا تو اس نے قریب ہی پڑی ہوئی اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھا کر ابوجہل کے ماری اس ضرب سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اتفاق سے حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی تینوں مشرک وہاں سے چلے گئے کہ ان کے اختلاف کی خبر محمدؐ ابنِ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں تک نہ پہنچ جائے۔ لیکن اسی طرح کے واقعات سے اور بنی ہاشم کی مستقل مزاجی سے حالات میں تغیر پیدا ہوا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد منظور تھی۔

گروہِ مشرکین میں ایک شخص تھا ہشام بن عمرو صلح پسند تھا اور نرم طبیعت رکھتا۔

۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر) قائم رہے سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ تو اہلِ جنّت ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اپنے ان اعمال کے عوض جو وہ دنیا میں کرتے رہتے تھے۔

۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہے۔ اس کی ماں نے اس کو بڑی شفقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی شفقت کے ساتھ اُسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا"۔ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" (۴۶/۱۵-۱۳)

شعب ابی طالب کے محصورین کے ساتھ اس کو بڑی ہمدردی تھی۔ جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ نضلۃ بن ہاشم بن عبد مناف کے بھائی کا بیٹا اس کا اخیافی بھائی تھا اور دیگر محصورین میں سے ہشام بن ہاشم سے بھی اس کے بڑے خوشگوار اور دیرینہ مراسم تھے۔ لہٰذا یہ شخص رات کی تاریکی میں اونٹ پر غلہ لادتا اور شعبِ ابی طالب کے قریبی علاقوں سے گزرتا ہوا جاتا اور جہاں موقع ملتا نکیل اونٹ کے اوپر ڈال کر اس کے پہلو پر ضرب لگاتا جس کی وجہ سے اونٹ اس گھاٹی کی طرف چلا جاتا جہاں محصورین تھے۔ اس طرح یہ شخص کافی عرصہ تک بنی ہاشم کی خدمت کرتا رہا۔ ایک دن یہ زہیر بن ابی اُمیّہ کے پاس گیا۔ زہیر ابو طالب کی بہن عاتکہ بنت عبد المطلب کا بیٹا تھا لہٰذا اسے غیرت دلاتے ہوئے کہنے لگا۔ "زہیر! کیا تم اس بات پر خوش ہو کر تم تو مزے سے کھاؤ پیو اور

—— یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے اچھے اچھے اعمال کو قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے۔ یہی (لوگ) اصحاب جنت میں سے ہونگے (اس سچے وعدہ (کی بنا) پر جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا تھا۔
(۴۶/۱۶)

مزے اڑاؤ اور تمہارے ماموں دانے دانے کو ترسیں کہ ان کے ہاتھ نہ کوئی چیز فروخت کی جاتی ہے اور نہ ان سے کوئی اور لین دین ہوتا ہے۔ اگر ابوالحکم (ابوجہل) کے ماموؤں کی یہ حالت ہوتی تو وہ ہرگز ان کے خلاف کسی کی مدد نہ کرتا۔" زہیر بن ابی امیہ نے کہا، "لیکن میں اکیلا ہوں میں کیا کر سکتا ہوں۔" ہشام بن عمرو نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ بعدۂ ہشام اور زہیر نے مل کر فرداً فرداً مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود سے بھی رابطہ قائم کیا اور اس کے بعد یہ تمام حضرات خطم الجحون نامی ایک مقام پر جمع ہوئے جو کہ مکہ سے باہر ایک بلند جگہ ہے اور یہاں پر ان لوگوں نے عہد کیا کہ اس نوشتہ معاہدے کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے جس کی رو سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب تکلیف میں ہیں۔ اس طرح ایک طرف تو حق تعالیٰ نے دشمنوں کی صفوں میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی محصورین کے لئے ہمدرد پیدا کئے۔ دوسری طرف حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو مطلع فرما دیا کہ وہ نوشتہ معاہدہ تو دیمک چاٹ گئی اس پر صرف اللہ کا نام ہی باقی بچا ہے۔ لہٰذا آپؐ نے فوری طور پر اپنے بزرگ چچا ابوطالب سے کہا۔

"اے چچا! اللہ نے دیمک کو نوشتۂ قریش پر غالب کر دیا اس نے جتنے اللہ کے نام تھے وہ تو چھوڑ دیئے اور جتنے ظلم، زیادتی، رشتے توڑنے اور بہتان کی باتیں تھیں اس نے اس میں سے سب نکال ڈالیں۔"

ابوطالب نے دریافت کیا۔ "اے بھتیجے! کیا آپ کے پروردگار نے آپؐ کو اس بات کی اطلاع دی ہے؟" آپؐ نے جواباً عرض کیا۔ "نعم (جی ہاں)" جب

۔ اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا۔ "اُف تم سے تو دل پک گیا کیا مجھے یہ خبر دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا (بعد مرنے کے) حالانکہ مجھسے پہلے بہت سی نسلیں گذر چکی ہیں (اور ان میں سے کوئی زندہ نہ ہوا)" ماں اور باپ اللہ کی دہائی دے کر کہتے ہیں۔ "ارے بد نصیب مان جا اللہ کا وعدہ سچا ہے" مگر وہ (یہی) کہتا ہے۔ "یہ سب اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔" یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں ان لوگوں کے ساتھ (اللہ کا) قول پورا ہو کر رہا جو ان سے قبل جنات اور انسانوں میں گذر چکے ہیں سب بے شک یہی لوگ گھاٹے میں رہ جانے والے ہیں۔ (۴۶/۱۸-۱۷)

ابو طالب نے آپؐ کی بات کا یقین کر لیا تو کہنے لگے "واللہ پھر تو تم پر کوئی فتحیاب نہیں ہو سکتا" اور اس کے بعد ابو طالب حرم کعبہ کی طرف چل پڑے۔ جونہی حرم کعبہ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ زہیر بن اُمیہ با آوازِ بلند کہہ رہا تھا۔ "اے مکہ والو! یہ کہاں تک درست ہے کہ ہم تو کھانا کھائیں اور کپڑے پہنیں اور بنی ہاشم مرتے رہیں، قسم ہے اللہ کی کہ میں اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ غیر منصفانہ معاہدہ کو چاک نہ کر دیا جائے۔" زہیر کے قریب ہی اس کے دیگر مذکورہ ساتھی ہشام بن عمرو، مطعم، ابو البختری اور زمعہ بھی موجود تھے۔ ابو جہل کچھ فاصلے پر تھا اور وہ زہیر کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا "تو جھوٹا ہے۔ معاہدہ ہرگز چاک نہیں کیا جائے گا۔" اسی کشمکش میں ابو طالب بھی پہنچ گئے۔ زمعہ نے بھی ابو جہل سے کہا۔ "تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے کیونکہ جب معاہدہ لکھا گیا ہم نے کوئی رضامندی ظاہر نہیں کی۔" ابو البختری، مطعم اور ہشام نے بھی اسی طرح کی باتیں معاہدے کے خلاف کہیں۔ یہ لوگ اپنی کہہ رہے تھے اور ابو جہل اپنی کہہ رہا تھا۔ یہی شور و غل سُن کر دیگر مشرکین بھی جمع ہو گئے۔ ابو طالب نے موقع دیکھ کر کہا۔

"اے گروہِ قریش! میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے لکھے ہوئے معاہدہ پر دیمک غالب آگئی ہے اور صرف وہ حصہ باقی ہے جس پر اللہ کا نام لکھا ہے۔ شرائط

—— اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں تاکہ اللہ ان کے اعمال کی جزا پوری دے۔ اور ان پر ظلم کسی طرح کا بھی نہ ہوگا۔

—— اور جس روز کافر آگ کے سامنے لائیں جائیں گے، ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کا خوب مزہ اٹھا چکے، سو آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس لئے کہ تم حکم عدولی (اللہ کے احکام کے خلاف) کرتے تھے۔

—— اور (اے نبیؐ!) آپ ذکر کیجئے قوم عاد کے بھائی (حضرت ہودؑ) کا جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا سرزمینِ احقاف (ریت کے تودوں کی بستی) میں۔ اور ان سے پہلے اور ان سے پیچھے بھی ڈرانے والے گذر چکے ہیں اس بات سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (ورنہ مجھے اندیشہ ہے تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔ (۴۶/۲۱-۱۹)

کے حصے ختم ہو چکے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ہمارے قطع تعلق سے باز آجاؤ۔ اور اگر میرا بھتیجا (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے تو میں اس کو تمہارے حوالے کرتا ہوں۔"

ابو طالب کی بات سن کر مشرکین نے کہا "ہم اس پر راضی ہیں" لہٰذا اسی بات پر اُن کے اور ابو طالب کے درمیان عہد و پیمان ہو گیا۔ خانہ کعبہ کا تالا کھول کر جب مشرکین اپنا لکھا ہوا معاہدہ لائے تو حیرت بدنداں رہ گئے۔ باسمک اللّٰھم کے الفاظ کے علاوہ معاہدہ کی جملہ شرائط کے الفاظ غائب تھے جن کو دیمک نے چاٹ چاٹ کر ختم کر دیا تھا —— ابو طالب نے مسرت سے نعرۂ آفرین بلند کیا۔ زبیر، ہشام، مطعم، ابوالبختری اور زمعہ بھی مسرور تھے لیکن ابوجہل اور اس کے ساتھی مشرک حیران و پریشان۔ پوری وادیٔ مکہ میں ہلچل مچ گئی قطع تعلق کا معاہدہ ختم ہو کر داستانِ پارینہ بن گیا۔ لیکن مشرکین قریش کی طرف سے ہادیٔ مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت

وہ لوگ (قومِ عاد) بولے۔ "تو کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو" تو پھر ہم پر لے آؤ وہ (عذاب) جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔ انہوں (حضرت ہودؑ) نے فرمایا۔ "اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیام پہنچاتا ہوں۔ البتہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑے جاہل لوگ ہو۔" (۴۶/۲۳-۲۲)

جوں کی توں ہی رہی۔ مشرک اپنی سازشوں میں بہر طور لگے ہوئے تھے اور قدرت اپنا کام کر رہی تھی اس ظالم معاہدہ کو لکھنے والا منصور بن عکرمہ تھا جس کا ہاتھ اس طرح شل ہوا کہ حرکت بھی نہ کر سکتا تھا اس ظالم کے لئے تو یہ سزا تھی اور دوسروں کے لئے عبرت کہ اب بھی مقامِ مصطفےٰؐ کو سمجھیں اور اُن کی مخالفت سے باز آجائیں۔

عام الحزن (غم کا سال)

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامیابی نے جہاں بنی ہاشم کے وقار کو بلند سے بلند تر کیا تھا وہیں مشرکینِ قریش کے دلوں میں جذبۂ انتقام بھی شدید سے شدید تر ہو گیا تھا۔

محاصرہ ختم ہوئے کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ ابوطالب وفات پا گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ایک سانحۂ عظیم تھا۔ چونکہ ابوطالب آپؐ کے ایک ایسے شفیق چچا تھے جنہوں نے آپؐ کے عہدِ طفولیت ہی سے باپ کی طرح آپؐ کی پرورش، تربیت اور نگہداشت کی تھی۔ اور گذشتہ دس سالوں سے تو ان کا وجود آپؐ کے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتا تھا۔ ابوطالب کے اسلام قبول کرنے کی بابت اختلاف ہے۔ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابوطالب آپؐ پر اپنی جان چھڑکتے تھے۔ آپؐ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا مخالف بنا لیا تھا حالانکہ پورے عرب میں آپ محترم تھے۔ آپؐ ہی کی خاطر طویل عرصہ تک محصوری کو گوارا کیا کہ بنی ہاشم کے لوگ دانے دانے کو ترس گئے۔ ابوطالب نے

——— پھر جب ان لوگوں نے عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو بولے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ (لیکن قدرت نے کہا) "نہیں بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہوا کا طوفان ہے جس میں دردناک عذاب چلا آرہا ہے۔ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گا۔" آخر کار ان کا یہ حال ہوا کہ ان کے مکانات کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہم مجرموں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ (۲۴-۲۵/۴۶)

اپنے جگر گوشوں جعفرؓ، عقیلؓ اور علیؓ کو آپؐ کی راہ اختیار کرنے سے کبھی نہ روکا بلکہ ان کے مقابلے میں وہ آپ ہی کو ترجیح دیتے تھے۔ اختلاف کی بات صرف ابو طالب کے آخری لمحات ہی کی ہے۔

ابو طالب کی وفات کا جب وقت بالکل ہی قریب آگیا تو ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب گئے اور کہا "اے چچا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہیے تاکہ میں اللہ کے یہاں آپ کے ایمان کی شہادت دوں۔" ابو جہل اور ابن ابی امیہ بھی وہیں بیٹھے تھے کہنے لگے "ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے۔" ابو طالب خاموش رہے پھر کہنے لگے "میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں۔" اس پر حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کروں گا جب تک کہ اللہ مجھے اس سے منع نہ کر دے۔" مسلم اور بخاری کی اس روایت کے آخری راوی مسیبؓ ہیں جو کہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اور ابو طالب کی وفات کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ لیکن اس کے برخلاف دوسری روایت ابن اسحاق کی ہے کہ مرتے وقت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے اور حضرت عباسؓ کے بیان کے مطابق انہوں نے کان لگا کر سنا تو ابو طالب کی زبان پر وہی کلمہ تھا جو کہ ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کے لئے کہا تھا۔ لہٰذا انہوں نے آپؐ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابو طالب وہی پڑھ رہے ہیں۔"

—— اور ہم نے ان لوگوں کو وہ کچھ دیا تھا جو تم لوگوں کو نہیں دیا۔ ان کو ہم نے کان، آنکھیں اور دل سب کچھ دے رکھے تھے (یعنی ذوق وبصیرت، شعور و فہم) مگر نہ وہ کان اُن کے کسی کام آئے، نہ آنکھیں، نہ دل کیونکہ وہ اللہ کی آیات کے منکر تھے اور اسی چیز نے ان کو آگھیرا جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔
—— اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو غارت کر دیا (اسی جرم کی سزا میں)۔ اور ہم نے اپنی نشانیاں بھی طرح طرح سے بیان کر دی ہیں کہ شاید وہ (منکرین) باز آجائیں (کفر، شرک اور رسولؐ کے جھٹلانے سے)۔
(۴۶/۲۷-۲۶)

بہر حال یہاں یہ بحث مقصود نہیں کہ ابو طالب دم نکلتے نکلتے مسلمان ہوئے یا نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ آپؐ پر انتہائی مہربان اور شفیق تھے اور ان کی وفات سے آپؐ کو صدمۂ عظیم ہوا۔ لیکن ابھی آپؐ اس سانحہ کو بھلا بھی نہ پائے تھے کہ آپؐ کی رفیقِ حیات حضرت خدیجہؓ بھی اپنے مالک حقیقی کی طرف رجعت فرما گئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمرِ مبارک ۶۵ برس تھی۔ مکہ کے مقام حجون میں دفن کی گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو قبر میں اتارا۔ اس وقت تک نمازِ جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔

ان دونوں بزرگ ہستیوں کی وفات آپؐ کے لئے ملال کا باعث تھی اور آپؐ کے دشمن خوش ہو رہے تھے کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ اکیلے رہ گئے۔ ان کے حمایتی ان سے جدا ہو گئے۔ ان ظالموں کے حوصلے اس درجہ بڑھ گئے کہ آپؐ کے ساتھ دست درازی تک کرنے لگے۔ آپؐ کے گھر پر آتے جاتے پتھر پھینکتے۔ ایک دن آپؐ مکہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک اوباش کافر نے پہلے سے جمع کیا ہوا کوڑا کرکٹ آپؐ کے اوپر اس طرح پھینکا کہ آپؐ کا سر مبارک کوڑے کرکٹ سے بھر گیا۔ آپؐ اسی طرح خاموشی کے ساتھ گھر تشریف لے گئے آپؐ کی صاحبزادی نے جو یہ حالت آپؐ کی دیکھی تو روہانسی ہو گئیں۔ فوراً پانی لے کر آپؐ کا سرِ مبارک دھلانے لگیں۔ سیدہ سرِ اقدس پر پانی ڈال رہی تھیں اور آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ضبط نہ کر سکیں تو رونے لگیں۔ آپؐ بار بار بیٹی سے

— پھر کیوں نہ ان ہستیوں نے ان کی مدد کی جنہیں اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے اللہ کی قربت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبود بنا لیا تھا۔ وہ (جھوٹے معبود) تو الٹے ان سے غائب ہو گئے۔ اور یہ محض ان کی بنائی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات تھی۔

(اے حبیبؐ!) اور (اس وقت کا ذکر کیجئے) جب جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے۔ غرض جب وہ لوگ آپ کے پاس پہنچے تو آپس میں (ایک دوسرے کو) کہا۔ "خاموش رہو۔" پھر جب وہ (قرآن) پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف گئے۔ (۴۶/۲۹-۳۰)

فرماتے۔ "اے میری بیٹی نہ رو۔ اللہ تمہارے باپ کے ساتھ ہے وہی اس کی مدد کرے گا۔"

آپؐ کے ساتھ اہلِ طائف کا ظالمانہ سلوک

جب حالات اس درجہ خراب ہو چلے اور بات خون خرابے تک پہنچ گئی تو محسنِ انسانیت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ مکہ سے باہر کسی اور مقام پر جا کر قیام کیا جائے اور اگر حالات اجازت دیں تو اپنے رفقائے کرام کو بھی وہیں بلا لیں جو مشرکینِ قریش کے ہاتھوں مسلسل ظلم و ستم سے پسے جا رہے تھے۔ لہٰذا اسی مقصد کے پیشِ نظر آپؐ نے طائف کا سفر کیا۔ کم و بیش ساٹھ میل کی طویل اور دشوار گذار پہاڑی مسافت پا پیادہ طے کر کے وہاں پہنچے۔ طائف بنی ثقیف کے بڑے بڑے امراء اور اربابِ اثر کا مسکن تھا جن میں عمیر کے خاندان کو سب پر فضیلت حاصل تھی اور یہی لوگ رئیس القبائل تھے۔ یہ خاندان تین بھائیوں پر مشتمل تھا عبد یالیل، مسعود اور حبیب عمرو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست ان تینوں بھائیوں کے پاس پہنچے اور انہیں اللہ کی جانب سے دعوتِ حق پیش کی۔ لیکن یہ تینوں بھائی انتہائی متکبر اور خود سر نکلے۔ ان ظالموں کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ عرب کے رسم و رواج کے مطابق آپؐ کی تواضع کرتے یا اپنی شرافت اور مہمان نوازی کا ہی اظہار کرتے۔ اور پھر نو وارد

انہوں نے جاکر کہا۔ "اے ہماری قوم والو! ہم ایک کتاب سُنکر آئے ہیں جو موسٰی کے بعد نازل کی گئی ہے۔ تصدیق کرتی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی فرماتی ہے حق اور سیدھی راہ کی طرف۔ اے ہماری قوم والو!! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں محفوظ رکھے گا عذابِ دردناک سے۔ (۴۶/۳۱-۳۰)

اُن سے کچھ مال و متاع طلب کرنے تو نہیں آیا تھا۔ آپؐ کی دعوتِ حق سُن کر ایک بھائی بولا۔ "اگر اللہ نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کا غلاف ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا" دوسرا کہنے لگا۔ "کیا اللہ کو رسول بنا کر بھیجنے کے لئے تمہارے علاوہ کوئی اور نہ ملا تھا" تیسرا بھائی کہنے لگا۔ "واللہ! میں تم سے کبھی گفتگو نہ کروں گا۔ اگر حقیقت میں تم اللہ کی طرف سے رسول ہو جیسا کہ تم کہتے ہو تو اس لحاظ سے تم بہت خطرناک شخص ہو اور تم سے بات کرنے اور جواب دینے میں خطرہ ہے ___ اور اگر تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو تو مجھ پر لازم ہے کہ میں تم سے بات نہ کروں۔"

ہادی برحق محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم امن کا پیغام لے کر امن کی تلاش میں آئے تھے اور یہاں بھی باطل اپنے غرور میں اندھا ہو رہا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے فیصلہ کیا کہ اس مقام سے اسی خاموشی کے ساتھ لوٹ جائیں جس خاموشی کے ساتھ آپؐ تشریف لائے تھے۔ آپؐ نے ان تینوں بھائیوں سے فرمایا۔ "آپ نے جو کچھ مجھ سے کہا اور جو کچھ آپ نے محمدؐ سے سُنا ہے اس کو ہم لوگ اپنی ہی حد تک رکھیں۔" اور یہ کہہ کر آپؐ نے ان سے رخصت چاہی۔

لیکن بنی ثقیف کے ان تینوں سربر آوردہ بھائیوں نے اخلاقی پستی کا وہ مظاہرہ کیا جو جملہ انسانیت کے لئے باعثِ شرم تھا۔ مہمان نوازی اور تواضع کا تو سوال ہی کیا تھا۔ ان ظالموں نے اپنے یہاں کے غلام اور بدمعاش لوگوں کو آپؐ

___ اور جو کوئی اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا کہنا نہ مانے گا تو (اچھی طرح سمجھ لو کہ) وہ زمین میں کہیں بھی (اللہ کے) قابو سے نکل کر جا نہیں سکتا۔ اور نہ اس کے کوئی ایسے حامی و سرپرست ہیں کہ اللہ سے اس کو بچالیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۴۶/۳۲)

کے پیچھے لگادیا اور آپؐ کے خلاف طرح طرح سے اشتعال دلایا۔ وہ آپؐ کے پیچھے پیچھے آوازے کستے، گالیاں دیتے اور ہنسی مذاق اڑاتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی طائف کے بازاروں میں گھومنے پھرنے والے بھی آپؐ کے خلاف صف آرا ہو گئے کہ آپؐ جس طرف سے گزرتے اسی طرف سے غل غپاڑہ کرتے۔ چند شہدوں نے آپؐ کے اوپر پتھراؤ بھی شروع کر دیا جس سے آپؐ کے جسم کے حصے حصے پر زخم ہو گئے۔ خون بہہ بہہ کر آپؐ کی جوتیوں میں بھرنے لگا۔ آپؐ اس پتھروں کی بارش میں بچتے بچاتے کسی طرح شہر کی حدود سے باہر نکل گئے تو ان ظالموں سے نجات ملی۔ جسم سے خون بہہ رہا تھا نہ کوئی ہمدرد تھا اور نہ کوئی جائے پناہ۔ ایک باغ کی دیوار کے زیرِ سایہ بیٹھ گئے۔ غریب الوطن، غریب الدیار، بے سہارا، بے یار و مددگار، ظلم اور تشدد کا شکار۔ طبیعت مضمحل اور پریشان۔ بارگاہِ رب العالمین میں رجوع ہوئے عرض کیا: "اے اللہ! میں اپنی کمزوری، ضعفِ تدبیر اور لوگوں میں اپنی ذلت کی شکایت تجھی سے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین!! تو کمزوروں کا پروردگار ہے تو میرا بھی پروردگار ہے تو کس کے حوالے کر رہا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو ان مصائب کی میں پروا نہیں کرتا۔ تیری حمایت میرے لئے بہت زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے اس نور کا واسطہ دے کر جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو گئی ہیں اور جس پر دنیا اور آخرت کا مدار ہے اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غصہ اور غضب مجھ پر نازل ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی کی طلب ہے حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور تیرے سوا کسی میں نہ کوئی ضرر دور کرنے کی قوت ہے اور نہ نفع حاصل کرنے کی۔"

اسی عالمِ کرب میں دیوار کے زیرِ سایہ بیٹھے تھے کہ باغ کے مالکان عتبہ اور شیبہ

— اور کیا ان لوگوں کو یہ نہیں سجھائی دیتا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے (ذرا بھی) نہ تھکا وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۴۶/۳۳)

نے اپنے بالا خانہ سے آپؐ کو دیکھا ممکن ہے کہ وہ طائف کے شہدوں کی پتھر بازی بھی دیکھ چکے ہوں۔ بہر صورت آپؐ کی حالتِ زار پر انہیں رحم آیا اپنے نصرانی غلام عداس کو حکم دیا کہ انگور کے خوشے ایک طباق میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جائے جو باغ کی دیوار کے سہارے بیٹھا ہوا ہے۔ عداس اپنے مالکان کے حکم کے مطابق انگور کے خوشے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپؐ کچھ انگور کھائیں۔ اس کی آواز میں ادب تھا، نرمی تھی اور ایک طرح کی محبت۔ آپؐ نے اس کی طرف نظر ڈالی اور پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے ہوئے کچھ انگور طباق میں سے اٹھا لئے۔ نصرانی غلام یہ الفاظ سنتے ہی چونکا، کہنے لگا۔ "واللہ! اس جملے کو یہاں کے رہنے والے نہیں بولتے۔" آپؐ نے اس سے سوال کیا۔ "تم کس بستی کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔؟" عداس نے جواب دیا۔ "نصرانی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔" آپؐ نے فرمایا۔ "کیا اس نیک شخص کی بستی کے ہو جس کا نام یونس بن متی تھا۔" عداس کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہنے لگا۔ "مگر آپؐ کو کیا معلوم کہ یونس بن متی کون تھا" آپؐ نے جواب دیا۔ "وہ میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔" آپؐ کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ سنتے ہی عداس نے آپؐ کے سرِ مبارک، ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا۔ عتبہ اور شیبہ بالاخانے میں بیٹھے اپنے نصرانی غلام کی یہ عجیب حرکات دیکھ رہے تھے جونہی وہ واپس پہنچا کہنے لگے۔ "اوے کمبخت عداس! تجھ کو کیا ہو گیا کہ تو اس شخص کے سر اور ہاتھ پیر چوم رہا تھا" اس نے دست بستہ عرض کیا۔ "اے میرے آقا! اسؐ سے بہتر شخص روئے زمین پر کوئی نہیں ہو سکتا۔" لیکن دولت کے نشہ میں چور وہ مشرک اس کی بات کب سمجھ سکتے تھے۔

آپؐ اسی عالمِ کرب میں مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ قرن المنازل کے قریب پہنچے

اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے اس وقت ان سے دریافت کیا جائے گا۔ "کیا یہ حق نہیں ہے؟" تب وہ کہیں گے "ہاں ہمارے پروردگار کی قسم (یہی حق ہے)" پھر ارشادِ ربانی ہوگا۔ "تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا جو تم کرتے رہے تھے۔" (۴۶/۳۴)

تھے کہ آسمان پر بادل چھایا ہوا معلوم ہوا نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ سامنے تھے کہنے لگے۔ "آپؐ کی قوم نے جو کچھ آپؐ کو جواب دیا ہے اللہ نے اسے سن لیا۔ اب یہ پہاڑوں کا منتظم فرشتہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہے۔" دوسرے فرشتے نے عرض کیا۔ "آپؐ فرمائیں تو دونوں طرف کے پہاڑ ان لوگوں پر الٹ دوں۔" آپؐ نے فرشتوں کی باتیں سنیں اور کہا۔ "نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ان ہی کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں گے۔"

اللہ اکبر! آپؐ کی شانِ رؤف و رحیمی۔ بھول گئے کہ جسم کے زخموں سے خون رس رہا ہے یا آپؐ سے بدسلوکی بھی ہوئی تھی۔

واپسی میں نخلہ کے مقام پر پہنچے تو رات ہو چلی تھی وہیں آپؐ نے قیام فرمایا۔ شب کا کوئی وقت تھا اور آپؐ اللہ کے حضور نماز میں مصروف تھے۔ رات کی تاریکی، اجنبی اور پُرسکوت ماحول جیسے آبادی کے ساتھ ساتھ کائنات بھی محوِ خواب تھی۔ اللہ تھا اور اس کے حضور اس کا حبیبؐ، اس کا برگزیدہؐ اور اطاعت گذار بندہؐ اسی کا کلام قرأت فرما رہا تھا۔ اس دوران چند اجنّا کا گذر ہوا تو رک گئے۔ ایسا شیریں اور دلگداز کلام اور وہ بھی حبیبِ ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی انہوں نے کہاں سُنا تھا۔ آپس میں چہ میگوئیاں ہوئیں تو ہر ایک نے ایک دوسرے کو کہا۔ "خاموش ہو جاؤ۔"

اور پھر جب تک آپؐ قرآنِ حکیم کی آیات قرأت فرماتے رہے وہ سنتے

(پس اے حبیبؐ !) آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔ اور ان (منکرین) کے معاملے میں جلدی نہ کیجئے۔ جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو انہیں یوں معلوم ہوگا کہ جیسے دنیا میں دن کی ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ پیغام پہنچا دیا گیا، اب کیا نافرمان لوگوں کے سوا اور کوئی ہلاک ہوگا ؟

(۴۶/۳۵)

رہے۔ پھر ایمان بھی لے آئے اور اپنی قوم میں واپس جا کر پیغامِ حق کی تفصیلات بھی بیان فرمائیں۔

درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات نمبر ۲۹ تا ۳۲ میں اسی واقعۂ نخلہ کی طرف اشارۂ ربانی ہے جو طائف سے واپس آتے ہوئے آپؐ کو پیش آیا۔

(بحوالہ ابن ہشام، ابنِ کثیر، طبری، طبقات ابن سعد۔ بخاری، مسلم کتاب المغازی، نسائی اور سیرت النبی)

سورۃ الذٰریٰت (پ ۲۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے (گرد) اڑانے والی ہواؤں کی، پھر بوجھ لدے بادلوں کی، پھر نرم رفتار چلنے والی کشتیوں کی، پھر چیزیں تقسیم کرنے والے فرشتوں کی کہ تم (لوگوں) سے جس چیز (قیامت) کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور بے شک انصاف ضرور ہوتا ہے۔

— قسم ہے آرائش والے آسمان کی (کہ آخرت کے بارے میں) تمہاری باتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس (قرآن) سے وہی پھرتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے۔

— مارے جائیں دل سے تراشنے والے جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ آخر وہ روز جزا کب ہو گا؟ (۵۱/ ۱۲-۱)

طائف سے واپسی پر اہلِ مکہ کا آپؐ کے ساتھ سلوک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس آتے ہوئے نخلہ میں چند یوم قیام فرمایا چونکہ سفر کی تکان بھی تھی اور ان زخموں کی کسک بھی تازہ تھی جو طائف میں ظالموں کے ہاتھوں آپؐ کو پہنچے تھے۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس سفرِ طائف میں حضرت زید بن حارثہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے لیکن مزید تفصیلات اس کی شہادت مہیا کرنے سے قاصر ہیں اس کے برخلاف آپؐ کی مستقل مزاجی اور ایمان وایقان کی مضبوطی اس امر کا ثبوت ہیں کہ یہ سفر آپؐ نے تنِ تنہا ہی کیا ہو گا۔ بہرحال اب مکہ کی طرف واپس آتے ہوئے حالات کا رنگ کچھ اور تھا۔ آپؐ مشرکینِ مکہ کی زیادتیوں سے بیزار ہو کر تلاشِ امن میں طائف تشریف لے گئے تھے لیکن طائف کے لوگ ان سے کہیں زیادہ ظالم اور بے رحم ثابت ہوئے تھے۔ اس بات کا بھی قوی امکان تھا کہ طائف کے لوگوں نے آپؐ کی طائف میں آمد اور آپؐ کے ساتھ کئے جانے

— (روزِ جزا) اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) اب چکھو مزا اپنے فتنے کا جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

— (اور اس روز) بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ جو ان کا پروردگار انہیں دے گا اسے خوشی سے لے رہے ہوں گے۔ بے شک وہ اس دن کے آنے سے پہلے نیکوکار تھے۔ راتوں کو کم ہی سوتے تھے اور پچھلی رات میں توبہ کرتے معافی مانگتے تھے اور ان کے مال میں حق رہتا تھا سوالی اور غیر سوالی کا۔

— اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لئے۔ اور خود تمہاری (اپنی) ذات میں بھی۔ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اور آسمان میں تمہارا رزق بھی ہے اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

— سو قسم ہے آسمانوں اور زمین کے پروردگار کی کہ یہ (قرآن) برحق ہے (اسی طرح) جیسے کہ تم بات چیت کر رہے ہو۔ (۵۱/۲۳-۱۳)

والے سلوک سے اہلِ مکہ کو بھی مطلع کر دیا ہو یا مشرکین مکہ کو کسی اور ذریعے سے اطلاع مل چکی ہو۔ جس کی بنا پر ان کے حوصلے پہلے سے زیادہ بلند ہو گئے ہوں۔ ان ہی خدشات کے پیشِ نظر آپؐ نے یہ مناسب سمجھا کہ مکہ میں داخل ہونے سے قبل عرب رسم و رواج کے مطابق کسی بڑے سردار کی حمایت حاصل کر لی جائے تاکہ بگڑتے ہوئے حالات کا تدارک کیا جا سکے۔

عربوں میں طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی سے پناہ کا طلبگار ہوتا تو وہ شخص خواہ اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہوتا پناہ دینے سے انکار نہ کرتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کو ابن الدغنہ نے پناہ دی تھی یا حبشہ سے واپس آئے ہوئے مسلمانوں نے مشرکین رشتہ داروں سے پناہ لے رکھی تھی۔ بہرحال یہ اس زمانے کی ریت تھی اور اس کی حقیقت ایک مسلّمہ قانون کی سی تھی۔ اگر کسی کی پناہ میں آئے

(اے حبیبؐ!) کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت پہنچی ہے؟
جب وہ ان کے پاس آئے تو کہا۔ "آپ کو سلام ہے"۔ انہوں نے (بھی) کہا۔
"آپ لوگوں کو بھی سلام ہے۔" یہ (ان کے لئے) انجان لوگ تھے۔ پھر آپ
اپنے گھر کی طرف چلے اور (تواضع کے لئے) ایک فربہ بچھڑا (بھنا ہوا) لے آئے۔
پھر اسے ان کے پاس لاکر رکھا، اور کہا۔ "آپ کھاتے کیوں نہیں؟" پھر آپ اُن
سے دل (ہی دل) میں ڈرنے لگے۔ وہ بولے۔ "آپ ڈریئے نہیں۔" اور (پھر)
ان کو ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کی بشارت دی۔ یہ سن کر ان کی بیوی چیختی ہوئی
آگے بڑھی اور اس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہنے لگی۔ "بڑھیا، بانجھ کے اور
اولاد؟" وہ بولے۔ "آپ کے پروردگار نے یہی کچھ فرمایا ہے وہ بڑا حکمت
والا بڑا علم والا ہے۔ ابراہیم نے کہا۔ "تمہیں کونسی بڑی مہم در پیش ہے اے
(آسمانی) قاصدو!" وہ بولے۔ "ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ
ہم ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسائیں جو آپ کے پروردگار کے ہاں سے نشان زدہ
ہیں حد سے گذر جانے والوں کے لئے۔" (۵۱/۲۴-۳۴)

ہوئے شخص پر کوئی دوسرا حملہ آور ہوتا تو پناہ دینے والے کا یہ ملّی فریضہ ہوتا کہ وہ اس
کی مدد کو آئے۔

لہٰذا ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر حرا
تشریف لے گئے اور وہاں کے سردار مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا وہ آپؐ
کو اپنی پناہ دینے کے لئے تیار ہے۔ مطعم نے آپؐ کو اپنی پناہ میں لینا منظور کر لیا
اور اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا۔ "ہتھیار لگا کر فوری حرم کعبہ میں جاؤ۔" بعدہٗ حضور رسولِ
معظم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے۔ مطعم بھی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آگیا
اور حرم کے پاس آکر باآواز بلند اس نے اعلان کیا۔ "اے لوگو! سن لو کہ آج سے میں
نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابن عبداللہ کو پناہ دی ہے۔ کوئی شخص ان پر حملہ نہ کرے۔"

—— تو ہم نے جتنے اہلِ ایمان تھے ان کو وہاں سے نکال لیا۔ سو ہم نے وہاں ایک گھر کے علاوہ کوئی گھر مسلمانوں کا نہ پایا۔ اور ہم نے (اس واقعہ میں) نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

—— اور موسیٰ (کے قصہ) میں بھی (نشانی ہے) جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس بھیجا (تھا) ایک روشن دلیل دے کر لیکن اس نے اپنی قوت (کے زعم) میں سرتابی کی اور کہنے لگا یہ ساحر یا مجنون ہیں۔ سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور وہ تھا ہی قابلِ ملامت۔

—— اور عاد (کے قصہ میں بھی عبرت ہے) جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر بھی گذرتی تھی اسے ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

—— اور ثمود (کے قصہ میں بھی عبرت ہے) جبکہ ان لوگوں سے کہا گیا کہ کچھ دن اور چین کر لو، پر انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی سو انہیں عذاب نے آپکڑا اس حال میں کہ وہ دیکھتے ہی رہے۔ سو نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے۔ (۵۱/۳۵-۴۵)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مطعم اور اس کے لڑکے اپنے ہتھیار بلند کئے آپؐ کے گرد کھڑے رہے۔ کسی مشرک میں جرأت نہ تھی کہ زبان بھی کھولے۔ بعد میں آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور مطعم اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنے گھر چلا گیا۔

مطعم نے گو حالتِ کفر ہی میں غزوۂ بدر سے قبل وفات پائی لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی یہ خدمت اس درجہ قابلِ ستائش تھی کہ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعرِ حق بیان حضرت حسانؓ نے مرثیہ لکھا۔

مطعم بن عدی کے اعلانِ حمایت کے بعد مشرکینِ قریش آپؐ کے خلاف علی الاعلان تو

—— اور (ان سے) بہت قبل قومِ نوح (کا بھی یہی حال ہو چکا تھا) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

—— اور ہم نے آسمان کو دستِ قدرت سے بنایا اور ہم بے شک وسیع قدرت والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کے دو دو جوڑ بنائے تاکہ تم دھیان کرو۔

—— پس (اے لوگو!) تم اللہ ہی کی طرف دوڑو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود قرار نہ دو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صاف ڈر سنانے والا ہوں۔
(۵۱/۵۱-۴۶)

کچھ نہ کر سکتے تھے لیکن درپردہ ان کی ریشہ دوانیاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔ ابوجہل، ابولہب اسود بن عبد یغوث، امیہ بن خلف اور نضر بن حارث روز آپؐ کے خلاف منصوبے بناتے کہ کسی طرح آپؐ بیزار ہو کر مکہ چھوڑ دیں یا اپنے دین کی تبلیغ سے رک جائیں۔ رات کی تاریکی میں آپؐ کے گھر کے ارد گرد کانٹے بچھوا دیتے کہ آپؐ جب بھی باہر تشریف لائیں تو آپؐ کو ایذا پہنچے۔ جب آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تو شور و غل کرتے آوازے کستے۔ کبھی چھوٹے چھوٹے بچوں کے غول آپؐ کے پیچھے لگا دیتے کہ وہ تالیاں پیٹتے اور مذاق اڑاتے۔ اور یہ کہتے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بچے تو ناسمجھ ہیں۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن محسنِ انسانیت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سردارانِ قریش بھی ایک طرف بیٹھے مصروف گفتگو تھے۔ ابوجہل نے جو آپؐ کو سجدہ ریز دیکھا تو کہنے لگا۔ "کاش! اس وقت کوئی ان کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی لا کر رکھ دے،،۔ عتبہ یہ سن کر فوری اٹھا اور تازہ ذبح کئے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی جس کی آنتیں غلاظت سے بھری تھیں لا کر آپؐ کی گردن پر ڈال دی جبکہ آپؐ حالت سجدہ میں ہی تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر ظالم اس قدر مسرور تھے کہ مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے۔ کسی نے جا کر یہ خبر آپؐ کے گھر پہنچا دی۔ حضرت خدیجہؓ تو اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ یہ خبر سنتے ہی تڑپ گئیں۔

—— اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے جادوگر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ مرے ہیں۔ نہیں، بلکہ یہ لوگ (سب کے سب) سرکش ہی ہوئے ہیں۔ سو (اے حبیبؐ!) آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیجئے کیونکہ آپ پر کچھ الزام نہیں۔ اور (انہیں) سمجھاتے رہیئے کیونکہ ایمان والوں کو سمجھانا نفع دیتا ہے۔
(۵۱/۵۵-۵۲)

آپ کی عمر مبارک چھ سات برس رہی ہوگی دوڑی دوڑی حرم میں تشریف لائیں اور باپؐ کے اوپر سے اوجھڑی ہٹائی۔ عتبہ قریب ہی کھڑا ہنس رہا تھا اس کو بددعائیں دیں۔

یہی شب و روز تھے کہ درج بالا آیاتِ ربانی کا نزول ہوا اور انسان کو دعوتِ فکر دی گئی کہ وہ اپنی ہٹ دھرمیوں سے باز آجائے اور اپنی آخرت خراب نہ کرے۔ جس دن انسان کو اپنے ایک ایک فعلِ بد کا جواب دینا ہوگا اور اس دن اس کے پچھتائے بھی کچھ نہ ہوگا۔ آگے کی آیات میں نیک اور صالح لوگوں کا بھی تذکرہ کیا گیا جو رات کی تاریکی میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریز رہتے ہیں، اپنے گناہوں اور بداعمالیوں پر نادم ہو کر مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنے اموال میں سے سوالی اور غیر سوالی ہر ایک کی مدد کرتے رہتے ہیں —— اور یہی وہ راہِ حق تھی جس کی طرف ہادی مرسل نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین کو دعوت دے رہے تھے لیکن وہ ظالم تو آپؐ کی تکذیب کرنے اور آپؐ کا مذاق اڑانے پر کمربستہ تھے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کی آمد کا تذکرہ فرمایا جو ایک مغضوب قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ پھر قومِ فرعون قومِ ثمود اور قومِ عاد کا بھی تذکرہ کیا جنہوں نے اپنے کبر و غرور کی بنا پر دعوتِ حق کو اسی طرح جھٹلایا تھا جس طرح مشرکینِ قریش آپؐ کو جھٹلا رہے تھے۔ لیکن یہ ظالم نہ ان باتوں کو سنتے تھے اور نہ ان سے عبرت پاتے تھے۔ لہٰذا درج بالا آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے حبیبؐ آپ اگر ان کی طرف سے منہ پھیر لیں ان کی

— اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اس غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلایا کریں۔ بے شک اللہ تو خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے، قوت والا مضبوط ہے۔

— بے شک ان ظالموں کے لئے عذاب کی ایک باری ہے جس طرح ان جیسے لوگوں کی باری تھی۔ سو یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ کریں۔ غرض انکارِ حق کرنے والوں کے لئے اس دن سے بڑی خرابی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

(۵۱/۶۰ تا ۵۶)

طرف توجہ نہ بھی کریں تو آپؐ کے اوپر کوئی الزام نہ ہو گا اس لئے کہ آپؐ تو اپنا فریضہ انجام دے چکے ان کو دعوتِ حق پہنچا چکے لیکن یہی بدبخت ہیں۔ لہٰذا آپؐ ہمارے ان نیک بندوں کو ہی سمجھاتے رہیے جو اہلِ ایمان ہیں اور وہی اس کا نفع پائیں گے —

اور میری عبادت اور راہِ حق سے انکار کرنے والے درحقیقت خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں چونکہ ان کی عبادت سے اور ان کے راہِ حق اختیار کرنے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ اور نفع ان ہی لوگوں کے لئے ہے کہ اس طرح نہ صرف وہ تقاضۂ فطرت کی تکمیل کرتے ہیں بلکہ انسانی عظمت اور سربلندی کے اس رمز کو پا لیتے ہیں جو انسانیت کا مقدر ہے۔

(بحوالہ۔ ابن ہشام، صحیح بخاری، زرقانی، سیرت النبیؐ)

سُورۃ الغاشیۃ (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(اے نبی ؐ) کیا آپ کے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو (ہر طرف) چھا جائے گی۔ (جبکہ) کتنے ہی چہرے اُس روز ذلیل ہوں گے، مصیبت جھیلتے ہونگے۔ تھکے جاتے ہونگے، بھڑکتی آگ میں جھلس رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے چشمے سے انہیں پانی پلایا جائے گا۔ انہیں کوئی کھانا نہ ملے گا مگر خاردار سوکھی گھاس جو نہ فربہی (طاقت) لائے اور نہ بھوک مٹائے۔ کتنے ہی چہرے اس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگذاری پر راضی (خوش) ہوں گے، بلند مقام جنت میں ہوں گے کہ کوئی بیہودہ بات اس میں نہ سنیں گے۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے، اس میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہوں گے اور چنے ہوئے کوزے ہوں گے اور برابر بچھے ہوئے قالین اور (ہر طرف) پھیلی ہوئی چاندنیاں ہونگی۔
(۸۸/۱۶-۱)

آپ ؐ نے قبیلۂ اوس کے وفد کو دعوتِ حق دی

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا جب سے مطعم بن عدی نے اعلان کیا تھا اس وقت سے آپ ؐ پر براہِ راست حملے تو نہ ہوئے تھے لیکن درپردہ مخالفت اور شدید ہوگئی تھی۔ آپ ؐ ان باتوں سے بے نیاز تبلیغ حق میں اسی طرح ہمہ وقت مصروف تھے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ مدینہ میں آباد دو بڑے قبائل اوس اور خزرج کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی، جس میں قبیلۂ اُوس کو شکست ہوئی۔ لہٰذا اوس کے چند بڑے سردار مکہ آئے کہ وہ خزرج کے مقابل قریش کو اپنا حلیف بنائیں۔ ان میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھے اور ابوالحسیں اس وفد سفارت کے قائد تھے۔ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلۂ اوس کے ان لوگوں کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ ؐ بہ نفس نفیس ان کے پاس تشریف لے گئے۔ بعد سلام وعافیت آپ ؐ نے ان لوگوں سے کہا۔ "جس غرض سے آپ لوگ یہاں آئے ہیں اگر میں اس سے بہتر بات آپ کو بتاؤں تو کیا آپ لوگ پسند فرمائیں گے"

(اے نبیؐ!!) یہ لوگ (منکرینِ حق) کیا اونٹ پر نظر نہیں کرتے کہ کیسا بنایا گیا ہے۔ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو کہ کس طرح جمائے گئے ہیں۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔ (اے نبیؐ!!) آپ تو نصیحت کر دیا کیجئے، آپ تو صرف نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر کچھ جبر کرنے والے نہیں۔ (۸۸/۲۲-۱۷)

اہلِ وفد نے دریافت کیا، "وہ کیا ہے"۔ آپؐ نے فرمایا، "پیغامِ حق کہ اللہ ہی صرف عبادت کے لائق ہے وہی نفع و نقصان کا مالک ہے وہی جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اور میں اس کا رسول ہوں تاکہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں"۔ اس کے بعد آپؐ نے توحید اور روزِ قیامت کی مزید وضاحت کی۔ کلامِ ربانی کی چند آیات ان کے سامنے تلاوت فرمائیں۔ اہلِ وفد میں سے ایاس بن معاذ پر آپؐ کی باتوں کا سب سے زیادہ اثر ہوا کہنے لگا۔ "اے میرے رفیقو! بے شک یہ بات اس سے بہتر ہے کہ جس کی تلاش میں ہم یہاں آئے ہیں"۔ ابوالحیس نے جو یہ بات سنی تو بھڑک اٹھا مٹھی بھر کنکریاں ایاس کے منہ پر مارتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم ہم سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ ہم اس کے علاوہ دوسرے کام سے آئے ہیں"۔

قبیلۂ اوس کے اس وفد نے گو آپؐ کا پیغامِ حق قبول نہ کیا لیکن آپؐ کی دعوتِ حق سے ایاس بن معاذ کا قلب ضرور حق آشنا ہو گیا لہٰذا جب وہ مکہ سے اپنے وطن واپس ہوئے تو پیغامِ حق کی رمق بھی ساتھ لیتے گئے۔ اس واقعہ کے بعد اوس اور خزرج کے درمیان جنگِ بعاث ہوئی جس کے کچھ عرصہ بعد اور حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل ایاس بن معاذ ہلاک ہو گئے۔ مستند روایات میں آیا ہے کہ لوگوں نے ان کو بوقتِ موت تہلیل و تکبیر اور اللہ کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے سنا۔

بہرحال ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ پیغامِ حق کی باتیں قبیلۂ اوس کے کانوں تک پہنچ چکی تھیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مشیت اپنا کام کر رہی تھی اور دشمنانِ حق اپنے

— ہاں البتہ جو شخص بھی منہ موڑے گا (دعوتِ ایمان سے) اور انکارِ (حق) کرے گا تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔

— بے شک ان (منکرینِ حق) کو آنا ہمارے ہی پاس ہو گا۔ پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہو گا۔ (۸۸/۲۶-۲۳)

منصوبوں میں مصروف تھے۔ کچھ ہی شب و روز رہے ہوں گے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور حق تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مختار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پھر ایک بار روزِ قیامت کا ذکر فرمایا اور اس طرح منکرینِ حق کو تنبیہ فرمائی کہ وہ پیغامِ حق اور آپؐ کی رسالت کو جھٹلانے سے باز آئیں ورنہ جس روزِ قیامت کی حقیقت کو وہ آج حقارت کے ساتھ ٹھکرا رہے ہیں اس روز وہی حقیر و ذلیل ہوں گے اور عزت و سرفرازی صرف ان لوگوں کو ملے گی جو حق تعالیٰ کے فرمانبردار اور اطاعت گذار بندے ہیں۔

(بحوالہ طبری، سیرت النبیؐ، ابنِ ہشام)

سورۃ الکہف (پ ۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تر حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے اپنے بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں ذرا کجی نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں خوشخبری دے کہ ان کے لئے اچھا ثواب ہے، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک بیٹا بنایا ہے۔ اس (جھوٹی بات) پر کوئی دلیل نہ ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ داداؤں کے پاس تھی۔ کتنا بڑا بول ہے جو کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ یہ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں۔ (اے نبیؐ!) اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی غم میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟ جو کچھ سرو سامان زمین پر ہے اس کو ہم نے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون بہتر ہے عمل کے لحاظ سے ___ اور آخر کار اس سب کو ہم چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔
(۱۸/ ۸-۱)

مشرکین کے آپؐ سے تین سوالات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شفیق چچا ابو طالب کی موجودگی میں جو تحفظ حاصل رہا تھا وہ تو مفقود ہو چکا تھا لیکن مطعم بن عدی کی حمایت مل جانے سے حالات میں ضرور کمی آگئی تھی۔ لیکن در پردہ دشمنی اور بغض برابر پروان چڑھ رہے تھے۔ مشرکین سردار آپؐ کے خلاف اکثر و بیشتر منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ مشرکین کی انجمن آرائی ہوئی۔ خوب دلوں میں بھرے ہوئے غبار نکالے گئے۔ مشورے ہوتے رہے۔ منصوبے بنے کہ کسی نہ کسی طرح محمدؐ ابن عبداللہ اور ان کے دین کو جھوٹا ثابت کیا جائے تاکہ یہ بھی اس کی تبلیغ سے باز آجائیں اور دوسرے لوگ بھی ان کے قریب نہ جائیں۔ کافی دیر بحث و مباحثہ کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ اس سلسلے میں مدینہ کے

— (اے پیغمبرؐ!) کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں کچھ تعجب کی چیز تھے؟۔

— (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جب ان نوجوانوں نے غار میں جاکر پناہ لی، پھر بولے ''اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت (وفضل) عطا فرما اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان کر دے۔''

— سو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک (نیند کا) پردہ ڈالے رکھا۔ پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ ان دونوں گروہوں میں کون گروہ (اس حالت میں) رہنے کی مدّت سے زیادہ واقف ہے۔

— ہم ہی ان کا قصّہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے انہیں ہدایت میں ترقی دی تھی۔ (۱۸/۱۳-۹)

یہودی علماء سے مدد حاصل کی جائے چونکہ وہ اہلِ کتاب ہونے کے باوجود بھی اس نئے دین کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ مشرکین کے اس متفقہ فیصلے کے بموجب نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی محیط جیسے دشمنانِ رسولؐ کو مدینہ روانہ کیا گیا۔ دونوں نے مدینہ پہنچ کر چیدہ چیدہ علمائے یہود سے ملاقات کی اور اپنی آمد کا مدعا بیان کیا۔ یہودیوں کو تو بڑا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ گھر بیٹھے ان کا مقصد پورا ہو رہا تھا۔ آپؐ کے متعلق سنا انہوں نے بھی تھا۔ کلام ربانی کی آیات بھی ان کے گوش گذار ہو چکی تھیں جن میں وہی رنگ جھلک رہا تھا جو تورات کی اصل روح تھا۔ لیکن وہ مکہ کی پہاڑیوں سے ابھرتے ہوئے سورج کی تیکھی کرنوں میں اپنے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرف سے بھی ہراساں تھے۔ لہٰذا مشرکین کی درخواست پر علمائے یہود نے بڑے غور و خوض سے کام لیا۔ اور آخر کار مشرکینِ قریش کے اس دو رکنی وفد کو انہوں نے چند سوالات بتلائے کہ یہ محمدؐ ابن عبداللہ سے جاکر دریافت کرو، اگر وہ ان سوالوں میں سے کسی

اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے۔ جب وہ لوگ پختہ اور مستقل ہو گئے تو بولے "ہمارا پروردگار وہی تو ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے ہم تو اس کے علاوہ کسی معبود کو نہ پکاریں گے ورنہ پھر تو ہم بڑی ہی بیجا بات کے مرتکب ہوں گے۔ ان لوگوں نے یعنی ہماری قوم والوں نے اللہ کے علاوہ اور معبود بنا رکھے ہیں۔ یہ لوگ ان معبودوں کے وجود پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے؟ سو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے"

پھر (ان نوجوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ) جب تم انہیں (قوم والوں کو) بھی چھوڑ چکے اور ان معبودوں کو بھی جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں تو فلاں غار میں چل کر پناہ لو (ان ظالموں کے ظلم سے) تم پر تمہارا پروردگار اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہاری کامیابی کا سامان درست کر دیگا۔
(۱۸/۱۶—۱۴)

ایک کا بھی جواب نہ دے پائیں تو یقین کر لینا کہ وہ نبی صادق نہیں ہیں۔

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی محیط علمائے یہود کے بتلائے ہوئے سوال سن کر بہت خوش ہوئے۔ تمام سوال ایک عجوبہ تھے جن کر ذکر اہل عرب کی تاریخ میں کہیں نہ ملتا تھا۔ ان کی قدیم تہذیبی اور دینی روایات بھی اس سلسلے میں خاموش تھیں حتی کہ یہودی علماء بھی ان سوالات کے جوابات سے اچھی طرح واقف نہ تھے چونکہ ان کی کتابوں میں ان باتوں کا ذکر تو تھا لیکن تفصیلات نہ تھیں۔

الغرض مشرکین قریش کے اسی دو رکنی وفد کی مدینہ سے واپسی پر پھر ایک محفل سجائی گئی۔ پیر و جوان سب ہی آئے۔ علمائے یہود سے ملاقاتوں کی پوری روئیداد سنائی گئی اور پھر وہ سوالات بھی بتلائے گئے۔ ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے کہ اب کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ لہٰذا اسی محفل میں سے نمائندہ روانہ کرکے آپ کو دعوتِ شرکت دی گئی۔

(اور پھر وہ ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کا غلبہ کر دیا اس وقت) تم انہیں غار میں دیکھتے تو تمہیں یوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھ جاتا ہے۔ اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے۔ اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہیں۔

—— یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور جسے وہ بے راہ کر دیتا ہے تو آپ اس کے لئے نہ پائیں گے کوئی مددگار راہ بتلانے والا۔ (۱۸/۱۷)

حضور محسنِ انسانیت ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان کی کسی بھی مجلس میں آنے سے عار نہ ہوا تھا۔ نہ کبھی آپؐ ان کی کثرت سے گھبرائے تھے اور نہ ان کی جارحیت سے۔ لہٰذا آپ فوری تشریف لے آئے۔ مشرکین میں سے کسی نے کہا: "اے محمدؐ! آپ سے ہم چند باتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" آپؐ نے کہا۔ "فرمایئے۔"

نضر بن حارث یا عقبہ بن ابی محیط نے کہنا شروع کیا۔

(۱) ان جوانوں کے متعلق بتاؤ جو اگلے زمانہ میں غائب ہو گئے تھے۔

(۲) قصۂ خضرؑ کی حقیقت کیا ہے۔

(۳) اس بڑے سیاح کا حال بتاؤ جو کہ زمین کے مشرقی اور مغربی کناروں تک پہنچ گیا تھا۔

بعض روایات میں قصۂ خضرؑ کے بجائے روح کی ماہیت سے متعلق سوال ہے۔ ممکن ہے کہ چاروں سوال کئے گئے ہوں یا ان میں سے کوئی ایک سوال کسی اور موقع پر کیا گیا ہو بہرحال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوالوں کو بغور سُنا۔ بالکل اجنبی باتیں تھیں ذہن میں فوری طور پر خیال آیا ہو گا کہ اللہ کے مقرب فرشتہ جبرئیل آئیں گے تو ان سے معلوم کر کے بتا دوں گا۔ لہٰذا فرمایا "یا معشرِ قریش!

> ـــ اور (ان کو دیکھتے تو) تم انہیں جاگتا ہوا سمجھتے حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ ہم ہی انہیں کروٹ دلاتے رہتے تھے داہنی طرف بھی اور بائیں طرف بھی ۔ اور ان کا کتا غار کے منہ پر اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان سے ہیبت میں بھر جاتے۔
> (۱۸/۱۸)

اُخبرکُم بِماسالتُم عنہُ غداً" (اے گروہ قریش! تم نے جن چیزوں کے متعلق دریافت کیا ہے میں ان کے متعلق تمہیں کل خبر دوں گا)

مشرکین بھی منتشر ہو گئے اور آپؐ بھی اپنے گھر چلے آئے۔ پورا دن گذر گیا۔ رات گذری ۔ لیکن نہ حضرت جبرئیلؑ آئے نہ وحی کا نزول ہوا۔ مشرکین اپنے سوالوں کا جواب معلوم کرنے آ گئے ۔ آپؐ نے پھر فرما دیا "کل بتا دوں گا"۔ مشرکین ہنستے ہنساتے چلے گئے ۔ ان کا یقین اور پختہ ہو گیا کہ محمدؐ ابن عبداللہ ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتے ۔ اسی طرح دوسرا دن بھی گذر گیا ۔ تیسرا دن ہوا لیکن نہ تو جبرئیلؑ کی آمد ہوئی اور نہ وحی کا نزول ۔ مشرک اپنے سوالات کا جواب نہ پا کر طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ وہ اپنی کامیابی پر شاداں و فرحاں اور آپؐ حیران و پریشان ۔

یہی عالم پریشانی جاری تھا کہ حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے ۔ جس میں آپؐ کی پریشانی سے متعلق حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تنبیہ بھی تھی اور مشرکوں کے سوالوں کا جواب بھی ۔ درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات ۲۳ ۔ اور ۲۴ میں آپؐ کو ہدایت کی گئی ہے کہ "کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کر دوں گا اِلّا یہ کہ اللہ چاہے ۔" اور یہی آپؐ سے بھول ہوئی تھی کہ جب مشرکین نے آپؐ سے اپنے سوالات بیان کرتے ہوئے ان کے جوابات مانگے تھے تو آپؐ نے انشاء اللہ نہ کہا تھا اور اس کے برعکس کل بتلانے کا وعدہ کر لیا تھا۔ بارگاہِ ربوبیت سے آپؐ کے ذریعہ جملہ انسانیت کو ہدایت منظور تھی لہٰذا چند یوم تک وحی کا نزول روک دیا گیا تھا کہ آپؐ کو اپنی بھول کا احساس ہو جائے۔

— اور اسی طرح پھر ہم نے انہیں جگا دیا کہ وہ ذرا آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ (چنانچہ) ان میں سے ایک نے کہا، "کہو کتنی دیر اس حال میں رہے؟" دوسروں نے کہا "شاید دن بھر یا اس سے کچھ کم رہے ہوں گے۔" پھر وہ بولے "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزرا۔ تو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو اور وہ دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے۔ پھر وہ وہاں سے کچھ کھانے کے لئے لائے۔ اور چاہیئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے تو پھر کبھی تمہیں فلاح نہ ہوگی۔"

— اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ کہ قیامت (کے آنے) میں کوئی شبہ نہیں۔ (اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے) جب وہ لوگ ان (اصحابِ کہف یعنی غار والوں) کے معاملہ میں آپس میں جھگڑنے لگے (کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے) کچھ لوگوں نے کہا "ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا پروردگار ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔" مگر جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے انہوں نے کہا۔ ہم تو ان کے پاس مسجد بنائیں گے۔ (۱۸/۲۱–۱۹)

اللہ اکبر! حق سبحانہٗ تعالےٰ کے اصول اور احکام نبیوں کے لئے بھی اسی اہمیت کے حامل رہے ہیں جس اہمیت کے عوام الناس کے لئے ہیں۔ اس کے حضور تو سب ہی بندگانِ خدا ہیں خواہ نبی ہوں یا امتی ہر ایک کے لئے اس کی اطاعت لازم۔ یہی تو وہ احساسِ بندگی تھا جو آپؐ کی ذاتِ اقدس میں نمونۂ اکمل بن کر ظاہر ہو رہا تھا۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، ابنِ ہشام، جلالین)

قصۂ اصحابِ کہف

اصحابِ کہف کا قصہ جو درج بالا سورۃ کی آیات ۹ تا ۲۶ میں بیان کیا گیا ہے یہ کوئی روائتی کہانی نہ تھا بلکہ چند حق بین

—— اب کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور کچھ کہیں گے پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب بے تکی ہانکتے ہیں۔ کچھ اور لوگ کہیں گے کہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہہ دیجئے۔ میرا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے۔ کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ پس آپ سرسری بات سے زیادہ ان کی تعداد کے معاملے میں لوگوں سے بحث نہ کیجئے۔ اور نہ ان کے متعلق کسی سے کچھ پوچھئے۔

—— اور آپ ہرگز کسی بات کی بابت نہ کہیئے کہ میں کل یہ کردوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور اپنے پروردگار کو یاد کر لیجئے اگر بھول سے ایسی بات نکل جائے اور آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں جو میرا پروردگار مجھے اس سے بھی زیادہ قریب راستی کی راہ بتائے۔

—— اور وہ (لوگ) اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اور رہے۔

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی اس کو خوب جانتا ہے کہ وہ کتنا رہے تھے۔ اسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے سب غیب۔ وہ کیا ہی خوب دیکھتا اور کیا ہی خوب سنتا ہے۔ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی بھی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔ (۱۸/ ۲۶-۲۲)

وحق پرست نوجوانوں کی حقیقی داستان تھا جو کہ وقت کی دھند تلے دب کر لوگوں کی نظروں سے محو ہو چکا تھا۔ یہودیوں کی قدیم روایات میں ان نوجوانوں کا ذکر تو ملتا تھا لیکن تفصیلات قطعی مفقود تھیں۔ اسی لئے یہودیوں نے یہ سوال مشرکین قریش کے نمائندوں کو بتایا تھا اور انہیں یقین تھا کہ محمدؐ ابن عبداللہ جواب نہ دے پائیں گے لیکن حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تینوں سوالوں کا جواب عطا فرمایا کہ دشمن حیرت بدنداں رہ گئے۔

(اے نبیؐ!!) اور پڑھ دیا کیجئے جو کچھ آپ کے پروردگار کی کتاب آپ کو وحی ہوئی ہے اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور نہ آپ اس کے سوا کوئی پناہ پائیں گے۔ اور اپنی جان ان (لوگوں) سے مانوس رکھئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے۔ اور اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹایئے دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے۔ اور اس شخص کا کہنا نہ مانیئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ وہ (شخص) اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گذرا ہوا ہے۔ اور (اے نبیؐ!!) آپ کہہ دیجئے۔ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ اس کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا۔ چہروں کو بھون ڈالے گا۔ کیسا برا ہو گا وہ پانی اور کیسی بری ہو گی وہ جگہ۔ (۱۸/ ۲۹ــ ۲۷)

اصحابِ کہف کا قصہ سیدھا سادا حقائق پر مبنی ایک سبق آموز واقعہ ہے لیکن ہمارے مفسرین نے اس کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور بادیہ پیمائی میں بڑا وقت صرف کیا ہے۔ وفورِ شوق میں اس درجہ بڑھ گئے کہ بعض کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ کہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ ہر نشانِ راہ کو ہی اپنی منزل سمجھ بیٹھے۔

اکثر مفسرین نے اس واقعہ کو حضرت عیسیٰؑ کے بعد کے زمانے سے تعبیر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد شرک و گمراہی میں ملوث صاحبانِ اقتدار نے اہل توحید پرستوں پر ہر طرح کے ظلم روا کئے جو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔ اسی دور کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے اکثر مفسرین نے دقیانوس نامی بادشاہ کے واقعات بیان کئے ہیں جو انہیں نصرانی کتابوں سے ملے تھے۔

—— بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے سو ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے ہمیشہ بسنے کے باغ ہیں، ان کے نیچے ندیاں بہ رہی ہوں گی۔ ان کو اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز پہنیں گے۔ اس میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا صلہ ہے اور کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

(اے حبیبؐ!) اور ان کے سامنے ان دو شخصوں کا حال بیان کیجئے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے، ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگی تھی اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی۔ دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے۔ کسی کی پیداوار میں ذرا کمی نہ رہتی۔ اور ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک ندی جاری کر رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی مال و متاع تھا۔ سو اس نے اپنے ساتھی سے بات کرتے ہوئے کہا۔ "میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری بھی رکھتا ہوں۔" اور (پھر) وہ اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا اور بولا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ یہ (باغ) کبھی بھی برباد ہو گا۔ اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت کبھی آئے گی۔ اور کبھی میں اپنے پروردگار کے حضور پہنچایا بھی گیا تو میں یقیناً اس باغ سے بہتر جگہ پاؤں گا۔" (۱۸/۳۶-۳۰)

دقیانوس (Decius) ۲۴۹ء سے ۲۵۱ء تک سلطنت روم کا حکمراں تھا۔ خود بت پرست و مشرک تھا اور بت پرستی کے لئے اپنی رعایا کو ہر طریقہ سے مجبور کرتا تھا۔ لہٰذا عیسائیوں پر اس دور میں بڑے مظالم ہوئے۔ جو شخص بھی بت پرستی کے لئے راضی نہ ہوتا اسے قتل کر دیا جاتا۔ نصرانی روایات کے مطابق اصحابِ کہف اسی مملکتِ روما کے ایک شہر افسس یا افسوس (Ephesus) کے رہنے والے تھے۔ شرفاء اور معززین میں سے

ــــ اس کے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ "ارے کیا تو کفر اس (ذات) کے ساتھ کرتا ہے جس نے تجھے (پہلے) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے (تجھ کو بنایا) پھر تجھے صحیح و سالم آدمی بنایا۔ لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔
(۱۸/۳۸-۳۷)

تھے۔ حق پرست اور ایماندار تھے۔ کچھ عرصہ تو اپنے کو چھپاتے رہے جب حالات زیادہ خراب ہو گئے تو اپنے ایمان کو بچانے کے لیے شہر سے بھاگے اور قریب ہی کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے ان پر نیند کا غلبہ کیا تو وہیں سو گئے۔ ادھر بادشاہ کو ان لوگوں کے فرار اور غار میں پناہ گزیں ہونے کی خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ غار کے دہانے پر ایک دیوار اٹھا دی جائے کہ وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے اور یہی ان کی سزا ہے۔ عمالِ حکومت میں جس شخص کو یہ کام سونپا گیا وہ نیک آدمی تھا اس نے غار میں پناہ لینے والوں کے نام ایک تختی پر کندہ کرائے اور تختی کو تانبے کے صندوق میں رکھ کر اس دیوار کی بنیاد میں محفوظ کر دیا۔

دقیانوس ہلاک ہوا۔ اس کا ظالمانہ دور ختم ہو گیا۔ اسی طرح طویل زمانہ گذر گیا۔ سلطنتِ روما پر تھیوڈوسیس حکمراں ہو گیا۔ اس کے عہد میں غار میں پناہ لینے والے بیدار ہوئے ان میں سے ایک شخص شہر گیا کہ کھانا لائے لیکن اس کے پاس سکہ تھا دقیانوس کے عہد کا جس کو کم و بیش دو سو سال کا زمانہ گذر چکا تھا۔ جب اس نے وہی سکہ شہر جا کر دکاندار کو دیا تو اس سے کھلبلی مچ گئی اور اس طرح لوگوں کو غار میں پناہ گزیں ہونے والوں کے واقعات کا علم ہوا۔

بعض سلف نے اس قصہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اصحابِ کہف (غار میں پناہ گزیں ہونے والے) رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے نوعمر سردار تھے۔ ایک مرتبہ قوم کے ساتھ شہر سے باہر کسی مقام پر تہوار منانے گئے تھے جہاں بت پرستی اور دیگر لغویات حد درجہ تھیں۔ ان نوجوانوں کو شرک و بت پرستی کی رسومات سخت ناگوار

اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تو نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ جو چاہتا ہے (وہی ہوتا ہے) اور (کسی میں) کوئی قوت نہیں بجز اللہ (کی مدد) کے۔ اور اگر تو مجھے مال و اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو عجب نہیں کہ میرا پروردگار مجھے تیرے باغ سے بہتر دیدے اور اس پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے کہ جس سے (تیرا باغ) ایک چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے۔ اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے۔"

— اور آخر کار اس بد دین کی دولت کو آفت نے گھیر لیا پس وہ اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر کہ جو کچھ اس نے اس باغ پر خرچ کیا تھا۔ اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا پڑا تھا۔ اور وہ (بد دین شخص) کہنے لگا۔ "کاش میں اپنے پروردگار کے کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔"

— اور کوئی جماعت اس کے ساتھ نہ ہوئی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی۔ نہ وہ ہم سے بدلہ لے سکا۔ ایسے موقع پر کارسازی اللہ برحق ہی کا کام ہے۔ وہی انعام بہتر ہے جو وہ بخشے اور وہی انجام بخیر ہے جو وہ دکھائے۔ (۱۸ | ۳۲ - ۴۴)

گذریں۔ فرداً فرداً ان کے دل میں آیا کہ عبادت اور قربانی تو صرف خدا کی ہونی چاہیئے۔ لہٰذا وہ ان باتوں سے بیزار ہوئے۔ لیکن وہ زمانہ دقیانوس کی حکومت کا تھا جو بڑا ظالم اور جابر تھا۔ بت پرستی کے خلاف بات کہنے والوں کو قتل کرا دیا کرتا تھا۔ لہٰذا ان میں سے ایک شخص خاموشی کے ساتھ میلہ کی جگہ سے دور ایک جگہ جا کر بیٹھ گیا۔ اسی طرح دیگر نوجوان بھی آ آ کر وہاں جمع ہو گئے۔ جب انہیں ایک دوسرے کے خیالات معلوم ہوئے تو وہ آپس میں گہرے دوست بن گئے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے کچھ دنوں کے بعد ان کی قوم والوں کو جب یہ پتہ چلا تو وہ انہیں پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے بادشاہ کے سامنے خدائے واحد کی عبادت کا اقرار کیا جس پر وہ بہت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ ان کے کپڑے اتار دو اور اگر یہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو انہیں سخت سزا دوں گا۔

(اے نبیؐ!) اور آپ ان لوگوں کو دنیوی زندگی کی حالت اس مثال سے سمجھایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو، پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئی، پھر وہی ریزہ ریزہ ہوگئی کہ ہوا اسے اڑائے اڑائے پھرے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ــــ مال اور اولاد زندگی کی ایک رونق ہیں اور باقی رہ جانے والے تو اعمالِ صالحہ ہیں۔ آپ کے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر اور امید کے اعتبار سے بھی کہیں بہتر۔ (۱۸/۴۶-۴۵)

ان نوجوانوں کو موقع ملا تو فرار ہوگئے اور پہاڑ کے غار میں جا چھپے۔ بادشاہ نے بہت تلاش کرایا لیکن ان کا سراغ نہ ملا۔ وہ غار ہی میں رہے کہ ان پر اللہ نے نیند طاری کر دی اور پھر وہ زمانۂ دراز کے بعد بیدار ہوئے جبکہ حق پرست بادشاہ کا زمانہ تھا۔

ابنِ کثیر نے ان روایات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ اصحابِ کہف کا قصہ بظاہر حضرت عیسیٰؑ سے پہلے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے لیکن انہوں نے بھی مذکورہ بالا قصائص ہی کا سہارا لیا ہے۔

موجودہ دور کے مفسرین نے بھی زمانۂ قدیم کے کھنڈرات بالخصوص بیسویں صدی میں دریافت ہونے والے آثارِ قدیمہ اور یورپی کتابوں میں چھان بین کی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ مسیحی مذہب کے ابتدائی قرنوں میں متعدد واقعات ایسے گذرے ہیں کہ راسخ الاعتقاد عیسائیوں نے مخالفوں کے ظلم و وحشت سے عاجز آکر پہاڑوں کے غاروں میں پناہ لے لی اور آبادیوں سے کنارہ کش ہو گئے یہاں تک کہ وہیں وفات پا گئے اور ایک عرصہ کے بعد ان کی نعشیں برآمد ہوئیں۔" انہوں نے ایسے تین واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ (۱) روم کے اطراف کا واقعہ۔ (۲) انطاکیہ کی طرف منسوب واقعہ۔ (۳) افسس شہر کا واقعہ۔

درج بالا سورہ میں "کہف" کے ساتھ "الرقیم" کے لفظ سے مولانا آزاد

— اور (وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے) جب ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے۔
اور تو (اے انسان!) زمین کو دیکھے گا کہ (جیسے) کھلا میدان ہے۔ اور ہم
(اس دن) ان (سب) کو جمع کر دیں گے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں
گے — اور وہ تیرے پروردگار کے روبرو کھڑے کر کے پیش کیے جائیں گے۔
(اور ان سے کہا جائے گا) آخر تم ہمارے ہی پاس آئے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار
پیدا کیا تھا۔ لیکن تم تو یہ خیال کرتے رہے کہ ہم تمہارے لیے وہ وقت نہ لائیں
گے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ (۱۸/۴۸-۴۷)

نے ائمہ تابعین سے اتفاق کرتے ہوئے الرقیم کو شہر کا نام قرار دیا ہے۔ اس طرح ان تمام
مفسرین سے اختلاف کیا ہے جو الرقیم کے معنی کتبہ کے لیتے ہیں۔ ان کے مطابق رقیم وہی
نقطہ ہے جسے تورات میں "راقیم" کہا گیا ہے اور اسی شہر کا نام آگے چل کر بیترا ہوا جسے
کو عرب "بطرا" کہنے لگے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد دریافت ہونے والے آثارِ قدیمہ میں
شہر بیترا کا بھی پتہ چلا ہے جس کا محلِ وقوع بتلاتے ہوئے مولانا آزاد رقم طراز ہیں —
"جزیرہ نمائے سینا اور خلیجِ عقبہ سے سیدھے شمال کی طرف بڑھیں تو دو پہاڑی سلسلے
متوازی شروع ہو جاتے ہیں، اور سطحِ زمین بلندی کی طرف اٹھنے لگتی ہے۔ یہ علاقہ نبطی
قبائل کا علاقہ تھا اور اسی ایک پہاڑی سطح پر "راقیم" نامی شہر آباد تھا۔" مولانا آزاد
کی رائے کے مطابق اصحابِ کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا۔ مولانا آزاد نے
دلائل سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ "یہ واقعہ مسیحی دعوت کی ابتدائی صدیوں کا ہے اور
جنہیں پیش آیا تھا وہ عیسائی تھے۔ صرف اتنی بات پر غور کرنے سے سارا معاملہ حل
ہو جاتا ہے۔"

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اس دشت کی سیاحی میں خاصی مشقت
اٹھائی ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد سے اختلاف کیا ہے۔ وہ "الرقیم" کو بیترا کا شہر
تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں۔ ان کے خیال میں بائبل کی کتاب یشوع میں رقم یا راقم کا

۔۔۔ اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا (ان سب کے سامنے)۔ سو تو (اے انسان!) مجرموں کو دیکھے گا کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہے اس سے ڈر رہے ہیں اور (آپس میں) کہہ رہے ہیں کہ ہماری کمبختی اس نامۂ اعمال کی تو عجیب حالت ہے کہ اس نے (کوئی گناہ) نہ چھوڑا، چھوٹا نہ بڑا جسے قلمبند نہ کیا ہو۔ اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا اسے (لکھا ہوا) موجود پائیں گے۔ اور (اے انسان!) تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ (۱۸/۴۹)

ذکر بنی بن یمین کی میراث کے سلسلے میں آیا ہے اور اس قبیلے کی میراث کا علاقہ دریائے اردن اور بحر لوط کے مغرب میں واقع تھا جس میں پیٹرا شہر کے ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ چونکہ پیٹرا کے کھنڈر جس علاقہ میں پائے گئے ہیں اس کے اور بنی بن یمین کی میراث کے درمیان یہوداہ اور آدومیہ کا پورا علاقہ حائل تھا۔ انہی وجوہ کی بنا پر جدید زمانے کے محققِ آثارِ قدیمہ نے یہ بات ماننے میں سخت تامل کیا ہے کہ پیٹرا اور راقم ایک ہیں۔ لہٰذا مولانا مودودی کے خیال میں "رقیم" سے مراد شہر نہیں بلکہ کتبہ ہے۔

مولانا مودودی نے عیسائی پادری جیمس سروجی کے مواعظ کا بھی ذکر کیا ہے جو سریانی زبان میں لکھے گئے تھے۔ یہ پادری اصحابِ کہف کی وفات کے چند سال بعد ۴۵۲ء میں پیدا ہوا۔ ۴۷۴ء کے لگ بھگ زمانے میں اس نے اپنے یہ مواعظ مرتب کئے جن میں اس نے بڑی تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا ہے۔ مولانا مودودی کے مطابق سریانی زبان کی یہی روایت ایک طرف ہمارے ابتدائی دور کے مفسرین کو پہنچی جسے ابن جریر طبری نے مختلف سندوں کے ساتھ اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ اور دوسری طرف یہی روایت یورپ پہنچی جہاں یونانی اور لاطینی زبانوں میں اس کے ترجمے اور خلاصے شائع ہوئے۔ مولانا مودودی نے اس ضمن میں گبن کی کتاب "تاریخ زوال و سقوطِ دولتِ روم" کے باب ۳۳ میں "سات سونے والوں" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قصے کا جو خلاصہ گبن نے دیا ہے وہ ہمارے مفسرین کی روایات سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ دونوں قصے

۔۔۔ اور (وہ دن یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنّات میں سے تھا سو اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کر بیٹھا۔ سو (اے انسانو!) کیا تم اسے اور اس کی نسل کو میرے مقابلہ میں دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے بہت بُرا بدل ہے۔ (۱۸/۵۰)

قریب قریب ایک ہی ماخذ سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔

مولانا مودودی نے گریگوری آف ٹورس (Gregory of Tours) کے بیان کردہ قصّہ کا خلاصہ بھی لکھا ہے کہ یہ سات نوجوان تھے ان کی تبدیلیٔ مذہب کا حال سنکر قیصر ڈیسیس نے ان کو اپنے سامنے طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ پیروانِ مسیح کے خون کا پیاسا ہے مگر انہوں نے کسی خوف کے بغیر صاف کہدیا کہ ہمارا رب وہ ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے اس کے سوا ہم کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اگر ہم ایسا کریں تو بہت بڑا گناہ کریں گے۔ ڈیسیس نے مشتعل ہو کر کہا۔ "اپنی زبان بند کرو ورنہ میں تمہیں ابھی قتل کرادوں گا۔" پھر کچھ ٹھنڈا ہوا اور بولا۔ "تم ابھی بچے ہو میں تمہیں تین دن دیتا ہوں۔ اگر تم نے اپنا رویّہ بدل لیا تو ٹھیک ہے ورنہ تمہاری گردن ماردی جائیگی"۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر یہ ساتوں نوجوان شہر سے بھاگ نکلے اور پہاڑوں کی راہ لی تاکہ کسی غار میں چھپ جائیں۔ راستے میں ایک کُتّا بھی ان کے ساتھ لگ گیا۔ آخر کار وہ ایک بڑے گہرے غار میں چھپ گئے اور کُتّا اس کے دہانے پر بیٹھ گیا۔ تھکے ماندے تھے فوراً ہی سو گئے۔ یہ ۲۵۰ء کا واقعہ ہے۔ ۴۴۷ء میں یعنی ۱۹۷ برس بعد جب بیدار ہوئے تو تھیوڈوسیس دوم کا عہدِ حکومت تھا۔ رومی سلطنت مسیحیت اختیار کر چکی تھی اور شہر افسوس کے باشندے بھی بت پرستی ترک کر چکے تھے۔

ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کے بعد مولانا مودودی ضمیمہ ۱ میں رقم طراز ہیں۔

"غار والوں کی یہ داستان جو مسیحی روایات میں بیان ہوئی ہے قرآن کے بیان کردہ

— میں نے ان (شیاطین) کو نہ تو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت بلایا۔ اور نہ اُن ہی کی پیدائش کے وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو (اپنا) دست و بازو بنانے والا ہی نہ تھا۔

— اور (یاد رکھو) وہ دن جب (اللہ) فرمائے گا۔ "پکارو میرے (اُن) شریکوں کو جنہیں تم مانا کرتے تھے۔" بس وہ انہیں پکاریں گے لیکن وہ انہیں جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ کر دیں گے۔

— اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ (۱۸/۵۳-۵۱)

قصّے سے اتنی مطابقت رکھتی ہے کہ ان ہی کو اصحابِ کہف قرار دینا بہت زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔"

گو "الرقیم" کے معنٰی کے سلسلے میں مولانا مودودی نے مولانا آزاد سے اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسیحی روایات میں بیان کردہ داستان ہی اصحابِ کہف کا واقعہ ہے۔ یعنی ہمارے جملہ مفسرین کی رائے میں اختلاف صرف اس قدر رہ گیا کہ قرآن میں جو لفظ "الرقیم" آیا ہے اس سے مراد رقیم نامی شہر کے رہنے والے وہ نوجوان تھے جنہوں نے مشرک اور ظالم دقیانوس سے بچنے کے لئے غار میں پناہ لی تھی یا رقیم سے مراد وہ کتبہ ہے جو ان پناہ لینے والوں کی یاد میں اس غار کے دہانے پر لگا دیا گیا تھا۔

بہر صورت واقعات اور زمانے پر اتفاق ہے۔ دلائل دینے کے لئے دیگر الفاظ کی تشریحات کا بھی سہارا لیا گیا ہے۔ چونکہ ہمارا مقصود بحث کو طول دینا نہیں بلکہ اپنے اسلاف اور بزرگانِ محترم کی متفقہ باتوں سے اصل حقیقت کا تعیّن ہے لہٰذا ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ قرآنِ حکیم نے اصحابِ کہف کے جس قصّے کو بیان فرمایا ہے یہ وہی ہے جو ہم کو مسیحی روایات میں ملتا ہے یا اس کا ان سے کوئی علیحدہ مقام ہے۔

اس ضمن میں مشرکینِ قریش کا علمائے یہود کی شہ پر وہ سوال جو کہ حضور سرورِ کائنات

— اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کے (عمدہ) مضمون طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔
(۱۸/۵۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور جس کے جواب کے لئے حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ کو درج بالا سورہ کی ان آیاتِ مبارکہ سے نوازا جن میں اصحابِ کہف کا ذکر کیا گیا ہے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ علمائے یہود نے آپؐ سے یہ سوال کرایا تھا جب ہم مذکورہ مسیحی روایات پر نظر ڈالتے ہیں تو ابنِ کثیر کی رائے کہ اصحابِ کہف کا قصہ بظاہر حضرت مسیحؑ سے پہلے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے، قابلِ غور معلوم ہوتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اس صدی میں ہونے والی تحقیقات سے پورا پورا فائدہ تو اٹھایا لیکن دونوں حضرات اسی مرکزی نکتہ کو فراموش کر گئے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسیحی روایات میں بیان کردہ داستان ہی " اصحابِ کہف " کا واقعہ ہے۔ حالانکہ بات اس کے قطعی برعکس معلوم ہوتی ہے۔

علمائے یہود کا آپؐ سے اصحابِ کہف کے متعلق سوال کرانا خود اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق ان کی اپنی کتب یا روایات سے تھا۔ دوئم یہ واقعہ اہلِ عرب میں معروف نہ تھا جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا ہے۔ ورنہ مشرکینِ قریش بھی اس سے واقف ہوتے اور وہ یہ سوال آپؐ سے اس تیقّن کے ساتھ نہ کرتے کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ اس کا جواب نہ دے پائیں گے۔ سوئم مسیحی روایات سے متعلق علمائے یہود کیوں کر سوال تجویز کر سکتے تھے جبکہ عیسائیوں کے ساتھ ان کی اپنی دیرینہ چپقلش چلی آرہی تھی۔ چہارم اسرائیلی حکایات میں بھی اسی نوعیت کے قصے کا پتہ چلتا ہے جبکہ ۱۶۷ ق م میں ملک شام کے ایک ظالم بادشاہ انطیوکس چہارم نے بیت المقدس کو مسمار کرا کے اس کی جگہ زطیس نامی دیوتا کے مندر کی بنا رڈالی تھی۔ یہ ظالم بادشاہ بھی حق پرستی کا دشمن تھا اور الوہیت کے پرستاروں کو قتل کرادیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے مکابی

ــــ اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی تھی (حق) ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے کوئی چیز روکنے والی نہ رہی تھی سوائے اس کے کہ (وہ خود ہی چاہ رہے ہوں کہ) انہیں بھی اگلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا ان کے سامنے کھلم کھلا عذاب آموجود ہو جائے ۔ (۱۸/۵۵)

خاندان کے پانچ یا سات نوجوان جو توحید کے علمبردار تھے شہر سے فرار ہوئے اور کسی پہاڑ کے غار میں پناہ گزیں ہو گئے ۔ اور بالآخر اسی غار میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا ۔

اسرائیلی حکایات کے درج بالا قصّے میں اور مسیحی روایات کے اوّل الذکر قصّوں میں یکسانیت اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودیوں اور نصرانیوں میں اصحابِ کہف کا قصّہ بنائے تنازعہ بنا ہوا تھا اور ہر ایک فریق اصحابِ کہف کے اپنے دین سے متعلق ہونے کا دعویدار تھا ۔

ان واقعات کو یک جا کر کے دیکھا جائے تو اصحابِ کہف کے قصّے کی نوعیت کچھ اس طرح سامنے آتی ہے کہ یہ نوجوان یہودی تھے حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات پر عمل پیرا اور الوہیت کے علمبردار تھے ۔ اپنے وقت کے ظالم مشرک بادشاہ (انطیوکس) کے خوف سے کسی پہاڑ کے غار میں پناہ گزیں ہو گئے اور وہیں مقیم رہے کہ حق تعالیٰ نے ان پر نیند کا غلبہ کر دیا اس طرح وہ ایک عرصۂ دراز تک محوِ خواب رہے ۔ وہ غار اپنی ساخت کے اعتبار سے اس طرح تھا کہ اس کے اندر ہوا اور روشنی کا تو گذر تھا لیکن دھوپ اور اس کی حدّت سے قطعی محفوظ تھا جس کی بنا پر ان نوجوانوں کے اجسام موسمی تبدیلیوں کے اثرات اور زمانے کی توڑ پھوڑ سے محفوظ رہے ۔ قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ انہیں آنے والے زمانے کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ بنا کر دکھایا جائے کہ وہ روزِ قیامت مُردوں کو بھی اسی طرح جلا اٹھائے گا ۔

لہٰذا یہ نوجوان جو کہ حضرت عیسیٰؑ سے قریباً ڈیڑھ سو برس قبل غار میں گئے تھے حضرت عیسیٰؑ کے کم و بیش ڈیڑھ سو سال بعد ہی ظاہر ہوئے ۔ مدّتِ قیام کا تعین سورۂ کہف میں

—— اور ہم رسولوں کو تو صرف خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں۔ اور کافر لوگ ناحق جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے حق کو ہٹا دیں۔ اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور اس کو جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے مذاق بنا لیا ہے۔

—— اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے پروردگار کی نشانیوں کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے سو وہ اس سے منہ موڑے رہے۔ اور جو کچھ اپنے ہاتھوں سمیٹ رہا ہے اسے بھلا دے۔ ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جو انہیں قرآن کی بات نہیں سمجھنے دیتے۔ اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھے ہیں۔ اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو یہ ایسی حالت میں ہرگز راہ پر نہ آئیں۔ (۱۸/ ۵۷ - ۵۶)

بیان کردہ مدّت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کیا جا سکتا ہے یعنی کم و بیش تین سو سال۔ لہٰذا جب یہ نوجوان بحکمِ ربّی بیدار ہوئے تو زمانہ بدل چکا تھا۔ شرک و گمراہی کی جگہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا چرچا تھا۔ المختصر جب ان غار کے نوجوانوں کی داستانِ تقویٰ و پرہیزگاری کا ہر سو ذکر ہوا ہوگا تو یہودی اور نصرانیوں نے ان کو اپنے اپنے دین سے متعلق کہا ہوگا، کیوں کہ دونوں اہلِ کتاب تھے اور توحید کے علمبردار۔ ممکن ہے یہی بات ان کے درمیان باعثِ تنازعہ بن گئی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ان نوجوانوں کی داستانِ گوشہ نشینی نصرانیوں میں رہبانیت کا سبب بنی ہو چونکہ اصحابِ کہف سے متصل دور کی خصوصیت یہی بتائی جاتی ہے کہ لوگ ترکِ دنیا کر کے کسی غیر آباد اور ویران جگہوں پر عام طور سے غاروں میں چلے جاتے تھے اور عبادتِ الٰہی میں اس درجہ مستغرق ہو جاتے کہ وہ جو وضع و نشست اختیار کر لیتے اسی میں انتقال کر جاتے تھے۔ مولانا آزاد نے ان کی اس زندگی کا اپنی تفسیر میں تفصیلی ذکر کیا ہے۔

—— اور آپ کا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور مہربانی والا ہے۔
وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بے شک انہیں جلد ہی عذاب
(بھی) کرے، لیکن اس نے ان کے واسطے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔
جس کے سامنے آنے پر کوئی پناہ نہ پائیں گے۔ اور یہ بستیاں وہ ہیں جنہیں
ہم نے تباہ کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا۔ اور ہم نے ان کی تباہی کے
لئے ایک وقت معین کیا تھا۔ (۱۸/۵۹-۵۸)

ان باتوں کے پس منظر میں یہ حقیقت خود بخود عیاں ہو جاتی ہے کہ نصرانیوں نے یہودی قصے کی بنیاد پر اپنے قصائص کی عمارت تعمیر کی اور اپنے دین کی تبلیغ کے لئے اس قصے کو خوب استعمال کیا۔ جس کا ثبوت عیسائی پادری جیمس کے مواعظ سے باآسانی مل جاتا ہے۔

لہٰذا نصرانی مورخین اور مستشرقین کی اس ضمن میں کاوشیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی الزام تراشیاں ان کے دینی تعصب کا مظہر ہیں۔ اگر وہ ذرا سی حقیقت پسندی سے کام لیتے تو اسی نتیجے پر پہنچتے کہ قرآن حکیم نے تو صرف اس حقیقی واقعہ کو ظاہر کیا جس کی تفصیلات وقت کی دھند تلے محو ہو گئیں تھیں۔ دشمنانِ اسلام یہ بات بھول جاتے ہیں کہ قرآن کسی خاص فرقے یا گروہ کے لئے پیغام نہیں دیتا اور نہ زمان و مکان کی قیود میں رہتا ہے۔ قرآن تو پوری انسانیت کے لئے رشد و ہدایت ہے۔ اسی لئے قرآن کے بیان کردہ قصائص میں حکایت کے مقابلے میں ہدایت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ دیگر قصائص کے علاوہ ہم قرآنِ حکیم میں اصحاب الاخدود اور اصحاب الایکہ کا بھی ذکر پاتے ہیں۔ ان تمام واقعات سے یہی پتہ ملتا ہے کہ قرآن تاریخ یا قصہ گوئی کا مظہر نہیں بلکہ اس کا مطمعِ نظر معاشرۂ انسانی کی اصلاح ہے۔ وہ علمبردارانِ توحید کو یہودی یا نصرانی خانوں میں تقسیم نہیں کرتا وہ تو صرف فرمانبردار (مسلمان) اور نافرمانبردار (غیر مسلمان) بندوں کا ذکر کرتا ہے کہ یہی انسانیت کے دو روپ ہیں۔ اور یہی قصۂ اصحاب کہف کا ماحصل ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر، جلالین، ترجمان القرآن، خزائن العرفان، القرآن الحکیم، تفہیم القرآن، ضیاء القرآن)

—— (اے نبیؐ!) اور یاد کیجئے وہ وقت جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا۔ "میں سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملے ہیں ورنہ زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔"

پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ (سنگم) پر پہنچے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے۔ اور وہ اس طرح دریا میں چلی گئی جیسے کوئی سرنگ لگی ہو۔ آگے جاکر موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا۔ "لاؤ ہمارا ناشتہ آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں۔" خادم بولا۔ "جب ہم لوگ اس چٹان کے قریب ٹھہرے تھے تو بے شک میں اس مچھلی کو بھول ہی گیا، اور مجھے شیطان نے ایسا غافل کر دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کرنا بھی بھول گیا کہ (وہ) مچھلی تو عجیب طرح (تھیلے سے) نکل کر دریا میں چلی گئی۔" موسیٰ نے کہا۔ "وہی تو وہ مقام تھا جس کی ہم کو تلاش ہے۔" چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس پلٹے تو (انہوں نے وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے (خاص) رحمت دی تھی) اور اسے اپنا ایک خاص علم (علمِ لدُنّی) عطا کیا تھا۔ (۱۸/ ۶۵-۶۰)

قصۂ خضرؑ اور اس کی اصل غایت

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکینِ قریش کا دوسرا سوال قصۂ خضرؑ سے متعلق تھا جس کا ذکر سورۂ کہف کی درج بالا آیات میں کیا گیا ہے۔ لیکن اس قصۂ موسیٰؑ کو سمجھنے کے لئے چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے چونکہ مغرب کے مستشرقین نے تحقیقات کے نام پر قرآن کریم کی حقانیت اور سرورِ دین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کئے ہیں۔ اور ہمارے مفسرینِ کرام نے جس طریقے پر اس واقعہ سے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے اس سے آج کا جدید تعلیم سے آراستہ ذہن مطمئن نہیں ہو پاتا۔ اس صدی کے مفسرین میں مولانا ابوالکلام آزادؒ جن کی اصحابِ کہف پر محققانہ کاوشیں قابلِ

ــــــ موسیٰ نے ان سے کہا۔ "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ جو علمِ خاص آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھے بھی سکھا دیں۔" انہوں نے جواباً کہا "آپ میرے ساتھ صبر (کا مظاہرہ) نہ کر سکیں گے۔ اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں ایسی باتوں پر جن کی آپ کو خبر ہی نہ ہو"۔ (۱۸/۶۸-۶۶)

ستائش ہیں، اس قصۂ موسیٰ پر اس قدر کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ "اس بارے میں بہت سی روائیتیں مفسرین نے نقل کر دی ہیں جن کی صحت محلِ نظر ہے اور تصریحات متناقض اور زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔" اس کو رائے کہنا تو کسی طرح مناسب نہیں بلکہ رائے سے اجتناب ضرور ہے۔ مولانا نعیم الدین، مولانا عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ کے یہاں وہی قدیم مفسرین کی آرا کا عکس ملتا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور پیر کرم علی شاہ کے یہاں اس جانب صحیح کاوش نظر آتی ہے۔ مولانا مودودی نے زیادہ زور مغرب کے مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دینے میں صرف کیا ہے۔ اور دل کو لگتی منصفانہ باتیں کہی ہیں جو مغرب کے متعصب ذہن کو تو اچھی طرح بے نقاب کرتی ہیں لیکن اس قصۂ موسیٰؑ کی نوعیت اور ماہیت کو زیادہ اجاگر نہیں کر پاتیں۔ پیر کرم علی شاہ نے اسی تشنگی کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے ابتدا ہی میں چند سوالات قائم کئے ہیں کہ یہ موسیٰؑ کون ہیں؟ واقعہ کا محرک کیا ہے۔ آپ کے نوجوان خادم کا نام کیا تھا۔ کیا وہ (بندۂ خاص) ولی تھے یا نبی۔ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ یہ سوالات درحقیقت وہی نکات ہیں جن پر ہمارے مفسرین کرام اسرائیلی روایات کا سہارا لے کر اظہارِ خیال فرماتے رہے ہیں۔ پیر کرم علی شاہ نے تفسیر مظہری سے ایک اقتباس بھی دیا ہے جس میں حضرت مجدد الفِ ثانی کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت خضرؑ کی حقیقتِ حال کے انکشاف کے لئے بارگاہِ الٰہی کی طرف توجہ فرمائی۔ اقتباس پیشِ نظر ہے۔

"حضرت مجدد نے دیکھا کہ حضرت خضرؑ ان کے پاس کھڑے ہیں۔
آپ نے ان سے ان کی حقیقتِ حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں

___ موسیٰ نے کہا: "آپ انشاء اللہ مجھے صابر (ہی) پائیں گے اور میں آپ کے حکم کے خلاف نہ کروں گا۔" وہ (خضر) بولے: "اچھا اگر آپ میرے ساتھ رہنا ہی چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کی نسبت پوچھ گچھ نہ کریں جب تک کہ میں خود ہی اس بات کا آپ سے ذکر نہ کروں۔" (۱۸/۷۰-۶۹)

اور الیاس زندوں میں سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو ایسی قوت بخشی ہے جس سے ہم مجسّم ہو جاتے ہیں اور زندوں کے سے کام کرتے ہیں۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم گمراہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں۔ علمِ لدنی کی تعلیم دیتے ہیں اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو اسے روحانی نسبت مرحمت کرتے ہیں۔ ہمیں اولیاء اللہ میں سے جو قطب مدار ہوتا ہے اس کا معاون و مددگار بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے مدارِ عالم بنایا ہے اور اس کی برکت و فیض سے دنیا کی بقا ہے۔"

اقتباس میں بیان کردہ نکتہ' وضاحت ہے اس بحث کی جو کہ ہمارے مفسرین کرام اس قصہ میں بیان کردہ دو واقعات، کشتی میں سوراخ کرکے ناکارہ بنا دینا اور بلا عذرِ شرعی لڑکے کو قتل کر دینے سے متعلق کرتے آئے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں کام احکام شریعت کے خلاف پائے گئے بلکہ کسی بھی عہد کی کسی بھی شریعت کے تحت جائز قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ مفسرینِ کرام اس بات پر تو متفق ہیں کہ یہ دونوں امور بحکم الٰہی حضرتِ خضرؑ نے انجام دیئے۔ لیکن اس بحث کی گتھی میں الجھ کر رہ گئے کہ چونکہ انسان بحیثیت انسان ہونے کے احکامِ شرعیہ کا مکلف ہے اور اصولِ شریعت میں اس کے لئے کسی بھی انحراف کی اجازت نہیں ہے تو حضرتِ خضرؑ نے یہ امور کس حیثیت میں انجام دیئے۔ اس طرح قصۂ موسیٰؑ کی اصل روح دب کر رہ گئی۔ مولانا مودودی اسی بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

— پھر وہ دونوں روانہ ہوگئے یہاں تک کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو (خضر نے) اس میں سوراخ کر دیا۔ موسٰی نے کہا۔ "کیا آپ نے اس (کشتی) میں اس لئے سوراخ کر دیا کہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے یقیناً بہت بری بات کر دی۔" (خضر نے) کہا۔ "کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر (کا مظاہرہ) نہ کر سکو گے۔" موسٰی نے کہا۔ "بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملے میں سختی سے کام نہ لیجئے۔" (۱۸/۷۱-۷۳)

"پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ وہاں انہوں نے ایک مرد کو پایا حضرتِ خضرؑ کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا۔ اس کے بعد ہمارے لئے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم "خضر" کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں ہے۔ بلکہ کارگاہِ مشیت کی کارکن ہے۔ متقدمین میں سے بھی بعض لوگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے۔"

مولانا مودودی کی اس رائے سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ انسان کو اس مقامِ رفعت کا اہل نہیں سمجھتے جس مقام پر حضرت مجدد الفِ ثانی نے بصورتِ خضرؑ انسان کو پایا۔ انہوں نے حضرتِ خضرؑ کو اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق سمجھ کر کہ جو شرائع کی مکلف نہیں حضرت خضرؑ کے مذکورہ دو امور کا جواز تو تلاش کر لیا لیکن نئی نسل کے لئے یہ سوال اور الجھا دیا کہ کیا انسان اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق سے افضل نہیں۔؟ اگر افضل نہیں تو کیا مقامِ نبوت دوسری مخلوق کو دیئے گئے مقامات سے کم تر ہے۔؟ اور قصہ موسٰیؑ بیان کرنے سے کیا حق تعالیٰ کو دوسری مخلوق کی افضلیت بتانا مقصود ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قیاسات کا سہارا لئے بغیر اس قصہ موسٰیؑ کو قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دیکھا جائے۔ اس سلسلے میں مستند ترین

(اس کے بعد) پھر دونوں چلے حتیٰ کہ ان کو ایک لڑکا ملا تو خضر نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا۔ "آپ نے ایک بیگناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا۔ بے شک آپ نے بہت بری بات کی۔"
(۱۸/۷۴)

صحیحین کی روایت کے مطابق حضرت سعید بن جُبیر نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کو بتایا گیا کہ حضرت نوفؓ کا خیال ہے کہ اس واقعہ میں جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ موسیٰؑ بنی اسرائیل نہیں بلکہ وہ موسیٰ بن عفراسیم بن یوسف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ سنتے ہی فرمایا۔ "اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ ہمیں ابیؓ بن کعب نے بتایا کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؑ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ آپ نے جواباً کہا۔ "میں سب سے بڑا عالم ہوں۔" اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ انہوں نے علم کو اپنی طرف کیوں منسوب کر دیا اُس عالمِ حقیقی کی طرف کیوں تفویض نہ فرمایا۔
چنانچہ ان کو حکم ربی ہوا کہ وہ مجمع البحرین کی طرف جائیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو ان سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ بارِ الٰہا میں کیونکر اُن کو پا سکتا ہوں ان کی کوئی نشانی بتا دیجئے۔ حکم ہوا کہ ایک مچھلی ساتھ لے لو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے اسی مقام پر ہمارا وہ بندہ تم کو مل جائے گا۔ لہٰذا حضرت موسیٰؑ اپنے ایک ملازم کو بعض روایات کے مطابق ملازم کا نام حضرت یوشع بن نون بتایا گیا ہے جو کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور بعد میں آپ کے خلیفہ بھی ہوئے لے کر روانہ ہو گئے۔ آگے کا واقعہ وہی ہے جو کہ سورۂ کہف کی درج بالا آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو جن بزرگ کے پاس بھیجا گیا قرآن حکیم میں ان کا نام نہیں بتایا گیا بلکہ عبد یعنی اللہ کا بندہ کہہ کر متعارف کرایا گیا ہے لیکن تمام معتبر احادیث میں ان کا نام خضر بتایا گیا ہے لہٰذا اس میں شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ وہ بزرگ حضرت خضرؑ تھے۔ لہٰذا مولانا مودودی کا حضرت خضرؑ کے مذکورہ دو امور کی شرعی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہنا کہ

(خضر نے) کہا۔ "کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر (کا مظاہرہ) نہ کرسکو گے"، موسیٰ نے کہا۔ "اس کے بعد اگر میں کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ بے شک میری طرف سے آپ کا عذر پورا ہو چکا۔"
(۱۸/۷۶-۷۵)

"اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم "خضر" کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں ہے۔"

کسی طرح درست نہیں بلکہ غیر ضروری علمی بحث میں قرآن اور حدیث کی حدود سے تجاوز کرنے کے مترادف ہے۔

سوال یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے بتائے ہوئے "عبد" کو احادیث کے "خضر" سے کیوں علیحدہ کرکے دیکھا جائے۔ قرآن تو واضح طور پر کہہ رہا ہے۔ "گو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جس کو ہم نے اپنا ایک خاص فضل مرحمت کیا تھا اور ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک خاص علم سکھایا تھا۔" اس آیۂ مبارکہ میں رحمۃً من عندنا سے اس "بندہ" کا بارگاہِ الٰہی میں درجۂ مقبولیت بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ انہیں ایک خاص علم بھی عطا ہوا تھا جو کہ حضرت موسیٰؑ کو عطا نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بحث ہی غیر ضروری ہو جاتی ہے کہ حضرت خضر نبی تھے یا نہیں۔ مراتب تو وہی جانتا ہے جو دینے والا ہے۔ اس نے جس قدر چاہا ظاہر فرما دیا۔ ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی نظر میں دونوں ہی عبد ہیں۔ اور اس بندۂ خدا کا مرتبۂ بندگی حضرت موسیٰؑ سے کم نہ تھا۔ رہا علم کا سوال تو بقول امام رازی یہ بات بآسانی ممکن ہے کہ ایک شخص بہت سے علوم میں عالم ترین ہو پھر بھی بعض علوم سے ناواقف ہو اور اس کے سیکھنے کے لئے وہ کہیں اور بھیج دیا جائے۔

اس قصۂ موسیٰؑ میں ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ اگر وہ "بندہ" انسان کے علاوہ کسی اور مخلوق سے تعلق رکھتا تھا جس کا اظہار مولانا مودودی نے کیا ہے تو حضرت موسیٰؑ کو نشانی بتا کر کیوں ان کے پاس بھیجا گیا۔ جبکہ قرآنِ حکیم کے متعدد واقعات اس حقیقت کو

___ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب گاؤں والوں پر گذر ہوا تو ان دہقانوں سے کھانا مانگا سو انہوں نے ان کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے اسی گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی تھی۔ سو اس بندے نے اسے سیدھا کر دیا۔ (موسیٰ نے) کہا۔ "اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت بھی لے لیتے۔" (خضر) بولے۔ (بس) یہ (وقت) میرا اور آپ کی علیحدگی کا ہے۔ اب میں ان چیزوں کی حقیقت پر آپ کو مطلع کئے دیتا ہوں جن کے بارے میں آپ صبر (کا مظاہرہ) نہ کر سکے۔ وہ جو کشتی تھی سو وہ (چند) غریبوں کی تھی کہ وہ دریا میں کام کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب پیدا کر دوں اور ان کے آگے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر بے عیب کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ (۱۸/ ۷۹-۷۷)

ظاہر کرتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے فرشتے اور اجنّا نبیوں کے پاس آتے رہے ہیں۔ نبی ان کی تلاش میں نہیں نکلے۔ حق تعالیٰ کو اگر فرشتوں یا ان کی طرح اپنی کسی اور مخلوق کے ذریعہ ہی علم سکھانا مقصود ہوتا تو وہ ضرور اس مقصد کے لئے بھی اپنے فرشتے کو حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیج دیتا اور پھر حضرت موسیٰؑ اس کی معیّت میں روانہ ہو جاتے۔ دوئم یہ بھی قابلِ غور ہے کہ جس مقام پر حضرت خضرؑ گرتی دیوار کو سیدھا کر دیتے ہیں اس جگہ کے رہنے والے ان حضرات کے طلب کرنے پر بھی انہیں کھانا نہیں کھلاتے۔ حضرت موسیٰؑ تو خیر انسان تھے اگر "خضرؑ" انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہوتے تو ان کے کھلانے کا سوال ہی کیا تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی معیّت میں چلے آ رہے ہیں تو دوسرے مقامات پر دونوں نے کھانا بھی کھایا ہو گا۔ یہ تمام باتیں اس کا بیّن ثبوت ہیں کہ وہ "بندۂ خدا" حضرت خضرؑ ہی تھے انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق یا فرشتہ نہ تھے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ در حقیقت اس سوال کا جواب بھی تفسیرِ مظہری کے درج بالا اقتباس میں حضرت مجدّد الفِ ثانی کے کشف سے ظاہر ہے۔ اور

اور وہ جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ اہلِ ایمان تھے۔ ہم کو معلوم ہوا کہ وہ ان دونوں پر بھی سرکشی اور کفر کا اثر ڈالے گا۔ سو ہم نے یہ چاہا کہ اس کے عوض میں ان کا پروردگار انہیں ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ (۱۸|۸۱-۸۰)

یہی وہ بات ہے جس کو نظر انداز کرتے ہوئے مولانا مودودی نے اس "بندۂ خاص" کو انسان تسلیم کرنے سے گریز کیا ہے۔ لیکن مولانا مودودی نے یہ بات غور نہیں فرمائی کہ حضرت موسیٰؑ کے عہد میں حضرت خضرؑ کی موجودگی روحانی ہو سکتی تھی چونکہ ان کو حضرت موسیٰؑ کا ہم عصر تو کسی مقام پر نہیں بتایا گیا۔ اور اگر کوئی انسانی روح مامور من اللہ ہو کر امرِ ربی بجا لاتی ہے تو اس کے شرائع کے مکلّف ہونے کا تو سوال ہی نہیں رہتا۔ چونکہ دنیوی زندگی ختم ہونے کے ساتھ ہی بندہ اپنے ہر طرح کے اختیار سے نکل چکا ہوتا ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ جس طرح ہمارا رب ہے اسی طرح ملائکہ اور ارواح کا بھی رب ہے اور اسکو اس پر یقینی قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس سے جو چاہے کام لے۔ لہٰذا اگر وہ اپنے کسی بندہ سے خوش ہو کر اس کی دنیوی زندگی کے علاوہ اس کی روحانی زندگی میں بھی اس کو کوئی مقام عطا فرماتا ہے اور کسی خدمت کے لئے مامور کرتا ہے تو اس میں انسانیت کی نفی کا پہلو نہیں نکلتا بلکہ انسانی عظمت اور سربلندی کا ہی پتہ ملتا ہے۔

لہٰذا اس قصۂ موسیٰؑ کے ضمن میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایک طرف تو ان علمائے یہود کو جواب دیا جنہوں نے اپنے علمی تفاخر کے مقام سے مشرکین قریش کے ذریعہ آپؐ سے سوال کرائے تھے۔ اور اس طرح واضح طور پر بتا دیا گیا کہ ہمارے نبیؐ کا علم تمہارے درسی علم سے بہت بلند و برتر ہے۔ چونکہ یہ وہبی علمِ لدنی ہے جس کے حصول کے لئے ہم نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے بندہ (خضرؑ) کے پاس بھیجا تھا۔ دوسری طرف اسی قصۂ موسیٰؑ کے ذریعہ مشرکینِ قریش کو بھی یہ بتا دیا گیا کہ تم ہمارے حبیب (احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیش کردہ پیغامِ حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہو اور ان کی نبوت کو

اور رہی دیوار سو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس (دیوار) کے نیچے ان کا دفینہ تھا اور ان کا باپ ایک مردِ صالح تھا۔ سو آپ کے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں (لڑکے) اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا دفینہ پالیں۔ اور یہ سب آپ کے پروردگار کی مہربانی سے ہوا۔ اور یہ (سب کچھ) میں نے اپنے حکم (اور ارادے اور اختیار) سے نہ کیا۔ یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر (کا اظہار) نہ ہو سکا۔ (۱۸/ ۸۲)

جھٹلائے جا رہے ہو تو یہ تم لوگوں کی نادانی ہے۔ تمہارے سامنے ان کا دعوتِ حق پیش کرنا اسی طرح پر حکمت ہے جس طرح کہ خضرؑ کا ہمارے حکم کے تحت امور انجام دینا تھا۔

خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کے پیغام پُر حکمت کو سمجھا اور اس پر عمل پیرا ہو کر انسانی سربلندی و عظمت سے ہمکنار ہوئے۔ اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ بھی جو آج اسی پیغام پُر حکمت کو اپنا کر آپؐ کی عنایات سے سرفراز ہوتے ہیں۔ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا ارشاد عالی ہے۔

> "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب اور اپنی ہمت و توجہ سے بندگانِ اہل اللہ کے قلوب سے کسی وقت ہٹتے نہیں۔ آپؐ ہی ان کو معطر اور خوشبودار بنانے والے ہیں۔ آپؐ ہی ان کے باطن کا تصفیہ کرنے اور زینت بخشنے والے ہیں۔ آپؐ ہی ان کے لیے قرب کا دروازہ کھلوانے والے ہیں۔ آپؐ ہی بناؤ سنگھار کرنے والے ہیں اور آپؐ ہی قلوب و اسرار اور ان کے ربّ عزّوجل کے درمیان سفیر ہیں جب تو آپؐ کی طرف ایک قدم بھی بڑھیگا تو آپؐ کو مسرت بڑھے گی۔"

یہ اقتباس بھی انسانیت کے اس مقامِ رفعت کی طرف ایک اشارہ ہے جو انبیاء علیہم السلام بشمول حضرت خضرؑ کو بارگاہِ الوہیت سے عطا ہوا اور جس کی تکمیل محسنِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کی گئی کہ رہتی دنیا تک کے لیے آپؐ ہی انسانیت کے رہبر و رہنما اور خالق و مخلوق کے درمیان واحد ذریعۂ اتصال ہیں۔ اور یہی قرآن کے بیان کردہ قصۂ موسیٰؑ و خضرؑ کی اصل غایت معلوم ہوتی ہے (بحوالہ ابن کثیر، صحیحین، تفسیر مظہری، الفتح الربانی، ترجمان القرآن، تفہیم القرآن، ضیاء القرآن)

____ ،،،، آپ سے یہ ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ میں تمہیں ان کا ذکر ابھی سُناتا ہوں۔ بے شک ہم نے انہیں زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر طرح کا سامان دیا تھا۔ پھر وہ ایک راہ پر چلے یہاں تک کہ جب وہ غروبِ آفتاب کے موقع پر پہنچے تو اسے دیکھا جیسے سیاہ پانی میں ڈوبتا ہو۔ اور پھر اسے وہاں ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا "اے ذوالقرنین (تمہیں اختیار ہے) خواہ انہیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو۔" اس نے عرض کیا کہ اچھا "مگر جو کافر رہے گا سو اسے ہم عنقریب سزا دیں گے" پھر وہ اپنے پروردگار کے پاس پہنچایا جائے گا تو وہ اسے بڑا ہی سخت عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا سو اس کے لئے اچھا معاوضہ ہے اور ہم بھی اپنے برتاؤ میں اس کے ساتھ نرم بات کریں گے۔ (۱۸/۸۸-۸۳)

آپؐ نے قصہ ذوالقرنین کی حقیقت ظاہر فرمائی

حضور سرورِ دین نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کا تیسرا سوال ذوالقرنین سے متعلق تھا۔ لیکن سدی کی روایت میں جو قرطبی وغیرہ نے نقل کی ہے اس سوال کو براہِ راست یہودیوں کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ یہودیوں نے آپؐ سے عرض کیا۔ "اس نبی کی نسبت ہم کو خبر دیجئے جس کا نام تورات میں صرف ایک مقام پر آیا ہے۔" آپ نے فرمایا۔ "وہ کون؟" انہوں نے کہا۔ "ذوالقرنین"

چونکہ سورہ کہف بالاتفاق مکی ہے اور یہ واقعہ بھی اصحابِ کہف اور قصہ موسیٰ و خضر کے ساتھ ہی بیان ہوا ہے لہٰذا یہی بات زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ مشرکینِ قریش ہی نے یہ سوال علمائے یہود کے کہنے پر آپؐ سے کیا تھا۔ بہر حال سدی کی اس روایت سے اس امر کی نشاندہی ضرور ہو جاتی ہے کہ ذوالقرنین کا خفیف تذکرہ تورات میں موجود تھا باقی تفصیلات معلوم نہ تھیں۔

تورات کی کتاب دانی ایل کے باب ۸ میں ایک خواب کا تذکرہ ملتا ہے جس میں

— پھر وہ ایک اور راہ پر چل دیئے یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔ یہی حال تھا ان کا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا ہم اسے جانتے تھے۔

— پھر وہ ایک اور راہ پر ہوئیے یہانتک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو اُن کے پاس ایک قوم کو پایا جو گویا کوئی بات ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا۔ "اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں بڑا فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ سرمایہ جمع کر دیں جس سے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں۔" ذوالقرنین نے کہا۔ "میرے پروردگار۔ ''مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ سو تم لوگ میری مدد محنت سے کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان خوب مضبوط دیوار بنا دوں۔ (۱۸/۹۵-۸۹)

دو سینگوں والے مینڈھے کا ذکر ہے۔ اور ذوالقرنین کے لفظی معنی بھی دو سینگوں والے کے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ذوالقرنین کسی شخص کا لقب تھا۔ دانی ایل کا بیان کردہ خواب ملاحظہ ہو۔

"... اور میں نے عالمِ رویا میں دیکھا اور جس وقت میں نے دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں قصرِ سوسن میں تھا جو صوبہ عیلام میں ہے۔ پھر میں نے عالم رویا ہی میں دیکھا کہ میں دریائے اُولائی کے کنارے پر ہوں۔ تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اُونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا۔ میں نے اُس مینڈھے کو دیکھا کہ مغرب و شمال و جنوب کی طرف سینگ مارتا ہے

تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ۔" یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے سروں کے درمیان (خلا) کو (پاٹ کر) برابر کر دیا تو (ان لوگوں سے) کہا کہ اب آگ دھونکو۔ حتیٰ کہ جب وہ (لوہے کی دیوار) آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا کہ (اب) میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ لاؤ تو میں اس پر ڈال دوں۔ سو (وہ دیوار ایسی ہو گئی) کہ وہ (یاجوج وماجوج) نہ اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب ہی لگا سکتے تھے۔ (۱۸/۹۶-۹۷)

یہاں تک کہ نہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا ہو سکا اور نہ کوئی اس سے چھڑا سکا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا۔" (۵-۱)

اسی باب میں آگے چل کر اس خواب کی تعبیر کا ذکر ہے۔

"....جو مینڈھا تو نے دیکھا اس کے دونوں سینگ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں اور وہ جسیم بکرا یونان کا بادشاہ ہے...." (۸/۲۱)

تورات کے ان اقتباسات سے یہ بات تو معلوم ہو جاتی ہے کہ ذوالقرنین کسی بادشاہ کا لقب تھا لیکن اس کی مزید تفصیلات نہیں ملتیں۔

قرآن حکیم کی مندرج بالا آیاتِ ربانی میں بیان کردہ قصۂ ذوالقرنین پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو ایک ایسے شخص کا ذکر ملتا ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا فرمایا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب اور وسائل دے رکھے تھے۔ اس بادشاہ نے تین بڑی مہمیں انجام دیں ایک مغرب کی انتہائی حدود تک اور دوسری مشرق کے آخری سرے تک۔ تیسری مہم دو پہاڑوں کے درمیان آباد ایک قوم کی طرف تھی جو یاجوج اور ماجوج نامی اقوام کے مسلسل ظلم کا شکار بنی ہوئی تھی۔ اس کی ان تینوں مہموں کا مقصد ظالموں کو سزا دینا اور مخلوقِ خدا کی خدمت تھا۔

قرآنِ حکیم کے بیان کردہ ان واقعات سے قصۂ ذوالقرنین کی اصل روح تو آشکار ہو گئی لیکن ذوالقرنین کی شناخت نہ ہو سکی۔ یہ بات بھی قرآن مجید کے بیان کردہ

___ (ذوالقرنین نے) کہا کہ یہ (بھی) میرے پروردگار کی ایک رحمت ہی ہے۔ مگر جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو وہ اسے ڈھا کر برابر کردے گا اور میرے پروردگار کا ہر وعدہ برحق ہے۔

___ اور اس روز (قیامت) ہم انہیں ایک دوسرے سے گڈمڈ کردیں گے اور صور پھونکا جائے گا، پھر ہم سب کو جمع کرلیں گے۔ (۱۸/۹۹-۹۸)

دیگر قصائص کی حکمت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن فرد یا مقام کو اہمیت نہیں دیتا اس کا مقصود تو انسانیت کی فلاح اور بہبود ہے لہٰذا وہ ہمیشہ قصائص بیان کرکے رشد و ہدایت کے پہلو کو ہی اجاگر کرتا ہے۔ بہرحال قرآن حکیم کے بیان کردہ قصے کی روشنی میں ہمارے مفسرین کرام نے ذوالقرنین کی شخصیت کا سراغ لگانے کے لئے جب تاریخ پر نظر ڈالی تو ان کی نظریں سکندر پر جم گئیں جو اپنی فتوحات اور وسیع سلطنت کی وجہ سے بڑی شہرت کا حامل رہا ہے۔ لیکن قرآنِ حکیم میں ذوالقرنین کی بیان کردہ صفات سکندر میں نہ تھیں لہٰذا یہ معاملہ پھر مشتبہ ہی رہا۔

۱۸۳۸ء میں آثارِ قدیمہ کے جو انکشافات سامنے آئے ان میں ایک مجسمہ سائرس بادشاہ کا بھی تھا جس کے سر پر مینڈھے کی طرح کے دو سینگ نکلے ہوئے تھے اور عقاب کی مانند دو پر بھی تھے۔ لہٰذا محققین نے فیصلہ کیا کہ ذوالقرنین دراصل سائرس کا ہی لقب تھا چونکہ وہ فارس اور میڈیا دو مملکتوں کا فرمانروا تھا جس کا اشارہ تورات میں ملتا ہے اور ان دونوں مملکتوں کی رعایت ہی سے ذوالقرنین مشہور ہوا۔

مولانا آزاد نے ان تحقیقات کو بنیاد بناتے ہوئے ذوالقرنین کی شخصیت کے سراغ میں بڑی جانفشانی کی ہے۔ تفصیلات ان کی تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ بہرحال تاریخی تحقیقات کی روشنی میں سائرس کی زندگی اور فتوحات کا اجمالی جائزہ قرآنِ حکیم کے بیان کردہ ذوالقرنین کی شخصیت کی شناخت کے لئے سود مند ہوسکتا ہے۔

سائرس کا اصل نام گورش بتایا جاتا ہے جو کہ پارس کے پہاڑی علاقوں میں آباد

—— اور اس روز ہم دوزخ کو کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے ۔ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ حق بات سُن نہ سکتے تھے ۔
(۱۸/ ۱۰۱-۱۰۰)

"دا ایکمے نیز" نامی خاندان کا چشم و چراغ تھا ۔ اس کی ابتدائی زندگی گمنامی کی آغوش میں پروان چڑھی لیکن ۵۵۹ ق م میں وہ ایک غیر معمولی شخصیت بن کر اُبھرا جب کہ پارس کے تمام امیروں نے بالاتفاق اس کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا ۔ کچھ ہی عرصہ بعد میڈیا (دامجبال) کی مملکت کا علاقہ بھی بغیر کسی خونریزی کے اس کے زیرِ نگیں آ گیا اور اس طرح سائرس کی بادشاہت پارس اور میڈیا کی دو مملکتوں پر قائم ہو گئی ۔

سائرس دین زرتشت کا پیرو تھا جس کا اُن دنوں علاقہ فارس میں بڑا چرچا تھا ۔ بعد کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ زرتشت کی حقیقی تعلیم سرتاسر خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم تھی ۔ آتش پرستی اور دیگر مشرکانہ اعتقادات بعد میں داخل ہو گئے ۔ دارا جو سائرس کے کم و بیش آٹھ سال بعد تخت نشین ہوا تھا اس کے عہد کے ملے ہوئے کتبات سے زرتشت کی اصل تعلیمات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے ۔ ایک کتبے کے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

"خدائے برتر" اہورمزدہ "ہے ' اسی نے زمین پیدا کی ' اُسی نے آسمان بنایا ' اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا حکمران اور آئین ساز بنایا ۔ اے انسان ! " اہورمزدہ " کا تیرے لئے حکم یہ ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر ۔ صراطِ مستقیم کو نہ چھوڑ ۔ گناہ سے بچتا رہ ۔"

تاریخی تحقیقات اس بات کی بھی شاہد ہیں کہ چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد زرتشت مذہب کا تنزل شروع ہوا اور اس کی اصل ہیئت تبدیل ہو گئی ۔ بہر حال سائرس زرتشت کی اصل تعلیمات کا پیرو ہوتے ہوئے خدائے واحد پر ایمان رکھتا تھا اور مخلوقِ خدا کی رہبری و رہنمائی بڑی شفقت و محبت سے کرتا تھا ۔ جو اس کی مقبولیت کا سبب تھی ۔ سائرس کے عہد کی تین مہمیں خاص اہمیت کی حامل ہیں جن کی وجہ سے اس کو زبردست شہرت ملی ۔

سائرس کی پہلی مہم مغرب کی جانب تھی جس میں اس نے لیڈیا کے مشرک بادشاہ کروسیس

— کیا پھر بھی کافروں کا خیال ہے کہ میرے سوا میرے بندوں کو (اپنا) کارساز قرار دے لیں گے۔ بے شک ہم نے دوزخ کو کافروں کی مہمانی کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ (۱۸/۱۰۲)

کو شکست دی۔ اس کی مملکت ایشیائے کوچک کے مغربی اور شمالی حصّوں پر پھیلی ہوئی تھی اور ان دنوں لیڈیا کے نام سے موسوم تھی۔ اس کو جب پارس اور میڈیا کی مملکتوں پر سائرس کی فرمانروائی کا پتہ چلا تو وہ جذبہ حسد سے بھڑک اٹھا۔ اس نے پہلے تو بابل، مصر اور اسپارٹا کی مملکتوں کو اس کے خلاف ابھارا اور پھر اچانک حملہ کر کے پارس کے سرحدی شہر پٹریا (Pteria) پر قابض ہو گیا۔ لہٰذا سائرس اس کے خلاف آمادۂ جنگ ہوا اور اس کو شکست دے کر لیڈیا پر قابض ہوا۔ اس طرح تمام ایشیائے کوچک بحرِ شام سے لے کر بحرِ اسود تک اس کے زیرِ نگیں آ گیا۔ اس فتح نے اس کے حوصلے بلند کئے اور وہ آگے کی جانب بڑھتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ مغربی ساحل پر پہنچا جہاں اس کے آگے سمندر ہی سمندر تھا۔ جب سورج غروب ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ جیسے سیاہ دلدل کی جھیل میں ڈوب گیا ہو۔ یہ اس کی مملکت کی مغربی حدود تھیں۔

سائرس کی دوسری بڑی مہم مشرق کی جانب ہوئی جبکہ وہ بڑھتا ہوا بکٹیریا (بلخ) اور گیڈروسیا (مکران) کے علاقوں تک پہنچ گیا۔ ان علاقوں سے آگے پہاڑ ہی پہاڑ تھے جن کو وہ عبور نہ کر سکا۔ یہاں کے لوگ خانہ بدوش قبائل تھے۔ پورا علاقہ صحرا تھا کہ جس پر سورج کی تپش شدید ہوا کرتی تھی۔

سائرس کی تیسری مہم شمال کی جانب بتائی جاتی ہے جبکہ وہ بحرِ خزر کو داہنی جانب چھوڑتا ہوا کاکیشیا کے سلسلۂ کوہ تک جا پہنچا جہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک درّہ تھا۔ اسی درّہ کی راہ سے شمالی علاقوں میں آباد وحشی قبائل یاجوج اور ماجوج حملہ آور ہوا کرتے تھے اور ان علاقوں کی ہر چیز کو تاخت و تاراج کر دیتے تھے۔ لہٰذا ان مظلوم

(اے حبیبؐ!) آپ کہیئے۔ "کیا ہم تمہیں بتا دیں کہ سب سے بڑھکر ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں۔ ان کے جن کی ساری کوشش دنیا ہی کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ کوئی بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔
(۱۸/۱۰۴-۱۰۳)

لوگوں نے سائرس کی مخلوقِ خدا سے شفقت دیکھتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے وسائل کو کام میں لاتے ہوئے اس درّے کی راہ پر ایسی دیوار تعمیر کرا دے کہ وہ لوگ یاجوج اور ماجوج کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔ لہٰذا سائرس نے ان لوگوں کی درخواست پر ایک عظیم دیوار تعمیر کرائی جو انسانیت کی زبردست خدمت تھی۔

تاریخی تحقیقات سے یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ منگولین نسل کے میتھین قبائل یاجوج ماجوج کے نام سے پکارے جاتے تھے اور کاکیشیا کے درّے سے ان علاقوں پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ بحرِ خزر کے مغربی ساحل پر آباد ایک قدیم شہر دربند آباد سے تیس میل مغرب کی جانب تک ایک دیوار بھی ملی ہے جس نے دوسری طرف پہاڑ کا وہ تمام حصّہ بند کر دیا تھا جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے قابلِ عبور تھا۔ لہٰذا ان تحقیقات کی بنا پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہی دیوار ہے جس کو سائرس نے تعمیر کرایا تھا۔

بہر حال ان تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ قرآن حکیم کا بیان کردہ قصّۂ ذوالقرنین نہ تو روایتی تھا اور نہ اس دور کی کتاب سے اخذ کردہ، بلکہ ایک ایسی حقیقت تھا جو کہ صدیوں کی دھند تلے دب کر انسانی ذہن و فکر سے محو ہو چکا تھا۔ لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ نے کم و بیش بارہ سو سال بعد اپنے حبیب احمدِ مختار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسی حقیقت کو ساتویں صدی عیسوی کے اوّلین حصّے میں آشکار فرما دیا۔ اور جس کی تصدیق گذشتہ صدی کے دوران یعنی کم و بیش بارہ سو سال بعد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات کے دوران ہوئی۔

یہ حقائق جہاں قرآنِ حکیم کی حقانیت کا بیّن ثبوت ہیں اسی طرح ختمی مرتبت ہادی رسل خیر البشر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پتہ دیتے ہیں۔ مشرکینِ قریش تو ذہنی

ـــــ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی نشانیوں اور اس کی ملاقات کی طرف سے کفر کئے ہوئے ہیں۔ سو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔ ہم قیامت کے دن ان (کے اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ رکھیں گے۔ ان کی سزا وہی ہے یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری نشانیوں اور میرے رسولوں کی ہنسی اڑائی تھی۔ (۱۸/۱۰۶ـ۱۰۵)

علمی اور تہذیبی اعتبار سے پسماندہ ہوتے ہوئے ہٹ دھرم تھے لیکن آج کی دنیا کے لوگ ہر طرح کی ارتقائی منزلوں سے ہمکنار ہونے کے باوجود اگر حق بینی و حق شناسی سے نظریں چرائیں تو ان کو کیا کہا جائے۔

(بحوالہ ابن کثیر، جلالین، ترجمان القرآن، اگریٹ پرشین وار، توریت)

قصۂ ذوالقرنین کی اصل غایت کیا صدیوں کی تاریخ میں مدفون یہ قصۂ ذوالقرنین محض اس لئے بیان کیا گیا کہ مشرکینِ قریش نے علمائے یہود کی شہ پر رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا۔؟ اگر مقصد صرف اسی قدر تھا تو وقت کے ساتھ اس کی افادیت بھی ختم ہو جانی چاہئے تھی۔ لیکن یہ افادیت تو اس دور میں بھی نظر نہیں آتی جبکہ اس کا نزول ہوا تھا۔ چونکہ مشرکین قریش پر ان کے کئے گئے سوالوں کے مفصل جوابات سے بھی، کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ بلکہ ان کا سلسلۂ ظلم و ستم بڑھتا ہی چلا گیا۔ نہ انہوں نے سورۂ کہف کے نزول کے بعد قرآن کو کلامِ ربانی تسلیم کیا اور نہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ دوئم افادیت کا یہ محدود رخ قرآنِ حکیم کی روح کے بھی منافی ہے۔ قرآن تو اللہ کا کلام ہے وہ زمان و مکان کی قیود میں کیوں کر آسکتا ہے۔ وہ تو زمان و مکان پر محیط ہے۔ اس کا پیغام ہر عہد اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم قصۂ ذوالقرنین کا جائزہ لیتے ہیں تو افادیت کی شعاعوں میں کچھ اور ہی رنگ نظر آنے لگتے ہیں۔

پہلی بات جو یہاں نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ قصۂ ذوالقرنین کا ظاہری پہلو

— بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے، ان کی مہمانی کے لیے، فردوس کے باغ ہوں گے۔ (۱۸/۱۰۷)

ہے کہ اس کو اقتدار و اختیار، دو عظیم مملکتوں کی حکمرانی، زبردست فتوحات اور وسیع ذرائع حاصل ہونے کے باوجود کسی طرح کا تکبّر اور غرور نہ تھا۔ بلکہ وہ حق بین و حق پرست تھا، ظالم کے مقابل مظلوم کا حامی اور مفسدوں کے مقابل امن پسندوں کا ساتھی تھا۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس قصّہ ذوالقرنین کو بیان کر کے مشرکینِ قریش اور ان کے حمایتیوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ وہ اپنے کبر و غرور سے باز آئیں اور جس ذوالقرنین کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا اسی کی زندگی سے درس لیتے ہوئے حق کو پہچانیں کہ اس میں ان کی فلاح ہے۔

اس قصّہ کا دوسرا پہلو ذوالقرنین کی شخصیت ہے جو انسانی عظمت کا ایک ایسا نمونۂ مجسّم نظر آتی ہے جس کے اندر وہی صفات کارفرما ہیں جو محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ تعلیمات کا ماحصل ہیں۔

ذوالقرنین جب تیسری مہم کے دوران دو پہاڑوں کے درمیان پہنچتا ہے اور اس مقام پر آباد مظلوم قوم جب اس سے دیوار بنانے کی درخواست کرتی ہے تو وہ کہتا ہے۔ "میرے پروردگار نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ بہت ہے سو تم لوگ میری مدد محنت سے کرو۔۔۔" اس جملہ میں نہ صرف توحید بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت اور اللہ تعالیٰ پر توکّل و قناعت کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ اور جب دیوار کی تعمیر سے فارغ ہوتا ہے تو کہتا ہے "یہ بھی میرے پروردگار کی ایک رحمت ہے پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو وہ ڈھا کر برابر کر دے گا۔ اور میرے پروردگار کا ہر وعدہ برحق ہے۔"

اس جملہ میں بھی ایک طرف تو بارگاہ ربوبیت میں اظہارِ تشکر ہے، عجز و انکساری ہے اور حق تعالیٰ کی طاقت و عظمت کا اقرار ہے اور دوسری طرف اس کی قدرتِ کاملہ

ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نہ وہ ان سے کہیں اور نکلنا چاہیں گے۔
(۱۸/۱۰۸)

کا اظہار ہے کہ روزِ قیامت وہ اس مضبوط دیوار کو بھی ڈھا کر برابر کر دے گا۔ ہٰذا اسی کی طرف رجوع کرو۔ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھو جس کا اس نے وعدہ کر رکھا ہے۔ ان ہی صفات عالیہ کو ذوالقرنین کی شخصیت میں پاتے ہوئے ہمارے مفسرین کرام نے اس بات کو موضوعِ بحث بنایا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔ بہرحال اُن کے اوصاف جلیلہ پر کوئی اختلاف نہیں۔

زمانۂ حال کے محققینِ تاریخ بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سائرس کی شخصیت میں انسانی عظمت کا ایک پیام تھا اور مظلوم قوموں کے لئے نجات کا سبب۔ تاریخِ قدیم کے ایک مسلمہ ماہر پروفیسر جی بی گرنڈی اپنی کتاب "گریٹ پرشین وار" میں رقم طراز ہیں۔

"تاہم یہ حقیقت ہر حال میں غیر متزلزل رہتی ہے کہ اس (سائرس) کی تدبیر و سیاست کا دامن اس کی انسانیت و فضیلت کے جوہر سے بند ھا ہوا تھا۔" آگے چل کر اس کے عہدِ حکومت کی بابت لکھتے ہیں۔ "ہر قوم کے ساتھ پوری دادرسی کی گئی۔ ہر مذہب کے پیروؤں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ دنیا کی گذشتہ عالمگیر دہشتناکی کی جگہ ایک عالمگیر رواداری اور عفو و بخشش کا مبارک دور شروع ہو گیا۔"

زمانۂ حال کی ان تحقیقات کو بغور دیکھا جائے تو سورۂ کہف کے بیان کردہ قصۂ ذوالقرنین کی تفسیر معلوم ہوتی ہیں۔ اور اس طرح سرورِ دین نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ تعلیمات کی تصدیق ہوتی چلی جاتی ہے کہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں حق پرستوں کا شعار بنی ہیں۔ وہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل ہیں جس طرح آپؐ کے عہدِ اقدس میں قابلِ عمل تھیں۔

اس قصۂ ذوالقرنین کا ایک پہلو قرآن کی آفاقیت اور انسانیت نوازی ہے۔ جس طرح قرآن زمان و مکان کی قیود میں نہیں اسی طرح وہ کسی فرد کی ذاتیات کے بجائے اسکی صفات کو پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قصہ میں ذوالقرنین کے جغرافیائی تعلق یا حسب و نسب کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی شخصیت کی صفات عالیہ کو پیش کیا گیا۔ اور یہی تعلیم حضور

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "اگر سمندر روشنائی ہو جائے میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہو سکیں گی اگرچہ ہم ایسا (سمندر) اس کی مدد کے لئے اور لے آئیں۔
(۱۰۹/۱۸)

محسنِ انسانیت نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیش فرما رہے تھے کہ لوگ حق سبحانہٗ تعالٰے کے حضور اپنی ذاتیات کے خول فراموش کر دیں چونکہ اللہ تعالیٰ نسب کو نہیں انسانی وصف کو دیکھتا ہے۔ ابولہب اور حمزہؓ دونوں ہی بنی ہاشم اور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے لیکن ایک ننگِ انسانیت تھا اور دوسرا مجسمۂ انسانیت۔ دونوں کا نسب ایک تھا لیکن وصف جدا جدا۔ اوّل الذکر صداقت کا منکر اور آخر الذکر صداقت کا مطیع اور فرمانبردار۔

سورۂ کہف کی فضیلت | سورۂ کہف کی فضیلت کے متعلق مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے اس سورہ کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لیں وہ فتنۂ دجّال سے محفوظ ہو گیا۔ ترمذی میں تین آیات اور مسلم میں آخری دس آیات کا ذکر ہے۔ نسائی میں بھی دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔ مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ جو اس سورہ کا اوّل و آخر پڑھ لے اس کیلئے سرتاپا نور ہی نور ہو گا اور پوری سورت پڑھ لے تو زمین سے آسمان تک نور ہو گا۔ حافظ ضیاؒ مقدسی کی کتاب المختارہ کا حوالہ دیتے ہوئے ابنِ کثیر میں مرقوم ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

بہرحال سورۂ کہف کی فضیلت مسلمہ ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ فضیلت کس بنا پر ہے چونکہ قرآن حکیم تو تمام تر کلامِ ربّانی ہے اور بلاشبہ ہر آیت فضیلت کی حامل ہے۔ لیکن احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض سورتوں اور آیات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآنِ حکیم میں بھی سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی کہہ کر اس کی فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے کہ توریت، انجیل اور زبور میں سورۂ فاتحہ کے مثل کوئی سورت نازل نہ ہوئی۔ اسی سورۂ

(اے حبیبؐ!) آپ فرما دیجیے کہ میں تمہارا ہی جیسا بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سو جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (۱۸/ ۱۱۰)

مبارکہ کو ہر مرض کے لیے شفاء بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ اخلاص کو با اعتبارِ فضیلت تہائی قرآن کے برابر بتایا ہے۔ احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت الکرسی کی بھی فضیلتوں کا پتہ چلتا ہے۔

ایسی تمام سورتوں اور آیتوں کا جائزہ لینے کے بعد یہی بات ذہن میں اُبھرتی ہے کہ فضیلت بہ اعتبار مضمون ہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان میں بے شمار برکتیں رکھی ہیں تاکہ اس کی مخلوق استفادہ کرے اور بہ ایں وجہ اللہ کے حبیب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نشاندہی فرمائی۔

سورۂ کہف میں جیسا کہ ہم صفحاتِ گذشتہ میں دیکھ چکے ہیں تین واقعات خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور تینوں واقعات میں بندے کی اطاعتِ ربانی کا اظہار ہے اور ساتھ ہی مطیع و فرمانبردار بندوں پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عنایات بے پایاں کا ذکر کیا گیا ہے۔ باغ والے اور ابلیس و آدم والے قصوں میں بھی یہی بات نمایاں ہے لہٰذا ان حقائق کے ساتھ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ کہف کی فضیلت بیان فرما کر درحقیقت انسانی عظمت و سربلندی کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم صرف اس کی ظاہری ہیئت ہی پر اکتفا کریں یا اسکی اصل روح کو اپنا کر انسانی عظمت و سربلندی کی جانب قدم اٹھائیں۔ بہر کیف مولائے کل دانائے سُبل صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تو ہر ایک کے لیے جاری ہے۔

سُوْرَۃُ النَّحْل (پ ۱۴)
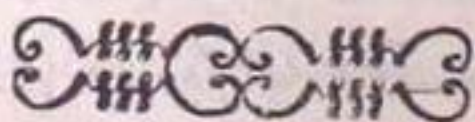
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اب آیا ہی چاہتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ مچاؤ۔ پاک اور برتر ہے وہ اس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ (وہی) فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے نازل کرتا رہتا ہے اپنے بندوں میں جس پر وہ چاہے کہ خبردار کردو کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

— اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے حکمت کے ساتھ، وہ برتر ہے ہر شرک سے جو یہ (لوگ) کرتے رہتے ہیں۔

— اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا مگر وہ تو کھلم کھلا مقابلہ پر آگیا۔

— اور (اے لوگو! ذرا غور تو کرو کہ) چوپائے بھی اسی نے بنائے (ہیں) ان میں تمہارے لیے گرم لباس بھی ہے اور (دیگر) فائدے (بھی) ہیں اور ان میں سے (کچھ) کو تم کھاتے بھی ہو۔ (۱۶/۵-۱)

آپؐ سے مشرکین کی ازراہِ تمسخر عذاب کی فرمائش

حق بات تو یہ ہے کہ ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ کہف کے نزول کے بعد مشرکین کو کلامِ ربانی کی حقانیت تسلیم کر لینا چاہیے تھی۔ چونکہ علمائے یہود نے جب مذکورہ سوالات مشرکینِ مکہ کے نمائندہ وفد کو بتائے تھے تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر محمدؐ ابن عبداللہ ان سوالوں کا جواب دیدیں تو سمجھ لینا کہ نبی برحق ہیں۔ لیکن بعد میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ مشرکین پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

گو قصۂ اصحابِ کہف پڑھتے ہوئے یہ حقیقت خود بخود ذہن نشین ہوتی چلی جاتی ہے کہ قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیا جانا برحق ہے۔ اور جس اللہ نے تین سو سال سے اوپر کی مدت گذر جانے کے بعد بھی اصحابِ کہف کو نیند سے بیدار کیا وہ

—— وہ اللہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا، جس سے تمہیں پینے کو ملتا ہے اور اسی سے سبزہ زار پیدا ہوتے ہیں جن میں تم مویشی چراتے ہو۔ اور اسی سے تمہارے لئے کھیتی اگاتے ہیں، نیز زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بے شک اس میں (بڑی) نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

—— اور اسی نے تمہارے لئے مسخر کیا ہے رات کو اور دن کو، اور سورج کو اور چاند کو، اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

—— اور ان چیزوں کو بھی مسخر بنایا جنہیں زمین پر تمہارے لئے پھیلایا (ہے)۔ ان کے اقسام مختلف ہیں بے شک اس میں بھی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

—— اور وہی (اللہ) ہے جس نے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور تاکہ تم اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

—— اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے ہیں تاکہ وہ تم کو لے کر نہ ڈگمگائے، اور دریا اور راستے (نکال دیئے) تاکہ تم راہ پاتے رہو اور علامتیں بھی (بنائیں) اور ستاروں سے بھی لوگ راہ پاتے رہتے ہیں۔ (۱۶/۱۶-۱۰)

مردوں کو بھی روزِ قیامت دوبارہ زندہ کرنے کی قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔ لیکن افسوس قریشِ مکہ ضدی تھے، ہٹ دھرم تھے، حق بین و حق شناس نہ تھے۔ کفر و شرک نے ان کے اندر اتنی بھی اخلاقی جرارت باقی نہ رکھی تھی کہ وہ حق کو حق کہتے۔ دشمنِ رسول (صلعم)، نضر بن حارث جو قریشِ مکہ کے اس دور کنی وفد میں شامل تھا جو علمائے یہود سے مشورہ

— اچھا تو وہ (اللہ) جو پیدا کرتا ہے، اور وہ (بت) جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، تو کیا دونوں یکساں ہیں؟ — کیا تم (اتنا بھی) غور نہیں کرتے۔
— اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو انہیں شمار بھی نہ کر سکو گے۔ بے شک اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور چھپے ہوئے کو بھی۔ (۱۶/۱۸-۱۷)
— تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ البتہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل (معبودِ واحد سے) منکر ہو رہے ہیں اور وہ تکبر کر رہے ہیں۔ اللہ ضرور جانتا ہے اس کو بھی جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور اس کو بھی جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
— اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی تو کہتے ہیں کہ (وہی) اگلوں کے بے سند قصے۔ نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ اپنے (گناہوں کا) پورا بوجھ اٹھائیں گے اور ان لوگوں کے (گناہوں کا بھی) جنہیں یہ بغیر علم سے کام لئے گمراہ کر رہے ہیں۔ دیکھو جی! کیا ہی بُرا بوجھ ہے جو یہ اٹھاتے ہیں۔ (۱۶/۲۵-۲۲)

کرنے مدینہ گیا تھا اب سورۂ کہف کو بھی سُن کر کہتا پھرتا تھا کہ یہ تو اگلے زمانے کی بے سند کہانیاں ہیں۔

مشرکین کی طرف سے روزِ قیامت کو جھٹلانے کا وہی سلسلہ لامتناہی چلا جا رہا تھا۔ ہادیٔ برحق نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی آیاتِ ربانی کی روشنی میں لوگوں کو قیامت سے ڈراتے تو یہ ظالم کہتے کہ ہم تو تم کو اور تمہاری قیامت دونوں کو جھٹلا چکے لیکن تمہارا عذاب نہ آیا۔ جس کی تم عرصۂ دراز سے ہم کو دھمکیاں دیتے آئے ہو۔ اگر ہو سکے تو وہ عذاب بھی جلدی سے ہمارے اوپر لے آؤ۔ کچھ یہی حالات تھے کہ درج بالا آیاتِ ربانی کا نزول ہوا۔ جن کے ذریعہ پھر ایک بار دعوتِ توحید دی گئی، دل کش انداز میں

—— اور جب ڈر والوں (اہلِ ایمان) سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے؟ تو وہ کہتے ہیں بڑی (خیروالی چیز) نازل فرمائی ہے۔ جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے لیئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے، اور عالمِ آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے۔ اور اہلِ تقویٰ کا وہ گھر واقعی اچھا ہے۔ (۱۶/۳۰)

—— اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا تھا ہم ان کو دنیا میں (بھی) بہت اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش! انہیں خبر ہوتی۔ وہ (مہاجرین ایسے ہیں) جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

—— اور ہم نے آپ سے قبل مرد ہی رسول بنا کر دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجے ہیں جن پر ہم وحی بھیجا کرتے رہے ہیں۔ سو اگر تم لوگوں کو (اس بات کا) علم نہیں تو اہلِ علم سے دریافت کر لو۔ اور (اے حبیبؐ) ہم نے آپ پر بھی یہ نصیحت نامہ (قرآن) بھیجا ہے تاکہ آپ لوگوں پر ظاہر کر دیں جو کچھ ان کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ وہ (اس کی طرف) غور و فکر کریں۔ (۱۶/۴۴-۴۱)

عقلی و منطقی دلائل دیئے گئے اور شواہد فطری کی طرف توجہ دلائی گئی کہ لوگ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں۔

یہ تمام باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضور محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ہمت و استقامت کا دامن کبھی چھوڑا اور نہ سخت ترین حالات میں بھی دعوتِ توحید پیش کرنے سے گریزاں ہوئے۔ بلکہ جب بھی جس طرح پیغام ربانی آیا آپؐ نے لوگوں کے سامنے پیش فرما دیا۔ آپؐ کو تو دراصل اطاعتِ ربانی مقصود تھی نہ کہ مشرکین کی خوشنودی اور اسی بات پر تو وہ آپؐ کے دشمنِ جاں بنے ہوئے تھے۔ (بحوالہ خزائن العرفان)

۵۔ آپؐ کے صحابہؓ کی پر اذیت زندگی | یہ دور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقائے کرام کے لیئے انتہائی شدید مظلومیت

___ کیا وہ لوگ (مشرکین و منکرین) جو بڑے بڑے منصوبے باندھتے رہتے ہیں اس امر سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب ایسے موقع سے آجائے کہ انہیں گمان بھی نہ ہو۔ یا انہیں ان کے چلتے پھرتے پکڑ لے، سو یہ لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یا انہیں گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے لیکن آپ کا پروردگار بڑا شفیق ہے بڑا رحمت والا ہے۔ (۱۶/ ۴۷-۴۵)

___ اور (اے لوگو!) اللہ نے کہہ رکھا ہے کہ دو معبود نہ قرار دینا۔ وہ تو ایک ہی معبود ہے، سو تم لوگ مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کا دین اطاعت کے قابل ہے۔ تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس جو بھی کوئی نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی (اللہ) سے (ہی) تو فریاد کرتے ہو۔ (۱۶/ ۵۳-۵۱)

کا دور تھا۔ ظالم مشرکین قریش کا جس پر بھی بس چل جاتا، اس کو اس قدر ایذا دیتے کہ بس جان نکلنا ہی باقی رہ جاتی تھی۔ یہ ظالم جسمانی اذیت دے کر بھی مطمئن نہ ہوتے تو طرح طرح سے ذہنی اذیت دینے لگتے تھے۔ ابن اسحٰق نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ ظالم مشرک صحابۂ کرام کو اس درجہ اذیت دیتے کہ وہ سیدھا بیٹھ بھی نہ سکتے تھے اور اس کرب و بلا کے عالم میں مظلوم صحابیؓ کو مجبور کرتے کہ وہ اللہ کو نہیں لات و عزّیٰ کو معبود کہے۔ حتّٰی کہ توحید کا مذاق اڑانے کے لئے اس مظلوم کو یہاں تک مجبور کرتے کہ گوبر کے کیڑے کو معبود کہلواتے تھے۔ ان ہی حالات سے مجبور ہو کر بہت سے صحابۂ کرامؓ حبشہ کے علاوہ اور دیگر مقامات پر بھی ہجرت کر گئے تھے۔

آیت نمبر ۴۱ میں کچھ ایسے ہی حالات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حق سبحانہٗ تعالےٰ نے ان مظلوم صحابۂ کرام کو اپنے حبیب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ آخرت کے اجرِ عظیم کی بشارت عطا فرمائی اور آگے کی آیات میں مشرکین کے اعتراضات کا جواب

— بری حالت ہے ان لوگوں کی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور اللہ کے لئے اعلیٰ صفات ثابت ہیں۔ اور وہ بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے۔

— اور اگر اللہ لوگوں پر ان کی زیادتی کے سبب فوراً گرفت کرتا تو زمین پر کوئی چلنے والا انہیں چھوڑتا لیکن انہیں ایک میعادِ معیّن تک مہلت دیئے ہوئے ہے۔ پھر جب ان کی وہ میعاد آ جائے گی تو اس سے وہ نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (۱۶/۶۱-۶۰)

(اے نبیؐ!) اور ہم نے آپ پر کتاب بس اسی لئے نازل کی ہے کہ جس امر میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ اس کو ان پر واضح کر دیں، اور (یہ کتاب) ہدایت و رحمت (ہے) ایمان والوں کے لئے۔ (۱۶/۶۴)

دیتے ہوئے انہیں پھر دعوتِ غور و فکر دی کہ وہ حق کو پہچانیں اور ہادیٔ برحق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلانے سے باز آئیں۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کی گرفت نہ ہوگی۔ یہ تو درحقیقت اللہ تعالےٰ کی شانِ رحمت ہے کہ وہ ہر ایک بات پر گرفت نہیں کرتا۔ اگر وہ ہر چھوٹی بڑی بات پر گرفت کرنے لگے تو روئے زمین پر کوئی ایک متحرک ہستی بھی اس کی گرفت سے بچ نہ سکے گی۔ اس نے تو درحقیقت ایک میعادِ معیّن تک مہلت دی ہوئی ہے اور جب وہ میعاد گزر چکے گی تو پھر کوئی بھی اس کی گرفت سے نہ بچے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ لیکن مشرکین مکّہ تو اندھے تھے، شرک و گمراہی نے ان کی عقلوں کو سلب کر رکھا تھا۔ وہ تو آپؐ کے اور صحابۂ کرامؓ کے دشمنِ جان بنے ہوئے تھے۔

(بحوالہ ابنِ ہشام۔ ابنِ کثیر)

____ اور اللہ نے اوپر سے پانی اتارا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد زندگی دی۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانی ہے جو سنتے ہیں۔ اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں بھی بڑا سبق ہے، ان کے پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے گوبر اور خون، اس کے درمیان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے۔ اسی طرح کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے عقل سے کام لینے والوں کے لئے۔ اور دیکھو تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں القا کیا کہ تو گھر بنا لے پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں بھی، پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے پروردگار کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک مشروب نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (۱۶/ ۶۵-۶۹)

____ اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ آسمان سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین ہی سے کسی چیز کا۔ اور نہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ (۱۶/ ۷۳)

آپؐ جمیع انسانیت کے لئے گواہ ہیں

انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے بعد گفت و شنید اس کے سامنے درج بالا سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں وہ بیٹھا بغور سنتا رہا۔ پھر آپؐ نے ان آیاتِ ربانی کی وضاحت فرماتے ہوئے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف دلائی کہ وہ کس طرح دودھ، پھل اور عمدہ حلال روزی اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ آپؐ نے شہد کا بھی

— اللہ ایک ایسی مثال بیان کرتا ہے کہ ایک تو غلام مملوک ہے کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا ایسے لوگ باہم برابر ہو سکتے ہیں۔ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ لیکن اکثر ان (مشرکین) میں سے علم ہی نہیں رکھتے۔ (۱۶/۷۵)

— اور اللہ ہی کے لئے خاص ہیں زمین اور آسمان کی پوشیدہ باتیں۔ اور قیامت کا معاملہ بھی ایسا ہوگا جیسے آنکھ کا جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلد تر۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱۶/۷۷)

— اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ نہ ان سے ہلکا کیا جائیگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

— اور جس دن ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ ان ہی میں سے اٹھائیں گے اور ان (سب) لوگوں کے مقابلے میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے (جو) ہر بات کو کھول دینے والی (ہے) اور مسلموں کے حق میں ہدایت و رحمت اور بشارت (ہے)۔ (۱۶/۸۹)

ذکر کیا جس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے بے انتہا فوائد رکھے ہیں۔ غرض درج بالا آیات میں بیان کردہ جملہ نعمتوں پر آپؐ نے تفصیلی روشنی ڈالی۔ پھر آپؐ نے اس سے دریافت کیا کہ اے شخص کیا تم کو اللہ نے رہنے کی جگہ کے لئے مکانات دیئے اس نے کہا۔ "صحیح ہے"۔ پھر آپؐ نے ان آیات کا حوالہ دیتے ہوئے اس سے دریافت کیا کہ کیا اللہ نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے پھر جواب دیا "صحیح ہے"۔ غرض اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا اقرار کیا۔ آخر میں آپؐ نے اس سے فرمایا کہ پھر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کرلو۔ یہ سنتے ہی وہ اعرابی پیٹھ پھیر کر چلدیا۔

ایسے واقعات تو درحقیقت اب روزمرہ کا معمول تھے۔ یہ ظالم دلائل سنتے،

— بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور حسنِ سلوک (کرنے کا) اور رشتے داروں کو دیتے رہنے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے، بُری بات اور ظلم (سرکشی) سے، تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم (ان باتوں پر) دھیان کرو۔
— اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو، اور قسمیں مضبوط کر کے نہ توڑو۔ اور تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو، بے شک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔
(۱۶/۹۱-۹۰)

ان کو حق بھی مان لیتے لیکن جب توحید کی بات آتی تو منہ پھیر جاتے۔ شرک نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ لیکن ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں سے بے نیاز پیغام حق کی تلقین میں مصروف تھے۔ آپؐ کی کاوشیں تو اعرابی اور مدنی، امیر اور غریب، کبیر اور صغیر، عورت اور مرد، سیاہ اور سفید ہر ایک کے لئے تھیں۔ اور آپؐ کا پیش کردہ پیغام زمان و مکان کی قیود سے آزاد تھا۔ اسی لئے حتمی تھا اور آپؐ ختمی مرتبت تھے کہ نہ آپؐ کے بعد کوئی دوسری شریعت نازل ہونی تھی اور نہ کسی دوسرے کو نبوت ملنا تھی۔

درج بالا آیت نمبر ۸۹ میں اسی امر حقیقی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ روزِ قیامت ہر امت سے ایک گواہ وہی نبی ہوگا جو اُس امت کے لئے مبعوث ہوا اور وہ گواہی دے گا کہ بارِ الٰہ میں نے تیرا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا۔ لیکن محسنِ انسانیت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انسانیت کے لئے گواہ ہوں گے اور بارگاہِ رب العالمین میں عرض کریں گے کہ اے پروردگارِ عالم میں نے تیری کتاب کو جو کہ ہر پیغام کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دینے والی ہے جمیع انسانیت کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ لہذا جو بندے تیرے مطیع و فرمانبردار ہے ان ہی نے رحمت پائی اور آج بھی تیری بشارت ان ہی کے لئے ہے۔ رہے سرکش اور باغی بندے تو ان پر تیرا عذاب برحق ہے۔ اور اس طرح روزِ قیامت آپؐکی گواہی حق اور باطل کے درمیان آخری سند ہوگی۔

بیرونِ مکہ آپؐ کی مقبولیت | آپؐ کے پیش کردہ پیغام کی گو مشرکین قریش کی جانب

— اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد تار تار نوچ ڈالا کہ تم بھی اپنی قسموں کو باہمی فساد کا ذریعہ بنانے لگو اس غرض سے کہ ایک گروہ دوسرے سے بڑھ جائے۔ اللہ اسی سے تو تمہاری آزمائش کرتا رہتا ہے، اور (ان باتوں کی حقیقت) ظاہر کردے گا قیامت کے دن جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے۔

— اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ (ہدایت) دکھا دیتا ہے (بسبب ان کے اعمال کے)۔ اور (اچھی طرح سمجھ لو کر) ضرور تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ (۱۶/۹۳-۹۲)

سے ہر طریقے مخالفت کی جارہی تھی اور مشرکین کی کھلی جارحیت نے ایسا ماحول بھی پیدا کر رکھا تھا کہ عام لوگ آپؐ کے قریب آنے سے بھی کترانے لگے تھے لیکن حق تعالیٰ کی مشیت اپنا کام کر رہی تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کاوشیں بھی جاری تھیں اور حق پرستی و حق گوئی کا دھارا بھی اپنے رُخ بہہ رہا تھا۔ ریگ زاروں، کہساروں اور وادیوں میں کہیں نہ کہیں راہ پا ہی لیتا تھا۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ مکہ سے دور کہیں آباد ایک مشرک قبیلے کے سردار اکثم بن صیفی کو بھی آپؐ کی نبوت اور آپؐ کے پیش کردہ پیغام کی بابت اطلاع ملی۔ وہ تھا تو مشرک لیکن نہ جانے کیا بات اس کے دل کو لگی کہ اس نے فوراً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس کی قوم کو جیسے ہی اطلاع ملی کہ ان کا سردار مکہ جاکر نئے نبیؐ سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ان کے درمیان چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ قبیلے کے بڑے بوڑھے اور بااثر لوگوں کو فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں ان کا سردار ان کے آبائی دین سے نہ پھر جائے۔ لہٰذا سب لوگ جمع ہو کر اپنے سردار اکثم بن صیفی کے پاس پہنچے اور اپنے خدشات کا اظہار کیا اور اس پر زور ڈالا کہ وہ اپنا ارادہ بدل دے۔ سردار نے جو اپنی قوم کو اس طرح بضد دیکھا تو کہنے لگا: "اچھا

—— اور اپنی قسموں کو باہمی فساد کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کہیں کوئی قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائے اور تم کو تکلیف بھگتنا پڑے بسبب اس کے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور (پھر) تمہیں بڑا عذاب ہو۔

—— اور اللہ کے عہد کو (دنیا کے) تھوڑے سے فائدے کے بدلے نہ بیچ ڈالو۔ بے شک اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے اگر تم (اس امر حقیقی کا) علم رکھتے ہو۔

—— جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔ اور جو لوگ ثابت قدم رہے ہم ان کا اجر انہیں ضرور دے کر رہیں گے ان کے بہترین اعمال کے مطابق۔

—— نیک عمل جو بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان والا ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض ضرور اجر دیں گے۔ (۱۶: ۹۷-۹۴)

اگر تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ میں خود مکہ جا کر نئے نبیؐ سے ملوں تو میری رائے یہ ہے کہ دو قاصد مکہ روانہ کیے جائیں اور وہ صورتِ حال سے ہم کو آگاہ کریں۔" اکثم بن صیفی کی اس تجویز پر اس کی قوم والے فوراً راضی ہو گئے۔ لہٰذا اس نے دو سمجھدار اور جہاندیدہ آدمیوں کا انتخاب کیا اور انہیں اپنا قاصد بنا کر مکہ روانہ کر دیا۔

اکثم بن صیفی کے قاصد مسافت طے کر کے آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپؐ نے کشادہ قلبی اور عزت و احترام سے ان کو خوش آمدید کہا۔ آپؐ کا تو طریقہ ہی یہ تھا کہ آپؐ ہر آنے والے کی عزت و احترام کرتے خواہ وہ غریب ہوتا یا امیر، صغیر ہوتا یا کبیر۔ ہر ایک کو کھڑے ہو کر خوش آمدید کہنا، محبت و خلوص کے ساتھ اپنے قریب بٹھانا اور حلم و انکساری کے ساتھ گفتگو کرنا آپؐ کا معمول تھا۔ ان دونوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اپنے قبیلے کے سردار اکثم بن صیفی

— تو جب تم لوگ (قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اس کا کچھ بھی قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو بس ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست بنائے رکھتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے رہتے ہیں۔

— اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے، تو یہ لوگ (مشرکین) کہنے لگتے ہیں کہ تم (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تو دل سے بنا لاتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حقیقت سے واقف ہی نہیں ہیں۔

— (اے نبیؐ!) ان سے کہدیجئے۔ "اسے تو روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے پروردگار کی طرف سے حکمت کے موافق اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے حق میں ہدایت و بشارت بن جائے۔

— اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ (مشرکین) کہتے ہیں کہ انہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک آدمی سکھلا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان میں ہے۔

— حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے اللہ ان کو کبھی صحیح بات تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

— جھوٹ بہتان تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے، اور وہی جھوٹے ہیں۔ (۱۶/۱۰۵-۹۸)

کی طرف سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوئے ہیں تاکہ یہ معلوم کریں کہ آپؐ کون ہیں اور کیا ہیں؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "میں محمدؐ ابن عبداللہ ہوں اور اللہ کا بندہ اور اس

۔۔۔ جو دکوئی ایمان لانے کے بعد اللہ کا منکر ہو، سوائے اس کے کہ اس پر زبردستی کی جائے حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن جس کا سینہ کفر ہی سے کھل جائے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کے لئے عذاب درد ناک ہے۔ یہ اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تھی، اور اللہ کفر اختیار کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور جن کی سماعت پر اور ان کی بینائی پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ تو اپنے انجام سے بالکل غافل ہیں۔ لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل ہی نقصان اٹھانے والوں میں رہیں گے۔ (۱۶/۱۰۹-۱۰۶)

کا رسول ہوں۔" نووارد اس قدر مختصر اور جامع جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ وہ تو سمجھے تھے کہ عربوں کے عام طریقے کے مطابق آپؐ اپنی پشت ہا پشت کا نسب بیان کریں گے۔ آپؐ نے پھر پیغام حق کی تلقین فرماتے ہوئے درج بالا آیات ان کے سامنے تلاوت فرمائیں۔ ان لوگوں پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ انہوں نے آپؐ سے ان آیات کو بار بار پڑھنے کی درخواست کی حتیٰ کہ انہیں یہ آیات زبانی یاد ہو گئیں۔

جب یہ دونوں حضرات اپنے قبیلہ میں واپس پہنچے تو ان کا سردار اکثم بن صیفی ہی نہیں بلکہ سب ہی ان کے منتظر تھے۔ ہر ایک نئے نبیؐ کے متعلق جاننے کا خواہشمند تھا ان لوگوں نے اپنی ملاقات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا۔ "ہم نے ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ایسا شخص پایا کہ جس کو اپنے نسب پر کوئی فخر نہیں حالانکہ وہ بڑے نسب والے اور اعلیٰ خاندان کے ہیں۔ انہوں نے تو صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتایا اور کہا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر انہوں نے اللہ کا کلام سنایا جس کو ہم نے یاد کر لیا ہے۔ یہی کلام ان کی تعلیم ہے جو وہ اللہ کی طرف سے لوگوں کو دیتے ہیں۔"

اکثم بن صیفی نے کہا۔ "وہ کلام بھی سناؤ۔" لہٰذا ان لوگوں نے درج بالا

۔ اور اللہ ایک بستی والوں کی مثال بیان کرتا ہے کہ وہ امن و اطمینان میں رہتے تھے، ان کے کھانے کا سامان بہ فراغت ان کے پاس ہر طرف سے آتا رہتا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اس پر اللہ نے انہیں ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا بسبب ان کے کرتوتوں کے۔ اور ان کے پاس ایک رسول بھی ان ہی میں سے آیا تھا، سو اس کو انہوں نے جھٹلایا، پس انہیں عذاب نے آپکڑا۔ اور وہ بے انصاف تھے۔ (۱۱۲-۱۱۳/۱۶)

(اے حبیبؐ!) آپ اپنے پروردگار کی راہ کی جانب (لوگوں کو) بلائیے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے، اور ان کے ساتھ بحث کیجئے پسندیدہ طریقہ سے۔ بے شک آپ کا پروردگار ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہی ہدایت پائے ہوؤں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔

____ اور اگر تم لوگ بدلہ لینا چاہو تو انہیں اتنا ہی دکھ پہنچاؤ جتنا دکھ انہوں نے تمہیں پہنچایا ہے۔ اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھا ہے۔ (۱۲۵-۱۲۶/۱۶)

آیت نمبر ۹۰۔ اور اس کے بعد کی آیات تلاوت کیں جن کو سن کر وہ بے حد متاثر ہوا کہنے لگا۔ "وہ (نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) تو بڑی اچھی اور اعلیٰ باتیں سکھاتے ہیں۔ اور بُری اور سفلی باتوں سے روکتے ہیں۔ وہ یقیناً نبی ہیں۔" پھر اپنے قبیلے کے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "اے میرے قبیلے کے لوگو! میرا مشورہ ہے کہ تم لوگ اسلام کی طرف سبقت کرو تاکہ تم لوگوں کو دوسروں پر سرداری مل جائے یہ نہ ہو کہ تم دوسروں کی دُمیں ہی بن کر رہ جاؤ۔"

ایک طرف مکہ سے باہر آپؐ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود وادیٔ مکہ سے دور بسنے والے آپؐ کی طرف راغب ہو رہے تھے۔ آپؐ کی حق بیں و حق پرست باتوں میں اپنی فلاح پا رہے تھے اور دوسری طرف آپؐ کی قوم کے لوگ آپؐ کے

— (اے حبیبؐ!!) آپ صبر کیئے رہیئے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کی توفیق سے ہے" اوران (مشرکین) پر غم نہ کیجئے اور ان کے فریبوں سے تنگ دل نہ ہو جیئے۔

— (اے حبیبؐ!!) بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور حسنِ سلوک کرتے رہتے ہیں۔ (۱۶/۱۲۸—۱۲۷)

خلاف جھوٹ اور بہتان باندھ رہے تھے۔ کلامِ ربانی کی تکذیب کرنے کے لئے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا تو کہنے لگے کہ یہ ساری باتیں ایک عجمی (غیر عرب) ان کو سکھا دیتا ہے۔ ایک طرف تو یہ ظالم قرآنِ حکیم کی فصاحت و بلاغت، سلاست و جامعیت اور معنوی منزلت و رفعت سے متاثر ہو کر اسے جادو کہتے تھے اور دوسری طرف اسی کلام کو ایک غیر عرب شخص کا سکھایا ہوا کہ رہے تھے۔ آیت نمبر ۱۰۳ میں اسی الزام تراشی کی طرف اشارۂ ربانی ہے۔ اور آگے کی آیات میں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ یہ مشرک تو درحقیقت وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کے اعمالِ بد کی بنا پر مہر لگا دی ہے اور آخرت میں ان ہی کو سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

حضور سرورِ دین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رقیق القلب تھے اور اپنے دل کی گہرائیوں سے مشرکین کی فلاح کے خواہاں تھے لہٰذا ان کی باتیں آپؐ کو کسی حد تک غمزدہ کر دیا کرتی تھیں۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے آپ کی تسلّی و تشفّی فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ آپکو تو اللہ نے صبر کی عظیم توفیق عطا فرمائی ہے لہٰذا آپؐ صبر ہی کریں اور ان ظالموں کی طرف سے کسی بھی طرح تنگ دل نہ ہوں۔ خود بھی حسنِ سلوک کرتے رہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمائیں۔ حق تو یہ ہے کہ آپؐ مجسّم حُسنِ سلوک تھے۔

(بحوالہ ابن کثیر)

سورۃ نوح (پ ۲۹)
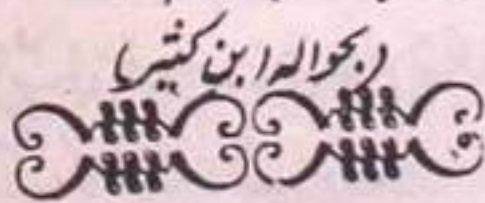
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ڈراؤ ان کو کہ اس سے قبل ان پر دردناک عذاب آئے۔ انہوں نے کہا۔ "اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا حکم مانو (تو) وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں وقتِ مقرر تک مہلت دے گا۔ بے شک اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آئے گا تو ٹلنے کا نہیں۔ کاش! تم اس کو جانتے۔ ــــ (پھر نوح نے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دعوت دی مگر میرے بلاوے نے تو ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔ اور جب بھی میں نے ان کو بلایا (تو اسی لئے) کہ تو انہیں معاف کر دے۔ (لیکن) انہوں نے تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور (اپنے اوپر) اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور اڑے رہے اور بڑا غرور کیا۔ (۷۱/ ۷-۱)

ان دنوں آپؐ کی گھریلو زندگی بھی اداس تھی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر آپؐ کے شفیق چچا ابوطالب اور رفیقۂ حیات زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کی لگاتار اموات نے گہرے اثرات مرتب کئے تھے۔ گھر سے باہر بے بسی کا یہ عالم ہو چلا تھا کہ آپؐ عرب طور وطریق کے بموجب مطعم بن عدی کی پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے۔ جس کا تذکرہ صفحاتِ گذشتہ میں کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح گھریلو زندگی بھی متاثر ہوئی تھی۔ جب آپؐ گھر میں داخل ہوتے تو سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ دونوں جگر گوشوں کے چہروں پر اداسی کے آثار پاتے۔ غم خوارِ رسولؐ حضرت خدیجہؓ کی جدائی جس طرح آپؐ کے لئے باعثِ حزن وملال تھی اسی طرح دونوں

—— پھر میں نے اُن کو باآوازِ بلند بھی بلایا، پھر میں نے انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور بالکل خفیہ بھی سمجھایا۔ (اور) میں نے کہا اپنے پروردگار سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر کثرت سے بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے۔ حالانکہ اسی نے طرح طرح سے تم کو بنایا ہے، کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہہ بہ تہہ پیدا کئے ہیں اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔ اور اللہ نے تم کو زمین ہی سے ایک خاص طور پر پیدا کیا۔ پھر وہ تم کو اسی میں لے جائے گا اور اسی سے تمہیں باہر لے آئے گا۔ اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو۔

(۷۱/۲۰-۹)

بچیوں کے دلوں پر ماں کی محرومیت کے نقوش نمایاں تھے۔ دونوں بڑی بہنیں حضرت زینب رضی اور حضرت رقیہ رضی اپنے اپنے گھروں کی ہو چکی تھیں۔ حضرت زینب رضی کی شادی تو ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوئی تھی جو کہ ابھی تک گروہ مشرکین میں شامل تھے۔ حضرت رقیہ رضی حضرت عثمان رضی ابنِ عفان کی زوجیت میں رہتے ہوئے خود مظلومین میں شامل تھیں۔ ان کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت امِ کلثوم رضی کا بھی نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا لیکن دشمنِ رسول نے اپنے دونوں بیٹوں سے دونوں کو طلاق دلا دی تھی۔ بعدہٗ حضرت رقیہ رضی کا نکاح تو حضرت عثمان رضی سے ہو گیا تھا لیکن حضرت امِ کلثوم رضی اپنی بہن حضرت فاطمہ رضی کے ساتھ باپ کی شریکِ غم تھیں دونوں کی عمریں ہی کیا تھیں ایک کی عمر ۱۳-۱۵ برس رہی ہو گی تو دوسری کی ۸-۱۰ سال سے زیادہ نہ تھی۔ باپ کے ساتھ مشرکین کی زیادتیوں کو سن کر اور زیادہ مغموم ہو جاتیں۔ یہ حالات ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حوصلہ شکن ہو سکتے تھے لیکن

____ نوحؑ نے عرض کیا "اے میرے پروردگار! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی پیروی کی جن کے مال و اولاد نے انہیں نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور انہوں نے بڑے بڑے مکر کر ڈالے اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا" اور بے شک ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے، تو ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دے۔"

____ چنانچہ اپنے گناہوں کے باعث وہ غرق کئے گئے، پھر آگ میں داخل کئے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

(۷۱/۲۵-۲۱)

آپؐ کی ہمت بلند تھی۔ آپؐ کی ہمت سے تو صحابۂ کرام کی ڈھارس بندھی تھی۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے آپؐ کو وہ صبر اور استقلال عطا فرمایا تھا کہ جو بڑے سے بڑے طوفانوں میں بھی چٹان کی مانند مستحکم رہتا تھا۔ ورنہ جو طوفانِ مخاصمت ان دنوں مکہ کے گلی کوچوں میں جوش مار رہا تھا اس میں حق پرستوں کی نیا کو سنبھالے رکھنا معمولی کام نہ تھا۔ کچھ یہی شب و روز تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا جس میں حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے وہی حالات بیان کئے گئے جو مشرکین قریش اور ان کے حالات سے مطابقت رکھتے۔ جس طرح حضرت نوحؑ کی قوم کے لوگوں نے ان کی مخالفت کی تھی اور اپنے بد خو و بد کردار اور مغرور سرداروں کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے حضرت نوحؑ کی پیش کردہ دعوتِ توحید کو ٹھکرایا تھا یہی حال اس وقت مشرکینِ قریش اور ان کے مغرور سرداروں کا تھا۔ لہٰذا حق سبحانہ تعالےٰ نے حضرت نوحؑ کے واقعات بیان فرما کر پھر ایک بار ظالم مشرکوں کو متنبہ فرمایا کہ وہ ان واقعات سے درسِ عبرت پائیں لیکن وہ ظالم تو ہٹ دھرم تھے ضدی تھے۔ ان کی مشرکانہ ذہنیت نے تو ان کی عقلِ سلیم بھی سلب کر لی تھی نہ وہ بحیثیت انسان اپنی حقیقت کو سمجھتے تھے اور نہ اپنی منزلِ مقصود کو جانتے تھے۔

— اور نوح نے یہ بھی عرض کیا۔ "اے پروردگار! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو انہیں رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کرتے رہیں گے اور ان کے محض کافر و فاجر ہی اولاد پیدا ہوتی رہے گی۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو اور جو بھی میرے گھر میں داخل ہو بحیثیت مومن کے اور کل ایمان والوں اور ایمان والیوں کو۔ اور ان ظالموں کی ہلاکت تو بڑھاتا ہی جا۔" (۷۱/۲۸-۲۶)

قربان جائیے اس عزم مجسم رحمتِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان تمام ترمخالفتوں کے باوجود آپؐ اپنی منزل کی جانب مسلسل بڑھتے جا رہے تھے نہ گھر کی اداسی آپؐ کے لئے کسی طرح ہمت شکن تھی اور نہ دشمنوں کی یلغار حوصلہ سوز۔

(بحوالہ طبری ۔ ابن ہشام)

سورۃ ابراھیم (پ ۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓرٰ! یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے اس کی راہ کی جانب جو غالب ہے اور سب خوبیوں والا ہے۔ وہی اللہ کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے عذابِ شدید سے، جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں۔ اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اسی کی زبان میں وہ ان لوگوں پر احکام و تعلیمات کھول کر بیان کریں۔ پھر اللہ ہی جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے (بسبب ان کے اعمال کے) اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔ (۱۴/۴-۱)

آپؐ نے روشنی کی طرف بلایا درحقیقت انسانی زندگی کے صرف دو ہی روپ ہیں انہیں حق اور باطل کہیے یا روشنی اور تاریکی سے تشبیہ دیجیے مطلب ہر دو کا ایک ہی ہے۔ جب روشنی انسان کے ظاہر اور باطن پر چھا جاتی ہے تو وہ اپنی ذات کو بھی پہچان لیتا ہے اور اس کی منزلِ مقصود بھی اسے نظر آنے لگتی ہے۔ لیکن جب وہ تاریکیوں میں ہوتا ہے تو نہ خود کو پہچانتا ہے اور نہ اپنی راہ کو۔ کبھی خود فریبی میں مبتلا ہوتا ہے تو کبھی خود ستائی میں اور اسی گھمنڈ کے ساتھ ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے۔ انسانی زندگی کی یہی وہ کہانی ہے جو روزِ ازل سے چلی آرہی ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے روزِ ازل جب توحید کی شمع روشن کی تو انسان کو اس کی مقدر کی گئی عظمت کی ایک جھلک بھی دکھا دی اور اس راہ کی نشاندہی بھی کر دی جو اس کی منزل

— اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو نکال لاؤ اندھیروں سے اجالے کی طرف اور انہیں اللہ کے معاملات یاد دلاؤ۔ بے شک اس میں بڑی نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر کے لیے۔ (۱۴/۵)

(اے لوگو!) کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں جو تم سے قبل ہو چکے ہیں؟ قوم نوح اور عاد و ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں۔ انہیں اور کوئی نہیں جانتا ہے بجز اللہ کے۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے کھلے ہوئے نشان لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور بولے۔ "ہم منکر ہیں اس حکم کے جسے لے کر تم بھیجے گئے ہو۔ اور جس امر کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم بڑے شبہے میں ہیں جو ہم کو تردد میں ڈالے ہوئے ہے۔ (۱۴/۹)

— اور منکرینِ حق نے اپنے رسولوں سے کہا۔ "ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال کر رہیں گے یا تم ہماری ملت میں واپس آ جاؤ"۔ پھر ان (رسولوں) پر اُن کے پروردگار نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ضرور ان ظالموں کو ہلاک کر کے رہیں گے۔ اور ان کے بعد تم کو زمین پر آباد کر دیں گے۔ یہ وعدہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرتا اور میری وعید سے خوف رکھتا ہو۔ اور انہوں نے فیصلہ چاہا تھا اور پھر ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔ (۱۴/۱۵-۱۳)

مقصود کی طرف رہبر و رہنما ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے اس نے وہ سلسلۂ نبوت بھی جاری کیا جس کی تکمیل محسنِ انسانیت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر کر دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے دعوتِ حق دی اور لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف بلایا۔ جنہوں نے اس ندائے حق پر لبیک کہا وہی راہ یاب ہوئے اور جنہوں نے اس سے اختلاف کیا وہ مغضوب و ملعون قرار پائے۔

درج بالا سورۂ مبارکہ کی ابتدائی آیات اسی شمعِ توحید سے نکلی ہوئی کرنیں ہیں جو اندھیروں کو مٹانے کے لئے بے تاب ہیں۔ اور یہی تو آپ کی زندگی کا مشن تھا۔ آپ اپنے

— جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے رہتے ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے راکھ کہ اس پر تیز آندھی کے دن ہوا کا تیز جھونکا آیا تو ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا۔ یہی ہے دور کی گمراہی۔

— (اے لوگو!) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔

(اے نبیؐ!) کیا آپ نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ خوب مضبوط ہے اور اس کی شاخیں اونچائی میں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، وہ اپنا پھل ہر فصل میں اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا رہتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں اسی لئے بیان کرتا ہے کہ وہ خوب سمجھیں۔ اور خبیث بات کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت کہ زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اسے کچھ بھی قیام نہیں۔

— اللہ ایمان والوں کو قولِ ثابت (کی برکت) سے مضبوط رکھتا ہے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۱۴/ ۲۷ - ۱۸)

عہد کی شبِ تاریک میں ان ہی منور کرنوں کا چراغ ہاتھ میں لئے لگی لگی، کوچہ کوچہ اور قریہ قریہ گھوم رہے تھے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت راہ پا جائے۔ اور بدبخت مشرکینِ مکہ شب کی تاریکیوں میں سر جوڑے اپنے اسی محسنؐ کے خلاف منصوبے بنایا کرتے تھے۔ توحید کے پروانوں پر یہ ظالم درندوں کی طرح غراتے اور بسا اوقات حملہ کرنے سے بھی نہ چوکتے۔ وہ تو حق تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا رعب اور دبدبہ عطا فرمایا تھا کہ آپؐ کے دشمن تمام تر طاقت و کثرت کے باوجود دانت پیس

(اے حبیبؐ!) اور یاد کیجئے وہ وقت جب ابراہیم نے دعا کی۔ "اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔ اے میرے پروردگار! بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے۔ جو میرے طریقہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو بے شک تو درگذر کرنے والا مہربان ہے۔ اے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے قریب لا بسایا ہے۔ اے رب! یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام کریں، سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل دے جس سے یہ شکر گذار رہیں۔ (۱۴/۳۷-۳۵)

پیس کر رہ جاتے تھے۔ آپؐ کی مستقل مزاجی اور بے باک جرات ان کے لئے اور زیادہ حوصلہ شکن تھیں۔ اب تو یہ ظالم مشرکین قریش ہم قوم اور ہم قبیلہ ہونے کے باوجود آپؐ کے خلاف یہ منصوبے بنا رہے تھے کہ کسی طرح محمدؐ ابن عبداللہ کو شہر بدر کر دیا جائے۔ کچھ یہی شب و روز تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا۔ اور پھر ایک بار بارگاہِ ربوبیت سے واضح طور پر بتا دیا گیا کہ یہ کتاب جو کہ ہم نے اپنے حبیب احمد مختار نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو اجالوں کی طرف بلایا جائے۔ چونکہ روشنی کی راہ اللہ کی مقرر کردہ راہ ہے جس پر گامزن ہو کر انسان اپنی فلاح اور عظمت کو پا سکتا ہے۔ اور جو لوگ اس پیغام حق کو آپؐ کے ذریعہ پانے کے باوجود تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت پر دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں خود بھی اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر نہیں چلتے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے سے روکتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت گمراہی میں مبتلا ہیں اور عذابِ شدید اُن کا مقدر بن چکا ہے۔

آگے کی آیات میں حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم والوں کی طرف توجہ

اے ہمارے پروردگار! تو سب کچھ جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں۔ ساری حمد ہے اللہ کے لئے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق دو بیٹے دیئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میرا پروردگار ضرور دعا سنتا ہے۔"

"اے میرے پروردگار! مجھے بھی نماز کا پابند رکھئے اور میری نسل سے بھی ایسے لوگ اٹھائیے جو نماز کے پابند رہیں۔ پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار!! میری مغفرت فرمائیو اور میرے والدین اور مومنین کی اس روز جب کہ حساب و کتاب قائم ہوگا۔" (۱۴/ ۱ا-۳۸)

دلائی کہ ہم نے موسیٰؑ کو بھی اسی مقصد کے لئے نبی بنا کر بھیجا تھا کہ وہ اپنی قوم والوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف بلائیں اور اللہ کا پیغام سنائیں۔ لہٰذا جب ان کی قوم والوں نے ان کے کہنے پر عمل کیا تو وہ "راہ یاب ہوئے"، فرعون کے ظلم سے نجات ملی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے نوازے گئے۔ اس کے بعد قومِ نوحؑ، عاد اور ثمود کی طرف ان منکرینِ حق کی توجہ دلائی گئی کہ وہ ان کی ہلاکت و تباہی سے عبرت پائیں۔ ان مغضوب اقوام کا قصور یہی تھا کہ انہوں نے اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور ان کے پیش کردہ پیغامِ حق کو قبول نہ کیا۔ جس کی بنا پر تاریکیوں میں ایسے ڈوبے کہ ابھر نہ پائے۔ ان مغضوب اقوام نے بھی اپنے رسولوں سے کہا تھا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے اسی طرح کے منصوبے مشرکینِ قریش آپؐ کے خلاف بنا رہے تھے لہٰذا انہیں متنبہ کر دیا گیا کہ اگر تم نے اب بھی اپنی عقل و فہم سے کام نہ لیا تو تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو تم جیسی سرکش اور ہٹ دھرم قوموں کا ہو چکا ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی شانِ ربوبیت ہی تو ہے کہ وہ سرکش اور باغی بندوں کو بھی غور و فکر کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا حق اور باطل، روشنی اور تاریکی کے فرق کو واضح کرنے کے لئے آیات ۲۴ تا ۲۷ میں حق کو پاکیزہ

ـــــ اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ سمجھنا ظالموں کے کام سے۔ انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لئے کہ جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے کہ ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی (بھی) نہیں اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔

(اے نبیؐ!) اور آپ ڈرا دیجئے اس دن سے لوگوں کو جس میں اُن پر عذاب آ پڑے گا، پھر یہ ظالم کہیں گے۔ ”اے ہمارے پروردگار! ہم کو اور مہلت دے دے ایک قلیل مدت تک، ہم تیری دعوت قبول کر لینگے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے۔“ ـــــ (مگران منکرینِ حق کو صاف جواب دیدیا جائے گا کہ) کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آنا ہی نہیں ہے۔ (۱۴/۴۴-۴۲)

بات کہہ کر ایک پاکیزہ درخت کی مانند بتایا گیا جس کی جڑیں مضبوط اور جس کی شاخیں بلند ہوتی ہیں اور باطل کو خبیث بات کہہ کر ایک خبیث درخت کی مانند بتایا گیا جس کی جڑیں سطحِ زمین پر ہوتی ہیں کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا بھی اسے اکھاڑ پھینکتا ہے۔

اور پھر حق تعالیٰ نے آیات ۳۵ تا ۴۱ میں ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حضرت ابراہیمؑ کی ان دعاؤں کی طرف مبذول کرائی جو کہ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں اسی شہر مکہ میں رہتے ہوئے کی تھیں۔ جن کا مقصد ایک طرف تو آپ صلعم کو تسلی وتشفی دینا تھا کہ ہم تو ابراہیمؑ کی ان دعاؤں کو پہلے ہی شرف قبولیت عطا فرما چکے ہیں لہٰذا اس شہر مکہ کو امن والا شہر ہی رہنا ہے اور یہاں پر پرچم توحید بلند ہو کر رہے گا۔ دوسری طرف مشرکینِ قریش کو غیرت دلائی گئی کہ ظالمو! ایک طرف تو تم ابراہیمؑ کی اولاد ہونے اور ان کے وارث ہونے پر فخر کرتے ہو اور دوسری طرف ان کی تعلیمات کے برخلاف بت پرستی اور شرک جیسی لعنتوں میں مبتلا ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ تمہاری بداعمالیاں اللہ سے چھپی ہوئی ہیں وہ تمہاری ہر بات سے آگاہ ہے۔ وہ تو صرف تم لوگوں کو

حالانکہ تم ان ہی لوگوں کے مسکنوں میں آباد تھے جو اپنے اوپر ظلم کر چکے تھے اور تمہارے اوپر روشن ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیوں کر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کی تھیں۔

—— اور انہوں نے اپنی بھی (بڑی بڑی) چالیں چلیں اور اللہ کے سامنے ان کی یہ چالیں تھیں اور واقعی ان کی یہ چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں، سو (اے نبیؐ) اللہ کو اپنے پیغمبروں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہرگز نہ سمجھ لینا۔ بیشک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔ ڈرایئے ان (مشرکین) کو اس دن سے جبکہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔

(اے نبیؐ!) اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوں گے، تارکول کے لباس پہنے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھلئے جا رہے ہوں گے۔ یہ اس لیئے ہوگا کہ اللہ ہر جان کو اس کے کیئے دھرے کا بدلہ دے گا۔ بے شک اللہ کو حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔
(۱۴/ ۵۱-۴۵)

ایک وقتِ معین تک ڈھیل دے رہا ہے۔ اور جب وہ وقت آجائیگا تو تمہارے پچھتائے بھی کچھ نہ ہوگا۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ آپؐ اطمینان کے ساتھ پیغام حق کی تلقین فرماتے رہیئے۔ چونکہ یہ پیغام حق صرف ان مشرکینِ قریش ہی کے لیئے نہیں نازل کیا جا رہا ہے بلکہ یہ تو جمیع انسانیت کے لیئے ہے۔ لیکن اس سے فائدہ وہی حاصل کر سکتے ہیں جو صاحبانِ عقل و دانش ہیں۔

اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آپؐ جس عقل و دانش کی شمع کو نور فروزاں کیئے دعوتِ توحید دے رہے تھے اس پر لبیک کہنے والے وہی تھے جن کی

(اے نبیؐ!!!) یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اور اس لئے کہ وہ اس کے ذریعہ سے خبردار کردیئے جائیں اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں وہ ایک ہی معبود ہے اور جو صاحبانِ عقل ہیں وہ نصیحت حاصل کریں۔
(۱۴/۵۲)

باطنی آنکھیں روشن تھیں۔ آپؐ کے دشمن تو چلتے پھرتے مردے تھے۔ جو نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ سُن پاتے تھے۔

سورۃ الانبیاء (پ ۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قریب آ لگا ہے لوگوں سے ان کے حساب کا وقت اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے پڑے ہیں۔ ان کے پروردگار کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔ ان کے قلوب بالکل غافل ہوتے ہیں۔ اور ظالم آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔ "یہ شخص آخر تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے۔ پھر کیا تم آنکھوں دیکھتے جادو کے پھندے میں پھنس جاؤ گے؟" (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں (کی گئی) ہر بات کو، اور وہی ہے خوب سننے والا اور خوب جاننے والا۔ بلکہ وہ تو یہ (بھی) کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں، بلکہ یہ اُن کی من گھڑت ہے، نہیں بلکہ وہ تو ایک شاعر ہیں۔ ورنہ ہمارے پاس کوئی نشانی لے آئیں جس طرح کہ اگلے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے کوئی بستی (بھی) ایمان نہ لائی تھی، جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ (نشانیاں دیکھ کر) ایمان لے آئیں گے؟ (۲۱/۱-۶)

آپؐ نے دیگر قبائل سے تحفظ چاہا حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اب مکہ کی زندگی اس درجہ پرخطر اور دشوار ہو چلی تھی کہ خود آپؐ کی نظریں مکہ سے باہر کی فضا میں تحفظ کی خواہاں ہو رہی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپؐ کی جانب سے دعوتِ توحید کی تلقین بھی اسی طرح جاری تھی اس میں کسی طرح کا فرق نہ آیا تھا۔ آپؐ حسبِ معمول حرمِ کعبہ میں، مکہ کے گلی کوچوں میں اور نواحی علاقوں میں آباد قبائل کے درمیان پیغامِ ربانی لوگوں کو پہنچا رہے تھے۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے۔ موسمِ حج شروع ہو چکا تھا۔ دور دراز سے آئے ہوئے قبائل منیٰ کی وادی میں دور دور تک اپنی اپنی منزلوں میں خیمہ زن تھے۔ کچھ پہاڑیوں کی آغوش میں تھے تو کچھ پہاڑیوں کے درمیان

(اے نبیؐ!) اور ہم نے آپ سے قبل انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ سو تم (لوگ) اہلِ کتاب سے پوچھ لو اگر تم اس (امرِ حقیقی) کا علم نہیں رکھتے۔ اور نہ ہم نے ان (رسولوں) کے جسم ایسے بنائے (تھے) کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر دیکھ لو آخر کار ہم نے ان کے ساتھ اپنے وعدے پورے کئے اور انہیں اور جس جس کو ہم نے چاہا بچا لیا۔ اور حد سے گذر جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔

(لوگو!) یقیناً ہم تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کر چکے ہیں جس میں تمہاری فلاح کا ذکر ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟ (۲۱/۱۰-۷)

(اے پیغمبرؐ!) کیا انہوں نے اللہ کے سوا (دوسرے) معبود اختیار کر رکھے ہیں؟ آپ کہئے (ان مشرکین سے) "تم اپنی دلیل تو پیش کرو۔ یہ (قرآن) میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں کا تذکرہ (بھی ہے)" لیکن اس پر بھی اکثر لوگ حق کا یقین نہیں رکھتے بس اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (اے نبیؐ!) اور ہم نے آپ سے قبل کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے (یہ) وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔ (۲۱/۲۵-۲۴)

بلند و بالا سطح پر بھی مقیم تھے۔ بنی کندہ، بنی عبداللہ، بنی عامر، بنی حنیفہ، بنی کلب، اوس، خزرج اور نہ جانے کون کون سے قبائل پوری وادیِ منیٰ میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

حضور محسنِ انسانیت ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تو عرصۂ دراز سے چلا آ رہا تھا کہ آپؐ ان قبائل کے درمیان تشریف لے جاتے، انہیں دعوتِ توحید دیتے اور صدیوں کی تاریکی سے روشنی کی طرف بلاتے۔ مشرکینِ قریش بھی آپؐ کی ان کاوشوں

— اور یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اولاد بنا رکھی ہے۔ پاک ہے وہ (اس بات سے) البتہ وہ (فرشتے) بندے ہیں معزز۔ بات میں اس سے آگے نہیں بڑھتے اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ شفاعت بھی نہیں کر سکتے (کسی کی) بجز اس کے کہ جن کے لئے (اللہ کی) مرضی ہو۔ اور وہ (سب) اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو کوئی ان میں سے یہ کہہ بھی دے کہ میں معبود ہوں اللہ کے سوا سو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ (۲۱|۲۹-۲۶)

سے واقف تھے۔ لہٰذا وہ بھی آپؐ کے آگے یا پیچھے ان قبائل میں جاتے اور آپؐ کے خلاف زہر افشانی کیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ آپؐ بنی کندہ کی خیمہ گاہ میں ان کے درمیان کھڑے انہیں دعوتِ توحید دے رہے تھے کہ

"اے بنی کندہ! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں جو تم کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اللہ کے سوا اس کے مقابل ٹھہرائی ہوئی ہستیوں کو جن کی تم پرستش کرتے ہو، چھوڑ دو۔ مجھ پر ایمان لاؤ اور مجھے سچا جانو اور میری حفاظت کرو تاکہ اللہ نے جو چیزیں مجھے دے کر بھیجا ہے میں انہیں صاف صاف بیان کر دوں۔"

ابھی آپؐ نے بات ختم بھی نہ کی تھی کہ آپ کا چچا ابو لہب شانوں پر دو چوٹیاں لہرائے، عدنی حلّہ پہنے بڑے فاخرانہ انداز میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ بھی شعلے کی طرح سرخ اور تابناک تھا۔ دیکھنے والے سمجھتے کہ کوئی بہت بڑا سردار اور رئیسِ قبیلہ ہے۔ آپؐ کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

"اے بنی کندہ کے لوگو! جانتے ہو کہ یہ شخص تم کو کیا دعوت دیتا ہے۔

ــــــ کیا کافروں کو یہ علم نہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے دونوں کو کھول دیا، اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے۔ کیا پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ اس لئے رکھ دیئے کہ وہ لوگوں کو لے کر لرزنے نہ لگے۔ اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں تاکہ لوگ راہ پاتے رہیں۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔ اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اور وہ وہی تو ہے جس نے رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو پیدا کر دیا ہے، سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ (۲۱/۳۳ــ۳۰)

اس کی دعوت یہ ہے کہ تم لات و عزیٰ کی خدائی سے انکار کر دو اور جو بدعت و گمراہی یہ شخص لایا ہے اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ لہٰذا تم اس کی ایک بات بھی نہ سنو میں تم سے زیادہ اس کو جانتا ہوں۔"

بنی کندہ کے لوگوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا اور پھر ان کے سردار ملیح نے آپؐ کی دعوتِ حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ کوئی پہلا موقعہ نہ تھا کہ آپؐ کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ ایسے واقعات تو ہر سال ہی رونما ہوا کرتے تھے۔ چونکہ جس طرح آپؐ حج کے دنوں میں باہر سے آئے ہوئے قبائل کے درمیان جا جا کر تبلیغِ حق فرمایا کرتے تھے اسی طرح آپؐ کے دشمن، پیغامِ حق کی رد میں آپؐ کا تعاقب کیا کرتے تھے۔

اس سال ایامِ حج میں آپؐ کے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ جب کہ آپؐ بنی عامر بن صعصعہ کے درمیان کھڑے انہیں دعوتِ توحید دے رہے تھے تو انہیں ہی میں کے ایک شخص بحیرۃ بن فراس نے کہا۔ "اچھا یہ بات بتاؤ کہ اگر تمہارے پیش کئے ہوئے دعوے پر ہم لوگ تم سے بیعت کر لیں اور اللہ تم کو ان لوگوں پر غلبہ بھی دے دے تو کیا تمہارے بعد حکومت ہم لوگوں کو

(اے نبیؐ!) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لئے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی۔ سو کیا آپ انتقال فرما جائیں تو یہ (مشرکین) ہمیشہ رہیں گے۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تم (لوگوں) کو آزماتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے اچھی طرح۔ اور ہماری ہی طرف تم لوٹ کر آؤ گے۔

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے بس ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں (کہتے ہیں) "کیا یہی وہ ہیں جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں؟" اور وہ تو خود ہی رحمٰن کی یاد کے بالکل ہی منکر ہیں۔

اور (اے نبیؐ!!) بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تو ہنسی اڑانے والوں پر وہی چیز الٹ پڑی جس بات کی وہ ہنسی کر رہے تھے۔

(اے نبیؐ!!!) آپ کہئے (ان منکرین سے) وہ کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا رہتا ہے رات اور دن میں خدائے رحمٰن سے، بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں، وہ تو اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی رفاقت ہے۔ بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو فائدوں پر فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کی مدت عمر گذر گئی۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں تو کیا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں؟

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو وحی کے ذریعے سے تمہیں صرف ڈراتا ہوں۔ اور بہرے تو پکار سنتے ہی نہیں جبکہ وہ ڈرائے جاتے ہیں۔

(۲۱/۴۵-۳۴)

مل جائے گی۔"

ابن فراس نے بالکل ایک نئی بات کہہ دی۔ اگر حکومت اور اقتدار ہی کی بات

— اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو عطا کی ایک چیز فیصلہ کی، اور روشنی کی اور نصیحت والی پرہیزگاروں کے لئے۔ جو اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرتے رہتے ہیں۔ اور یہ (قرآن) ایک برکت والی نصیحت ہے کہ ہم (ہی) نے اس کو اتارا ہے۔ تو کیا تم اس کے منکر ہو۔؟

— اور بے شک ہم پہلے ہی ابراہیم کو اس کی نیک راہ عطا کر چکے تھے۔ اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔ (اور یاد کرو وہ وقت) جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم والوں سے کہا کہ یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن جمائے بیٹھے ہو۔ وہ بولے "ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ان کی پوجا کرتے پایا۔ (ابراہیم نے) کہا۔ "بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔"

(۲۱/ ۵۱ - ۵۴)

— وہ (مشرک) بولے "ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔" ہم نے حکم دیا۔ "اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں۔" اور (مشرکین نے) ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے ان ہی کو ناکام بنا دیا۔ اور ہم انہیں اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔

(۲۱/ ۶۹ - ۷۱)

ہوتی تو مشرکین مکہ تو پہلے ہی آپؐ کو حکومت، دولت اور اپنی حسین ترین دوشیزہ کے ساتھ شادی کی پیش کش کر چکے تھے اور اگر آپؐ کا یہی مقصودِ حیات ہوتا تو آپؐ کو پہلے ہی حاصل ہو چکا ہوتا۔ ابن فراس کی بات میں لالچ، خود غرضی اور شیطانی فتنہ انگیزی کار فرما تھی۔ لہٰذا آپؐ نے دو ٹوک جواب دیا۔

"حکومت تو اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے دے۔"

ابنِ فراس اس جوابِ حق نما سے کیونکر مطمئن ہو سکتا تھا کہنے لگا "تو کیا

—— اور ہم نے انہیں اسحق عطا فرمایا اور یعقوب پوتا اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ اور ہم نے ان کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ اور ہم نے وحی کے ذریعہ سے ان کے پاس حکم بھیجا نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی پابندی کا اور ادائے زکوٰۃ کا اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔

—— اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی۔ بے شک وہ لوگ بڑے ہی برے فاسق تھے۔ اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ بے شک وہ بڑے نیک کاروں میں تھے۔

—— اور نوح کا تذکرہ کیجئے۔ جب کہ ان سب سے پہلے انہوں نے ہم کو پکارا تھا سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں اور ان کے گھر والوں کو کرب عظیم سے نجات دی۔ اور ہم نے ان کا بدلہ لے لیا ایسے لوگوں سے جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ بے شک وہ بہت ہی برے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ (۲۱/۷۷-۷۲)

ہم تمہاری حفاظت کے لئے تو اپنے گلوں کو عرب کے تیروں کا نشانہ بنائیں اور جب اللہ تمہیں فتح دے تو حکومت ہم کو ملنے کے بجائے دوسروں کو مل جائے۔ اور اس طرح ان لوگوں نے بھی آپؐ کی دعوتِ حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ابنِ ہشام نے اسی سلسلے میں روایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنو عامر اس سال جب حج سے واپس ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے قبیلے والوں کو آپؐ کی آمد اور مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیلات بیان کیں اور یہ بھی بتایا کہ وہ شخص ہم سے بھی کہہ رہا تھا کہ ہم اس کی حفاظت کریں اور اپنی بستی میں لے آئیں۔ بنی عامر کے ایک بوڑھے شخص نے کہ وہ حق بین و حق شناس تھا جب یہ بات اپنے قبیلے والو

—— اور داؤد و سلیمان کا بھی ذکر کیجیے جب وہ دونوں ایک کھیت کے مقدمہ میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔ اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا کہ وہ اور پرندے تسبیح کیا کرتے تھے۔ اور یہ کرنے والے ہم ہی تھے۔ اور ہم ہی نے اس کو تمہارے فائدے کے لئے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تاکہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے۔ تو کیا تم شکر کرو گے؟

—— اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی۔ اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔ اور شیطانوں میں سے (بھی بہت کو ان کا تابع کر دیا) جو ان کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا دوسرے کام (بھی) کرتے تھے۔ اور ان سب کے نگراں ہم ہی تھے۔ (۲۱/۸۲-۷۸)

کی زبانی سُنی تو بے تاب ہو گیا، کہنے لگا۔ "اے بنی عامر! کیا اس کوتاہی کی تلافی ممکن ہے؟ کیا گذرا ہوا موقع واپس آ سکتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے کسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ بلاشبہ وہ شخص سچا ہے۔ آخر تم لوگوں کی عقل کہاں چلی گئی تھی۔ تم نے ایک اچھا موقع ضائع کر دیا۔

انصارِ مدینہ میں اسلام کی ابتداء — ان ہی ایامِ حج کے دوران منیٰ میں عقبہ کے قریب حضور سرورِ دیں ہادیِ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات خزرج کی ایک جماعت سے ہو گئی۔ آپؐ نے اُن لوگوں سے دریافت کیا "اے لوگو! تم کون ہو؟" انہوں نے کہا "ہم

—— اور ایوب کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو تو ارحم الراحمین ہے۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا۔ اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ عطا کر دیا اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنی رحمتِ خاص کے طور پر اور اس لئے کہ یہ ایک سبق ہو عبادت گزاروں کے لئے۔

—— اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے۔ یہ سب ثابت قدم رہنے والوں میں تھے۔ اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمتِ خاص میں داخل کر لیا تھا۔ بے شک وہ سب صالحین میں سے تھے۔

(۲۱/۸۶-۸۲)

بنی خزرج کے لوگ ہیں" آپؐ نے فرمایا۔ "کیا یہودیوں کے دوست ہو؟" انہوں نے جواب دیا۔ "جی ہاں" آپؐ نے ارشاد فرمایا "کیا آپ لوگ کچھ دیر یہاں بیٹھیں گے کہ ہم گفتگو کریں۔" لہٰذا وہ لوگ اسی مقام پر آپؐ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپس کی خیر و عافیت اور مختصر گفتگو کے بعد آپؐ نے ان کے سامنے دعوتِ حق پیش کی، توحید اور آخرت کی باتیں بیان فرمائیں اور ان کے سامنے کلامِ ربّانی کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔

بنی خزرج کے لوگ قبیلہ اوس کی طرح مشرک اور بت پرست تھے۔

مدینہ میں عرصۂ قدیم سے یہودیوں کے ساتھ رہتے چلے آئے تھے۔ یہودی اہلِ کتاب تھے اور یہ قبائل مشرک، لہٰذا ان کے درمیان اختلافات لڑائی جھگڑوں تک پہنچ جاتے تھے۔ ایسے موقعوں پر یہودی فخریہ طور پر ان سے کہا کرتے تھے۔ "اے مشرکو! عنقریب یہاں اللہ کا ایک نبی آنے والا ہے اور ہم اہلِ کتاب اس کے ساتھ مل کر تمہیں عاد اور ارم کے مشرکین کی طرح قتل کر دیں گے کہ تمہارا یہاں سے نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔"

لہٰذا خزرج کے لوگوں کی اس جماعت کے ذہن میں یہودیوں کی یہ بات

— اور ذوالنون (یونسؑ کا بھی ذکر کیجیئے) جب کہ وہ خفا ہو کر (اپنی قوم سے) چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں میں پکارا۔ "نہیں ہے کوئی معبود تیرے علاوہ، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔" تب ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی۔ ہم ایمان والوں کو ایسی ہی نجات دیا کرتے ہیں۔

— اور ذکریا (کا بھی ذکر کیجیئے) جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔ "اے میرے پروردگار مجھے لاوارث مت رکھ اور سب سے بہتر وارث تو تو ہی ہے۔" پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں یحییٰ عطا کیا۔ اور ان کی خاطر ہم نے ان کی بیوی کو درست کر دیا۔ بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے۔ اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔

اور وہ عورت (حضرت مریم) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی۔ پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکدی اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان کے لئے نشانی بنا دیا۔ (۲۱) ۹۱-۸۷)

پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ کو تو جہاں ان لوگوں کی رہبری و رہنمائی منظور تھی وہاں اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و معاونت بھی مقصود تھی، لہٰذا انکے دل دعوتِ حق کی طرف مائل کر دیئے۔ ان لوگوں نے آپؐ کی زبانی کلامِ ربانی سُنا تو بے خود ہو گئے اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ "یہ ضرور وہی نبیؐ ہیں جن کا ذکر یہودی ہم سے کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا ہم لوگوں کو حق کی جانب سبقت کرنا چاہیئے۔"

المختصر خزرج کے لوگوں کی اس جماعت نے آپؐ کی پیش کردہ دعوتِ حق کو فوری قبول کیا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بعدہٗ انہوں نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑا تھا کہ جس قدر عداوت اور فتنہ ان کے

— (اے لوگو!) تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ مگر لوگوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (آخر کار) سب کو ہماری طرف پلٹنا ہے۔ (۲۱/۹۳-۹۲)

— اور بے شک ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہو کر ہی رہیں گے۔ بیشک اس (قرآن) میں ایک بڑی خبر ہے بندگی کرنے والے لوگوں کے لئے۔

— (اے حبیبؐ!) اور ہم نے آپ کو دنیا جہان پر (اپنی) رحمت ہی کے لئے بھیجا ہے۔

— (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے "میرے پاس تو صرف یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا خدا صرف ایک ہی خدا ہے، پھر کیا تم سر اطاعت جھکاتے ہو؟"

(۲۱/۱۰۸-۱۰۵)

درمیان ہے کسی دوسری قوم میں نہ ہوگا۔ لیکن اب ہم کو امید ہے کہ اس دعوتِ حق اور آپؐ کی برکت سے ہمارے درمیان اتحاد قائم ہو جائے گا۔ لہٰذا ہم آپؐ کے دین کی اپنے قبیلے کے لوگوں میں تلقین کریں گے۔"

بنی خزرج کے وہ خوش نصیب جو سب سے پہلے دامنِ مصطفیؐ سے وابستہ ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ تھے۔ (۱) ابوالہیثمؓ بن تیہان۔ (۲) ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ آپ صحابۂ کرام میں سب سے پہلے ۱ھ میں فوت ہوئے۔ (۳) عوفؓ بن حارثؓ بدر میں شہادت پائی۔ (۴) رافعؓ بن مالک بن عجلان جنگِ احد میں جامِ شہادت نوش کیا (۵) قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ۔ آپ تینوں عقبات میں شریک رہے (۶) جابرؓ بن عبداللہ آپ شرکائے بدر میں سے تھے۔

بعض روایات کے مطابق ان حضرات کی تعداد آٹھ بھی بتائی گئی ہے۔ بہر حال بنی خزرج کے یہ لوگ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ اور مئے توحید سے سرشار جب واپس مدینہ پہنچے تو انہوں نے اپنے قبیلے میں جا کر گھر گھر آپؐ کے ساتھ اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا

— (اے پیغمبر!) پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑے رہیں تو آپ کہدیجیے۔ میں تم کو نہایت صاف (طور پر) اطلاع کر چکا اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے قریب ہے یا دور ہے بے شک اللہ پکار کر کہی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہی ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک کے لئے مزے کرنے کا موقع دیا جا رہا ہو۔

(۲۱/۱۱۱-۱۰۹)

دعوت توحید بتائی اور جو کچھ کلام ربانی یاد کر لیا تھا لوگوں کو سنایا سان کی قوم والے انکی دعوت پر ایمان تو نہ لائے لیکن گھر گھر آپؐ کا تذکرہ ضرور ہونے لگا۔

اس طرح ایک طرف تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مشیت اپنا کام کر رہی تھی اور دوسری طرف مشرکین قریش ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقائے کرام کے خلاف منصوبے بنانے میں مصروف تھے۔ بہر حال حق تعالےٰ تو ربّ العالمین ہے غفور الرّحیم ہے وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو درگذر کرتا ہی رہتا ہے تا وقتیکہ اتمامِ حجت نہ ہو جائے۔ کچھ یہی سبب در پیش رہے ہونگے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو پھر ایک بار پیغامِ حق کی ترغیب دی گئی، ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فطری اور منطقی دلائل دیئے گئے، حضرت لوطؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت ذوالنونؑ، حضرت ذکریاؑ اور حضرت مریمؑ کا ذکر کر کے واضح طور پر بتایا گیا کہ اے لوگو! اب بھی غور کرو تمہارا دین صرف ایک ہی دین ہے جو ایک اللہ کی عبادت کی تلقین کرتا ہے۔ تمام انبیاء اسی دین پر قائم تھے اور اسی دین کی تبلیغ و تلقین کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے حبیب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے جو بھی

— (آخرکار) نبی نے عرض کیا، "حق کے ساتھ فیصلہ کر دے" اور (کہا اے لوگو!) "تم جو باتیں بناتے ہو ان کے مقابلے میں ہمارا ربِّ رحمٰن ہی ہمارے لئے مدد کا سہارا ہے۔" (۲۱-۱۱۲)

ان کے دامن سے وابستہ ہو جائے گا رحمت اس کا مقدر ہو جائے گی۔

لیکن مشرکینِ قریش تو اندھے اور بہرے تھے وہ آپ کی ذاتِ اقدس سے مسلسل منہ موڑے ہوئے تھے۔

(بحوالہ طبرانی، ابن ہشام، سیرت النبیؐ، ابنِ کثیر)

سورۃ المومنون (پ ۱۸)
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو (۱) اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، (۲) بیہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں، (۳) جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ہاں البتہ اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں سے نہیں (کہ اس سلسلے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں مگر جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے بڑھنے والے ہیں، (۵) اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور (۶) اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے والے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں کہ وہ فردوس کی میراث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۳/ ۱۱ـ ۱)

آپؐ کی کاوشوں کا فیضان

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء کے لئے مکہ کی ہر صبح مصائب و آلام کا ایک نیا عنوان لئے چلی آ رہی تھی۔ وہی سلسلۂ کرب و بلا تھا کہ کہیں تھمتا معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ مکہ کے در و دیوار بھی جیسے اجنبی ہو کر رہ گئے تھے۔ جس شخص کو بھی آپؐ امن و سلامتی کا پیغام دیتے وہی جارحیت کا مظاہرہ کرتا تھا۔ دشمنوں کے حوصلے بلند تھے اور رفقاءؓ کے چہرے ساکت اور مغموم۔ دشمن سمجھ رہے تھے کہ کامیابی ان کی آغوش میں آچکی ہے وہ جب چاہیں گے آپؐ پر قطعی وار کر دیں گے۔ رفقائے کرام حیران تھے کہ کیا حق گوئی و حق پرستی کے باوجود شکست و ناکامی ان کا مقدر ہے؟ ظالم مشرکین قریش آتے جاتے نہ صرف کلام ربانی کا مذاق اڑاتے تھے بلکہ اپنی خوش حالی اور دولت مندی کے مقابل مسلمانوں کی بے سر و سامانی اور مفلوک الحالی کو ان کے آبائی دین سے انحراف کی سزا قرار دیتے تھے۔ اور ایسا تاثر دیتے کہ جیسے ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ناکارہ ہے۔

— پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک کے پیچھے دوسرا، مگر جب بھی کسی اُمّت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلایا۔ اور ہم (بھی) ایک کے بعد ایک قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا۔ سو پھٹکار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ (۲۳/۴۴)

سو (اے حبیب!) آپ ان لوگوں کو ان کی غفلت میں ایک خاص وقت تک پڑا رہنے دیجئے۔ کیا یہ لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیئے چلے جا رہے ہیں تو گویا انہیں جلد از جلد بھلائیاں دے رہے ہیں؟ نہیں! بلکہ اصل بات کی تو انہیں خبر ہی نہیں۔ بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے اور سبقت کر کے انہیں پا لینے والے تو درحقیقت وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے خوف سے ڈرے رہتے ہیں۔ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں، جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، اور وہ جو دیا ہی کرتے ہیں جو کچھ (بھی) دیں اور ان کے دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔ اور ہم کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے (جو ہر ایک کا حال) ٹھیک ٹھیک بتا دینے والی ہے۔ اور لوگوں پر ظلم بہرحال نہ ہوگا۔ (۲۳/۶۲-۵۴)

ان ہی راتوں کا ذکر ہے کہ ایک دن شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پروانوں کا ہجوم تھا لیکن فضا پر اداسی اور خاموشی طاری تھی۔ آپؐ بھی خاموش بیٹھے تھے اور رفقائے کرام بھی زانوئے ادب تہہ کئے ساکت و جامد تھے۔ ہر ایک کی نظریں آپؐ کی طرف تھیں اور آپؐ کی نظریں جیسے بارگاہِ ربوبیت میں کچھ عرض کر رہی ہوں۔ اتنے میں آپؐ کے گرد میٹھی میٹھی بھینی بھینی خوشبو مہکی اور پھر دھیمی دھیمی سی آواز آنے لگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ

—— تو کیا ان لوگوں (مشرکین) نے کبھی اس کلام پر غور نہیں کیا؟ یا وہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی ایسی بات لائے ہیں جو کبھی ان کے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی۔ یا یہ (لوگ) اپنے رسول (نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) سے کبھی کے واقف نہ تھے اور اسی لئے انہیں بیگانہ سمجھ رہے ہیں؟ یا یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے ہیں۔ اور حق ہی اُن (مشرکین) کی اکثریت کو ناگوار ہے۔ اور اگر حق (قرآن) کہیں ان لوگوں کی خواہشات کے تابع ہو جاتا تو زمین اور آسمان اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے۔ ہم نے تو بلکہ انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے مگر یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی منہ موڑے ہوئے ہیں۔

(اے نبیؐ!) کیا آپ ان سے کچھ اجرت طلب کرتے ہو؟ آپ کے لئے تو آپ کے پروردگار کا دیا ہی بہتر ہے اور وہی سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ (اے پیغمبرؐ!) یقیناً آپ تو ان کو صراطِ مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ راہِ مستقیم سے بھٹکنے والے ہیں۔ (۲۳ | ۶۸-۷۴)

ہو۔ آپؐ کا استغراق اور بڑھا۔ رفقائے کرام بھی سنبھل کر آپؐ کی جانب اور زیادہ متوجہ ہو گئے۔ کچھ وقت یوں ہی گذرا پھر آپ قبلہ رخ ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے ہوئے عرض کیا۔

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَارْضِ عَنَّا وَاَرْضِنَا ٥ (اے اللہ تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر، ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں پر اختیار کر۔ ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے) آمین۔ ثم آمین۔ دعائے مصطفےٰؐ کا ایک ایک لفظ ہر ایک کے دل کی آواز تھا ہر ایک بصمیم قلب آمین اور ثمہ آمین کہہ رہا تھا۔ دعا ختم ہوئی تو آپؐ کے چہرۂ اقدس پر مسرت سکینے لگی۔ صحابۂ کرام کے چہروں پر بھی تر و تازگی

___ پس بالا و برتر ہے اللہ، بادشاہِ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں، مالک ہے عرشِ بزرگ کا۔ (۲۳ | ۱۱۶)

اور اس کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ انسانی اعلیٰ اقدار بے معنیٰ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہی کیفیت مشرکینِ عرب کی تھی۔ جن کے نزدیک دنیوی لہو ولعب ہی ان کا مقصودِ حیات تھا۔ اور جس کے حصول کے لئے انہیں نہ تو اپنے خود ساختہ بتوں کے آگے سر جھکانے میں عار تھا اور نہ اعلیٰ اقدار کو پامال کرنے میں کسی طرح کا تامل تھا۔ حق تلفی، خیانت، بے شرمی و بے حیائی، عریانی و فحاشی، جھوٹ اور نفاق، بغض اور حسد کونسی اخلاقی پستیاں تھیں جو ان کے اندر نہ ہوں۔ ان کے مقابل آپؐ کے رفقائے کرام تھے جو کہ اسی معاشرے کے فرد رہ چکے تھے۔ ان ہی اخلاقی پستیوں میں پلے بڑھے تھے لیکن جب انہوں نے ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے توحید کو اپنا لیا تو ان پستیوں سے نکل کر انسانی عظمتوں سے ہم کنار ہو گئے۔ اب وہ ان خود ساختہ بتوں کے بجائے وحدہٗ لاشریک کے حضور ہی جھکتے تھے اور اسی سے حاجت طلب کرتے تھے۔ اب انہیں اللہ کے سوا نہ کسی کا خوف تھا اور نہ کسی سے طمع یا لالچ۔ ان کے اندر پوشیدہ انسانیت ابھر کر سامنے آ چکی تھی۔ احساسِ امانت داری بھی تھا اور عہد و پیمان کا پاس بھی۔ نہ کسی سے بغض رہا تھا اور نہ حسد۔ جس طرح اپنی فلاح کے خواہاں تھے اسی طرح دوسروں کی فلاح بھی عزیز تھی۔ مشرکین ان کے خلاف منصوبے بنایا کرتے تھے اور یہ مشرکین کی فلاح اور عافیت کے خواہاں رہتے تھے۔

اور یہ انقلاب، فیضان تھا محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کاوشوں کا جو آپؐ کم و بیش دس سال سے سرزمینِ مکہ میں رہتے ہوئے کر رہے تھے یہی وہ کامیابی تھی آپؐ کی اور آپؐ کے رفقائے کرام کی جس کی طرف حق سبحانہٗ تعالیٰ نے درج بالا سورۂ مبارکہ کی ابتدائی آیات میں اشارہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی مشرکین اور منکرینِ حق کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت کو

— اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پوجے حالانکہ اس کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہوگا۔ یقیناً ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

— اور (اے حبیبؐ!) آپ کہیئے۔ "میرے پروردگار درگذر فرما اور رحم فرما، اور تو تو سب سے برتر رحم فرمانے والا ہے۔ (۲۳|۱۱۸ — ۱۱۷)

کام میں لاتے ہوئے پیغام ربانی کی حقانیت کو سمجھیں۔ اور کفر و شرک کی پستیوں سے نکل کر توحید کی ان عظمتوں سے ہم کنار ہو جائیں جو اس راہ پر چلنے والوں کا مقدر ہیں۔

(بحوالہ ابن کثیر)

____ اگر ہم ان (مشرکین) پر رحم کریں اور وہ تکلیف جس میں یہ آجکل مبتلا ہیں دور (بھی) کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بالکل ہی بہک جائیں گے۔ انکا حال تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں تکلیف میں مبتلا کیا پھر بھی یہ اپنے پروردگار کے آگے نہ جھکے اور نہ عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ البتہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت یہ بالکل حسرت زدہ رہ جائیں گے۔

(۲۳/۷۵-۷۷)

(اے نبیؐ!) آپ پوچھئے (ان مشرکین سے) " زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں، بتلاؤ اگر جانتے ہو؟" یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ کی، تو کہیئے۔ "پھر غور کیوں نہیں کرتے ہو؟"

(اے نبیؐ!) آپ ان سے پوچھیئے۔ " ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا کون مالک ہے؟" یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، تو کہیئے۔ "پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو؟"

(اے نبیؐ!) آپ ان سے پوچھیئے۔ " وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا۔ بتلاؤ اگر تم جانتے ہو؟ یہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ آپ کہیئے " پھر تمہیں کیسا خبط ہو رہا ہے"۔

(۲۳/۸۴-۸۹)

آگئی جیسے نسیم صبح گاہی نے دلوں کے غنچے کھلا دیئے ہوں۔ ارشاد عالی ہوا " بارگاہِ الٰہی سے ابھی ابھی وحی کا نزول ہوا ہے" اور پھر آپؐ نے درج بالا سورۂ مبارکہ کی ابتدائی دس آیات قرارت فرمائیں۔ مزید ارشاد فرمایا۔ " جو بھی ان پر جم گیا جنتی ہو گیا۔"

درحقیقت ان آیاتِ مبارکہ میں بیان کردہ اوصاف ہی تو وہ بنیادی خصوصیات ہیں جو کسی بھی معاشرہ کی تطہیر اور انسانی فلاح کی ضامن ہوا کرتی ہیں۔

— اصل بات یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق بات پہنچادی ہے اور یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ نے کسی کو بھی بیٹا نہیں قرار دیا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا۔ غرض ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

(اے حبیبؐ!) دعا کیجیے کہ "اے پروردگار! جس عذاب کا وعدہ ان سے کیا جا رہا ہے وہ اگر تو میری موجودگی میں لائے تو اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔"

— اور بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ ہم جو وعدہ ان سے کر رہے ہیں وہ آپ کو بھی دکھادیں۔

(اے حبیبؐ!!) بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کیجیے، جو بہت ہی اچھا ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو یہ (مشرکین آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں۔

اور (اے حبیبؐ!!!) دعا کیجیے کہ "اے میرے پروردگار! میں تری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں اے پروردگار!! اس بات سے کہ وہ (شیطان) میرے پاس آئیں۔" (۲۳/۹۸-۹۰)

جس معاشرہ کے افراد میں خوف الہٰی نہ ہو وہ کیوں کر انسانی حرمت کے نقیب ہو سکتے ہیں۔ چونکہ توحید ہی تو وہ جوہر حقیقی ہے جو انسان میں خود اعتمادی کو بیدار کرتا ہے اور روحانی قوت سے سرفراز کرتا ہے۔ اس کے برعکس توحید سے انحراف انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے جہاں وہ اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے خداؤں اور خود ساختہ نظریات کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ وہاں اس کا نفس ہی اس کا رہبر ہوتا ہے

سورۃ السجدہ (پ ۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الٓمّٓ ! اس کتاب (قرآن حکیم) کا نزول بے شک پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان (نبی اقدس ؐ) کی بنائی ہوئی ہے؟ نہیں، بلکہ یہ حق ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا ہوا تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا شاید کہ وہ لوگ راہ پا جائیں۔

— اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا کر دیا چھ دنوں میں اور اس کے بعد عرش پر استوا (جلوہ) فرما ہوا۔ اس کے سوا نہ کوئی تمہارا مددگار ہے اور نہ سفارشی، سو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے ہو۔

— آسمان سے زمین تک وہی ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر یہ (امر) اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی ہوگی۔ وہی جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا زبردست ہے رحیم ہے۔ (۳۲/۶-۱)

حضرت عائشہ ؓ اور حضرت سودہ ؓ کے ساتھ آپ ؐ کے نکاح

یوں تو گذشتہ دس گیارہ سالوں سے حضور محسنِ انسانیت نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی کٹھن راہوں سے گذرتے چلے آ رہے تھے جس کا اندازہ گذشتہ صفحات پر مذکورہ واقعات سے بخوبی ہو جاتا ہے لیکن مکی زندگی کے آخری دو تین سال انتہائی پریشانی اور سخت اذیت سے پُر گذرے۔ ان برسوں میں آپ ؐ کے پائے استقامت کی جو شان نظر آتی ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ گھر سے باہر دشمنی کا ایک ایسا عالم چھایا ہوا تھا کہ ہر اپنا غیر آپ ؐ کو قہر آلود نظروں سے گھورتا تھا۔ کلامِ ربانی

— وہی (ہے) جس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی پھر اس کی نسل ایک نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے چلائی، پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ اور (اے لوگو!) تم کو کان اور آنکھ اور دل دیئے (لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

— اور (منکرین) کہتے ہیں کہ بھلا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا پھر نئے جسم میں آئیں گے، بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔

(اے نبیؐ!) آپ کہدیجئے (ان منکرین حق سے) تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین کر دیا گیا ہے، پھر تم اپنے پروردگار (ہی) کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۳۲ | ۷-۱۱)

کی تکذیب اور آپؐ کی رسالت کا استہزا تو روز کا معمول ہی بن چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سے گھریلو زندگی پر بھی اداسی کے بادل کافی دنوں سے چھائے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی ہستی آپؐ کے لئے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ ایک طرف تو انکی موجودگی سے آپؐ گھریلو معاملات میں تقریباً بے نیاز تھے۔ دویم ان کی معاملہ فہمی آپؐ کی ہمت افزائی کا سبب ہوا کرتی تھی۔ اب گھر میں غمگسار بچیاں تو تھیں جن کے غم زدہ چہرے دیکھ کر آپؐ خود بھی غمگین ہو جایا کرتے تھے لیکن کوئی ایسی رفیقۂ حیات ہستی نہ تھی جو آپؐ کی پریشانیوں کو اپنے دامنِ محبت میں جذب کر لیتی۔ ان ہی حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی زوجۂ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیم نے ایک دن آپؐ سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! آپؐ نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔" آپؐ نے فرمایا۔ "کس سے کروں؟" حضرت خولہ نے کہا۔ "آپؐ چاہیں تو کنواری سے نکاح کریں چاہیں تو بیوہ سے دونوں ہی ممکن ہیں۔" آپؐ نے دریافت فرمایا "وہ کون ہیں؟" حضرت خولہ نے عرض کیا

(اے نبیؐ!!) کاش آپ دیکھیں وہ وقت جب یہ مجرم اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے) ''اے ہمارے رب! ہم نے خوب دیکھ لیا اور سُن لیا اب ہمیں واپس بھیجدے تاکہ ہم نیک عمل کریں ہم کو اب یقین آگیا۔

اور اگر ہم کو یہی منظور ہوتا تو ہم ہر ایک کو ہدایت دے ہی دیتے لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں دوزخ کو بھر کے رہوں گا جنات اور انسان سے۔ (لہٰذا منکرین سے کہا جائیگا) پس اب مزا چکھو اپنی اس حرکت کا کہ تم نے اس کی ملاقات کو فراموش کر دیا، ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے لہٰذا اپنے کرتوتوں کے بدلے ابدی عذاب کا مزا چکھو۔ (۳۲/۱۴-۱۲)

''کنواری تو آپؐ کے محبوب ترین دوست کی صاحبزادی عائشہؓ ہیں اور بیوہ ہیں سودہ بنت زمعہ بن قیس جو آپؐ پر ایمان لا چکی ہیں۔'' آپؐ نے دونوں رشتوں کو پسند فرمایا۔ اس طرح حضرت خولہ آپؐ کی رضامندی پاکر حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئیں اور آپؐ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے لئے پیغام نکاح دیا۔

حضرت عائشہؓ گو عمر میں کم تھیں، بعض روایات کے مطابق سات سال اور بعض روایات کے مطابق ۹ سال عمر بتائی جاتی ہے۔ لیکن اٹھان اچھی تھی اور ان کی نسبت مطعم بن عدی کے ایک لڑکے کے ساتھ طے ہو چکی تھی۔ لہٰذا جب حضرت خولہ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آپؐ کا رشتہ پیش کیا تو انہوں نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا بلکہ آپؓ فوری مطعم بن عدی کے گھر تشریف لے گئے اس وقت انکی وہ بیوی بھی موجود تھی جس کے بطن سے پیدا مطعم کے لڑکے کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی نسبت طے تھی۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کی شادی کی بات چھیڑی تو وہ مشرکہ کہنے لگی۔ ''اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی تمہاری بیٹی سے کر دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کو صابی بنا لوگے اور اپنے دین میں شامل کرلوگے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے مطعم بن عدی سے کہا۔ ''تمہاری بیوی کیا کہہ رہی ہے۔''

— ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔ (سجدہ) ان کے پہلو خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں خوف سے اور امید سے، اور جو کچھ ہم نے دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

— سو کسی کو علم نہیں کہ جو آنکھ کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لئے پوشیدہ رکھا ہے جزا ان کے کاموں کی۔ بھلا یہ کہیں ہو سکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جو فاسق ہو، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ (۳۲/۱۸-۱۵)

اس نے جواب دیا۔ "جو کچھ اس نے کہا ہے ٹھیک ہی کہا ہے" لہٰذا اس طرح حضرت عائشہ رضؓ کی نسبت مطعم کے بیٹے کے ساتھ ختم ہو گئی۔ بعدہٗ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کو ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیدیا۔ رخصتی نہ ہوئی۔ اسی طرح خولہ بنت حکیم حضرت سودہ رضؓ کے پاس گئیں اور آپؐ کی طرف سے پیغامِ نکاح دیا جس کو انہوں نے منظور کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس سلسلے میں ان کے والد سے بات کریں۔ لہٰذا خولہ پھر ان کے والد زمعہ بن قیس کے پاس گئیں اور آپؐ کا پیغامِ نکاح دیا۔ انہوں نے حضرت سودہ رضؓ کی رائے معلوم ہونے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر پر دعوت دی اور آپؐ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔

حضرت سودہ رضؓ کی عمر نکاح کے وقت کم و بیش تیس برس تھی ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو بن عبد شمس کے ساتھ ہوا تھا جو مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ گیا اور عیسائی مذہب اختیار کیا بعدہٗ اسی حالت میں مر گیا۔

حضرت سودہ رضؓ کا بھائی عبد بن زمعہ مشرک تھا اور ان دنوں حج پر مکہ سے باہر گیا ہوا تھا واپسی پر جب آپؐ کے ساتھ بہن کے نکاح کا حال معلوم ہوا تو بطور اظہارِ افسوس اور

___ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے سو ان کے لئے جنتوں کی قیام گاہیں ہیں بطور مہمانداری ان کے اعمال کے صلے میں۔

___ اور جو لوگ نافرمان رہے سو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی وہ اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں ڈھکیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا دوزخ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

___ اور ہم انہیں قریب کا عذاب (اسی دنیا میں) بھی علاوہ اس بڑے عذاب کے چکھا کر رہیں گے، شاید کہ یہ لوگ (اسی کے ڈر سے) باز آجائیں۔

___ اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے پروردگار کی نشانیاں یاد دلائی جائیں اور پھر (بھی) وہ ان سے منہ موڑے رہے۔ ہم مجرموں سے بدلہ لے کر رہیں گے۔

___ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب عطا فرمائی، تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو، اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے جبکہ انہوں نے صبر سے کام لیا کچھ امام بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔ (۳۲/۲۴-۱۹)

ناراضگی اس نے اپنے سر پر خاک ڈالی۔

یہ تھا رویہ ان ظالم مشرکین قریش کا کہ آپ جن لوگوں کو محبت اور ہمدردی کے پیغام دے رہے تھے وہ اعلانیہ نفرت اور بیزاری کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت سودہؓ کے بھی بھائی عبد بن زمعہ جب ایمان لے آئے تو زندگی بھر اپنے اس رویہ پر نادم رہے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ حضرت علیؓ کی کسی بات پر مشرک سردار ولید بن عقبہ بن ابی معیط سے جھڑپ ہو گئی کہنے لگا "چپ ہو جاؤ میرے سامنے زبان نہ چلاؤ۔ میں بوڑھا ہوں لیکن میری زبان تم سے بہت تیز ہے، تم سے زیادہ بہادر ہوں اور بہت

ـــــ بے شک آپ کا پروردگار ان کے درمیان فیصلہ قیامت کے دن ان باتوں میں کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہتے تھے۔
ـــــ کیا یہ ان کی ہدایت کے لئے کافی نہیں کہ ہم ان سے قبل کتنی امتیں ہلاک کرچکے ہیں جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ لوگ (مشرکین) آتے جاتے ہیں۔ اس کے اندر صاف نشانیاں ہیں، تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں؟ کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے رہتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کردیتے ہیں جس سے ان کے جانور کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں؟

(۳۲/۲۷-۲۵)

بڑا جتھہ رکھتا ہوں۔" حضرت علیؓ کی عمر اس وقت کم و بیش اٹھارہ سال رہی ہوگی ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ کفالت بھی تھے اور زیرِ تربیت بھی۔ قلب جذبۂ حق سے معمور تھا کہنے لگے۔ "جو کچھ تم نے کہا درست ہے لیکن تم فاسق ہو اللہ کے نافرمان ہو۔" درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۱۸ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو فاسق نافرمان ہے۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ کچھ یہی حالات تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور پھر ایک بار منکرینِ حق کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا جو کہ وہ توحید، آخرت اور آپؐ کی رسالت سے متعلق کرتے چلے آرہے تھے کہ اب بھی وہ عقل و فہم سے کام لیں اور اس پیغامِ حق کو قبول کرلیں جو کہ ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے پیش فرما رہے تھے۔ مشرکین بطور مذاق عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے تو ان کی توجہ مغضوب اقوام کے ان کھنڈرات کی طرف بھی مبذول کرائی گئی جو کہ وہ اپنے تجارتی سفروں کے دوران مکہ اور شام کے درمیان آتے جاتے دیکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ ظالم تو بدبخت تھے اور خود فریبی نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ بہرحال بارگاہِ ربوبیت سے سلسلۂ

—— اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔
(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے گی۔"
سو (اے نبیؐ!) آپ ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ انتظار کیجئے یہ بھی منتظر ہیں۔ (۳۲/۳۰-۲۸)

ہدایت بھی جاری تھا اور یہ دشمنانِ مصطفیٰؐ بھی اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اسی لئے درج بالا سورۂ مبارکہ کے آخر میں ارشادِ ربانی ہوا کہ اے نبیؐ! آپؐ ان لوگوں کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور انتظار کیجئے فیصلۂ برحق کا جو کہ ہماری بارگاہ سے آنے والا ہے اور یہ منکرین بھی انتظار کریں، اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ نافرمانی کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(بحوالہ طبرانی، خزائن العرفان)

سُورَۃُ الطُّور (پ ۲۷)
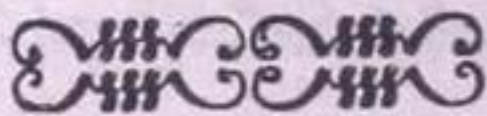
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قسم طور کی اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے، اور بیت معمور کی، اور بلند چھت اور موجزن سمندر کی، کہ بے شک آپ کے پروردگار کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ (عذاب واقع ہوگا اس دن) جس روز آسمان تھرتھرانے لگیں گے اور پہاڑ اڑے اڑے پھریں گے۔ تباہی ہے اس روز ان جھٹلانے والوں کے لئے جو آج بطور کھیل اپنی حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ وہ دن ہوگا جب انہیں ڈھکیل ڈھکیل کر نارِ جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھ نہیں رہا ہے۔ جاؤ اب جھلسو اس کے اندر، تم خواہ صبر کرو یا نہ کرو تمہارے حق میں سب برابر ہے، تم کو وہی بدلہ تو دیا جا رہا ہے جیسے عمل تم کیا کرتے تھے۔ (۵۲/۱۶-۱)

طفیل دوسی آپ کی خدمت میں ان ہی ایام کی بات ہے کہ قبیلۂ دوس کے ایک شاعر طفیل دوسی مکہ آئے۔

انکا قبیلہ علاقہ یمن میں ایک خاص اہمیت کا حامل تھا اور یہ اپنی قوم کی بلند پایہ ہستیوں میں سے تھے۔ دانشمند اور صاحبِ حیثیت تھے لہٰذا دیگر قبائل میں بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ جب حرمِ کعبہ پہنچے تو اس وقت ہادیٔ مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے لیکن جوں ہی مشرک سرداروں نے طفیل دوسی کو آتے دیکھا تو فوراً ان کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ اس طرح حلقہ سا بنا لیا کہ وہ آپ کی طرف رخ بھی نہ کر سکیں۔ وہ لوگ اِدھر اُدھر کی باتیں بناتے رہے پھر کہنے لگے "طفیل تم ہماری بستی میں آئے

۔ بے شک متقی لوگ (اس روز) باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے لطف
ے رہے ہوں گے اس سے جو کچھ ان کے پروردگار نے انہیں دیا ہوگا۔
اور ان کا پروردگار انہیں عذابِ دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ (ان سے کہا
جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے ان اعمال کے صلے میں جو تم کرتے
رہے ہو۔ وہ آمنے سامنے بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے۔
اور ہم خوبصورت آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے۔
——— اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ
دیا ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی شامل کردیں گے اور ہم ان کے عمل میں
سے کوئی چیز کم نہ ہونے دیں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے سبب رہن ہوگا۔
——— ہم ان کو ہر طرح کے پھل اور گوشت، جس چیز کو بھی ان کا جی چاہے
گا خوب دیئے چلے جائیں گے۔ وہاں وہ ایک دوسرے سے جامِ شراب
لپک لپک کر لے رہے ہوں گے جس میں نہ بیہودگی ہوگی اور نہ گنہگاری
اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا کہ وہ موتی ہیں
چھپا کر رکھے گئے۔ (۵۲/۲۴-۱۷)

ہو تو ہم تم کو ایک ایسے شخص سے بھی آگاہ کئے دیتے ہیں جو ہم سب کیلئے زحمت
بنا ہوا ہے" پھر خود ہی آپؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔ "اس شخص
نے جو ہمیں میں سے ہے ہم سب کو سخت مشکل میں مبتلا کردیا ہے۔ ہماری پوری
جماعت کو منتشر کر ڈالا ہے۔ یہ شخص جادوگر ہے اسؐ نے بیٹے کو باپ سے بھائی کو
بھائی سے اور شوہر کو بیوی سے جدا کرادیا ہے۔ چونکہ ہمارے دل میں تمہارے
لئے اور تمہاری قوم کے لئے اچھے جذبات ہیں اور ہم تمہارے خیر خواہ بھی ہیں اسی
لئے ہم تم کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اس شخص کے قریب نہ جانا ورنہ تم اور تمہاری قوم
دونوں مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔"

____ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں گے۔ یہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر کار اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچالیا۔ ہم پچھلی زندگی میں اسی سے دعائیں مانگتے تھے۔ وہ بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔ (۵۳/۲۸-۲۵)

ان ظالموں نے طفیل دوسی کو آپ کے خلاف اس درجہ بدظن کیا کہ انہوں نے آپ سے نہ ملنے اور دور رہنے کا ہی ارادہ کرلیا۔ لیکن اس کے باوجود ان مشرکین نے کچھ ایسا طریقہ بھی اختیار کیا کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی طفیل دوسی کے آگے پیچھے ضرور رہتا اور کوشش کرتا کہ ان کو آپ سے دور ہی رکھے۔ مشرکین اپنے منصوبے بنا رہے تھے اور منشائے الہٰی اپنا کام کررہی تھی۔ ان لوگوں کی اس قدر احتیاطی تدابیر سے طفیل دوسی کے دل میں آپ سے ملاقات کرنے اور حقیقت کا پتہ چلانے کی جستجو پیدا ہوگئی۔ اتفاق سے ایک دن وہ علی الصبح حرمِ کعبہ پہنچے تو سرورِ دین نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گوشہ میں مصروفِ نماز پایا۔ آپ باآواز بلند قرأت فرما رہے تھے۔ وہ آپ کے قریب ہی جاکھڑے ہوئے اور آپ کی زبانی کلام ربانی سنتے رہے۔ اتفاق سے اس وقت مشرکین میں سے کوئی بھی حرم کعبہ میں نہ آیا تھا۔ کلام ربانی سن کر ان کے قلب پر کچھ ایسا تاثر قائم ہوا کہ انہوں نے آپ سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اور جب حضور محسنِ انسانیت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانے تشریف لے جانے لگے تو یہ بھی خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے ہولئے۔ آپ نے گھر کے قریب پہنچ کر جب ان کو اپنے نزدیک پایا تو اندر بلالیا۔ طفیل کہنے لگے "اے محمد! آپ کی قوم والوں نے آپ کی اس قدر برائیاں کیں کہ میں نے آپ سے نہ ملنے کا عہد کیا تھا لیکن آج میں نے آپ کی زبانی جو کلام سنا تو اس نے میرے دل کے تمام وسوسے دور کردیئے۔ اب آپ مجھے وہ تعلیم دیجئے جو آپ دوسروں کو دیا

— تو (اے حبیبؐ!) آپ سمجھاتے رہیئے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔
— ہاں! کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور ہم تو ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔
— (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ تم انتظار کئے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔
— کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں؟ یا وہ سرکش لوگ ہیں؟
— ہاں کہتے ہیں یہ کہ انہوں نے قرآن کو گڑھ لیا ہے۔ اصل (بات) یہ ہے کہ ان میں ایمان ہی نہیں۔ پاس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔ کیا یہ لوگ بغیر کسی کے (پیدا کئے) پیدا ہو گئے یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل (بات) یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔
— کیا ان لوگوں کے پاس اللہ کے پروردگار کے خزانے ہیں؟ یا یہ لوگ حاکم (مجاز) ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے باتیں سن لیا کرتے ہیں؟ تو (اگر) ان میں سے جو سن آتا ہو تو وہ لائے اپنے دعوے پر کوئی کھلی دلیل۔ کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے؟۔ (۵۲/۲۹-۳۹)

کرتے ہیں۔"

اور اس طرح طفیل دوسیؓ آپؐ کی زبانی دعوتِ توحید اور کلامِ ربانی سن کر آپؐ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ بعدہٗ انہوں نے اپنے قبیلہ میں جا کر سب سے پہلے اپنے ضعیف باپ اور بیوی کو دعوتِ توحید دی۔ وہ دونوں ایمان لے آئے۔ لیکن جب دوس کے سامنے دعوتِ حق کو پیش کیا تو ان لوگوں نے قبول نہ کیا بلکہ طفیل دوسی کے ساتھ

(اے نبیؐ!) کیا آپ ان سے کچھ اجرت طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں؟۔ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اسے لکھ لیا کرتے ہیں؟ کیا یہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں تو یہ کافر خود ہی اس چال میں گرفتار ہوں گے۔ کیا ان کا اللہ کے سوا اور کوئی خدا ہے۔ پاک ہے اللہ ان کے شرک سے۔

—— اور اگر یہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو بھی یہی کہیں گے کہ یہ تو بادل ہیں جو امڈے چلے آرہے ہیں۔ (۵۲/۴۴-۴۰)

ظالمانہ رویہ اختیار کر لیا۔ طفیلؓ دل برداشتہ ہو کر پھر آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہؐ! قبیلہ دوس کی فحش پسندی میرے تبلیغی کام پر غالب رہی آپؐ ان کے حق میں بد دعا فرمایئے۔" قربان جایئے اس رحمتِ مجسمؐ پر کہ طفیل دوسی کی درخواست سُنی تو مسکرا دیئے اور پھر بارگاہِ ربوبیت میں عرض کیا۔ "اے اللہ! دوس کو سیدھی راہ پر لگا۔" پھر طفیل سے ارشاد فرمایا۔ "اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہو اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔"

طفیل اپنی قوم کی نافرمانی سے چند ہی ایام میں ناامید ہو گئے تھے ادھر ہادی مرسل محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم برس ہا برس سے دعوتِ حق دے رہے تھے اور ظالم مشرکینِ قریش نافرمانیوں پر نافرمانیاں کرتے چلے جا رہے تھے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ ان کے دار الندوہ میں مشرکینِ قریش کی پھر انجمن آرائی ہوئی۔ آپؐ کے خلاف خوب زہر افشانی ہوتی رہی۔ پھر کہنے لگے "محمد ابن عبداللہ بھی مثل اور شاعروں کے ہیں انہیں قید کر لو کہ یہ قید ہی میں ہلاک ہو جائیں جس طرح زہیر اور نابغہ کا حشر ہوا ہے۔" درج بالا سورۃ مبارکہ کی آیات ۲۹ تا ۴۴ میں اسی واقعہ کی طرف اشارۂ ربانی ہے۔

بہر حال مشرکین اپنی چالوں میں لگے ہوئے تھے اور ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

پس (اے حبیبؐ!) انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس میں یہ مار گرائے جائیں گے۔ جس دن نہ ان کی اپنی کوئی چال ان کے کسی کام آئے گی نہ کوئی ان کی مدد کو آئے گا۔ اور اس وقت کے آنے سے پہلے بھی ظالموں کے لئے ایک عذاب ہے۔ مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔

(اے حبیبؐ!!) آپ اپنے پروردگار کا فیصلہ آنے تک صبر پر قائم رہیئے۔ آپ تو ہماری عین حفاظت میں ہیں۔

(اے حبیبؐ!!!) اور آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کیجئے جب اٹھا کریں، اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے، اور جب ستارے پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔ (۴۵-۴۹/۵۲)

پیغام حق کی تلقین میں مصروف تھے۔ صبح و شام، اٹھتے بیٹھتے حق سبحانہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے۔ رات کو اٹھتے تو عرض کرتے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اور پھر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز امت کے لئے دعائیں کرتے رہتے۔

یہی آپؐ کا معمول تھا اور یہی طالبانِ حق کے لئے آپؐ کا مشورہ۔

(بحوالہ ابن ہشام، ابن کثیر، مسند احمد)

سُورۃُ المُلک (پ ۲۹)

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کا عمل زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔ جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ پیدا کئے، (تو اے شخص!) تو (خدائے) رحمٰن کی صنعت میں کوئی فرق نہ دیکھے گا۔ سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (تیری) نگاہ ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔ اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب بھی تیار کر رکھا ہے۔
(۶۷/ ۵-۱)

بیعتِ عقبہ اولیٰ ہادی برحق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قدر مکہ کی دنیا تنگ سے تنگ تر ہوتی جا رہی تھی اسی قدر مکہ سے باہر بسنے والے آپؐ کی طرف راغب ہو رہے تھے۔ مشرکینِ قریش آپؐ کی شمع حیات گل ہونے کے منتظر تھے اور مشیت الٰہی شمعِ رسالتؐ کو مکہ کی تنگنائیوں سے ابھار کر دنیا کو منور کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔ موسم حج کے دن تھے۔ اسی موقعہ پر گذشتہ برس مدینہ کے قبیلۂ خزرج کے چھ افراد آپؐ کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے جنہوں نے مدینہ جا کر گھر گھر آپؐ کا تذکرہ کیا تھا۔ انہی افراد کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ اس مرتبہ (۱۱ نبوی) بمقام عقبہ بارہ اشخاص محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو ذرا سا بھی شریک نہ سمجھیں گے (۲) چوری نہ کریں گے (۳) زناکاری سے دور رہیں گے (۴) اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے (۵) جان بوجھ کر کسی پر بھی جھوٹا الزام نہ لگائیں گے۔ (۶) کسی بھی اچھی بات میں آپؐ کے

—— اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام۔ اس میں جب یہ لوگ ڈالے جائینگے تو اس کی بڑی زور کی گرج سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مار رہی ہو گی کہ گویا شدتِ غضب میں پھٹ جائے گی۔ جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا کہ خداوند نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو خود ہی ایک بڑے خبط میں پڑے ہو۔ اور (یہ بھی) کہیں گے کہ اگر ہم (ان کی بات) سن لیتے یا عقل ہی سے کام لیتے تو ہم اہلِ دوزخ میں سے نہ ہوتے۔ غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے سو لعنت ہے اہلِ دوزخ پر۔

—— بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔ (۶۷/ ۱۲-۶)

حکم کے خلاف نہ جائیں گے۔

جب اہلِ مدینہ بیعت کر چکے تو ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر تم نے اس بیعت کی پوری تعمیل کی تو تمہارے لئے جنت ہے۔ اگر ان میں سے کسی بات کے خلاف کرو گے تو اس کی پاداش میں مبتلائے سزا ہو گے اور وہ سزا تمہارے گناہ کا کفارہ ہو گی اور اگر قیامت کے دن تک وہ گناہ پوشیدہ رکھ دیا گیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو سزا دے چاہے تو بخش دے۔"

اس بیعتِ عقبۂ اولیٰ میں شرکائے کرام تھے۔ (۱) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ (۳) معاذ بن حارث بن رفاعہ۔ یہ حضرات بنی النجار کی شاخ بنی مالک سے تھے۔ (۴) رافع بن مالک اور (۵) ذکوان بن

— اور تم لوگ اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کی (بات بھی) جانتا ہے۔ کیا وہ نہ جانے (گا) جس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔

— وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا سو تم اُس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کے پاس جی اٹھنا ہے۔

— کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے، وہ تم کو کہیں زمین میں دھنسا نہ دے اور وہ تھرتھرانے لگے۔؟ (۶۷/۱۶—۱۳)

قیس، بنی عامر بن زریق میں سے تھے (۶) عبادہ بن الصامت اور (۷) ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ، بنی عوف بن الخزرج کی شاخ بنی غنم بن عوف سے تھے۔ (۸) عباس بن عبادہ، بنی سالم بن عوف کی شاخ بنی العجلان، (۹) عقبہ بن عامر، بنی سلمہ بن سعدی کی شاخ بنی حرام بن کعب اور (۱۰) قطبہ بن عامر، بنی سواد بن غنم میں سے تھے۔

اس بیعت میں دو حضرات قبیلۂ اوس کے بھی تھے۔ (۱۱) مالک ابوالہیثم بن التیہان جو اوس بن حارثہ کی شاخ عبدالاشہل سے تھے اور (۱۲) عویم بن سادہ، بنی عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس میں سے تھے۔

مذکورہ بالا افراد نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ احکامِ اسلام اور کلامِ ربانی کی تعلیم کے لئے ایک معلم بھی ان کے ہمراہ بھیجا جائے۔ لہٰذا ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا حضرت مصعب ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور اسلام کے پرانے وابستگان میں سے تھے۔ آپکو تعلیماتِ اسلامی اور کلامِ ربانی پر عبور حاصل تھا۔

حضرت مصعبؓ بحیثیت نمائندۂ رسولؐ

حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ نے مدینہ میں ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر قیام کیا جو کہ

ــــ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہارے اوپر تند و تیز ہوا بھیجدے، سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔

ــــ اور ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہوں نے بھی تو جھٹلایا تھا کہ سو میرا عذاب کیسا (اُن پر) ہوا۔

ــــ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر (اڑتے ہوئے) پرندوں پر نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں اور سمیٹ بھی لیتے ہیں انہیں کوئی نہیں تھامے رہتا بجز خدائے رحمٰن کے، وہی ہر چیز کو خوب دیکھتا ہے۔ (۶۷/۱۹-۱۷)

مدینہ کی انتہائی معزز ترین ہستیوں میں سے تھے۔ اور بحیثیت نمائندہ رسُول اکرم بہترین خدمات انجام دیں۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ آپ گھر گھر جا کر لوگوں کو دعوت توحید دیتے، ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سمجھاتے کلام ربانی پڑھ کر لوگوں کو سُناتے اور پھر اسی کی روشنی میں روزِ قیامت کی وضاحت فرماتے۔ آپ کی انتھک کاوشوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک دو آدمی روز دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ لیکن تبلیغ کی ان راہوں میں بڑے نشیب و فراز بھی تھے جن پر چلتے ہوئے حضرت مصعب رضؓ بن عمیر اسی ہمت، صبر اور تحمل کا مظاہرہ فرما رہے تھے جو کہ حضور سرورِ دیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے ملا تھا۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن اسعدؓ بن زرارہ حضرت مصعب رضؓ کو بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے گھروں کی طرف لے گئے اور بنی ظفر کے احاطہ میں واقع ایک کنوئیں کے قریب بیٹھ گئے۔ جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے ان دونوں حضرات کو دیکھا تو وہ بھی ان کے گرد آکر بیٹھ گئے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بنی عبدالاشہل کے سردار تھے۔ یہ اور ان کے قبیلے والے سخت مشرک تھے۔ ان دونوں نے جو اسعدؓ بن زرارہ اور حضرت مصعب رضؓ کو وہاں دیکھا تو بڑے تلملائے۔ سعد بن معاذ اسید بن حُضیر سے کہنے لگا " یہ دونوں شخص یہاں اس لئے آئے ہیں کہ ہمارے

___ بھلا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ خدائے رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کر سکے، کافر تو بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔
___ بھلا وہ کون ہے جو تمہیں روزی پہنچا سکے اگر اللہ اپنی روزی بند کرلے؟ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔
___ تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ شخص جو سیدھا چلے صراطِ مستقیم پر۔
(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجئے "اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ (مگر) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔
(اے حبیبؐ!!) آپ کہہ دیجئے "اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلایا اور تم اس کے پاس اٹھائے جاؤ گے۔"
___ اور یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو۔
(اے حبیبؐ!!!) آپ کہہ دیجئے "یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو بس صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ (۶۷/۲۶-۲۰)

کمزوروں کو بیوقوف بنائیں۔ تم جاؤ اور ان دونوں کو سختی سے منع کرو کہ یہاں نہ آیا کریں۔ اسعد بن زرارہ اگر میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں خود ہی جا کر ان دونوں کو بھگت لیتا۔" اسید بن حضیر نے اپنا بھالا سنبھالا اور ان دونوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر ان کے قریب آکر انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں۔ یہ لوگ اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ پھر کہنے لگا۔ "تم لوگ یہاں اسی لئے آئے ہو کہ ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بناؤ لہٰذا یہاں سے فوری چلے جاؤ اور اگر تم کو کوئی حاجت در پیش ہے تو بتاؤ ہم تمہاری حاجت پوری کریں گے۔"
حضرت مصعبؓ نے انتہائی نرمی سے کہا۔ "آپ ذرا دیر کے لئے ہمارے پاس

— پھر جب وہ اس (قیامت) کو پاس آتا دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا۔ "یہی ہے وہ جسے تم طلب کیا کرتے تھے۔"

(اے نبیؐ!) آپ کہیئے۔ "بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحمت فرما دے تو کافروں کو کون عذاب دردناک سے بچائے گا؟"

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے۔ "وہی (خدائے) رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں، سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے؟" (۶۷/۲۹-۲۷)

بیٹھ جائیں اور ہماری بات سنیں۔ اگر بات بھلی معلوم ہو تو قبول کیجئے۔ پسند نہ آئے نہ مانئے۔" حضرت مصعبؓ کے لہجے میں ایسی نرمی تھی کہ اُسید بن حُضیر گفتگو سننے پر راضی ہو گیا لہٰذا اس نے اپنا بھالا زمین پر گاڑا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ حضرت مصعب نے جو کلام ربانی کی قرارت فرمائی تو اس کا پتھر جیسا دل موم ہو گیا پھر آپ نے دعوتِ توحید پیش کی تو اللہ نے اس کا قلب ہی بدل ڈالا۔ کہنے لگا "اگر کوئی تمہارے دین میں آنا چاہے تو کیا کرے" حضرت مصعبؓ نے کہا۔ "غسل کرے، صاف کپڑے پہنے اور کلمہ شہادت پڑھے۔" المختصر اس طرح اُسید بن حضیر ایمان لے آیا اور بعدہٗ نہ صرف سعد بن معاذ مسلمان ہوئے بلکہ شام ہوتے ہوتے تمام بنی عبدالاشہل مسلمان ہو چکے تھے۔ اس طرح چند قبیلوں کے علاوہ مدینہ کے بیشتر قبائل جو کہ بعد میں انصار کہلائے رفتہ رفتہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ اپنی اس کامیاب مہم کے بعد مکہ تشریف لائے اور ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے مطلع فرمایا۔ انصار قبائل کی حق بینی و حق شناسی آپؐ کے لئے مسرت کا پیغام تھی لیکن مکہ کی فضا اسی طرح تاریک

(اے نبیؐ!!!) آپ کہئے۔ "اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر صبح تمہارا (کنویں کا) پانی زمین میں دھنس جائے تو کون ہے (وہ) جو تمہارے سوت کا پانی پھر لے آئے (گا)۔ (۶۷/۳۰)

تھی۔ مشرکین قریش اسی طرح بغض و حسد کی آگ میں پڑے آپؐ کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے ــــ قدرت اپنا کام کر رہی تھی اور منکرینِ حق اپنی چالبازیوں میں لگے ہوئے تھے۔ یہی شب و روز رہے ہوں گے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور واضح طور پر بتا دیا گیا کہ بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ موت اور زندگی سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور پھر ایک بار دلائل دیئے گئے کہ منکرینِ حق اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو سمجھیں نبیؐ برحق کی مخالفت سے باز آئیں ورنہ عذابِ جہنم سے کوئی انہیں نہ بچا سکے گا۔

(بحوالہ طبری، ابنِ ہشام طبقات سعد، سیرت النبیؐ)

سورۃ الحاقہ (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ حق ہونے والی، کیسی کچھ ہے وہ حق ہونے والی، اور تم نے کیا جانا کہ کیسی ہے وہ حق ہونے والی۔ ثمود و عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی (قیامت) کو جھٹلایا تو ثمود ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور رہے عاد تو وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے۔ (اللہ نے) اسے ان پر مسلط کر دیا تھا سات راتوں اور آٹھ دنوں تک لگاتار۔ تو (اے شخص!) تو وہاں اس قوم کو یوں گرا ہوا دیکھتا ہے کہ گویا وہ گری ہوئی کھجور کے تنے پڑے ہوں۔

— اور فرعون اور اس کے قبل والوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں والوں نے (بڑے بڑے) قصور کئے تھے، تو انہوں نے اپنے پروردگار کے رسولوں کا حکم نہ مانا سو (اللہ نے) انہیں بہت سخت پکڑا۔ ہم ہی نے جب پانی میں طغیانی ہوئی تمہیں کشتی میں سوار کیا تاکہ اس (واقعہ) کو ہم تمہارے لئے یادگار بنادیں اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں۔

— غرض جب صور ایک دم پھونک دیا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً چورا چورا کر دیئے جائیں گے تو اس روز وہ ہونے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ (۶۹/۱۵-۱)

مساکین کو کھانا کھلانا آپؐ کا معمول تھا

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ زمانہ خوش حالی کا دور نہ تھا۔ ویسے بھی آپؐ کے پاس سرمایہ تو کبھی جمع نہ ہوا لیکن دل اس درجہ غنی تھا کہ کسی غیر کے حاجتمند بھی نہ تھے۔ جو کچھ بھی ہوتا اپنے بال بچوں اور متعلقین پر خرچ کرتے اور اسی میں سے غرباء اور مساکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ اس طرح آپؐ کے قلب کو تقویت ہوتی تھی کہ پروردگار اس

— اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بودا (کمزور) ہوگا اور فرشتے اس کے کنارے پر ہوں گے اور اپنے پروردگار کے عرش کو اپنے اوپر اس روز آٹھ اٹھائے ہوں گے۔

— اس دن تم سب (اللہ کے حضور) پیش ہوگے کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔ تو وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا "لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو میں تو جانتا تھا کہ میرا حساب ضرور پیش آنے والا ہے۔" وہ شخص خوب مزے کے عیش میں ہوگا۔ بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔ (اور اس خوش بخت سے کہا جائے گا) "کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے بدلے میں جو تم گذشتہ ایام میں کر چکے ہو۔"

— اور رہا وہ جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ کہے گا "کیا ہی اچھا ہوتا جو مجھے میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھے خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! موت ہی خاتمہ کر چکی ہوتی، میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، میرا سب زور جاتا رہا۔" (اس کے لئے حکم ہوگا) "پکڑو اس کو اور طوق پہناؤ، پھر اس کو دوزخ میں داخل کردو پھر ایک ایسی زنجیر میں جکڑو جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے۔ اس کا نہ ایمان ہی اللہ بزرگ و برتر پر تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ اسے کوئی کھانا نصیب ہے، زخموں کے دھوون کے علاوہ جسے گناہگاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔

(۶۹/۳۷-۱۶)

کام کو پسند فرماتا ہے۔ ایک مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا "تونگری مال واسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تونگر وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔" اسی طرح صحیح مسلم میں آپؐ کا ارشاد عالی ہے۔ "فلاح پائی اُس نے جسے اسلام نصیب ہوا اور کافی ہو جائے اتنا

___ پس قسم ہے مجھے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں (افسوس کہ تم) کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ (یہ) کسی کاہن کی بات (ہے) (افسوس کہ تم) کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ اسی نے اتارا ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ (۶۹/۴۳-۳۸)

رزق جو بھی اسے ملا۔" یہی آپؐ کا عمل تھا اور اسی پر آپؐ کے رفقائے کرام عمل پیرا تھے۔ گو ان میں بیشتر خود محتاج اور مساکین تھے لیکن اپنے ہاتھ کی روٹی دوسرے حاجت مند کو دینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔

لیکن اس کے برخلاف مشرکین اور منکرینِ حق صاحبانِ مال و زر ہونے کے باوجود بخیل تھے۔ نہ خود غربا اور مساکین کو کھلاتے تھے اور نہ دوسروں کو اس کارِ خیر کی ترغیب دیتے تھے چونکہ انہیں دولت سے محبت تھی۔ وہ تو ہر ناجائز طریقے سے دولت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ سائل کو دھتکار دیتے۔ یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے اور کمزوروں کا حق دبا لیتے۔ نہ دل میں خوفِ خدا تھا اور نہ روزِ قیامت حساب و کتاب یا جوابدہی کی فکر تھی۔

درج بالا سورۂ مبارکہ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے انسانیت کے ان ہی دو گروہوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے روزِ قیامت کا ذکر کیا ہے کہ اس دن جب حساب و کتاب ہوگا تو ہر ایک کو اس کا نامۂ اعمال دے دیا جائے گا۔ جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ہوں گے ان کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور برے اعمال کرنے والوں کو ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ نیک اعمال کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام و اکرام ہوگا اور اس کے برخلاف برے اعمال کرنے والے سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اس وقت ان کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ ساتھی اور بتایا جائے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان رکھتے تھے اور نہ اللہ کے

اور اگر وہ (نبی اکرمؐ) ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ہم ضرور ان سے بقوت بدلہ لیتے، پھر ان کی رگِ دل کاٹ دیتے، پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک یہ قرآن ڈرنے والوں کو نصیحت ہے۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک یہ قرآن کافروں کے حق میں موجبِ حسرت ہے۔ اور یہ (قرآن) تحقیقی یقینی بات ہے۔
(سو اے حبیبؐ!) آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے۔
(۶۹/۵۲-۴۴)

خوف سے مساکین کو کھانا کھلاتے تھے اور نہ دوسروں کو اس کام کی ترغیب دیتے تھے۔
یہ سورۂ مبارکہ منکرینِ حق کے لیے ایک کھلی تنبیہ تھی کہ وہ اب بھی حق کو پہچانیں اور ایمان لے آئیں۔ ہادیٔ برحق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول سمجھیں اور کلامِ ربانی کو جھٹلانے سے باز آجائیں۔ لیکن وہ ظالم تو اندھے تھے اور گونگے تھے۔ نہ حق کی اطاعت کرتے تھے اور نہ اللہ کی مخلوق کے حقوق پہچانتے تھے۔
(بحوالہ ابنِ کثیر، صحیح مسلم۔ بخاری)

سورۃ المعارج (پ ۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مانگا ایک مانگنے والے نے وہ عذاب جو ضرور واقع ہونے والا ہے، کافروں کیلئے ہے، اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ اس اللہ کی طرف سے ہوگا جو عروج کے زینوں کا مالک ہے۔ ملائکہ اور روح (جبریل) اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں۔ وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ (اے حبیب!) پس آپ صبر کیجئے اور صبر بھی جمیل۔ یہ لوگ اسے دور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

—— (وہ عذاب اس روز ہوگا) جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی مانند ہو جائینگے۔ اور کوئی دوست کسی دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہوں گے۔ مجرم تمنا کرے گا کہ اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دیدے اور پھر (کسی بھی طرح) اپنے کو (اس عذاب سے) بچا لے۔ (۷۰/۱۴-۱)

آپ کے دشمنوں کی ایذا رسانیاں

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی اذیت دینے والوں میں نضر بن حارث ہمیشہ پیش پیش ہی رہتا تھا۔ یہ ظالم، ابوجہل، ابوسفیان بن حرب، اخنس بن شریق، ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل اور امیہ بن خلف سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ ہر آن آپ کو ایذا پہنچانے کی ترکیبیں ہی سوچا کرتا تھا۔ یہی بدنصیب ایک مرتبہ فارس گیا اور وہاں سے شاہانِ فارس کے قصے کہانیوں کے پلندے اٹھا لایا اور کلامِ ربانی کے مقابل لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ کو صحنِ حرم میں صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھتا تو

ـــــ لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ تو ایسی شعلہ زن ہے کہ کھال (تک) اتار دے گی۔ وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہو گی، منہ موڑا ہوگا، مال جمع کیا ہوگا اور اسے سینت سینت کر رکھا ہو گا۔
۔ بیشک انسان پیدا ہی بے صبرا (کم ہمت) ہوا ہے۔ جب اس کو ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا تا ہے۔ اور جب اس کو خوشحالی ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر (ان لوگوں کا ہرگز ایسا حال نہیں جو) (۱) نمازی ہیں، اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں (۲) جن کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی ہر ایک کا حق مقرر ہے۔ (۳) جو جزا کے دن کو سچ جانتے ہیں۔ (۴) جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔ (۵) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں علاوہ اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ (باندی) عورتوں کے کہ (ان کے پاس جانے میں) ان پر کوئی الزام نہیں۔ البتہ جو کوئی اس کے علاوہ (خواہشاتِ نفسانی کا) طلبگار ہوا تو ایسے لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں (۶) اور وہ جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں (۷) اور جو اپنی گواہیوں میں (راستی) پر قائم رہتے ہیں۔ (۸) اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عزت سے بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔ (۷۰ / ۳۵ ــ ۱۵)

تلملا جاتا اور جب آپؐ وہاں سے رخصت ہو جاتے تو اسی جگہ پر جا بیٹھتا اور لوگوں کو اپنے پاس بلا کر کہتا۔ "اے گروہ قریش! جیسی باتیں کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ بیان کرتے ہیں ان سے اچھے قصے سنو،" اور پھر ایرانی بادشاہوں، رستم اور اسفندیار کی داستانیں بڑے مزے لے لیکر بیان کرتا۔ یہی بدبخت ایک مرتبہ عراق کی طرف گیا تو گانے اور ناچنے والی عورتیں لے آیا۔ عیش و نشاط کی خوب محفلیں جماتا کہ لوگ اس کی طرف راغب رہیں اور آپؐ کی مقدس محفلوں کی طرف نہ جائیں۔ یہی بدطینت مشرک آپ کے خلاف

(اے حبیبؐ!) ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں، داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔ کیا ان میں ہر شخص اس بات کا آرزومند ہے کہ نعمت بھری جنتوں میں داخل کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں، ہم نے جس چیز سے ان کو پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں۔
(۷۰/۳۹-۳۶)

یہود مدینہ سے اعانت حاصل کرنے کیلئے جانے والے اس دو رکنی وفد میں شامل تھا جس کا تذکرہ سورۂ کہف کے تحت کیا جا چکا ہے۔ ابن ہشام سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر اسی بدخو مشرک نے کہا تھا "میں عنقریب ویسا ہی کلام اتاروں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے"۔ یہ ظالم نہ توحید کا قائل تھا اور نہ روزِ قیامت پر ایمان رکھتا تھا بلکہ طرح طرح سے روزِ قیامت کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ اسے آپؐ کو اذیت دینے کے لئے ایک نئی شرارت سوجھی کہ جب آپؐ کو آتے ہوئے دیکھتا تو ازراہِ تمسخر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگتا "اے اللہ! اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو ہم پر وہ عذاب نازل فرما دے جس کا ہم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔"

کچھ یہی شب و روز تھے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور اسی عذاب کا تذکرہ کیا گیا جس کی فرمائش یہ ظالم مشرک ازراہِ تمسخر کر رہا تھا۔

جس عذابِ قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ کسی ایک فرد کے لئے تو نہیں کہ نضر بن حارث کی فرمائش پر نازل ہو جاتا۔ حق سبحانہٗ تعالٰے تو پروردگارِ عالم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر انتہائی شفیق اور مہربان ہے۔ وہ گنہگاروں کو مہلت دیتا رہتا ہے کہ وہ حق کو پہچانیں اور فلاح پائیں۔ لہٰذا درج بالا آیاتِ ربانی میں اس عذابِ جہنم کا بھی تذکرہ کیا گیا جو کہ حق تعالیٰ کے نافرمانوں کا مقدر ہے اور ان خصوصیات کا بھی تذکرہ کیا گیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں کا خاصہ ہوا کرتی ہیں اور پھر ان کی منزل بہشت کی نشاندہی بھی کر دی گئی اس طرح بارگاہ ربوبیت سے لوگوں کو تنبیہ بھی کی گئی اور ترغیب بھی دی گئی کہ وہ حق تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائیں اور ہادیٔ برحقؐ کی پیش کردہ دعوتِ توحید قبول کریں۔

— قسم ہے مشارق و مغارب کے پروردگار (ہونے) کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں۔ اور کوئی ہم سے سبقت لے جانے والا نہیں ہے۔

(اے حبیبؐ!!) آپ ان کو (پڑا) رہنے دیجئے (اسی) شغل اور تفریح میں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ اپنی قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑے چلے جا رہے ہوں گے جیسے اپنے بت خانوں کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہونگی ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ (پھر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ) یہی ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (۷۰/۴۴-۴۰)

لیکن وہ بدنصیب تو آپؐ کے دشمنِ جاں بنے ہوئے تھے۔ آپؐ ان کو محبت کا پیغام دے رہے تھے اور وہ ظالم آپؐ کو نفرت بھری نگاہوں سے اس طرح گھورا کرتے تھے کہ جیسے آپؐ کی شمعِ حیات گل کر کے ہی دم لیں گے۔ درج بالا آیات نمبر ۳۶۔ اور ۳۷ میں مشرکین کی اسی گھٹیا اور لچر حرکت کی طرف اشارۂ ربانی ہے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر، جلالین، خزائن العرفان)

سورۃ النبا (ب ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ لوگ (منکرین) آپس میں کس (چیز) کی بابت پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ (کیا) اس بڑے واقعہ کی بابت جس کے بارے میں یہ مختلف (رائے رکھتے) ہیں۔؟ ہرگز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ ہاں ہرگز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا (کہ قیامت کا آنا یقینی ہے)۔

(اے لوگو!) کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح نہیں گاڑ دیا ہے؟ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔ اور ہم ہی نے تمہاری نیند کو راحت بنا دیا۔ اور ہم ہی نے رات کو پردہ پوش کیا اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے ہیں اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنا دیا ہے۔ اور ہم ہی نے بادلوں سے لگاتار بارش برسائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلّہ اور سبزی اور گھنے باغ اگائیں۔

ـــ بے شک فیصلہ کا دن ایک ٹھہرا ہوا وقت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ فوج در فوج نکلے چلے آؤ گے۔ (۷۸/ ۱۸-۱)

بیعتِ عقبۂ ثانیہ نمائندۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں ایک سال سے کم ہی رہے۔ جب اللہ تعالٰے نے اوس و خزرج اور ان کی متعلقہ شاخوں کے قبائل کی خاصی اکثریت کو نورِ احدیت سے منور کر دیا تو یہ مکہ تشریف لے آئے اور ہادیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام صورتِ حال سے آگاہ فرمایا۔ یہ ان کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ دوسرے سال (۱۲ سنہ نبوی) مدینہ سے مشرکین حاجیوں کے ہمراہ ۷۳ بہتر مسلمان بھی مکہ آئے۔ یہ لوگ اب نماز بھی پڑھتے تھے اور دینی مسائل سے بھی واقف ہو چکے تھے۔ ان مسلمانوں کی جماعت کے سردار براء بن معرورؓ

—— اور (اس روز) آسمان کھل جائے گا کہ اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے ۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے حتیٰ کہ وہ سراب (پانی کی طرح چمکتا ریت) بن کر رہ جائیں گے ۔

—— بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے سرکشوں کا ٹھکانا ہے ۔ جس میں وہ قرنوں پڑے رہیں گے ۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کا ۔ ہاں البتہ کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ ۔ جیسے کو تیسا بدلہ (ہوگا) (۷۸/۲۶-۱۹)

تھے جو ایک معروف اور باحیثیت شخصیت کے مالک تھے ۔ مشکل یہ تھی کہ یہ لوگ مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن ابھی تک سرورِ دین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکل سے نہ پہچانتے تھے ۔ اور نہ اپنے مسلمان ہونے کو اہل مکہ پر ظاہر کرنا چاہتے تھے ۔ لہٰذا ان میں سے دو اشخاص براء رضؓ بن معرور اور کعبؓ بن مالک آپؐ کی تلاش میں نکلے ۔ کسی اجنبی شخص سے معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ حرمِ کعبہ میں عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھے ہیں ۔ براء بن معرور آپؐ کے چچا عباس سے واقف تھے لہٰذا یہ لوگ بآسانی آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے ۔ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں اشخاص اجنبی تھے ہاں کعب بن مالک کو بحیثیت شاعر غائبانہ طور پر جانتے تھے ۔ بہر حال ان حضرات نے جب بحیثیت مسلمان اپنا تعارف کرایا تو آپؐ بہت مسرور ہوئے ۔

دورانِ گفتگو براء بن معرور نے عرض کیا " یا رسولؐ اللہ ! میں مدینہ سے نکلا تو مجھے اسلام کی طرف رہنمائی حاصل ہو چکی تھی لہٰذا میں نے یہ مناسب خیال نہ کیا کہ کعبۃ اللہ کی طرف پشت کروں اور میں نے اسی کعبہ کی جانب نماز پڑھی ۔ " اللہ کے رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " تم ایک قبلے پر مامور تھے کاش ! تم نے اس پر صبر کیا ہوتا " یعنی آپؐ نے بغیر حکمِ الٰہی تحویلِ قبلہ کو پسند نہ فرمایا لہٰذا براء بن معرور نے سب کے ساتھ شام کی جانب ہی رخ کر کے نماز ادا کی ۔

—— بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا اور ہماری آیتوں کو برابر جھٹلایا ہی کرتے تھے۔ اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر رکھی تھی (لہٰذا ان سے اس وقت کہا جائے گا) "اب چکھو مزہ ہم تمہارے لئے عذاب کے سوا کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔"

—— بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے یعنی باغ ہیں اور انگور، اور نوجوان ہم عمر عورتیں اور چھلکتے جام۔ وہاں کوئی لغو اور جھوٹی بات وہ نہ سنیں گے صلہ اور کافی انعام ہوگا تمہارے پروردگار کی طرف سے، وہ جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اس کا خدائے رحمٰن جس کے سامنے کسی کو بولنے کا یارا نہیں۔ (۲۷ - ۳۷/۷۸)

بعدہٗ ان دونوں حضرات نے حج کے بعد اپنی قوم کے لوگوں کے ہمراہ عقبہ کے مقام پر ایک مقررہ وقت پر ملنے کا عہد کیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ سے آئے ہوئے یہ مسلمان اپنے مشرک ساتھیوں سے پوشیدہ طور پر رات کی تاریکی میں چھپتے چھپاتے دبے قدم پہاڑ کی چڑھائی پر ایک درّے کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ وعدہ کے بموجب ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ آپؐ کے ہمراہ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے جو اس وقت تک ایمان تو نہ لائے تھے لیکن آپؐ کے تحفظ کی خاطر آپ کے ہمراہ آئے تھے، لہٰذا انہوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"اے گروہ خزرج! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو حیثیت ہمارے درمیان حاصل ہے تم جانتے ہو۔ ہم میں سے ان تمام لوگوں نے جو اُن سے متعلق ہماری رائے سے اتفاق کرتے ہیں ان کی حفاظت کی ہے۔ یہ اپنی قوم میں عزت والے اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ تم انہیں جس جانب بلا رہے ہو وہاں اُن کا پورا پورا حق ادا کرو گے اور ان کے مخالفوں سے انہیں بچاؤ گے تو جو بار اپنی خوشی سے لینا چاہتے ہو لو۔ اور اگر انہیں بچانے

—— اس دن جب کہ روح (جبریل) اور فرشتہ صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بول نہ سکے گا علاوہ اس کے جسے خدائے رحمٰن اجازت دے اور وہ کہے بھی ٹھیک بات۔ وہ یقینی دن ہے۔ اب جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ بنالے۔ (۷۸/ ۳۹-۳۸)

کے بعد انؐ کے مخالفوں کے حوالے کر دینے اور ان کی مدد سے دست بردار ہو جانے کا خیال ہے تو اسی وقت انؐ کی طرف سے اپنا ہاتھ کھینچ لو کہ یہ ابھی تک اپنی قوم اور اپنے شہر میں معزز و محفوظ ہیں۔"

ان لوگوں نے بیک زبان کہا۔ "جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سن لیا۔" اور پھر انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ گفتگو فرمایئے۔" ہادی مرسل نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ دعوتِ حق کی وضاحت کی اور پھر ارشاد فرمایا۔ "میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔" برار بن معرور نے آپؐ کا دستِ مبارک تھامتے ہوئے کہا۔ "اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ یہ شرطیں قبول ہیں۔ پس ہم سے بیعت لے لیجئے۔ واللہ ہم سپاہی اور مسلح لوگ ہیں جنگ تو ہمیں اپنے بزرگوں سے بطور میراث ملی ہے۔

بعدہٗ تمام لوگوں نے سرورِ دیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور آپؐ نے اس گروہ میں سے بارہ افراد کو بحیثیت نقیب منتخب کیا جن کے نام خود انصار کی اس جماعت نے پیش کئے تھے۔ ان میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے یہ تمام حضرات رئیس القبائل تھے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

(۱) اسید بن حضیر (۲) ابوالہیثم بن نیہان (۳) سعد بن خثیمہ (۴) اسعد بن زرارہ (۵) سعد بن الربیع (۶) عبداللہ بن رواحہ (۷) سعد بن عبادہ (۸) منذر بن عمرو (۹) برار بن معرور (۱۰) عبداللہ بن عمرو (۱۱) عبادہ بن الصامت (۱۲)

—— ہم نے تمہیں تنبیہ کر دی ہے ایک نزدیک والے عذاب کی جو اس دن (واقع ہوگا) جب ہر شخص دیکھ لے گا اس کو جو کچھ کہ وہ آگے بھیج چکا ہے۔ اور کافر کہے گا۔ "کاش! میں مٹی ہو جاتا۔" (۷۸/۴۰)

رافع بن مالک۔ صبح ہوئی تو اپنی بیعت کی خبر کسی طرح مشرکین قریش کو ہو گئی لہٰذا یہ ظالم دوڑے دوڑے مدینہ سے آئے ہوئے مشرکین کے پاس پہنچے اور زبردست شکایت کی۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم کو ضرور اطلاع ہو جاتی۔ غرض اسی طرح کی چہ میگوئیاں کرتے کراتے واپس چلے گئے۔ قدرت اپنا کام کر رہی تھی اور یہ ظالم منکرینِ حق اپنے حسد کی آگ میں جلے جا رہے تھے۔ یہی شب و روز رہے ہوں گے کہ درج بالا سورۃ مبارکہ کا نزول ہوا پھر انہیں دلائل کے ساتھ دعوتِ حق دی گئی روزِ جزا کی وضاحت فرمائی گئی کہ یہ ظالم اب بھی ایمان لے آئیں۔ لیکن وہ تو خود اپنی عاقبت کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

(بحوالہ ابنِ ہشام۔ طبری۔ سیرت النبیؐ۔ ابنِ سعد)

سورۃ النّٰزعٰت (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو سختی سے جان کھینچتے ہیں، اور نرمی سے نکال لے جاتے ہیں اور تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں، پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں، پھر (احکام الٰہی کے مطابق) کام کی تدبیر کرتے ہیں۔ (کہ قیامت آکر رہے گی) جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا۔ کتنے (ہی) دل خوف سے کانپ رہے ہوں گے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

یہ لوگ (منکرین حق) کہتے ہیں "کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے (موت سے زندگی کی طرف) کیا جب کہ ہم گلی ہڈیاں بن چکیں گے۔" کہنے لگے۔ "یہ واپسی تو پھر بڑے نقصان کی ہوگی۔" حالانکہ وہ تو بس ایک ہی للکار ہوگی اور یکایک یہ کھلے میدان میں آموجود ہوں گے۔

کیا آپ کو موسٰی کے قصے کی خبر پہنچی ہے جب اسے اس کے پروردگار نے طوٰی کی مقدس وادی میں ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو "کیا تو اس کے لئے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے پروردگار کی طرف تیری رہنمائی کروں کہ تو اس سے ڈرے۔" (۷۹/ ۱۹-۱)

آپ نے صحابہ کرام کو ہجرت کی اجازت دی

رفتہ رفتہ یہ بات مشرکین قریش کے ہر قبیلے اور ہر خاندان میں پھیل گئی کہ مدینہ کے قبائل خزرج اور اوس کی خاصی بڑی تعداد مسلمان ہو گئی ہے۔ یہ خبر ہر مشرک کے لئے تشویش ناک تھی۔ لہٰذا ہر ایک اسی فکر میں تھا کہ کسی بھی طرح اس کا تدارک کیا جائے۔ انہوں نے انصارِ مدینہ کو راہِ مستقیم سے روکنے کے لئے ہر طرح کے جتن بھی

۔۔۔۔ پھر موسیٰ نے (فرعون کے پاس جاکر) اسے بہت بڑی نشانی دکھائی مگر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر چال بازیاں کرنے کے لئے پلٹا اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں" آخرکار اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ درحقیقت اس میں بڑی عبرت ہے ہر اس شخص کے لئے جو ڈرے۔ (۷۹/۲۶-۲۰)

کر دم ا ے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس ناکامی سے اور زیادہ مشتعل ہوئے لہٰذا مکہ میں رہنے والے مسلمانوں پر اور زیادہ ظلم کرنے لگے۔ محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالات دیکھے تو ایک دن صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ قَدْ جَعَلَ لَکُمْ اِخْوَانًا وَدَارًا تَاْمَنُوْنَ بِھَا" (اللہ نے تمہارے لئے ایسے بھائی اور ایسا گھر فراہم کر دیا ہے کہ وہاں بے خوف رہ سکو گے)

صحابۂ کرام تو مشرکین کے ظلم کی چکی میں پسے جا رہے تھے اب آپ نے جو اجازت عطا فرمائی تو ہر ایک نے ہی پوشیدہ طور پر مکہ سے ہجرت کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ان ظالموں کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ مسلمان مکہ سے باہر کہیں چلے جائیں۔ اگر کسی کے متعلق معلوم ہو جاتا تو اس کے قبیلے والے کوئی نہ کوئی حیلہ بنا کر اس کی راہ روکتے اور ایسے حالات پیدا کرتے کہ وہ شخص ہجرت کا ارادہ بدل ڈالے۔ ان ہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد نے خاموشی سے ہجرت کی تیاری کی اور ایک دن اپنی زوجہ محترمہ اور کمسن بچے سلمہ کو اونٹ پر کجاوہ میں بٹھایا خود نکیل پکڑی اور مکہ سے باہر کی جانب چل دیئے۔ ان کی بیوی قریش کی ایک شاخ بنی مغیرہ سے تھیں۔ بنی مغیرہ کے چند لوگوں نے جو اس طرح ان کو جاتے دیکھا تو کہنے لگے۔ "تم اپنی ذات کے لئے جو چاہو کرو لیکن تمہاری بیوی ہمارے قبیلے کی ہے ہم نہیں جانے دیں گے۔" اس دوران ابوسلمہ عبداللہ کے قبیلے بنی مخزوم کے بھی چند لوگ آ گئے۔ وہ کہنے لگے "یہ بچہ تو ہمارے قبیلے کا ہے ہم اس کو بنی مغیرہ کے پاس نہیں جانے دیں گے۔" کچھ دیر یہی کشمکش رہی اور پھر بنی مخزوم بچے

۔ کیا تم لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کرنا زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کا (بنانا)۔ اسی نے اس کو بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا اور اسے درست بنایا اور اس کی رات کو ڈھانکا اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔ (۷۹/ ۳۰-۲۷)

کو لے کر روانہ ہو گئے اور بنی مغیرہ نے زبردستی ان کی بیوی کو روک لیا۔ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن تنہا ہی مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ ان کی بیوی کا نام ہند بنت ابی امیہ تھا اور ام سلمہ کنیت بڑی غیور خاتون تھیں انکی یہ حالت ہوئی کہ شوہر اور بچے کی جدائی میں ہر وقت آنسو بہاتیں آبادی سے باہر سر راہ جا کر بیٹھ جاتیں تو پورا دن وہیں گذار دیتیں سنا ایک دن ان کے چچیرے بھائی نے ان کی یہ حالت دیکھی تو بڑا شرمندہ ہوا لہٰذا کسی نہ کسی طرح اس نے اپنے قبیلے والوں کو راضی کیا کہ وہ انہیں ان کے شوہر کے پاس جانے دیں۔ بعدہٗ بنی مخزوم والوں نے بھی ان کے بچے کو واپس کر دیا اور پھر یہ غمزدہ خاتون مدینہ کو روانہ ہوئیں۔ ان کے بعد کئی مسلمان مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے لیکن اس طرح کہ ان کے پڑوس والوں کو بھی خبر نہ ہوئی۔

ان ہی ایام ہجرت کرنے والوں میں عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ، زید بن حارثہ، حمزہؓ بن عبدالمطلب، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ انسہ اور ابوکبشہ، عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے دونوں بھائی طفیل اور حصین، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام، ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کے آزاد کردہ سالم، عثمان بن عفان اور حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت بھی شامل تھے۔

بنی جحش کے عبداللہ بن جحش اپنے گھر والوں اور اپنے ایک نابینا بھائی ابواحمد بن جحش کے ہمراہ گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ ابواحمد شاعر تھے۔ ہجرت سے متعلق ان کے چند اشعار ان حالات کی بڑی عمدہ عکاسی کرتے ہیں۔

نَحْنُ الأُولَى كُنَّا بِهَا ثُمَّ لَمْ نَزَلْ   بِمَكَّةَ حَتَّى عَادَ غَثًّا سَمِينُهَا

(ہم ہی وہ تھے جو مکہ میں رہا کرتے تھے اور ہم نے اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک وہاں کے موٹے

— اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔ (یہ سب کچھ) تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیئے (کیا)۔
— پھر جب وہ (قیامت) آئیگی عام مصیبت سب سے بڑی، اس دن انسان اپنے ہر کئے ہوئے کو یاد کرے گا۔ اور ہر دیکھنے والے پر دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔ تو جس کسی نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو ایسے کا ٹھکانا بس دوزخ ہی ہوگا۔ اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور (اس نے) نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔ (۷۹/۴۱-۳۱)

(عزت دار) دبلے (ذلیل) نہ ہو گئے)

تَرَى اَنَّ وِتراً نَايُنَا عَنْ بِلَادِنَا
وَنَحْنُ نَرَى اَنَّ الرَّغَائِبَ نَطْلُبُ

(وہ خیال کرتی ہیں کہ ہمارا اپنی بستیوں سے دور ہونا اکیلے ہو جانا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم پسندیدہ چیزیں طلب کر رہے ہیں)

دُعُنَا اِلَى قَوْلِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَطُيِّبُوا

(ہم اللہ کے نبی محمدؐ کی بات کی طرف لوٹے، حق کی سرپرستی کرنے والے پاک و صاف ہو گئے اور پاک و صاف کر دیئے گئے۔)

اور حق بھی یہی ہے کہ جملہ صحابۂ کرام نے مکہ میں رہ کر ہر طرح کے ظلم و ستم برداشت کئے اور اس وقت تک مکہ کو نہ چھوڑا جب تک اللہ کے حبیب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہجرت کی اجازت نہ عطا فرمائی۔ یہ ظالم مشرکین قریش جب کسی مسلمان کی ہجرت کی خبر سنتے تو دل ہی دل میں تو بڑے کڑھتے اور کھسیانے ہو کر ایک دوسرے سے کہتے کہ اچھا ہوا یہ لوگ چلے گئے ہم ان سے پاک و صاف ہو گئے۔

(اے نبیؐ!) یہ لوگ آپ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہیں کہ یہ کب واقع ہوگی؟ سو اس کے بیان کرنے سے آپ کو کیا سروکار؟ اس کا مدار تو (صرف) آپ کے پروردگار کی طرف ہے۔ آپ تو بس اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو اس سے خوف رکھتا ہو۔

جس روز یہ (لوگ) اس (قیامت) کو دیکھیں گے (انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ) گویا یہ لوگ صرف ایک شام یا (دن کے) اول حصے (دنیا میں) رہے ہیں۔ (۷۹/۴۶-۴۲)

ان کی اسی بات کا ابو احمد بن جحش نے اپنے اشعار میں جواب دیا ہے کہ تم غلط کہتے ہو بلکہ ہم لوگ حق پرست ہیں اللہ کے نبیؐ کی بات پر آئے ہیں اور پاک صاف کر دیئے گئے ہیں۔

یہی شب و روز رہے ہوں گے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا اور پھر ایک بار منکرینِ حق کو تنبیہ دی گئی کہ وہ اب بھی حق کو پہچانیں لیکن وہ ظالم تو اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے تھے۔

(بحوالہ ابن ہشام، طبری، ابنِ سعد)

سُورۃ الانفطار (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے جھڑ پڑیں گے، اور جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے، اور جب قبریں کھول دی جائیں گی (تو) اس وقت ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لے گا۔

اے انسان! تجھے اپنے ربّ کریم سے کس چیز نے بھول میں ڈال رکھا ہے۔ (اس رب سے کہ) جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا۔ جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی اور تجھے ڈھالا۔ (۸۲/۸ - ۱)

حضرت ابوذر غفاریؓ بارگاہِ رسالتمآبؐ میں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ کا ماحول

جس قدر تنگ و تاریک ہوتا جا رہا تھا اسی قدر حق سبحانہ تعالیٰ آپؐ کے لئے مکّہ سے باہر کی راہیں ہموار کرتا چلا جا رہا تھا۔ نہ صرف مدینہ میں آباد اوس و خزرج اور ان کے حلیف قبائل بلکہ یمن کے قبیلۂ دوس اور اطراف میں پھیلے ہوئے دوسرے قبائل میں بھی حق بین و حق پرست ایمان لا چکے تھے۔ ان ہی قبائل میں قبیلۂ غفار بھی تھا جس کے لوگ مکّہ سے شام جانے والی تجارتی گذرگاہ پر آباد تھے۔ اس قبیلے کا ایک فرد جندب بن جنادہ تھا جو کہ اپنے وقت کا مشہور رہزن رہ چکا تھا۔ قافلے کے لوگ اس کا نام سن کر کانپنے لگتے تھے۔ لیکن جب حق تعالےٰ نے اس کو ہدایت عطا فرمائی تو وہ اپنی مجرمانہ حرکات سے تائب ہو کر موحد بن گیا اور ایک خدا کی عبادت کرنے لگا۔ ان ہی دنوں کسی نے اس کو خبر دی کہ اے جندب جس طرح تم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہو اسی طرح مکہ میں ایک نبیؐ ہیں جو شرک کے خلاف لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے ہیں۔ جندب بن جنادہ نے اپنے ایک بھائی کو مکہ روانہ کیا کہ وہ اس نبیؐ کے متعلق معلومات کر کے آئے۔

(اے لوگو! تمہیں مغرور) ہرگز نہیں (ہونا چاہئے تھا۔) اصل یہ کہ تم جزا سزا کو ہی جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔ (۸۲|۱۲-۹)

اس نے آ کر اطلاع دی کہ وہ نبیؐ نیکیوں کی تعلیم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اس مختصر خبر سے جندب کی تشنگی اور بڑھی لہٰذا خود رخت سفر باندھا اور مکہ آ گئے۔ اب دشواری یہ تھی کہ نہ تو جندب ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے اور نہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ کس غرض سے مکہ آئے ہیں۔ اسی کشمکش میں چند دن گذر گئے۔ ایک دن اتفاق سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے ملاقات ہو گئی۔ ڈرتے ڈرتے مدعا بیان کیا۔ اور اس طرح حضرت علیؓ کی وساطت سے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حبیب ربانی کی زبانی جو کلام ربانی سنا تو ایمان لے آئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا جارحانہ ماحول دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "اے جندب! ابھی تم اپنے ایمان لانے کو پوشیدہ رکھو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ میں عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلے میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو اور مدینہ آ کر مجھ سے ملاقات کرو۔" جندب غفاری کا قلب تو جذبۂ توحید سے سرشار تھا۔ دامنِ مصطفےٰ سے وابستگی کے بعد کچھ اور ہی کیفیت پیدا ہو گئی۔ جذبات پر قابو نہ پا سکے، حرم کعبہ پہنچے تو مشرکینِ قریش کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

مشرکینِ قریش نے جو ایک اجنبی شخص کی زبانی یہ کلمات سنے تو ٹوٹ پڑے خوب زدوکوب کیا اتنے میں عباس ابن عبد المطلب پہنچ گئے وہ جندب کو پہچانتے تھے کہنے لگے۔ "اے قریش! یہ شخص قبیلۂ غفار کا ہے۔ اس کا قبیلہ ہماری تجارتی گذرگاہ پر آباد ہے۔ اس کی جان لینے سے باز آؤ۔" اور اس طرح جندب کو ان ظالموں کے ہاتھوں سے نجات ملی۔ بعدہٗ اپنے قبیلے والوں میں واپس جا کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ بعد میں یہی جندب ابوذر غفاریؓ کے نام سے جانثارانِ مصطفےٰؐ کی صفوں میں نظر آتے ہیں۔ ان دنوں

— بے شک نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہونگے۔ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے، روزِ جزا اس میں داخل ہونگے اور پھر اس سے باہر نہ ہو سکیں گے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ روزِ جزا کیا ہے؟ ہاں تم کو کیا خبر کہ روزِ جزا کیا ہے؟ (یہ وہ دن ہے) جس دن کوئی شخص کسی شخص کا کچھ اختیار نہ رکھے گا۔ اور سارا حکم اس دن اللہ ہی کا ہوگا۔

(۸۲/۱۹-۱۳)

مشرکینِ قریش کی ظالمانہ اور جاہلانہ حرکتوں کا یہ عالم ہو چلا تھا کہ ایک مقام پر بدبخت اسود بن شریق نے محسنِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی کی اور روزِ قیامت کا دیگر مشرکوں کی طرح خوب مذاق اڑایا۔ کلبی اور مقاتل کی بیان کردہ روایات کے مطابق درج بالا سورۂ مبارکہ کی آیات میں اسی طرف اشارۂ ربانی ہے۔ لیکن ان ظالموں کی بدبختی نے تو ان کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے تھے نہ وہ دعوتِ توحید سمجھتے تھے اور نہ مقامِ رسالت کا احترام کرتے تھے۔

سورۃ الانشقاق (پ ۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اور یہی اس کے لیئے حق ہے (کہ اپنے پروردگار کا حکم مانے)۔
۔۔۔ اور جب زمین کھینچ کر پھیلادی جائے گی اور اپنے اندر کی چیزوں کو نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گی اور یہی اس کے لئے حق ہے (کہ اپنے پروردگار کا حکم مانے)۔
(۸۴/۵-۱)

حضرت عمرؓ کی ہجرت مدینہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی تھی متعدد صحابہ کرام تنہا یا اہلِ خاندان کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ ان ہی دنوں ایک روز حضرت عمرؓ حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ المخزومی اور حضرت ہشامؓ بن العاص وائل کے درمیان بھی ہجرت سے متعلق گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ ان میں سے ہر ایک، دوسرے روز مکہ سے باہر سرف کے مقام پر پہنچ جائے اور پھر وہاں سے بصورتِ قافلہ مدینہ کی طرف کوچ کیا جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ اگر کوئی ایک شخص وقتِ مقررہ پر نہ پہنچ سکا تو یہ سمجھ لیا جائے گا کہ اس کو مشرکین نے روک لیا ہے۔ لہٰذا دوسرے افراد مدینہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔

حضرت عمرؓ کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ آپ دوسرے دن حرمِ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ نماز پڑھی، طواف کیا اور سب کے سامنے اعلان کیا۔ "میں مکّہ سے ہجرت کرتا ہوں اگر کسی میں جرارت ہو تو میرے مقابل آئے ورنہ میری راہ نہ روکے۔" کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے آتا۔ اور اس طرح آپ مکہ سے علی الاعلان روانہ ہو گئے۔ مقررہ مقام پر پہنچے تو حضرت عیاش بن ابی ربیعہ بھی پہنچ چکے تھے۔ آپ ابوجہل کے چچازاد بھائی تھے لیکن عرصہ ہوا کہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اس سے قبل مشرکینِ قریش کے ظلم سے تنگ آ کر اپنی زوجہ اسماء کے ہمراہ حبشہ بھی ہجرت کر چکے تھے لیکن بعد میں مکہ آ گئے تھے۔ اور اب پھر کسی

— اے انسان تو کام میں جُتا رہتا ہے اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک۔ پھر (آخر کار تو) اسی سے ملنے والا ہے۔
— تو (اس روزِ قیامت) جس کسی کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش لوٹ کر آئے گا۔ (۸۴/۹-۶)

ر کسی طرح مکہ سے نکل آئے تھے۔ ان حضرات کے تیسرے ساتھی ہشامؓ بن العاص کو مشرکوں نے روک لیا اور وہ وقتِ مقررہ پر نہ پہنچ سکے لہٰذا یہ حضرات مدینہ کو روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کے ہمراہ ہجرت کرنے والوں میں ان کے اہلِ خانہ، بھائی زید بن الخطابؓ داماد خنیس بن حذافۃ السہمی جن کے ساتھ حضرت حفصہؓ کی پہلی شادی ہوئی تھی اور قبیلے کے چند دیگر افراد بھی تھے۔

حضرت عیاشؓ بن ربیعہ کی گرفتاری

حضرت عیاشؓ کو مدینہ پہنچے چند ہی یوم ہوئے تھے کہ ان کے دو چچازاد بھائی ابوجہل اور حارث ان کا تعاقب کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ ابوجہل نے ان سے کہا۔ "اے عیاشؓ! تمہاری ماں نے قسم کھائی ہے کہ وہ سر میں کنگھی نہ کرے گی جب تک کہ تم کو دیکھ نہ لے اور دھوپ سے سائے میں نہ جائے گی جب تک تم سے مل نہ لے۔" ان دونوں مشرکوں نے کچھ اس طرح باتیں کیں کہ حضرت عیاشؓ کو اپنی ماں پر بڑا رحم آیا۔ حضرت عمرؓ نے جو ان کے ارادے میں تبدیلی دیکھی تو انؓ کو رازدارانہ طور پر کہا۔ "اے عیاشؓ! یہ دونوں فریب دے رہے ہیں ان کی باتوں میں نہ آؤ۔" حضرت عیاشؓ کے دل میں ماں کی محبت کچھ اس طرح تڑپی کہ وہ حضرت عمرؓ کے سمجھانے کے باوجود مکہ واپس جانے پر رضامند ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو حضرت عیاشؓ سے کہا کہ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر جاؤ یہ چنیدہ اور مرضی کے مطابق چلنے والی ہے۔ اگر ان لوگوں سے راہ میں

— اور وہ جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ (تو) اپنے گھر والوں میں مگن تھا، اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہ تھا۔ اس کا پروردگار اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔
— تو مجھے قسم ہے شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں وہ سمیٹ لیتی ہے اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے کہ تم کو ضرور منزل بہ منزل گذرتے چلے جانا ہے۔ (۸۴/ ۱۹-۱۰)

خطرہ نظر آئے تو اس پر تم بچ نکلو گے۔ حضرت عیاشؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ان کی اونٹنی لے لی اور اسی پر سوار ہو کر مکہ روانہ ہو گئے۔ ابو جہل تو بڑا مکار اور چالاک تھا۔ اس نے راہ میں ایک مقام پر رکنے کے لئے کہا لہٰذا یہ لوگ وہاں رک گئے۔ حضرت عیاشؓ بھی ان کی طرح اپنی اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔ ابو جہل کی تو یہ چال تھی اس نے اور اس کے ساتھی حارث نے حضرت عیاشؓ پر حملہ کر دیا اور فوری طور پر ایک رسی سے انہیں باندھ کر اونٹ پر بٹھا دیا۔ اسی حالت میں مکہ لائے اور قیدی بنا کر رکھا۔

حضرت صہیب رومیؓ کی ہجرت | ان ظالم مشرکین کا مذکورہ بالا رویہ تھا ان صحابہ کرام کے ساتھ جو قبیلے اور کنبے والے تھے، ان کا اپنا گوشت اور خون تھے۔ لیکن وہ صحابہ کرام جو غریب الدیار اور بے سہارا تھے وہ تو ان کے مسلسل جور و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ انہی میں حضرت صہیبؓ رومی تھے جنہوں نے اپنی محنت و مشقت سے اچھا خاصا مال و اسباب جمع کر لیا تھا اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جب ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مسلمانوں نے ہجرت شروع کی تو انہوں نے بھی ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ مشرکین قریش کو جو اطلاع ملی تو حضرت صہیبؓ کے پاس آ گئے اور کہنے لگے ”تم ہمارے پاس بھک منگوں کی حالت میں آئے تھے۔ ہمارے پاس رہ کر تم نے یہ مال جمع کیا اب تم اس کو لے کر یہاں سے جانا چاہتے ہو؟“

___ سو انہیں کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے (سجدہ) بلکہ یہ منکرین تو الٹا جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔ سو آپ انہیں عذاب دردناک کی بشارت دیدیجئے۔

___ البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ (۸۴/۲۵-۲۰)

حضرت صہیبؓ نے کہا۔ "اگر میں یہ مال تم کو دے دوں تو تم میری راہ میں پھر تو حائل نہ ہوگے" انہوں نے جواب دیا۔ "ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" حضرت صہیبؓ نے ان کا جواب سنتے ہی سارا مال و اسباب ان کے حوالے کیا اور گھر سے باہر آگئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا۔ "صہیبؓ فائدے میں رہے۔" لیکن اس سودے کی اہمیت تو وہی سمجھ سکتے تھے جو صاحبانِ ایمان تھے، دنیوی مال و اسباب کے نہیں بلکہ آخرت کے طلبگار تھے۔ اور وہ ظالم مشرکین تو نہ آخرت کو مانتے تھے اور نہ روزِ جزا کو۔ کچھ یہی شب و روز رہے ہوں گے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا جس کے ذریعہ منکرینِ حق کو پھر تنبیہ کی گئی کہ وہ اب بھی حق کو پہچانیں اور دوسری طرف آیت نمبر ۱۹ میں ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء کے لئے پیشگوئی کر دی گئی کہ آپ ان حالات سے دل شکستہ نہ ہوں آپؐ کو تو منزل بہ منزل آگے ہی بڑھنا ہے۔

(بحوالہ ابنِ کثیر۔ ابنِ ہشام)

سورۃ الروم (پ ۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الٓمّٓ! رومی مغلوب ہو گئے قریب کی زمین میں اور وہ اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند ہی برس میں۔ حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے۔ اور اس روز اہلِ ایمان خوش ہوں گے اللہ کی امداد پر اللہ ہی نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا البتہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے بے خبر ہیں۔ (۳۰/۷-۱)

آپ کے خلاف مشرکین کو کس درجہ عداوت تھی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیش کردہ پیغامِ حق سے مشرکینِ قریش کو کس درجہ عداوت ہو چلی تھی، اس کا اندازہ مشرکین کے اس اظہارِ مسرت سے بخوبی ہو جاتا ہے، جو انہوں نے ان دنوں ایرانی مجوسیوں کے ہاتھوں رومی عیسائیوں کی مغلوبیت پر کیا تھا۔ حالانکہ ان دونوں مملکتوں کی شکست و فتح سے نہ مسلمانوں کا تعلق تھا اور نہ مشرکینِ قریش کا بلکہ اس کے برعکس قبائلِ قریش کے خوشگوار تعلقات تو دونوں قوموں سے دیرینہ چلے آرہے تھے چونکہ ان کے تجارتی قافلے ہر دو ممالک کی منڈیوں میں آیا جایا کرتے تھے۔ اگر ان دونوں اقوام کی شکست و فتح سے کوئی تعلق تھا تو صرف اتنا کہ ایران کے مجوسی مشرکینِ قریش کی طرح مشرک تھے آگ کی پرستش کیا کرتے تھے اور روم کے عیسائی اس دین سے مطابقت رکھتے تھے جس کو ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرما رہے تھے۔ لہٰذا ان بدبخت مشرکینِ قریش نے اسی تعلق کو بنائے مخاصمت بناتے ہوئے نہ صرف رومیوں کی مغلوبیت پر خوشیاں منائیں بلکہ مسلمانوں کو اس طرح طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا کہ جیسے وہ شکست رومی عیسائیوں کی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی اپنی شکست تھی۔ ان کا یہی

___ کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور نہ کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے سب کو کسی حکمت ہی سے اور ایک مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر کثرت سے لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات ہی کے منکر ہیں۔

___ کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا انجام کیا ہوا؟ وہ ان سے زیادہ زور آور تھے۔ اور زمین کو بویا جوتا تھا، اور اسے آباد کر رکھا تھا اس سے زیادہ جتنا انہوں نے آباد کر رکھا ہے، اور ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لائے تھے۔ سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

___ پھر ان لوگوں کا انجام برا ہی ہوا کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ (۳۰/۱۰-۸)

جذبۂ عداوت مستقبل پر بھی اثر انداز ہوا جس کی تفصیلات حضور محسن انسانیت نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں ملتی ہیں۔ ان حالات کو سمجھنے کے لئے ایرانی مجوسیوں اور رومی عیسائیوں کے درمیان ان دنوں ہونے والی جنگوں کا اجمالی تذکرہ ضروری ہے۔

ایرانیوں کے مملکتِ روم پر حملے

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مملکتِ روم کا فرمانروا ماریس (عنصحمه ۳۲) تھا جو قیصرِ روم کے شاہی لقب سے معروف تھا اور مذہباً عیسائی تھا۔ انہی دنوں سرزمینِ فارس پر شہنشاہ خسرو پرویز کی حکومت تھی جو کہ مجوسی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور آتش پرست تھا۔ مذہبی اختلافات کے باوجود یہ دونوں سربراہانِ مملکت آپس میں بڑے اچھے دوست تھے جس کی وجہ سے دونوں مملکتوں کے تعلقات بھی خوشگوار چلے آ رہے تھے۔ اتفاق سے انہی دنوں قیصرِ روم کے خلاف بغاوت ہوئی جس کے نتیجہ میں فوکاس

— اللہ ہی خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ بھی پیدا کرے گا پھر اسی کے پاس تم سب لائے جاؤ گے ۔ اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرموں کی آس ٹوٹ جائے گی اور ان کے (خود ساختہ) شریکِ (خدا) ان کے سفارشی نہ ہوں گے ۔ اور یہ لوگ اپنے ان شریکوں سے خود منکر ہو جائیں گے ۔ اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس دن (سب لوگ) جدا جدا ہو جائیں گے ۔ جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک عمل کئے تھے سو وہ باغ میں مسرور ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا سو وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے ۔

(۳۰/۱۶-۱۱)

نامی ایک شخص بزورِ شمشیر تختِ روم پر قابض ہو گیا ۔ قیصرِ روم گرفتار ہوا جس کے ساتھ انتہائی وحشیانہ اور ظالمانہ سلوک کیا گیا ۔ غاصب فوکاس نے قیصرِ روم کے پانچوں بیٹوں کو اس کی نظروں کے سامنے قتل کرایا اور بعد میں ان کے سر قسطنطنیہ میں برسرِ عام لٹکوائے ۔ چند یوم بعد قیصرِ روم کی بیوی اور لڑکیوں کو بھی قتل کرا کے اس کے پورے خاندان کو ختم کر دیا ۔

ظلم و بربریت سے بھرپور اس واقعہ کی اطلاع جب ایران کے شاہ خسرو پرویز کو ملی تو اسے بے حد صدمہ ہوا اور اس نے اپنے دوست ماریس قیصرِ روم کا انتقام لینے کا تہیہ کر لیا ۔ اس کا یہ فیصلہ صرف دوستی کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس کے پس منظر میں یہ حقیقت بھی کارفرما تھی کہ کسی زمانہ میں ماریس قیصرِ روم نے خسرو پرویز کو مملکتِ ایران کا تخت حاصل کرنے میں اس کی زبردست مدد کی تھی ۔ لہٰذا وہ ماریس کو دوست کے ساتھ اپنا محسن بھی سمجھتا تھا ۔

جنگی تیاریوں کے بعد خسرو پرویز نے ۶۰۳ء میں مملکتِ روم پر حملے شروع کئے اور فتوحات کرتا ہوا آگے کی جانب بڑھنے لگا ۔ مملکتِ روم کے بااثر اور مقتدر درباریوں نے جو یہ حالات دیکھے تو انہیں روم کی عیسائی مملکت ہی دم توڑتی نظر آئی ادھر یہ لوگ فوکاس

— پس اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت بھی اور صبح کے وقت بھی۔ اور آسمانوں اور زمین میں حمد اسی کی ہوتی ہے، اور بعد زوال بھی اور ظہر کے وقت بھی۔ وہ زندہ میں سے مردے کو نکالتا ہے اور مردے سے زندہ کو نکال لاتا ہے۔ اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اسی طرح تم لوگ بھی (موت سے) باہر لائے جاؤ گے۔

— اور اسی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر جب ہی (سے) تم بشر ہو کر زمین میں پھیلے ہوئے ہو۔

(۳۰/۲۰-۱۷)

سے بھی ناخوش تھے۔ لہٰذا ان لوگوں نے درپردہ افریقہ کے عیسائی گورنر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے فوری طور پر اپنے بیٹے ہرقل کی قیادت میں عیسائی فوج روم روانہ کی۔ اور اس طرح پوشیدہ منصوبہ کے تحت ان مقتدر درباریوں نے فوکاس کو رومی تخت حکومت سے معطل کر کے ہرقل کو قیصرِ روم بنا دیا۔

مملکتِ روم میں اس تبدیلی کے بعد خسرو پرویز کو اپنے دوست کے انتقام لینے کا جواز باقی نہ رہا۔ لہٰذا اس کو اپنی فوجوں کے ساتھ واپس ہو جانا چاہیے تھا لیکن مسلسل فتوحات نے اس کے جذبۂ انتقام کو ہوسِ مملکت میں تبدیل کر دیا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنی جنگی مہم کو جاری رکھا۔ اور وہ مسلسل روم کے علاقوں پر حملے کرتا رہا۔ عیسائیوں کو تو پہلے ہی اپنی مملکت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ لہٰذا ایرانی مجوسیوں اور رومی عیسائیوں کی یہ جنگ اب مذہبی جنگ بن گئی۔

رومی مغلوب ہوئے

رومی منتشر تھے۔ حکومت کے بعد حکومت بدلنے سے ساری مملکت کے حالات دگرگوں ہو کر رہ گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر منزل پر کامیابی خسرو پرویز کے قدم چوم رہی تھی۔ انطاکیہ فتح ہوا، پھر دمشق بھی رومیوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ بیت المقدس میں تو ان مجوسی مشرکوں نے وہ تباہی مچائی کہ انسانیت ذلیل و خوار ہو کر رہ گئی۔ خسرو پرویز کی فوجیں

——— اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبّت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بے شک اس میں نشانیاں ہیں دانشوروں کے لئے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کا سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔

——— اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے، خوف کے ساتھ بھی اور امید کے ساتھ بھی۔ اور آسمان سے پانی برساتا ہے، اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جونہی تمہیں زمین سے ندا فرمائے گا جب ہی تم نکل پڑو گے۔

——— آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اس کے بندے ہیں سب کے سب اسی کے زیرِ حکم ہیں۔ اور وہی ہے کہ اول بار بناتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ بنائے گا، اور یہ اس کے لئے آسان تر ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔ (۳۰/ ۲۷-۲۱)

جب بیت المقدس میں داخل ہوئیں تو نوّے ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ان کے مقدس گرجا گھروں کی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالی۔ اس کے علاوہ

____ (اللہ) تمہارے ہی متعلق ایک مثال تم سے بیان کرتا ہے کہ کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا شریک ہے اس روزی میں جو ہم نے تم کو دی ہے کہ تم (اور وہ) اس میں برابر ہو جائیں، (اور) تم ان کا ایسا ہی خیال کرو جیسا کہ تم اپنے آپس والوں کا خیال رکھتے ہو۔ ہم اسی طرح دلائل صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ مگر اس پر بھی ظالم بغیر دلیل کے اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ سو اسے کون راہ پر لا سکتا ہے جسے اللہ گمراہ کرے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ تو تم یک سو ہو کر دینِ (حق) کی طرف اپنا رخ رکھو۔ اللہ کی اُس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں (ہوا کرتی) یہی ہے سیدھا دین، لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کا بھی) علم نہیں رکھتے۔ اسی (اللہ) کی طرف رجوع ہو، اور اس سے ڈرتے رہو، اور نماز کی پابندی رکھو اور شرک کرنے والوں میں (سے) مت رہو۔ یعنی ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ نازاں ہے اس طریق پر جو اس کے پاس ہے۔ (۳۰/ ۲۸ــ۳۲)

شہر میں جو بھی بڑا گرجا نظر آیا اسے مسمار کر دیا۔ اور جب مجوسی واپس ہوئے تو عیسائیوں کی وہ مقدس صلیب، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو اسی پر مصلوب کیا گیا تھا، اپنے ہمراہ مدائن لے گئے۔ ان مجوسی مشرکوں نے اس بربریت اور بیت المقدس کی شرمناک تباہی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ خسرو پرویز نے ایک خط بھی قیصر روم ہرقل کو لکھا جس کا اقتباس ان کی ظالمانہ ذہنیت پر آج بھی ماتم کناں ہے۔

"سب خداؤں سے بڑے خدا اور تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام ــــ تو کہتا ہے

— اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں، پھر جب (اللہ) انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے تو پھر انہی میں سے ایک گروہ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے، کہ ہم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے اس سے ناشکری کرنے لگتے ہیں، سو (اے لوگو!) وقتی مزہ حاصل کر لو پھر عنقریب ہی تم جان لو گے۔

— کیا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری ہے کہ وہ انہیں شرک کرنے کو کہہ رہی ہے!

— اور جب ہم لوگوں کو کچھ رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے ان اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں تو بس وہ لوگ نا امید ہو جاتے ہیں کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ ہی رزق وسیع فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے اور (وہی) تنگ کر دیتا ہے (جس کو چاہتا ہے)، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان والے ہیں۔

— سو (اے لوگو!) قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور (اسی طرح) مسکین اور مسافر کو، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب رہتے ہیں اور یہی لوگ تو فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے، سو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی۔ اور تم جو صدقہ دو گے اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے تو اسی کے دونے ہیں۔ (۳۰/۳۹ ـ ۳۳)

کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے تو کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا۔"

اس خط سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خسرو کی یہ فوجی مہم اس کے

— اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں روزی دی، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے (خودساختہ) شرکاء (خدا) میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کرے۔ وہ (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

— بلائیں پھیلی پڑی ہیں خشکی و تری میں لوگوں کے کرتوت سے، اس غرض سے کہ اللہ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھائے تاکہ وہ لوگ باز آجائیں۔ (اے نبیؐ!) آپ کہیئے۔ "زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں سے اکثر مشرک ہی تھے۔ سو تو (اے شخص!) اپنا رخ دینِ مستقیم کی طرف کرے قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کے لیے پھر اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہوگا۔ اس روز سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ جو کافر رہا ہے اس پر اس کا کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کر رہے ہیں سو ایسے لوگ اپنے ہی لیے تیاری کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، (اللہ) انہیں اپنے فضل سے جزا دے گا۔ واقعی اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے خوشخبری دیتی ہوئی، اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کی لذت چکھائے، اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں، اور تاکہ تم اس کے فضل کی تلاش کرو، اور اس لیے کہ تم شکر ادا کرو۔ (۳۰/۴۶-۴۰)

دوست ماریس کا انتقام لینے کے لئے قطعی نہ تھی بلکہ یہ مذہبی دشمنی اور ملک گیری کی ہوس تھی جس نے اس کو اس قدر متکبر اور مغرور بنا دیا تھا کہ نہ اس کو خوفِ خدا رہا تھا اور نہ انسانیت کا پاس و ادب۔ وہ اسی نشۂ ملک گیری میں مخمور اردن اور جزیرہ نمائے سینا کے علاقے فتح کرتا ہوا ۶۱۹ء میں مصر تک پہنچ گیا۔ جس سے رومیوں کو ہزیمت

(اے پیغمبرؐ!) اور ہم نے آپ سے قبل (بہت سے) پیغمبران کی قوموں کے پاس بھیجے، اور وہ ان کے پاس دلائل لے کر آئے۔ پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا (اس کا) جو (کہ وہ) جرم کرتے رہے تھے۔ اور اہل ایمان کی مدد کرنا تو ہمارے ذمہ ہے۔ (۳۰/۴۷)

اٹھانا پڑی۔

خسرو پرویز کی مذکورہ فتوحات کی خبروں پر مشرکین قریش نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ جیسے کہ ان کی اپنی فوجوں کو فتح نصیب ہوئی ہو۔ یہ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء پر پہلے ہی کیا کم ظلم وستم ڈھا رہے تھے۔ اب ایرانی فتوحات کی خبروں کے بعد ان پر اور زیادہ طعن وتشنیع کرنے لگے۔ آتے جاتے مسلمانوں کو دیکھتے تو فخریہ کہتے۔ "روم کے عیسائیوں کی طرح تم لوگ بھی جلد ہی نیست ونابود کر دیئے جاؤ گے" مسلمان خاموش تھے کہ کیا جواب دیں۔ نہ تو روم کی مملکت کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ تھا اور نہ اس مملکت نے کبھی اُن کی کسی طرح کوئی اعانت کی تھی۔ یہ بات ضرور تھی کہ عیسائی اہل کتاب ہوتے ہوئے توحید کے علمبردار تھے اور مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا نبی اور پیغمبر تسلیم کرتے تھے۔ بہر حال مشرکین قریش جس طرح مسرت وشادمانی کا اظہار کر رہے تھے اس کا نفسیاتی اثر مسلمانوں پر بھی ہوا۔ جس کی بناء پر رومیوں کی مغلوبیت ان کی افسردگی کا سبب بنی۔

قرآن کی پیش گوئی کچھ ہی شب وروز بیتے ہوں گے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا۔ اور ابتدائی آیات میں مذکورہ جنگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بارگاہِ ربوبیت سے پیش گوئی فرما دی گئی کہ چند ہی سالوں میں رومی، ایرانی مجوسیوں پر غالب آجائیں گے۔

قرآن حکیم کی جب ان آیات کا نزول ہوا تو مشرکین قریش نے اور زیادہ مضحکہ خیز باتیں کیں۔ آتے جاتے مسلمانوں پر پھبتیاں کستے اور چھینٹے اڑاتے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشرکین سے کہا۔ "تم لوگ ایرانیوں کی فتح پر اس طرح نہ اتراؤ۔

اللہ ہی ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہیں، پھر اللہ جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پھر تو (اے شخص!) مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے، پھر اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے، تو بس وہ خوش ہونے لگتے ہیں۔ اگرچہ اس کے قبل کہ ان پر برسے وہ آس توڑے ہوئے تھے۔ سو ذرا رحمتِ الٰہی کے آثار کو دیکھو کہ اللہ زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد کس طرح شاداب کرتا ہے۔ بے شک وہی مردوں کو (دوبارہ) زندہ کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اگر ہم کوئی (اور) ہوا چلا دیں، پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

(اے نبیؐ!) آپ مردوں کو تو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جا رہے ہوں۔ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لا سکتے ہیں۔ آپ تو بس انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں، پھر وہ (انہیں) مانتے بھی ہیں۔

(۳۰/ ۴۸-۵۳)

عنقریب رومی ان پر غالب آجائیں گے۔" یہ سن کر اُبی بن خلف کہنے لگا "تم جھوٹ کہتے ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔" حضرت ابوبکرؓ نے جواباً کہا۔ "یہ ہمارے نبیؐ پر حق تعالیٰ کی طرف سے پیش گوئی ہے اور یقینی طور پر رومی غالب ہوں گے۔" یہ سن کر اُبی بن خلف اور برہم ہوا کہنے لگا۔" اچھا یہ بات ہے تو میں دس اونٹوں کی شرط لگاتا ہوں اگر رومی تین سال میں غالب آگئے تو میں تم کو دس اونٹ دوں گا ورنہ بصورت دیگر تم دس اونٹ مجھے دینا۔" حضرت ابوبکرؓ نے مشرک کی شرط کو قبول کر لیا۔ ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مذکورہ شرط کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا۔" قرآن میں فِی بِضۡعِ سِنِیۡنَ کے الفاظ ہیں جن کا

ـــــ اور (وہی) اللہ ہے جس نے تم کو (تمہاری) ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا فرمائی، پھر توانائی کے بعد ناتوانی اور ضعیفی دی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم و قدرت والا ہے۔

ـــــ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھائیں گے کہ ہم تو ایک گھڑی سے زیادہ رہے ہی نہیں، اسی طرح یہ لوگ الٹے چلتے رہتے تھے۔

ـــــ اور جن لوگوں کو علم و ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم نوشتۂ الٰہی کے مطابق قیامت کے دن تک رہے، سو یہی تو ہے قیامت کا دن، البتہ تم ہی یقین نہ کرتے تھے۔ غرض اس روز ظالموں کو ان کا عذر کرنا (کچھ) نفع نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ کرنا طلب کیا جائیگا۔ (۳۰/ ۵۷-۵۴)

مطلب دس سال سے کم مدت ہے۔ لہٰذا تم شرط کی مدت تین سال سے بڑھا کر دس سال کر دو اور اونٹوں کی تعداد بھی دس کے بجائے سو اونٹ کر دو، "لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے اُبی کو نئی شرائط پیش کیں جن کو اُس نے فوری قبول کر لیا۔ بظاہر حالات اس درجہ دگرگوں تھے کہ اس بات کا دور دور تک امکان نہ تھا کہ رومی کبھی ایرانیوں پر غالب آسکیں گے۔ چونکہ مجوسی فوجیں تو طرابلس اور الیشیائے کوچک میں باسفورس کے کنارے تک پہنچ گئی تھیں۔ قیصر روم کی پسپائی کا یہ عالم ہوا تھا کہ اس نے ایک مرتبہ خسرو پرویز کو اس کی ہر شرط پر صلح کرنے کی پیش کش کی تھی۔ لیکن فتح و نصرت کے نشہ میں چور خسرو پرویز تکبر میں اس درجہ غرق ہو چلا تھا کہ اس نے صلح کی پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے قیصر روم کو جواب دیا "اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہ دوں گا جب تک کہ قیصر پابہ زنجیر میرے حضور حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوندِ آتش کی بندگی نہ اختیار کرے"۔

رومی غالب ہوئے المختصر، وقت گذرتا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے سلسلۂ ہجرت شروع ہو ہی چکا تھا۔ ۶۲۲ء میں

——— اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کے مضمون بیان کئے ہیں اور (اے نبیؐ!) اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں تب بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم لوگ (یہی) اہلِ باطل ہو۔

(۵۸/۳۰)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ بھی مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے (جس کا تذکرہ آگے کے باب میں آرہا ہے) اُدھر قیصرِ روم نے اپنی پسپائی اور ہزیمت کے بعد خاموشی کے ساتھ جنگی تیاریاں شروع کر رکھی تھیں۔ اسی ضمن میں اس نے کلیسا سے مالی امداد کی درخواست بھی کی تھی جس کو قبول کرتے ہوئے عیسائیوں کے اسقفِ اعظم سرجیس (Lord Bishop Sergius) نے کلیساؤں کی جمع شدہ رقم اس کو سود پر دی تھی۔ یہ مالی امداد ہرقل قیصرِ روم کے لئے بڑی سود مند اور ہمت افزائی کا سبب ہوئی۔ لہٰذا اس نے ۶۲۳ء میں آرمینیا پر حملہ کر دیا۔ اور ۶۲۴ء میں آذربائیجان پر حملہ کر کے زرتشت کے مقامِ پیدائش آرمیاہ کے علاقوں کو تباہ کرتا ہوا مملکتِ فارس کے اندرونی علاقوں تک جا پہنچا۔ اس کے حملے اس قدر شدید تھے کہ مجوسی فوجوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہرقل ان کے آتش کدوں کو تباہ کرتا ہوا دارالحکومت کی جانب پیش قدمی کرتا رہا۔ خسرو پرویز کی ہمت و شجاعت بھی جواب دے گئی اور وہ اپنی جان بچانے کے لئے فرار ہوا۔ اور اپنی آتش مقدس کو بھی ساتھ لے گیا۔ اللہ کی اعانت قیصرِ روم کے ساتھ تھی اور وہ ایرانی مجوسیوں کو شکست پر شکست دیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

کرشمۂ قدرتِ الٰہی دیکھئے کہ رومیوں کی فتح و نصرت اور غلبے کی خبر اس روز مسلمانوں کو ملی جبکہ وہ خود میدانِ بدر میں اللہ تعالیٰ کی اعانت سے مشرکین حملہ آوروں کو شکستِ فاش دے کر خوش و خرم تھے (جنگِ بدر کا تذکرہ آپؐ کی مدنی زندگی کے دور میں کیا جائے گا)۔

ان سالوں کے دوران اُبیّ بن خلف مشرک، جس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی شرط ہوئی تھی، مر چکا تھا۔ لیکن عرب رسم و رواج کے مطابق اس کے ورثا، شرط کے پابند تھے۔ جب اللہ نے رومیوں کو دس سال سے کم مدت کے عرصہ میں ایرانیوں پر غالب کر دیا تو حضرت

— جو لوگ یقین نہیں رکھتے اللہ ان کے دلوں پر اسی طرح مہر کر دیا کرتا ہے۔

سو (اے حبیبؐ!) آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور ہرگز ہلکا نہ پائیں آپ کو وہ لوگ جو بے یقین ہیں۔ (۳۰/۶۰-۵۹)

ابو بکرؓ شرط جیت گئے۔ لیکن شرط کا مال وصول کرنے سے قبل آپ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی چونکہ اب شرط حرام قرار دی جا چکی تھی۔ ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کا مال وصول کرنے کی اجازت تو عطا فرمائی لیکن یہ بھی تاکید کر دی کہ شرط کا مال خود استعمال نہ کریں بلکہ صدقہ کر دیں تاکہ غربا اور مساکین کو فائدہ ہو۔

غور کیا جائے تو درج بالا سورۂ مبارکہ کی ابتدائی آیات میں رومیوں کے غالب ہونے کی پیش گوئی کے ساتھ ساتھ مشرکینِ قریش کے خلاف مسلمانوں کی فتح و نصرت کی جانب بھی اشارۂ ربانی کر دیا گیا تھا جب کہ مسلمان بے سہارا تھے، مشرکینِ قریش کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر رہے تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ مستقبل میں فتح و نصرت ان کی منتظر ہے۔ لیکن حق سبحانہٗ تعالےٰ کا فیصلہ تھا جو کم و بیش پانچ سال قبل صادر ہوا۔ اور روزِ بدر حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آیا۔

(بحوالہ تاریخ ایران در عہد ساسانیان، ابنِ کثیر، جلالین، خزائن العرفان۔)

سُورۃُ العنکبوتِ (پ ۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الٓمّٓ ! کیا لوگ اس خیال میں ہیں کہ محض یہ کہنے سے چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔ اور بے شک ہم تو انہیں بھی آزما چکے ہیں جو ان سے قبل گزرے ہیں۔
—— اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے (دعویدار) کون۔
—— اور کیا وہ لوگ جو برے برے کام کرتے ہیں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے نکل بھاگیں گے ؟ کیسی بیہودہ اُن کی تجویز ہے۔
—— جو کوئی اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو (سو وہ شخص سمجھ لے) اللہ کا وہ معین وقت آنے ہی والا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۲۹/۵-۱)

آپؐ کی ہجرت مدینہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل جانے کے بعد مکہ سے تقریباً تمام مسلمان ہجرت کر چکے تھے۔ آپؐ کے خانوادۂ عالیہ اور حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کے علاوہ صرف وہی چند مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے جو مفلسی کے ہاتھوں مجبور رہے یا جو ہجرت کرتے ہوئے مشرکین رشتہ داروں کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ جس طرح کہ ہشام بن العاص بن وائل کو عین ہجرت کے وقت زبردستی روک لیا گیا تھا۔ ان ہی میں عیاش بن ابی ربیعہ بھی تھے جن کو ہجرت کے بعد ان کے چچا زاد بھائی ابوجہل اور حارث مدینہ سے دھوکا دے کر مکہ لے آئے تھے اور اب وہ اُن کے ہاتھوں قیدی بنے ہوئے تھے۔

ان ہی دنوں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی کئی بار ہادی مرسل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی تو ہر بار یہی جواب عطا ہوا۔ "اے ابوبکرؓ! جلدی نہ کرو

ــــ اور جو کوئی اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرے گا تو اپنے ہی بھلے کے لیئے کریگا۔ بے شک اللہ دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

ــــ اور جو کوئی ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے ہم ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دیں گے اور انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دیں گے۔

ــــ اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا، لیکن (اے انسان!) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو کسی چیز کو میرا شریک بنالے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ تم سب کو میرے ہی پاس آنا ہے میں تم کو بتادوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اور جنہوں نے نیک اعمال کیئے ہوں گے ہم ان کو ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے۔

ــــ اور بعض آدمی کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے لیکن جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ڈالی ہوئی فتنہ انگیزی کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مدد آپ کے پروردگار کی طرف سے آجاتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے ہی کیا اللہ کو دنیا والوں کے دلوں کا حال خوب معلوم نہیں ہے۔ اور اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہی ہے کہ ایمان والے کون ہیں اور منافق کون؟ (۲۹ / ۱۱ - ۶)

شاید اللہ تمہارے لیئے کوئی ساتھی پیدا کرے،، حضرت ابو بکرؓ کو اور زیادہ عرض کرنیکی تو جرات نہ ہوئی لیکن یہ بات ان کے دل نشین ہو گئی کہ "ساتھی" سے مراد خود آپؐ کی ذاتِ اقدس ہے۔ لہٰذا انہوں نے خاموشی کے ساتھ ہجرت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دو اونٹنیاں خرید لیں جو کہ بہت ہی چست اور سبک رفتار تھیں۔ ان دونوں اونٹنیوں کو اپنے گھر کے احاطہ میں ببول کی پتیوں کا چارہ دیا کرتے تھے جو کہ اونٹ کی مقوی غذا بتائی جاتی ہے۔

— یہ کافر لوگ ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں "ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔" حالانکہ یہ (کافر) لوگ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے۔ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ اور بے شک وہ (کافر) اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی۔ اور قیامت کے روز یقیناً ان سے باز پرس ہو کر رہے گی ان باتوں پر جیسی یہ گھڑتے رہتے تھے۔ (۲۹/۱۳-۱۲)

انہی دنوں حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مسلمانوں کی طرف سے جو مکہ کے اطراف اور دور دراز علاقوں میں رہا کرتے تھے اور اپنے اپنے قبیلوں میں بااثر حیثیت کے حامل تھے، مسلسل دعوت نامے موصول ہو رہے تھے کہ آپؐ مکہ چھوڑ کر ان کے پاس بحیثیت مہمان تشریف لے آئیں اور وہ آپؐ کی ہر طرح خدمت و حفاظت کریں گے۔ قبیلۂ دوس کے پاس ایک انتہائی محفوظ قلعہ تھا لہٰذا اس کے رئیس طفیلؓ بن عمرو نے بھی آپؐ کی خدمت میں قلعہ کی پیش کش کی تھی۔ اسی طرح بنی ہمدان کے رئیسِ قبیلہ نے بھی آپؐ کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا۔ لیکن آپؐ نے کسی ایک کی دعوت کو بھی قبول نہ فرمایا۔ آپؐ کو تو دراصل انتظار تھا بارگاہِ ربوبیت سے اجازت کا۔ آپؐ بغیر اذنِ الٰہی مکہ سے باہر کسی طور جانے کے لئے تیار نہ تھے، گو مکہ کے حالات دن بدن مخدوش ہوتے جا رہے تھے۔ مشرکین سردار اور بالخصوص وہ لوگ جن کے رشتہ دار مکہ سے ہجرت کر گئے تھے آپؐ کو زہر آلود نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔ لیکن آپؐ ان باتوں سے بے نیاز نہ صرف مکہ میں تشریف فرما تھے بلکہ آپؐ کے معمولاتِ زندگی بھی اسی طرح قائم تھے۔

صفر کا مہینہ ختم ہو رہا تھا غالباً ۲۷ تاریخ تھی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو ہجرت کا حکم آ گیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرم گرم ہوائیں مکہ کی فضا پر چھائی ہوئی تھیں۔ دھوپ کی چمک ایسی کہ نظر نہ ٹھہرتی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں پڑے محوِ آرام تھے۔ آپؐ اسی چلچلاتی دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔

— اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس سال کم ہزار برس رہے۔ آخر کار اُن (قومِ نوح) کو طوفان نے آگھیرا اور وہ (بڑے ہی) ظالم لوگ تھے۔ پھر ہم نے اُن (نوح) کو اور کشتی والوں کو بچالیا۔ اور ہم نے اس واقعہ کو دنیا جہان والوں کے لئے ایک نشانِ (عبرت) بنا کر رکھ دیا۔ (۲۹/۱۵-۱۴)

دستک دی تو حضرت ابو بکرؓ آپؐ کو دیکھ کر کسی قدر حیران و پریشان ہوئے کہ اس وقت آپؐ کی تشریف آوری خلافِ معمول تھی۔ آپؐ نے اُن کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا "کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو"۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا "آپؐ کے حرم کے سوا کوئی نہیں ہے"۔ حضرت عائشہؓ نکاح کے بعد سے آپؐ کے حرم میں شامل تھیں یہی حضرت ابو بکرؓ کا مطلب تھا۔ ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رازدارانہ طور پر فرمایا۔ "مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے"۔ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ مسرت اور کچھ بے تابی کے ساتھ عرض کیا۔ "میرا باپ آپؐ پر فدا ہو کیا مجھے بھی آپؐ کے ہمراہ ہجرت کی اجازت ہے"۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "ہاں"۔ حضرت ابو بکرؓ تو پہلے ہی تیاریاں کر رہے تھے۔ دونوں اونٹنیاں جو سفر کے ارادے سے رکھی تھیں آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے ایک اُونٹنی کو پسند فرماتے ہوئے اس کی قیمت بھی ادا کی۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کو قیمت لینے میں پس و پیش تھا لیکن آپؐ کی طبیعت کو کسی کا احسان لینا گوارا نہ تھا۔

آپؐ کو قتل کرنے کے لئے مشرکین کا منصوبہ

مشرکینِ قریش میں یہ بات بڑی تشویش کا باعث ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کو مکّہ سے نکل کر مدینہ میں نہ صرف پناہ مل گئی تھی بلکہ اُن کے بکھرے ہوئے افراد ایک مقام پر جمع ہو رہے تھے۔ ان حالات میں مشرکینِ مکہ کو یہ خطرہ بھی نظر آنے لگا تھا کہ مسلمان اہلِ مدینہ کی مدد سے ایک نہ ایک دن ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ لہٰذا مشرکینِ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں کا ایک عام اجلاس ان کے دارالندوہ میں منعقد ہوا۔

——— اور ابراہیم کو (بھی ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ "اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو، یہ بہتر ہو گا تمہارے حق میں اگر تم کچھ (بھی) سمجھ رکھتے ہو۔ تم تو اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور نرا جھوٹ تراشتے ہو بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ سو تم رزق (اللہ ہی) کے پاس سے تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو، اسی کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ تو تم سے پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔"

——— کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہ کی کہ اللہ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان بات ہے۔

——— (اے نبیؐ!) آپ کہیئے (ان منکرین سے) "تم زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کو کس طرح اول بار پیدا کیا، پھر اللہ (ہی) دوسری بار پیدا کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔"
(۲۹/۲۰-۱۶)

دار الندوہ دراصل قصیٰ بن کلاب کا گھر تھا جس میں مشورہ کے بغیر قریش کسی بھی معاملے کا فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے اس کو دار شوریٰ کہا جاتا تھا۔

اس وقت جو معاملہ ان کے زیرِ غور تھا وہ ہر لحاظ سے نہ صرف اہم تھا بلکہ جملہ مشرکینِ قریش کی انا کا مسئلہ بن گیا تھا۔ لہٰذا اس اجلاس میں شرکت کرنے کے لیے قریش کے تقریباً تمام ہی مشرک سردار آئے تھے۔ بنی عبد شمس میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان بن حرب بنی نوفل بن عبد مناف میں سے طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم اور حارث بن عامر

— اللہ عذاب دے جسے چاہے اور جس پر چاہے رحم فرمائے۔ اسی کی طرف تو تم سب لوٹ کر جاؤ گے۔ اور تم (اللہ کو) نہ زمین میں ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں، اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔

— اور جو لوگ اللہ کی نشانیوں اور (اس کے) حضور جانے کے منکر ہیں، وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک سزا ہے۔

— سو ان (ابراہیم) کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ کہنے لگے "انہیں قتل کر ڈالو یا انہیں جلا ڈالو"۔ سو اللہ نے ان کو (اس) آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس واقعہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

— اور (ابراہیم نے یہ بھی) کہا کہ تم نے تو دنیا کی زندگی میں اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنا لیا ہے مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا انکار اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہو گی اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا۔" پھر لوط نے ان کی تصدیق کی اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ترکِ وطن کر کے چلا جاؤں گا بیشک وہی بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

— اور پھر ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب (جیسی اولاد) عطا فرمائی اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی، اور اسے دنیا میں اس کا اجر عطا کیا، اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔ (۲۹/۲۷-۲۱)

بن نوفل۔ بنی عبد الدار بن قصیٰ میں سے نضر بن حارث۔ بنی اسد بن عبد العزیٰ میں سے ابو البختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود بن المطلب اور حکیم بن حزام۔ بنی مخزوم میں سے ابو جہل بن ہشام۔ بنی سہم میں سے نبیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج۔ بنی جمیع میں سے امیہ بن خلف اور ان کے علاوہ دیگر افراد جو از خود بھی چلے آئے تھے۔

ابن ہشام، ابن سعد اور طبری نے روایت بیان کی ہے کہ جب وہ لوگ

—— اور لوط کو (بھی ہم نے پیغمبر بنا کر) بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ "تم تو فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ ارے تم تو مردوں سے فعل کرتے ہو اور تم رہزنی کرتے ہو اور تم بھری مجلسوں میں برے کام کرتے ہو۔" سو ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ "لے آؤ ہم پر عذاب اگر تم سچے ہو۔" (لوط نے) دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار مجھے ان مفسد لوگوں پر غالب کر دے۔

—— اور جب ہمارے قاصد ابراہیم کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو انہوں نے اس سے کہا "ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں۔" ابراہیم نے کہا "وہاں تو لوط موجود ہے۔" انہوں نے کہا "ہم خوب جانتے ہیں وہاں کون کون ہے ہم انہیں اور ان کے گھر والوں کو بچا دیں گے علاوہ ان کی بیوی کے کہ وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں ہو گی۔"

—— پھر جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی آمد پر سخت پریشان اور تنگدل ہوئے۔ (اس پر ان قاصدوں نے کہا) "آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے علاوہ آپ کی بیوی کے کہ وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں ہو گی۔ ہم اس بستی کے لوگوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں کے بدلے میں نازل کرنے والے ہیں۔" (۲۹/۳۴-۲۸)

دارالندوہ میں داخل ہو رہے تھے تو انہوں نے دروازے کے قریب ایک خوش شکل اجنبی بوڑھے شخص کو دیکھا جو ایک موٹی چادر اوڑھے کھڑا تھا۔ کسی مشرک سردار نے پوچھا۔ "بڑے میاں تم کون ہو یہاں کس غرض سے کھڑے ہو۔؟" بوڑھا کہنے لگا۔ "میں نجد والوں میں سے ایک شیخ ہوں۔ سنا تھا کہ آپ یہاں دین کی کسی بات

— اور ہم نے اس بستی کے کچھ نشان باقی رکھے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

— اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا۔ "اے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو اور روزِ قیامت سے ڈرو اور ملک میں فساد مت پھیلاؤ۔" سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا پس انہیں زلزلے نے آپکڑا وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے۔
(۲۹/۳۷-۳۵)

پر مشورہ کرنے جمع ہو رہے ہیں۔ میں یہاں موجود تھا تو چلا آیا کہ آپ لوگوں کو کوئی اچھی رائے دے سکوں۔" مشرک اس بوڑھے نجدی کو اپنے ساتھ اندر لے گئے۔

دارالندوہ میں جمع مشرکین سرداروں نے پہلے تو خوب آپؐ کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرکے اپنے دل کا غبار نکالا۔ پھر ان میں سے کسی نے تجویز پیش کی۔ "محمدؐ ابنِ عبداللہ کے ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے کہ اسی طرح انہیں موت آجائے۔" لیکن اس تجویز کو پسند نہ کیا گیا سب سے زیادہ مخالفت کرنے والا میں وہی بوڑھا نجدی تھا۔ دوسرے نے تجویز پیش کی۔ "ان کو مکہ سے جلاوطن کر دیا جائے تاکہ ہم لوگوں کو چین ملے۔" اس تجویز کو بھی رد کر دیا گیا۔ پھر ابوجہل بولا۔ "اس سلسلے میں میری ایک رائے ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات کبھی تم لوگوں میں سے کسی نے سوچی بھی ہو۔" سب لوگ ابوجہل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ دشمنِ رسولؐ بولا۔ "ہر قبیلے میں سے ایک جوان، قوی اور شریف النسب آدمی کا انتخاب کیا جائے۔ پھر ان سب چیدہ آدمیوں کو ایک ایک تلوار دی جائے کہ سب مل کر محمدؐ ابنِ عبداللہ پر ایک ایسا بھرپور وار بہ یک وقت کریں کہ وہ اسی وار میں ختم ہو جائے۔ اس طرح اس کا خون تمام قبیلے والوں پر بٹ جائے گا۔ بنی عبدِ مناف اپنی قوم کے تمام لوگوں سے تو جنگ کرنے پر کبھی راضی نہ ہوں گے اور اس طرح ہم سے خون بہا لینے پر رضامند ہو جائیں گے۔ اور ہم سب مل کر ان کو خون بہا بھی دیدیں گے۔" اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا بوڑھا نجدی تو بار بار کہہ رہا تھا۔

— اور عاد و ثمود کو بھی ہم نے ہلاک کیا اور یہ تم (لوگوں) پر ان کی بستیوں (کے کھنڈرات) سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور شیطان نے اُن کے اعمالِ (بد) کو ان کی نظر میں خوشنما کر دکھایا تھا، اور ان کو راہِ حق سے روک رکھا تھا، حالانکہ وہ لوگ سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔

— اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی ہم نے ہلاک کیا)۔ اور موسیٰ یقیناً ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آ چکے تھے۔ لیکن انہوں نے زمین پر سرکشی کی اور بھاگ نہ سکے۔ (۲۹/۳۹ — ۳۸)

"بس ایک یہی رائے ہے جو اس جوان نے دی ہے"۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق یہ بوڑھا نجدی دراصل ابلیس تھا۔

حق تعالٰی نے مشرکین کے منصوبے سے آپؐ کو آگاہ کر دیا

ادھر دشمن آپؐ کے خلاف قتل کے منصوبے کو مؤثر بنانے کے لئے تدابیر کر رہے تھے اُدھر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپؐ کو اُن کے ارادوں سے آگاہ فرما دیا۔ لہٰذا آپؐ نے اسی وقت مکّہ سے ہجرت کر جانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت علیؓ جو آپؐ کے زیرِ تربیت اور زیرِ کفالت تھے اُن کو بلا کر اپنے ارادہ سے آگاہ فرمایا۔ مشرکینِ قریش کی آپؐ کے پاس رکھی ہوئی جو امانتیں تھیں وہ حضرت علیؓ کے سپرد کیں، ان سے متعلق ہدایات دیں کہ کون سی چیز کس کی امانت ہے اور کون لینے کا حق دار ہے۔

قربان جائیے اس صدقِ مجسّم اور امینِ اکملؐ کے کہ جو مشرکین آپؐ کے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے آپؐ ان ہی کے اموال اور گرانقدر اشیاء کے امین بھی تھے۔ آپؐ مشرکین کی امانتیں حضرت علیؓ کو سونپ رہے تھے اور مشرکین آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرنے روانہ ہو رہے تھے۔

ابھی تاریکی نے مکّہ کے در و دیوار پر اپنی گرفت مضبوط ہی کی تھی کہ چیدہ چیدہ مشرکین

سو ہم نے (ان میں سے) ہر ایک کو اس کے گناہ کی بنا پر پکڑ لیا، سو ان میں سے کسی پر تو ہم نے پتھراؤ بھیجا، اور ان میں سے کسی کو ہولناک آواز نے آ دبایا، اور ان میں سے کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور ان میں سے کسی کو ہم نے غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۔۔۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا لیے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش! انہیں اس حقیقت کا علم ہوتا۔
(۲۹/۴۱۔۴۰)

نوجوانوں کا دستہ ہاتھوں میں برہنہ تلواریں لیے ابوجہل کی قیادت میں آپؐ کے درِ اقدس پر پہنچ گیا۔ عرب دستور کے مطابق زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب تھا۔ لہٰذا یہ خونِ رسولؐ کے پیاسے مشرکینِ قریش طے شدہ منصوبے کے تحت دروازے کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ طے پایا تھا کہ صبح دم جونہی محمدؐ ابنِ عبداللہ اپنے مکان سے باہر آئیں تو سب جوان بیک وقت وار کر کے آپؐ کی شمعِ حیات گل کر دیں۔ آپؐ نے دیکھا کہ دشمن دروازے پر آ لگے ہیں تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا۔ "اے علیؓ! تم آج کی شب میرے بستر پر آرام کرو اور میری چادر اوڑھ کر سو رہو ان لوگوں کی طرف سے کوئی بھی ناپسندیدہ چیز تم تک نہ پہنچ سکے گی" اتباعِ مجسم علیؓ نے سرِ تسلیم خم کیا۔ آپؓ کی چادرِ مبارک تان کر بسترِ رسولؐ پر دراز ہو گئے۔ مکان کے دوسرے حصے میں آپؐ کی صاحبزادیاں اور دیگر اہلِ خانہ محوِ خواب تھے۔ دشمن مورچہ جمائے دروازے پر بیٹھے تھے۔ اور خدائے ذوالجلال والاکرام کی رحمت آپؐ پر سایہ فگن تھی۔ آپؐ نے مٹھی بھر خاک زمین سے اٹھائی، دروازے سے باہر تشریف لائے اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کی آیاتِ ربانی پڑھتے ہوئے اس طرح دشمنوں کے بیچ سے گزر رہے کہ ان پر نیند کا غلبہ تھا اور آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

— بے شک اللہ کے سوا جس کسی کو بھی پکارتے رہتے ہیں، اللہ ان سب کو جانتا ہے اور وہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔
— ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں بس وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں۔
— اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے مصلحت اور حق کے ساتھ۔ بے شک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لئے۔
— (اے حبیبؐ!) پڑھا کیجئے وہ کتاب جو آپ پر وحی کی گئی ہے اور نماز کی پابندی رکھئے۔ بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی رہتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، اور اللہ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔
(۲۹/۴۵-۴۲)

حرم پہنچے اور کعبہ کو جب سامنے دیکھا تو فرمایا۔ "مکہ! تو مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔" اس کے بعد آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے طے شدہ قرارداد کے مطابق آپ دونوں مکہ سے باہر جبلِ ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہو گئے۔ اُدھر دشمنانِ رسولؐ نے سوتے جاگتے رات گذاری بر صبح دم ہوشیار ہو گئے کہ اب وار کرنے کا وقت آ لگا ہے۔ ہر ایک کی نظریں آپؐ کے دروازے پر لگی تھیں۔ تاریکی رفتہ رفتہ کافور ہو رہی تھی اور صبح کی سپیدی مشرکین کے ہتھیار بندوں پر مسکرا رہی تھی۔ آپؐ صبحدم خلاف معمول جب دروازے سے باہر نہ آئے تو مشرکوں کو تشویش ہوئی، سرگوشیاں ہوئیں اور پھر چند نوجوانوں نے دیوار پر چڑھ کر مکان کے اندر جھانکا تو آپؐ کے بستر پر علیؓ ابن ابو طالب کو پایا۔ سارا منصوبہ دم توڑتا ہوا نظر آیا تو غصہ میں بپھرے ہوئے مکان کے اندر گھس گئے۔ حضرت علیؓ سے دریافت کیا "محمد کہاں ہے؟" انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ان کو پکڑ کر حرم میں لے آئے کچھ دیر انہیں محبوس رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔

غارِ ثور میں آپؐ کا قیام مشرکین اپنی اس ناکامی پر بڑے سیخ پا ہوئے۔

—— اور تم (اے مسلمانو!) اہلِ کتاب سے مباحثہ مت کرو مگر بہتر طریقہ پر سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے بے انصاف ہیں، اور صاف اعلان کر دیا کرو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے۔ جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے، ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

(اے نبیؐ!) اور اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی، سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب (پہلے) دی ہے وہ اس پر ایمان بھی لے آتے ہیں، اور ان لوگوں میں سے بھی بعض اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار صرف (کٹر) کافر ہی کرتے ہیں۔

(اے نبیؐ!) اور آپ تو اس (قرآن) سے قبل نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتے تھے، ورنہ یہ باطل پرست لوگ ضرور شک میں پڑتے۔ (۲۹/۴۸ تا ۴۶)

سب کے سب حرمِ کعبہ میں جمع ہو گئے۔ مشورے ہونے لگے، اور پھر مختلف ٹولیوں میں بٹ کر مکہ کے گرد و نواح میں پھیل گئے کہ آپؐ کو مکہ کی حدود پار کرنے سے قبل ہی گرفتار کر لیں۔ ایک ٹولی ابوجہل کی قیادت میں حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر بھی پہنچی۔ ابوجہل نے بڑے درشت لہجے میں ان کی بڑی صاحبزادی اسمارؓ سے کہا، "اے ابوبکرؓ کی بیٹی! تیرا باپ کہاں ہے؟"، انہوں نے جواب دیا۔ "واللہ میں نہیں جانتی کہ میرا باپ کہاں ہے" ابوجہل تو غصے میں پاگل بنا ہوا تھا اس ظالم نے ان کے رخسار پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی گر پڑی۔ مشرکین آپؐ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جبلِ ثور پر اس غار کے دہانے پر بھی پہنچ گئے جس کے اندر ہادی مرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ چھپے ہوئے تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ اس سے قبل کہ یہ ظالم اس غار کے قریب پہنچتے بحکم الٰہی

۔۔۔۔ دراصل یہ روشن آیات ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم عطا کیا گیا ہے، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہ اتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں اس کے پروردگار کی طرف سے، آپ (اے نبیؐ!!) کہہ دیجیے " نشانیاں تو بس اللہؐ کے پاس ہیں میں تو صرف ایک صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں "۔ کیا اُن لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ کے اُوپر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

(اے حبیبؐ!) آپ کہہ دیجیے۔ " اللہؐ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کے، اسے ہر چیز کی خبر ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں، وہی بڑے گھاٹے میں پڑے ہیں۔"

(اے حبیبؐ!) اور یہ لوگ جلدی کر رہے ہیں آپ سے عذاب (لانے) کی۔ اور اگر ایک میعاد مقرر نہ ہوتی تو ان پر عذاب آچکا ہوتا، اور (وہ عذاب) ان پر اچانک آپڑے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ (۲۹/۵۳-۴۹)

ایک ببول کا درخت غار کے دہانے کے قریب اُگ آیا کہ جیسے وہ پُرانا درخت ہو، اسی طرح مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا بن دیا کہ اس کے اندر انسان کا جانا بعید از قیاس ہو گیا ساتھ ہی دو وحشی کبوتروں نے اپنا آشیانہ بنا لیا تھا اور انڈے دے کر اس پر بیٹھے تھے۔ یہ ظالم غار کے اس قدر قریب ہو گئے کہ ان کے قدموں کی چاپ اور ان کی گفتگو کی آواز یہ دونوں حضرات سُن رہے تھے۔ ابو بکرؓ بڑے غمزدہ ہوئے کہنے لگے۔ " یارسولؐ اللہ! دشمن تو ہمارے اس قدر قریب ہے کہ اگر وہ اپنے قدموں کی جانب نیچے کو دیکھے تو ہم نظر آجائیں ۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا گھبراؤ نہیں بیشک اللہ ہمارے

(اے حبیبؐ!!!) آپ سے (یہ لوگ) جلدی مچا رہے ہیں عذاب کی، یقیناً جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (ان منکرین کو معلوم ہو جائے گا) اس دن جب کہ عذاب ان پر چھا جائیگا۔ ان کے اوپر سے بھی اور ان کے پیروں تلے سے بھی۔ اور اللہ فرمائیگا "چکھو مزہ (اب) اس کا جو کچھ کام تم کرتے رہے ہو۔"

— اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین تو بہت وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی کرو۔

— ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف واپس لائے جاؤ گے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ہم اُن کو جنت میں جگہ دیں گے بالاخانوں پر جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا اچھا اجر ہے نیک کام کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر توکل کیا کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے، اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے اور تم کو بھی، اور وہی سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ (۲۹/۶۰-۵۴)

ساتھ ہے۔) یہ تھی وہ ایقانِ اکمل کی منزل جو آپؐ کو بارگاہِ الوہیت سے عطا ہوئی تھی کہ موت سامنے نظر آرہی تھی لیکن آپؐ مطمئن تھے حق تعالیٰ نے دشمنانِ رسولؐ کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے اور وہ اسی طرح نا امید و نامراد واپس ہو گئے۔

حضور محسنِ انسانیت رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ تین یوم تک غارِ ثور میں مقیم رہے۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ دن بھر مشرکینِ قریش کے ساتھ رہتے تھے اور دن بھر کی خبریں رات کو غارِ ثور میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ مکہ والوں کے چرواہوں کے ساتھ اپنی بکریاں بھی دن بھر قریبی علاقوں میں چراتے رہتے تھے۔ شام ہوتی تو بکریاں چراتے ہوئے غارِ ثور کے قریب لے آتے۔ آپ دونوں حضرات بکریوں کا دودھ دوہتے اور

(اے نبیؐ!) اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور سورج و چاند کو کام میں لگا دیا تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر یہ (لوگ) کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں۔
(۶۱/۲۹)

خوب سیر ہو کر پیتے۔ اسی طرح شام کو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء کھانا پکا کر خاموشی کے ساتھ غار میں پہنچا آتیں۔

آپؐ کی مدینہ کے لیے روانگی

تین روز بعد جب آپؐ کو مشرکین کی سرگرمیوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو آپؐ نے مدینہ کا عزم کیا۔ عبداللہ بن اریقط گو کافر تھا لیکن قابلِ اعتماد، اس کو راہبری کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ وہ وقت مقررہ پر آپ حضرات کی دونوں اونٹنیاں لیے اپنے اونٹ پر آ گیا۔ اسماء بنت ابوبکرؓ بھی جلدی سے راہ کیلئے توشہ دان لیے پہنچ گئیں لیکن اس کے باندھنے کے لیے رسی بھول گئیں۔ جلدی سے اپنا نطاق (دوپٹہ نما کپڑا جس کو عورتیں اپنی کمر سے باندھ لیتی تھیں) کھولا اس کے دو ٹکڑے کیے ایک کمر سے باندھا اور ایک سے توشہ دان باندھ دیا (اسی نسبت سے "ذات النطاق" مشہور ہوئیں) اور اس طرح آپؐ چوتھے دن مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

دوسری طرف مشرکینِ قریش کو اس بات کا بڑا افسوس ہو رہا تھا کہ محمد ابن عبداللہؐ ان کی گرفت سے نکل گئے۔ ہر طرف سے ناامید ہو کر ان ظالموں نے اشتہار دیا کہ جو شخص بھی آپؐ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک خونبہا کے برابر یعنی سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ یہ انعام اچھے اچھے سورماؤں کو لالچ دینے کے لیے بہت کافی تھا۔ لہٰذا اس انعام کے لالچ میں نہ جانے کتنے لوگوں نے قسمت آزمائی کی ہو گی لیکن سیرت نگاروں نے سراقہ بن جعشم کا ذکر کیا ہے۔ یہ مشرک اپنی شہسواری اور تیراندازی کے لیے بڑی شہرت رکھتا تھا۔ جب اس اشتہار کی اطلاع پہنچی تو وہ اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی قوم کا ایک فرد آیا اور اس نے اطلاع دی۔

____ اللہ ہی ہے جو رزق کشادہ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیئے چاہتا ہے اور جس کے لیئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے ۔ بے شک اللہ ہی ہر چیز سے خوب واقف ہے ۔

(اے نبیؐ!!) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو تر و تازہ کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے ۔ (اے نبیؐ!!) آپ کہیئے اَلحَمدُ لِلّٰہ ۔ مگر ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ۔ (۲۹/ ۶۳ ـــ ۶۲)

کہ اس نے ابھی ابھی تین مسافروں کو اونٹ پر سوار گزرتے دیکھا ہے ۔ سراقہ بن جشم خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھا ، زرہ پہنی ، ترکش لٹکایا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اسی سمت روانہ ہو گیا ۔ کچھ ہی دیر کے بعد یہ ظالم مشرک اُن کے قریب جا لگا لیکن دفعتاً گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا ۔ ابن جشم نے اپنے ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرے یا نہیں ۔ جواب نفی میں نکلا ۔ لیکن سو اونٹوں کا لالچ کم نہ تھا فال کے اوپر غالب آیا ۔ وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور تعاقب میں آگے بڑھا ۔ جب آپؐ کے قریب ہوا تو گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس مرتبہ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک ریت میں دھنس گئے ۔ سراقہ گھوڑے سے اترا اور پھر فال دیکھی ، پھر جواب نفی میں ملا ۔ اب حملہ کرنے کی ہمت باقی نہ رہی ۔ گھوڑے کو ریت سے نکالا اور زور سے آواز لگائی ۔ "اے لوگو ! میں سراقہ بن جشم ہوں مجھے اتنی مہلت دو کہ میں تم سے بات کروں ۔ میں تم سے دغا نہ کروں گا اور نہ میری جانب سے کوئی ایسی بات ہو گی جسے تم لوگ ناپسند کرو ۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اس سے دریافت کرو کہ یہ شخص ہم سے کیا چاہتا ہے ۔ ان کے دریافت کرنے پر ابن جشم نے کہا "مجھے آپ ایک تحریر لکھ دیں جو میرے پاس بطور نشانی کے رہے ۔" محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب حضرت ابوبکرؓ نے کسی ہڈی یا ٹھیکری کے ٹکڑے پر ایک تحریر لکھی اور سراقہ بن جشم کی طرف پھینک دی

___ اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے۔ اور بے شک آخرت کا گھر ہی سچی زندگی ہے، کیا اچھا تھا اگر یہ لوگ جانتے۔

___ یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ ہی کے لئے خالص کر کے اُسی سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یہ جب ہی شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات پر اُس کا کفران نعمت کریں اور (پھر دنیوی زندگی کے) مزے اڑائیں۔ تو اب عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا۔ (۲۹/۶۶-۶۴)

جسے وہ اپنے ترکش میں رکھ کر واپس ہو گیا۔

(روایات میں آیا ہے کہ سراقہ بن جشم فتح مکہ کے بعد جب کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف کی جنگوں سے واپس ہو رہے تھے تو بمقام جعرانہ آپؐ کے قریب گیا تو مسلمانوں نے اس کو روکا۔ سراقہ نے آپؐ کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ "یا رسول اللہؐ! میرے پاس آپؐ کی تحریر ہے میں سراقہ بن جشم ہوں۔" آپؐ نے فرمایا "آج کا دن وعدوں کے پورا کرنے اور نیکی کرنے کا ہے۔" اور پھر حکم دیا کہ سراقہ کو میرے پاس آنے دو۔ سراقہ حاضر خدمت ہوا اور مسلمان ہو گیا۔)

آپؐ کے راہ بر عبداللہ بن اریقط نے مدینہ کے لئے عام گزرگاہ سے ہٹ کر راستہ اختیار کیا تھا کہ دشمن آپؐ کو نہ پا سکیں۔ لہٰذا وہ مکہ کے جنوبی علاقوں سے گزرتا ہوا سمندر کے کنارے کنارے چلا۔ وادی فاطمہ کے بعد عسفان کے نشیب میں ہوتا ہوا امج اور قدید کے مقامات سے آگے نکل گیا اور ضرار اور ثنیۃ المرہ ہوتا ہوا مقام لقفا پہنچا، وہاں سے مدلجہ حجاج گیا اور اس طرح وہ مدینہ کی طرف بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ مقامات آج کل کتابوں کے صفحات میں تو ملتے ہیں لیکن اب وقت کے ساتھ اپنا وجود ختم کر چکے ہیں یا دوسرا نام اختیار کر گئے ہیں۔ لہٰذا ان کی مزید تفصیل لاحاصل ہے۔

آپؐ اُمّ معبد کی خیمہ گاہ پر | ابی سعد سے ابی معبد الخزاعی سے مروی روایت

____ کیا اُن لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے (ان کے شہر کو) امن والا حرم بنایا ہے حالانکہ ان کے گرد و پیش کے لوگ اچک (یعنی قتل و گرفتار کر) لیئے جاتے ہیں، تو کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے ہیں۔ (۲۹/۶۷)

کا تذکرہ کرتے ہوئے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضور سرورِ کائنات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفیقِ راہ کو سفر کرتے ہوئے کئی یوم گذر گئے۔ توشہ دان بھی خالی ہو گیا۔ بھوک و پیاس کا عالم تھا کہ ایک خیمہ گاہ پر نظر پڑی۔ آپؐ وہاں پر تشریف لے گئے، ایک خاتون چادر اوڑھے خیمے کے باہر بیٹھی تھیں۔ ان حضرات نے ان سے کھجور یا گوشت قیمتاً طلب کیا۔ ان کے پاس دونوں مطلوبہ اشیاء میں سے کچھ نہ تھا، معذرت کرلی۔ یہ خاتون بڑی نیک خصلت، فیاض اور دلیر تھیں۔ ان کا شوہر اور بیٹا بکریوں کا ریوڑ چرانے نکل جاتے اور یہ اس بیابان میں تنِ تنہا بیٹھی رہتیں۔ راہ گیروں کو حسبِ توفیق کھلاتی پلاتی تھیں۔ لیکن اتفاق سے اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا کہ ان مسافروں کو پیش کرتیں۔ یہ اُمِّ معبد کے نام سے معروف تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمہ کے کنارے بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے کہا۔ ''اے اُمِّ معبد یہ بکری کیسی ہے؟'' خاتون نے جواب دیا۔ ''یہ بکری ضعیف ہے کہ دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے کو بھی نہیں جا سکتی'' آپؐ نے دریافت کیا: ''کیا یہ دودھ بھی نہیں دیتی؟'' اُمِّ معبد نے جواب دیا ''اس کو دودھ دینا جنگل جانے سے بھی دشوار تر ہے۔'' آپؐ نے اس خاتون کی اجازت سے بسم اللہ پڑھتے ہوئے بکری کے تھنوں کو جو ہاتھ لگایا تو دودھ اتر آیا۔ روایت ہے کہ آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے اس ضعیف بکری نے اتنا دودھ دیا کہ سب لوگ پی کر سیر ہو گئے اور اُمِّ معبد کے برتنوں میں دودھ بچ رہا۔ آپؐ کے روانہ ہونے کے بعد شام کو جب اس خاتون کا شوہر اور بیٹا بکریوں کا ریوڑ لیئے اپنے خیمہ کو واپس ہوئے تو برتنوں میں دودھ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے چونکہ جو بکری وہ چھوڑ کر گئے تھے اس سے تو دودھ کے ایک قطرے کی بھی توقع نہ تھی۔ خاتون نے مسافروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ ایک بزرگ تھے کہ ان کی برکت سے ہماری بوڑھی بکری کا دودھ

___ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب کہ وہ اس کے سامنے آچکا ہو۔ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا ؟ (۲۹/۶۸)

دینے لگی۔" خاتون کا شوہر کہنے لگا۔" اے اُمِّ معبد! میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہی قریش کے ساتھی ہیں جن کی تلاش کی جا رہی ہے۔ تو مجھ سے اُن کی صفات تو بیان کر جو تیرے مشاہدے میں آئیں۔" اُمِّ معبد نے کہنا شروع کیا۔

" میں نے ایک انسان دیکھا پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، ہموار شکم، بھرے بال، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، گردن موزوں، روشن، چمکتی سرمگیں آنکھیں، باریک اور ملی ہوئی بھنوئیں، سیاہ گھونگریالے گیسو، خاموش رہیں تو چہرہ پُر وقار، گفتگو فرمائیں تو پُر کشش۔ دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے حُسن و جمال کا آئینہ۔ بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی قد نہ پست کہ کم تر نظر آئے نہ دراز کہ معیوب معلوم ہو بلکہ ایک شاخِ گل جو شاخوں کے درمیان ہو۔ تینوں میں سب سے زیادہ بارونق اور مقدار میں سب سے زیادہ حسین۔ رفقاء ایسے کہ ہر وقت گھیرے رہیں۔ جب وہ کچھ فرمائیں تو رفقاء خاموش سُنیں۔ جب حکم دیں تو وہ تعمیل کیلئے جھپٹیں۔ نہ ترش رو تھے نہ فضول گو۔"

اُمِّ معبد اپنے نعتیہ خیالات کا اظہار کر چکیں تو اُن کا شوہر کہنے لگا۔" میرا دل چاہتا ہے کہ اُن کا ساتھ دوں اور اگر موقع ملا تو ضرور ساتھ دوں گا۔" اور پھر دونوں میاں بیوی حسرت بھری نظروں سے اس رہ گذر کو دیکھنے لگے جس پر آپ کے قافلے کی اُونٹنیوں کے نشانِ پا دعوتِ شوق دے رہے تھے۔

آپؐ کی ہجرت سے متعلق چند اشعار سیرت کی تقریباً تمام کتب میں یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ اسی شب کو مکّہ والوں نے سُنا کہ کوئی شخص بڑی دلنشین آواز میں باآوازِ بلند درج ذیل

— اور جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے۔ اور بے شک اللہ نیک کاروں کے ساتھ ہے۔
(۲۹/۶۹)

اشعار پڑھتا ہوا گذر رہا ہے۔

جزی اللّٰہ ربُّ النّاسِ خیرَ جزائہٖ | رفیقَین حلّا خیمتی اُمِّ معبدِ

(اللہ پروردگارِ عالم ان دونوں رفیقوں کو بہترین جزا دے جو اُمّ معبد کے خیموں میں آکر ٹھہرے)

ھُما نزلا بالبرِّ وارتحلا بہٖ | فافلح من امسٰی رفیقَ محمّدٍ

(وہ دونوں حسنِ سلوک بن کر اُترے اور اسی شان سے رخصت ہوئے بڑا خوش بخت ہے وہ جو محمدؐ کا ہمسفر بنا)

لیَھنِ بنی کعبٍ مکانُ فتاتِہم | ومقعدُھا للمؤمنین بمرصدِ

(بنی کعب کے قبیلہ کو مبارک ہو کہ انکی ایک دختر کا ٹھکانا اہلِ ایمان کے انتظار کرنے اور بیٹھنے کی جگہ بن گیا ہے۔) ●

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ صدیق سے روایت ہے کہ مکّے کے لوگ درج بالا اشعار پڑھنے والے کی آواز تو سُن رہے تھے لیکن پڑھنے والا دکھائی نہ دیتا تھا۔ لوگ اس طرف بھی لپکے لیکن کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اسی لحاظ سے ان اشعار کو شعر الجنّی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور سمجھنے والے سمجھ گئے کہ قافلۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی حدود سے دور نکل گیا۔

اور دشمنانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کفِ افسوس ملتے رہ گئے۔

یہی شب و روز رہے ہوں گے کہ درج بالا سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا جسکی آیات نمبر ۵۶ تا ۶۰ میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور مشرکین کو پھر ایک بار دعوتِ حق کی ترغیب دی گئی کہ وہ پیغامِ ربّانی کو سمجھیں کہ اسی میں ان کی فلاح اور عظمت کا راز مضمر ہے۔ لیکن وہ ظالم تو دشمنی پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ انہیں نہ حضور سرورِ کائنات نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں موجودگی گوارا تھی اور نہ اب آپؐ کی روانگی پر مطمئن تھے۔

(بحوالہ ابنِ ہشام، طبری، ابن سعد، الشفا، سیرت النبیؐ، ابن کثیر، جوالیئن)

— الحمدللہ آپؐ کی مکی زندگی کا حصّہ تمام ہوا۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ ۷ اگست ۱۹۷۹ء

اِشاریہ

انبیاء علیہم السّلام

اجدادِ مصطفےٰ

خاندانِ مصطفےٰ ؐ

ازواجِ مطہرات

آلِ مصطفےٰ ؐ

خلفائے راشدین

صحابۂ کرام

صحابیات

موحدین قریش

مشرکین قریش

مشرکین دشمنانِ مصطفیٰؐ

مغضوب اقوام

شاہانِ مملکت

کتب الٰہیہ

متفرق

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب و تدوین، تصنیف و تالیف میں جن تفاسیر و تراجم قرآن مجید، کتب سیر و احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور دوسری کتابوں سے بلا واسطہ یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	الاتقان (سیوطی)	۱۱	تفسیر زرقانی
۲	تفسیر الامامین الجلیلین	۱۲	تفسیر ابو داؤد
۳	تفسیر ابن کثیر	۱۳	کنز الایمان (شاہ رضا بریلوی)
۴	تفسیر ابن عباس	۱۴	خزائن العرفان (نعیمی)
۵	تفسیر خازن	۱۵	تفسیر عثمانی
۶	تفسیر مدارک	۱۶	ترجمان القرآن (آزاد)
۷	تفسیر ابن ابی حاتم	۱۷	بیان القرآن (تھانوی)
۸	تفسیر مجاہد	۱۸	التوضیح العجیب (فرنگی محلی)
۹	تفسیر ابن جریر	۱۹	القرآن الحکیم (دریا آبادی)
۱۰	تفسیر مظہری	۲۰	ترجمہ نذیر احمد

نمبر شمار	نام کتب
۲۱	ترجمہ مرزا حیرت
۲۲	ترجمہ مولانا محمود الحسن
۲۳	فیوض القرآن (بلگرامی)
۲۴	تفہیم القرآن (مودودی)
۲۵	ضیاء القرآن (پیر کرم علی)
۲۶	مسلم شریف
۲۷	بخاری شریف
۲۸	مشکوٰۃ شریف
۲۹	مسند احمد
۳۰	نسائی
۳۱	بیہقی
۳۲	ترمذی
۳۳	ابن عساکر
۳۴	ابن ماجہ
۳۵	در منثور
۳۶	البزار
۳۷	طبری
۳۸	طبقات ابن سعد
۳۹	ابن ہشام
۴۰	المغازی
۴۱	مدارج النبوۃ
۴۲	الشفاء
۴۳	دلائل النبوۃ
۴۴	سیرت النبی (شبلی و ندوی)
۴۵	سیرت رسول اللہ
۴۶	انوار انبیاء
۴۷	اعلام النبوۃ
۴۸	کتاب مقدس (بائبل)
۴۹	تورات
۵۰	انجیل
۵۱	زبور
۵۲	عربی میں نعتیہ کلام
۵۳	تاریخ ایران در عہد ساسانیاں

★★ ★★